ایک نادر روزنامچہ

۱۸۶۷ء تا ۱۹۱۱ء

مولوی سید منظر علی سندیلوی

مرتبہ
ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

ایک نادر روزنامچہ

اٹھارہ سو سٹھ سے انیس سو گیارہ تک

(۱۸۶۶ء —

مصنفہ

مولوی سید مظہر علی سندیلوی

(م۔ ۱۹۱۱ء)

مرتبہ

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

Marfat.com

تقسیم کار: • مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر:

134921

• مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

• مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
• مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی۔ ۴۰۰۰۰۳
• مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علیگڑھ۔ ۲۰۲۰۰۱

قیمت : تیس روپے ۳۰

۱۹۹۰ء

برٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں طبع ہوئی

Marfat.com

مولوی سید مظہر علی سندیلوی (م - ۱۹۱۱ء)
مصنف "روزنامچہ"

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

مقدمہ		ایک
باب اوّل:		
	واقعات ہند	۱
باب دوم:		
	ہندوستان کی ریاستیں اور تعلقے	۵۳
باب سوم:		
	واقعات بیرون ہند	۷۱
باب چہارم:		
	مقامی حالات لکھنؤ، ہردوئی وغیرہ کے	۹۷
باب پنجم:		
	ذاتی حالات و واقعات	۱۹۱

Marfat.com

نورالحسن ہاشمی ——— (سوانحی خاکہ)

• نام: سیّد نورالحسن ہاشمی ولد سیّد مجتبیٰ علی • وطن: سندیلہ ضلع ہردوئی (یوپی)

• ساکن: محلہ قطب پور، ڈالی گنج، لکھنؤ ۲۰

• تاریخ ولادت: یکم جولائی ۱۹۱۲ء (مطابق ہائی اسکول سارٹیفکٹ)

• تعلیمی استعداد: ایم۔ اے (انگریزی)، لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۳۵ء۔ ایم۔ اے (اردو)، علیگڑھ یونیورسٹی ۱۹۳۹ء۔ ایم۔ اے (فارسی) لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۵۰ء۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (اردو) علی گڑھ یونیورسٹی • موضوع: دلّی کا دبستان شاعری۔ ڈی لٹ (اردو) لکھنؤ یونیورسٹی • موضوع: تدوین۔ کلیات ولی۔

• معلمی کا تجربہ: لیکچرر (بہ حیثیت ریسرچ اسکالر) شعبہ اردو، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ ۱۹۴۳-۴۷ء/ لیکچرر، شعبہ اردو، دلّی کالج ۱۹۴۴-۴۵ء/ لیکچرر، ریڈر، پروفیسر و صدر شعبہ اردو فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۴۵-۱۹۷۴ء۔ آپ کی نگرانی میں دس پی ایچ۔ ڈی کے طلبا نے اردو میں ڈگریاں حاصل کیں، اور دو نے فارسی میں، اسی طرح دو نے ڈی لٹ کی ڈگری فارسی میں اور چار نے اردو میں حاصل کیں۔

• مطبوعات: • دلّی کا دبستان شاعری۔ ۵ اڈیشن • تدوین کلیات ولی۔ ۴ اڈیشن • تدوین: نوطرز مرصع۔ دو اڈیشن • تلخیص و تدوین روزنامچہ مولوی سیّد مظہر علی سندیلوی بعنوان: ایک نادر روزنامچہ • تدوین کلیات حسرت دہلوی ثم لکھنوی • تدوین: بکٹ کہانی (بہ شرکت ڈاکٹر مسعود حسین خاں)، ۴ اڈیشن • تدوین مثنوی طوطی نامہ از حسرت دہلوی • تدوین مثنوی سراپا سوز از محمد صادق خاں اختر • ادب کیا ہے؟ (تنقیدی مضامین) ۴ اڈیشن • ادب کا مقصد (تنقیدی مضامین) (۴ اڈیشن) • ناول کیا ہے؟ ۱۶ اڈیشن بہ شرکت ڈاکٹر محمد احسن فاروقی • ترجمہ کینڈڈا از جارج برناڈشا • سیاسی نظریے (ترجمہ)، دو اڈیشن • مزیدار قاعدہ (منظوم۔ بچوں کے لیے) • ریختہ ولی (انتخاب) ۱۶ اڈیشن • تذکرہ مشاہیر سندیلہ • انتخاب سب رس • اندر دنم (منظومات) • ساز اودھی میں نغمۂ غالب (منظوم اودھی میں غالب کے یک صد اشعار کا ترجمہ) • ولی (انگریزی)، مطبوعہ ساہتیہ اکادمی • ولی (اردو) مطبوعہ ساہتیہ اکادمی نئی دہلی • مرتب: لکھنؤ اور جنگ آزادی • مرتب: فسانۂ اعجاز کی پہلی تقلید مصنفہ ۱۸۴۲ء۔

• دیگر: • ایڈیٹر، رسالہ جامعہ (جامعہ ملیہ نئی دہلی) ۱۹۳۶-۴۳ء • سکریٹری، اردو اکادمی، جامعہ ملیہ، نئی دہلی۔ ۱۹۳۹-۴۰ء • ایڈیٹر رسالہ فروغ اردو، لکھنؤ۔ ۱۹۵۴-۶۸ء • ممبر یوپی سرکار ہائی پاور کمیٹی (کتابوں پر انعامات دینے کے لیے نیز مستحق اور نادار اردو ادیبوں کو وظائف دینے کے لیے)۔ ۱۹۶۲-۷۲ء • ممبر جنرل کونسل انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی۔ ۱۹۷۶-۸۱ء • ممبر مجلس انتظامیہ، رضا لائبریری، رام پور۔ ۱۹۷۵-۸۰ء • ممبر کونسل و مجلس عاملہ، یوپی اردو اکادمی لکھنؤ، ۱۹۷۲-۷۵ء • وائس پریسیڈنٹ، یوپی اردو اکادمی لکھنؤ۔ ۱۹۷۵-۷۷ء • پریسیڈنٹ اردو اکادمی لکھنؤ۔ ۱۹۷۷-۷۹ء • فی الحال اردو اکادمی لکھنؤ اور فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ کی مجلس عاملہ و کونسل کے ممبر ہیں۔

• انعامات: • فارسی میں سند اعزاز از طرف صدر جمہوریہ ہند • غالب ایوارڈ از طرف غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی • سند افتخار میر از طرف میر اکادمی، لکھنؤ۔

Marfat.com

مقدمہ

اردو میں روزنامچے بہت کم لکھے گئے ہیں۔ اب تک جتنے دستیاب ہوئے ہیں یا جن کے نام معلوم ہوئے ہیں ان میں مولوی سید مظہر علی سندیلوی کا روزنامچہ جو قلمی صورت میں موجود ہے اولیت رکھتا ہے۔ یہ ۲۱ جنوری ۱۸۶۷ء سے ۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء تک (مولوی صاحب کے یوم وفات) یعنی تقریباً پینتالیس سال تک بلاناغہ لکھا گیا۔ قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی (یوپی) کا ایک بہت پرانا قصبہ ہے جو لکھنؤ سے تقریباً اکتیس میل (۵۱ کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہردوئی و مرادآباد جانے والی ریلوے لائن پر واقع ہے۔

روزنامچہ دراصل مولوی صاحب نے ۱۸۶۷ء میں پہلے فارسی میں لکھنا شروع کیا تھا لیکن ۱۸۸۷ء میں انھوں نے محسوس کیا کہ فارسی کی وقعت اب کم ہوتی جاتی ہے اس لیے اس وقت تک جو کچھ لکھا تھا اس کا اردو میں ترجمہ کر ڈالا اور اس کے بعد برابر اردو میں لکھتے رہے۔ روزنامچہ عموماً رات کو جب سب کاموں سے فراغت ہوجاتی تب لکھا کرتے تھے۔ ایک ہفتہ یا دس دن بعد ایک خوش نویس سید محمد ذکی (ساکن محلہ درگاہ سندیلہ) سے صاف کروا لیا کرتے تھے کیوں کہ مولوی صاحب کا خود اپنا خط بہت شکستہ تھا۔ تمام روزنامچہ اٹھارہ فل اسکیپ سائز کی جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر سطر سولہ سطری ہے۔ تمام جلدوں کی مجموعی تعداد سات ہزار آٹھ سو صفحات کے قریب ہے۔ تمام روزنامچہ میں التزام سن عیسوی، ہجری، فصلی اور دنوں کا رکھا گیا ہے۔ حاشیہ پر الفاظ ولادت، وفات، شادی، عقیقہ وغیرہ مختلف رنگوں سے لکھے ہوئے ہیں تاکہ اس قسم کی یادداشت ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔

روزنامچہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سندیلہ میں اس وقت دو راجہ اور تین تعلقہ دار رہتے تھے۔ ان کے علاوہ بہت سے چھوٹے بڑے زمیندار تھے اور جن میں آپس کی پھوٹ کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوا کرتی تھیں۔ مولوی مظہر علی ان میں سے ایک تعلقہ دار سید فضل حسین کے سگے خالہ زاد بھائی تھے اور انھیں کے پڑوس میں ایک مشترکہ مکان میں بدقت تمام اپنی گزر کیا کرتے تھے۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۳۹ء کو پیدا ہوئے تھے۔ قصبہ میں ان کا خاندان مولویوں کا کہلاتا تھا اس لیے کہ ان کے خاندان میں فارسی کی معلمی کا پیشہ عرصے سے چلا آرہا تھا۔ خود ان کے والد مولوی سید مظہر علی

Marfat.com

صاحب ایم۔ ۱۸۶۸ء) مدرسہ ریاست جودھپور میں صدر معلم تھے۔ لیکن تنخواہ قلیل تھی اور وہ بھی کئی کئی مہینے کے بعد ملا کرتی تھی اس لیے عسرت سے بسر ہوتی تھی۔ لیکن مظہر علی کی قسمت یاور تھی۔ ان کے خالہ زاد بھائی سید فضل حسین کو ان کے باپ سید فضل رسول نے جو اس وقت تعلقہ دار تھے، سیتاپور انگریزی پڑھنے کے لیے بھیجا اور اپنے بیٹے کی تنہائی کے خیال سے مولوی مظہر علی کو بھی ساتھ کر دیا اور ان کا نام بھی اسی اسکول میں لکھوا دیا گیا۔ اس زمانے میں کمشنری سیتاپور ہی میں تھی (اب لکھنؤ میں ہے) اس لیے اودھ کے تمام تعلقہ داروں اور راجاؤں کے لڑکے وہیں پڑھنے کے لیے جاتے تھے۔ لیکن راجاؤں اور تعلقہ داروں کے لڑکے پڑھتے ہی کب ہیں اس لیے مولوی صاحب ان سب لڑکوں میں اوّل رہتے تھے۔ لیکن مڈل پاس کرنے کی نوبت ہنوز نہیں آئی تھی کہ فضل حسین کو ان کے باپ نے واپس بلا لیا اور انہی کے ساتھ ان کو بھی واپس آنا پڑا۔ سندیلہ آ کر یہاں کے مقامی اردو اسکول میں سکنڈ ماسٹر ہو گئے۔ (۱۸۶۵ء) چار سال معلمی کے بعد ان کو محکمہ ریلوے میں بہ عہدہ خزانچی ایک سو چھہتر روپے ماہوار مشاہرہ پر ملازمت مل گئی۔ اسی زمانہ میں ان کو حصول ریاست کا شوق پیدا ہو گیا اور معاملات رہن و بیع کرنا شروع کیے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب ان کے ضلع میں ریلوے لائن پڑ گئی تو انھوں نے ملازمت چھوڑ دی اور اپنی مکسوبہ زمینداری پر بسر اوقات کرنا شروع کی۔ لیکن اسی عرصہ میں فضل حسین اپنے والد سید فضل رسول کے مرنے کے بعد تعلقہ دار ہو گئے تھے (۱۸۷۹ء)۔ انھوں نے مظہر علی کو اپنا نائب سو روپے ماہوار پر مقرر کر لیا۔ اسی کے ساتھ چونکہ مولوی صاحب نے امتحان وکالت الہ آباد سے پاس کر لیا تھا اس لیے آنریری مجسٹریٹی پہلے درجہ سوم پھر درجہ دوم کی بھی مل گئی۔ ۱۸۸۴ء میں سندیلہ میں میونسپلٹی قائم ہوئی اس کے آنریری سکریٹری بھی مقرر ہو گئے۔ اس کے بعد کا زمانہ مولوی صاحب کے عروج کا زمانہ رہا۔ چنانچہ اپنے پرانے گھر کے قریب ایک بڑی کوٹھی اپنی رہائش کے لیے تعمیر کرائی۔ اپنے چار بیٹوں میں سے دو کو بیرسٹر کروا دیا۔ بہت سے باغات لگوائے اور بہت سی دوکانیں بھی تعمیر کروائیں۔ بعد میں سید فضل حسین کے انتقال (۱۹۰۱ء) کے کچھ عرصہ بعد ان کے تعلقہ کی منیجری سے بھی مستعفی ہو گئے تھے۔ اپنی جائداد کی آمدنی کافی تھی اس لیے آخر عمر تک بافراغت زندگی بسر کی۔

مولوی صاحب کا یہ روزنامچہ کسی ادیب کا روزنامچہ نہیں ہے بلکہ ایک نہایت مصروف آدمی کی ڈائری ہے جو بہ یک وقت میونسپل سکریٹری بھی تھا، بینچ مجسٹریٹ بھی، ایک تعلقہ کا منیجر بھی اور زمیندار پیشہ بھی۔ چونکہ مولوی صاحب کی عربی، فارسی و انگریزی میں لیاقت اچھی خاصی تھی اس لیے کہیں کہیں ان کی تحریر میں ادبیت آ جاتی ہے ورنہ روزنامچہ عموماً صاف اور واضح زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس روزنامچے کی اہمیت اس سے

Marfat.com

ہے کہ ہندوستان اور ہندوستان کے باہر کی دنیا کا کوئی ایسا اہم واقعہ نہیں ہے جو ان کے زمانہ میں ہوا ہو اور اس میں مندرج نہ ہو۔ مولوی صاحب نے ۱۸۹۴ء میں اپنی ایک ضخیم سوانح عمری بھی شائع کرائی تھی جس میں خصوصیت سے غدر کا حال اور اپنے اس سفر کا حال بہت دلچسپ لکھا تھا جو انھوں نے گیارہ سال کی عمر میں جودھپور کا اپنے خالو کے ہمراہ کیا تھا۔ اس سوانح عمری کی ایک دوسری جلد ۱۹۰۴ء میں تیار کر لی تھی لیکن اس کے چھپنے کی نوبت نہ آسکی۔ اب اس روزنامچے کا دیباچہ ملاحظہ ہو۔ بعد بسم اللہ لکھتے ہیں:

" بعد حمد خدا و نعت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم احقر العباد سید مظہر علی ابن سید مظفر علی صاحب مرحوم ساکن سندیلہ محلہ اشراف ٹولہ عرض کرتا ہے کہ اس ہیچ میرز کو عرصہ سے اس امر کا خیال ملحوظ خاطر تھا کہ ایک روزنامچہ بقید تواریخ مروجہ زمانہ حال لکھنا شروع کروں اور اس میں کل حالات صحیحہ بالمرہ لکھتا رہوں اور ایسا اہتمام کروں کہ کسی حالت میں اس کو ناغہ نہ کر سکوں تاکہ عامہ خلائق کو بوقت ضرورت اس سے فائدہ و نفع پہنچے چنانچہ کئی سال کے خیال و فکر کے بعد میں نے اس کام اہم کو اپنے ذمہ ہمت پر قبول کیا اور ۲۱ جنوری ۱۸۶۷ء سے اس کتاب روزنامچہ کا زبان فارسی میں آغاز ہوا۔ اس میں حالات جدید صحیحہ عام اس سے کہ اس کا تعلق کسی شہر و قصبہ و دہ و ملک سے ہو بالمرہ درج ہوتے رہے اور ایسا التزام کیا کہ کسی سفر و حضر میں اس کا ترک جائز نہیں رکھا۔ نومبر ۱۸۸۷ء میں دفعتاً یہ خیال پیدا ہوا کہ زبان فارسی کی وقعت اب گھٹتی جاتی ہے اور چند ہی روزوں میں طلبا سے اسکول بباعث کم علمی کتب فارسیہ کو دفتر پارینہ سمجھ کر بالکل نظرانداز کر دیں گے اور اس حالت میں میری اس قلم فرسائی کی (جس کو بہ کمال دقت میں نے مرتب کیا ہے اور حالات نو بہ نو اس کے عام پسند مفید اور خالی از تجربہ نہیں ہیں) کوئی قدر نہ ہوگی۔ بس بہ نظر مصلحت وقت روز بہ روز میرے خیالات کو استحکام ہوتا گیا۔ آخرش دسمبر ۱۸۸۷ء میں میں نے سید محمد ذکی ولد سید احمد بخش صاحب مخدوم زادہ محلہ درگاہ سے اس کا ترجمہ "اردو" میں لکھانا شروع کیا اور شکر خدا کا کہ اپریل ۱۸۸۸ء میں روزانہ محنت شاقہ سے اس کا تکملہ حسب مراد ہوا۔ چونکہ دریافت شادی و مرگ و ولادت وغیرہ تقریبات کی انسان کو ضرورت زائد دامی ہوتی ہے اس وجہ سے رنگ سرخ سے شادی ختنہ و عقیقہ و سیاہی سے وفات اور سبز سے ولادت حواشی کتاب پر درج کیے۔ یہ ذریعہ واسطے تلاش ایسی ضروریات کے آسان و کارآمد ہے اور ہر متلاشی کو اس سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ ناظرین کتاب اگر کسی موقع پر کوئی مضمون اپنے خلاف ملاحظہ فرمائیں تو اس پر اظہار ناراضگی کا نہ کریں کہ راقم نے کوئی حال غلط اور نفسانیت سے درج کتاب ہذا نہیں کیا ہے۔"

Marfat.com

اس مختصر دیباچہ سے اس روزنامچہ کا مقصد ظاہر ہو گیا کہ فائدہ عوام الناس مقصود تھا خصوصاً سندیلہ کی پبلک کے لیے۔ چنانچہ مولوی صاحب کی وفات کے بعد کئی ایسے نزاعی معاملات سندیلہ میں در پیش ہوئے جن میں مولوی صاحب کا روزنامچہ بطور صحیح دستاویز کے پیش کیا گیا لیکن اس روزنامچہ کا انجام دینا واقعی ایک بہت مشکل اور وقت طلب کام تھا اور انھیں اس کا پورا احساس تھا۔ چنانچہ اس بات کا اعادہ کئی مقامات پر کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر صرف دو اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

"۲۸ ستمبر ۱۸۸۸ء: شکر ہے کہ آج کتاب روزنامچہ راقم لکھنے تعزیہ لوبنانے نشانات شادی و غمی وغیرہ رنگ ہائے مختلف سے بہمہ وجوہ مرتب ہو گئی جس کا آغاز ۱۲ جنوری ۱۸۶۷ء سے واختتام دسمبر ۱۸۸۷ء تک ہے۔ یہ تین کتابوں میں مجلد ہے اور چوتھی کتاب جنوری ۱۸۸۸ء سے بالمرہ لکھی جاتی ہے۔ میں اس کا تکملہ بہت مشکل جانتا تھا اور اپنے علم و یقین میں اس کو غیر ممکن تصور کرتا تھا۔ بہر حال شکر ہے اس خدا کا کہ جس نے اس مشکل سخت کو آسانی کے ساتھ پورا کرا دیا ورنہ جب اس کی ضخامت و طوالت پر نگاہ کرتا تھا تو ہرگز ہمت اس کام اہم کے آغاز کی نسبت نہیں پڑتی تھی۔"

"۱۹ دسمبر ۱۸۹۳ء: اگرچہ میں ۷ بجے صبح سے ۵ بجے شام تک اپنا روزنامچہ محمد ذکی درگاہ سے اپنے بالاخانے پر جس جگہ دوسرے شخص کے جانے کو بہ نظر حرج کام مجاز نہیں ہے صاف کراتا ہوں لیکن ہنوز چند مہینے لکھنے کو باقی ہیں۔ اگرچہ مجھے لکھانے روزنامچہ میں تمام روز کی محنت سخت تکلیف دہ ہے۔ لیکن مجبوری ہے کہ بدون میرے ان حالات کو بہ ترمیم مناسب کوئی لکھا نہیں سکتا۔ اور چونکہ سوائے حوائج ضروری اور تناول طعام کے یک لخت بیٹھا رہنا پڑتا ہے اور چلنے پھرنے کا اتفاق نہیں ہوتا ہے پس میں نے بعد دوپہر کے جب محمد ذکی روٹی کھانے جاتے ہیں بہ غرض جذب رطوبت معدہ و تحلیل ہونے غذا کے یہ تدبیر نکالی ہے کہ بعد پڑھنے نماز ظہر کے اپنے بالاخانے سے وظیفہ پڑھتا ہوا چند بار نیچے سے اوپر کو چڑھتا اترتا رہتا ہوں تاکہ ورزش بدل میرے تمام دن بیٹھے رہنے کا ہو اور کوئی سقم میری تحلیل غذا میں نہ پیدا ہو۔"

جیسا کہ خود مولوی صاحب نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "اس روزنامچہ میں حالات عام اس سے کہ ان کا تعلق کسی شہر، قصبہ و دہ و ملک سے ہو بالمرہ درج ہوتے رہے"۔ سندیلہ کے حالات تو انھیں میونسپلٹی کے سکریٹری ہونے کی وجہ سے براہ راست معلوم ہوتے رہتے تھے۔ ہندوستان اور بیرون ہندوستان پار کی خبریں انھیں "اودھ اخبار اور پائنیر" وغیرہ سے معلوم ہوتی تھیں جنھیں وہ کھانا کھانے کے بعد دوپہر کو پڑھا کرتے تھے۔ یوں تو مولوی صاحب کا روزنامچہ ہر قسم کے واقعات سے پُر ہے۔ لیکن وہ حالات زیادہ اہم اور معلوماتی ہیں جو واقعات ہند یا بیرون ہند یا معاشرت زمانہ پر روشنی ڈالتے

Marfat.com

ہیں اور بعض وہ نجی حالات وتجربات بھی جو عام دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں۔

راقم الحروف نے اسی لیے ان تمام واقعات کے انتخابات کو پانچ مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا ہے یعنی واقعات ہند، ریاستیں اور تعلقے، واقعات بیرون ہند، مقامی حالات اور ذاتی حالات۔ ساتھ ہی ذیلی سرخیاں قائم کر دی ہیں تاکہ ناظرین کو واقعات کی تلاش میں آسانی ہو ورنہ اصل روزنامچہ میں نہ ابواب کی تقسیم ہے نہ ذیلی سرخیاں۔ روزنامچہ کی ابتدائی جلدوں میں اندراجات زیادہ ترنجی ہیں اور بہت مختصر عموماً ایک دن کا حال دو چار سطروں میں ختم ہو گیا ہے۔ لیکن جیسے جیسے مولوی صاحب کی زندگی سنورتی گئی، حالات زمانہ موافق ہوتے گئے، خود اعتمادی کا احساس بڑھا، اپنی کچھ اہمیت محسوس ہوئی، ان کا روزنامچہ طویل تر ہوتا گیا۔ واقعات زیادہ لکھے جانے لگے۔ بسا اوقات تو ایک دن کا حال کئی کئی صفحات پر مشتمل ہونے لگا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مولوی صاحب کے دو بیٹے سید مصطفےٰ علی و سید مرتضیٰ علی شروع بیسویں صدی میں بیرسٹر ہونے کے لیے لندن بھیجے گئے تھے۔ وہاں سے ان بیٹوں نے جو خطوط مولوی صاحب کو لکھے (اور یہ تمام خطوط فائل کی شکل میں مولوی صاحب کے خاندان میں اب بھی موجود ہیں) ان میں انگریزی معاشرت اور لندن کے بعض دلچسپ واقعات اور اپنے تاثرات بھی لکھے ہیں۔ مولوی صاحب نے اپنے روزنامچہ میں بھی ان میں سے کئی خطوط کے اقتباسات جگہ جگہ دیدیے ہیں۔

مولوی صاحب کا یہ روزنامچہ کئی حیثیتوں سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ کے جس دور پر یہ محیط ہے (۱۸۶۷ء-۱۹۱۱ء) وہ ہندوستانی تمدن وتہذیب ومعاشرت وغیرہ کے لیے ایک عبوری دور کی حیثیت رکھتا ہے۔ انگریزی حکومت اور انگریزی تعلیم کی بدولت انگریزوں کے تمدن ومعاشرت کا بڑھتا ہوا اثر، علوم وفنون کا احیا، وطنیت اور سیاسی بیداری کا پیدا ہونا، اردو نثر کا نشوونما پانا اور ترقی کرنا، اردو نظم کا نئے سانچوں میں ڈھلنا، ذہنی اعتقادات وخیالات پر مغربی اثرات کا پڑنا، پرانی ایشیائی تہذیب وہندی تمدن کا مغرب زدہ ہو جانا، غرض کہ تاریخی، سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور ادبی ہر حیثیت سے یہ زمانہ بہت اہم ہے۔ مولوی صاحب موصوف کا بظاہر ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ وہ ایک معاشرتی تاریخ لکھیں۔ لیکن غیرارادی طور پر یہ روزنامچہ اپنے عہد کا اور جاگیرداری دور کا ایک بہت اچھا معاشرتی نقشہ بن گیا ہے۔ پرانے رسوم ورواج، قدیم طریقہ تفکر، خیالات واعتقادات اور پھر ان میں تغیرات کا پیدا ہونا اور رفتہ رفتہ لوگوں کی ذہنیتوں کے بدلنے کا حال نہایت واضح طور پر پیش نظر ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی وبائی امراض (چیچک، طاعون، ہیضہ

Marfat.com

اور دق) کس وسیع پیمانہ پر ہلاکت پھیلاتے تھے، قحط سے کہاں کہاں اور کتنے لاکھ آدمی بھوکوں مرجاتے تھے اور اس زمانہ میں بازاروں میں غلہ اور اشیا خوردنی کا کیا نرخ ہو جاتا تھا یہ سب واقعات آپ کو اس روزنامچہ میں بالتفصیل مندرج ملیں گے۔ وغیرہ وغیرہ

تاریخی اور تمدنی حیثیت سے قطع نظر یہ ایک مکمل سوانح عمری بھی ہے۔ مولوی صاحب کی زندگی کے تمام پہلو مثلاً تعلیم، وسعی روزگار، ترقی کی کوشش، زمانہ کی سازگاریاں اور ناسازگاریاں، اپنا کیرکٹر اور خیالات و اعتقادات، اپنی خوبیاں اور خامیاں غرض کہ ان کی زندگی کا ہر گوشہ اجاگر ہے۔ اپنے دوستوں کی محبت، اپنے قریبی عزیزوں سے رنجشیں (خصوصاً اپنے خالہ زاد بھائی سے جو ایک تعلقہ دار تھے) اپنی بیماریاں اور ان کا معالجہ، اپنی اولاد کی خوبیاں اور خامیاں، ان کے روزگار کے لیے سر توڑ کوششیں کرنا، اپنے روزمرہ کے تجربے ہر بات بہت صاف صاف مندرج ہے۔ آخر میں ان کی بیوی کی وفات (۱۹۰۴ء) کا اثر ان پر تکلیف دہ حد تک نمایاں ہے۔ اسی آخری زمانے میں وہ اپنی چند مبہم آرزوؤں کی کشمکش میں مبتلا ہو گئے تھے جن کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں اور روزنامچہ میں ایک طرح کی افسانویت پیدا کر دیتا ہے۔ ان مبہم آرزوؤں کی وجہ سے بڑی بے قراری اور بے چارگی کا سا عالم نظر آتا ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ شاید وہ اپنے بعض دوستوں کے مشورہ پر عقد ثانی کرنا چاہتے تھے مگر سمجھ میں نہیں آتا تھا کس کے ساتھ کریں جو اس عمر میں ان کی صحیح رفیقۂ حیات بن سکے اور ان کی خانہ داری کا اچھا انتظام کر سکے۔ ساتھ ہی غالباً وہ کوئی سرکاری خطاب یا مزید عزت چاہتے تھے۔ اور ان دونوں باتوں کے تکملہ کے لیے خواب کثرت سے دیکھا کرتے تھے۔ یہ زمانہ ذہنی طور پر ان کی بڑی پریشانی کا زمانہ ہے (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۱۰ء) جس پر ترس آنے لگتا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں وہ زیادہ تر بیمار رہے۔ لیکن پھر بھی روزمرہ کے دیگر واقعات بھی قلم بند کراتے رہے۔ ان کا دماغ آخری دن تک صحیح طور پر کام کرتا رہا۔

مولوی صاحب پہلے خوابوں، فالوں اور نجوم پر بڑا اعتقاد رکھتے تھے اور علم نجوم سے تو بخوبی واقف بھی تھے۔ اپنے خوابوں کی فال دیوان حافظ، سکندر نامہ وغیرہ سے نکالا کرتے تھے اور اپنے حالات پر بعض نجومی پنڈتوں سے مشورہ کرتے اور خود اس پر تبصرہ بھی کرتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ ان دل خوش کن چیزوں سے انھیں ناامیدی اور مایوسی ہوتی گئی اور آخر میں صرف خدا کی مرضی پر تکیہ اور بھروسہ رہ گیا تھا۔ روزنامچہ ان کے دلچسپ خوابوں سے بھی بھرا پڑا ہے جن کی تعداد ڈیڑھ دو ہزار سے کم نہ ہوگی۔ یہ خواب کسی ماہر نفسیات کے لیے دلچسپ مواد کا کام دے سکتے ہیں۔ ہر فصلی سال اور کبھی عیسوی سال کے آخر میں مولوی صاحب اپنی زندگی کے پچھلے سال کا

Marfat.com

محاسبہ بھی کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی دنیا کے حالات پر تبصرہ بھی۔ یہ محاسبے اور تبصرے بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

مولوی صاحب موصوف کے اس روزنامچے کو اگر تمام وکمال پڑھا جائے (اور یہ کام آسان نہیں ہے) تو اس میں ایک ناول کا سا لطف آنے لگتا ہے ایک ایسا ناول جس میں بغیر کسی تمہید یا اشارہ کے ایک مخصوص مگر غیر متعارف زمان و مکان میں ہم اپنے آپ کو ایک تماشائی پاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ کردار، زمان و مکان ہم پر واضح ہونے لگتے ہیں اور ہم ان سے مانوس ہوتے جاتے ہیں، اور ان کے انجام کا شدت، دلچسپی اور ہمدردی سے انتظار کرنے لگتے ہیں۔ اس روزنامچے کا اختتام ہم کو محض ایک شخص واحد کی زندگی کا خاتمہ محسوس نہیں کراتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کے ایک دور کا باب تھا جو بند ہو گیا۔ مختصر یہ کہ مولوی سید مظہر علی سندیلوی کا یہ روزنامچہ بیک وقت ایک تاریخ بھی ہے ایک سوانح عمری بھی اور زندگی کی ایک صحیح داستان بھی۔

مولوی صاحب کے لکھنے کا انداز اور اسلوب بالکل سیدھا اور صاف ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ مولوی صاحب کوئی ادیب نہ تھے بقدر ضرورت عربی، فارسی اور انگریزی ضرور جانتے تھے۔ ان کی تحریر میں ادبیات فارسی کی گنجلک تو کہیں نہیں ہے فارسی الفاظ البتہ کہیں کہیں کثرت سے استعمال کیے ہیں۔ لیکن ان سے تعقد کہیں بھی نہیں آنے پائی ہے۔ مجسٹریٹی کا کام چونکہ انھوں نے عمر بھر کیا تھا اس لیے یہ تو ضرور ہوا کہ کہیں کہیں جملوں کی ترکیب عدالتی زبان معلوم ہوتی ہے ورنہ عموماً وہی زبان لکھتے تھے جو عام طور پر بولی جاتی ہے اس کے علاوہ ایک بہت معروف آدمی کو اتنی فرصت ہی کہاں کہ وہ طرز ادا پر توجہ کو ذکر کرے۔ اس کے لیے یہی کیا کم ہے کہ وہ روزمرہ کے سیدھے سیدھے واقعات لکھ دے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب کا اسلوب سادہ اور صاف ہے بلکہ کہیں کہیں تو دیہاتی الفاظ بھی استعمال کر گئے ہیں۔ مثلاً بچپن کے لیے لڑکیاں، دھبوں کی فارسی جمع دھبہ ہا اسی طرح پان خوری، سلوکات، خواہیں، (مونث) کسی وقت کی بجائے کوئی وقت، سیتا، دل بہلاوا، بدرجنی، پونڈہ خوری وغیرہ۔ ہندی اور فارسی الفاظ کے درمیان یا دو ہندی الفاظ کے درمیان واو عطف اکثر استعمال کیا ہے۔ یہی حال فارسی اضافت کا ہے جو ہندی الفاظ کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ بعض جگہ جملوں کی ترکیبیں بھی بھدی معلوم ہوں گی۔ مثلاً "بوجہ عارضہ رک جانے حرکت قلب کے وفات پائی" یا "باوصف اس قدر سن آنے کے میں نے کوئی لیاقت نہیں حاصل کی" وغیرہ۔ اس قسم کے الفاظ اور ترکیبیں اس زمانہ کی تحریروں خصوصاً سرکاری اخبارات میں اکثر ملیں گی۔ اس لیے انھیں نقائص میں نہ شمار کرنا چاہیے۔

آخر میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اردو زبان میں نثری صنف روزنامچہ کی بہت بڑی کمی تھی۔ مولوی صاحب

Marfat.com

کے اس روزنامچے نے اس کمی کو بڑی حد تک پورا کر دیا ہے۔ بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ اس التزام، اس ترتیب اور اس طریقہ کا مربوط و منظم روزنامچہ شاید ہی کسی زبان میں لکھا جا سکے۔ پینتالیس سال تک ناغہ نہ ہونے دینا ذاتی مقامی ملکی اور غیر ملکی تمام واقعات کا بڑی پابندی سے اندراج کرتے رہنا ہی ایسا کارنامہ ہے جو نہایت قابل قدر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ روزنامچہ نویسی کے معاملہ میں اردو زبان اس روزنامچے کی بدولت دوسری زبانوں کی صف میں سربلندی حاصل کر سکے گی۔

O

نوٹ: روزنامچہ کی کتابت کے متعلق پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مولوی صاحب اسے پہلے اپنے خط شکست میں لکھتے تھے پھر اسے بولتے جاتے تھے اور سید محمد ذکی درگاہی صاحب (محرر انگریزی میونسپلٹی سندیلہ) اسے خوشخط لکھتے جاتے تھے۔ لیکن یہ روزنامچہ صرف ۳۱ اگست ۱۹۰۹ء تک سید محمد ذکی صاحب کا صاف کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد چونکہ مولوی صاحب سکریٹری میونسپل بورڈ نہیں رہے تھے غالباً سید محمد ذکی صاحب کو اپنے دفتری کام سے فرصت یا رخصت نہ مل سکی اس لیے مولوی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا یکم ستمبر ۱۹۰۹ء سے ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء تک کا روزنامچہ صاف نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء سے یوم وفات خود (۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء) تک دوسروں کو بول کر لکھوایا کیونکہ وہ خود بوجہ علالت نہیں لکھ سکتے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں میں نے یہ ناصاف حصہ پہلے خود الگ کاغذات پر صاف کیا (کیونکہ مولوی صاحب کا شکستہ خط کوئی کاتب پڑھ نہیں سکتا تھا اور خود مجھے اس کو صحیح پڑھنے میں پسینے آ گئے تھے) اور پھر ایک دوسرے خوش نویس منشی عبد الحلیم صاحب ساکن بھارہ ضلع بارہ بنکی سے لکھنؤ میں خوشخط لکھوا کر جلد بندی کرا دی۔

سید محمد ذکی صاحب مرحوم کا خط تو نہایت پاکیزہ صاف اور روشن ہے۔ لیکن انھوں نے اپنے زمانہ کی رسم کتابت کو ملحوظ رکھا ہے۔ بجائے پیش لگانے کے انھوں نے واو معروف سے کام لیا ہے یعنی الفاظ اُس، اُن، اُدھر وغیرہ کو اوس، اون، اودھر لکھا ہے۔ کُل کو کلہ۔ کان پور کو کانہ پور وغیرہ۔ لیکن تعجب معلوم ہوتا ہے کہ باوجود خاصے پڑھے لکھے ہونے کے انھوں نے بعض جگہ املے کی غلطیاں کر دی ہیں مثلاً ہذیان کو حزیان، ارب کو عرب، سحر کو سہر، قرتا کو قرتہ، الجثہ کو جثہ، معدہ کو میدہ لکھ گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب سید محمد ذکی صاحب پر اعتبار کرتے ہوئے ان کی تحریر پر نظر نہیں ڈالتے تھے۔ صرف پڑھوا کر سن لیتے ہوں گے۔

Marfat.com

اشاریہ

Marfat.com

جغرافیہ قصبہ سندیلہ: قصبہ سندیلہ (ضلع ہردوئی) میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تر مخدوم سید علاءالدین (۷۶۴ھ - ۹۰۷ھ) خلیفہ حضرت نصیرالدین چراغ دہلی کے ورود سے ہوئی۔ قصبہ سندیلہ اسٹیشن سندیلہ کے شمال میں واقع ہے۔ آبادی اسٹیشن ہی سے شروع ہو گئی ہے۔ وسط قصبہ میں صدر بازار کی سڑک ہے جو قصبہ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ سڑک کے پچھم میں اشراف محلہ آباد ہے جسے مخدوم صاحب مذکور کے خاندان کے ایک بزرگ شیخ المشائخ سید حسن میاں (۹۱۱ھ - ۹۲۲ھ) نے ۹۸۲ھ میں آباد کیا تھا۔ اور وہیں اپنی بنوائی ہوئی مسجد سے متصل محو خواب ابدی ہیں۔ مولوی سید مظہر علی اسی محلہ میں اپنے خالو سید فضل رسول کے مکان کے بالکل پڑوس میں رہتے تھے۔ اشراف محلہ میں آباد مخدوم علاءالدین صاحب کی یہ شاخ مخدوم زادگان اشراف ٹولہ کے لقب سے موسوم رہی ہے۔

اشراف محلہ کا شمالی حصہ محلہ ملکانہ کہلاتا ہے۔ جنوبی حصہ میں کسانوں کا محلہ یا کسان ٹولہ ہے۔ مغربی حد پر "زاحوض" (دراصل شیریں حوض) کا میدان "عیدگاہ" "دیبی یا دیبن کا تالاب" اور "تالاب کربلا" ہے۔ صدر بازار کی سڑک کے پورب میں محلہ جات "منڈی" "مہتوانہ" "موسلی پور" اور "درگاہ" ہیں ان محلوں میں مسلمان چودھریوں اور کائستھوں یا کھتریوں کے خاندان آباد ہیں۔ راجہ درگا پرشاد اور راجہ نریندر بہادر اور راجہ وزیر چند بھی اسی محلہ مہتوانہ میں رہتے تھے۔ مخدوم صاحب مذکور کا مزار اسی جانب ہے اور انھیں کے عہد کی بنی ہوئی مسجد بھی۔ یہ دونوں عمارتیں فیروز شاہ تغلق کی بنوائی ہوئی ہیں۔ ریلوے اسٹیشن کے متصل دکھن کی طرف تحصیل سندیلہ کا دفتر ہے اور اسٹیشن کے قریب ہی سید فضل رسول صاحب تعلقہ دار مرحوم (مولوی مظہر علی صاحب کے) خالو اور ان کے بیٹے سید فضل حسین کا مقبرہ ہے اور ساتھ میں ایک کوٹھی مع باغ اسی خاندان کی ملکیت ہے۔ جو "عمرہرہ" یا "امرہرہ" کہلاتا ہے اور اسی باغ کے ایک گوشہ میں خاندانی قبرستان ہے جہاں مولوی مظہر علی کے خاندان کے لوگ بھی دفن ہوتے رہے ... دکھن کی طرف اسی باغ کے کنارے اب لکھنؤ اور ہردوئی جانے والی شاہراہ ہے اور اب وہاں ایک بڑا بس کا اڈا بن گیا ہے جس کی وجہ سے وہاں دوکانوں اور مکانوں کی کثرت ہو گئی ہے۔ اس شاہراہ سے کچھ ہی دور دکھن کی طرف مولوی مظہر علی کا باغ ہے جہاں ان کی قبر بنی ہوئی ہے اور اسی باغ کے کچھ آگے دکھن کی طرف مواضعات "مخدوم پورہ" "تلیاں" "گڈوری" وغیرہ ہیں جن کا ذکر روزنامچہ میں متعدد بار آیا ہے۔ بس اڈا کے جانب دکھن اور مولوی صاحب کے باغ کے کنارے

Marfat.com

سے گزرتی ہوئی اب ایک عمدہ پختہ سڑک بن گئی ہے جو ضلع اناؤ کی طرف جاتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے قریب جانب شمال قصبہ کا تھانہ اور ڈاک خانہ ہے۔

خود مولوی صاحب کی زمینداری کے مواضعات "کمال پور" اور "گھوگیرہ" سندیلہ سے کوئی آٹھ دس میل کے فاصلہ پر جانب مغرب تھے۔ ضلع ہردوئی کی دیگر تحصیلیں علاوہ سندیلہ کے شاہ آباد، بلگرام اور تحصیل ہردوئی ہیں تحصیل سندیلہ ضلع کے جنوب میں ہے۔ اس لیے اس کی سرحد ضلع اناؤ اور ضلع سیتاپور سے ملتی ہے۔ ضلع اناؤ کے مواضعات "گنج مراد آباد" اور "بانگر مئو" اور تحصیل بلگرام کے ایک موضع "ملاواں" کا ذکر روزنامچہ ہذا میں آیا ہے۔ قصبہ "دیوہ" یا "دیوا" ضلع بارہ بنکی میں ہے لکھنؤ سے ۴ ۲ میل پورب میں جہاں حاجی وارث علی شاہ صاحب کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔

مولوی مظہر علی صاحب کے اکابر

منشی سید فضل رسول صاحب: (۱۸۱۷ء - ۱۸۷۹ء)، مولوی مظہر علی صاحب کے حقیقی خالو، مخدوم زادہ، جوانی میں نائب میر منشی ایجنٹ جودھ پور و اجمیر رہے۔ ۱۸۵۲ء میں ملازمت ترک کر کے اپنے وطن سندیلہ میں مستقل قیام اختیار کیا اور سرمایہ موجودہ سے متعدد مواضعات خرید کیے۔ منجملہ ان کے ایک موضع "جونسہ" تحصیل ہردوئی میں آباد کیا جہاں کا مشہور آم "ثمر بہشت" آپ ہی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ زمانہ غدر میں انگریزوں کی مدد کی تھی اس کے صلہ میں بھی کئی مواضعات ملے اور تعلقدار "جلال پور" نامزد ہوئے۔ گورنمنٹ سے اختیارات فوجداری درجہ دوم و اختیارات مال و دیوانی بھی اپنے علاقہ کے حاصل تھے۔ علوم متعارفہ عربی و فارسی و نجوم و حکمت میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ اپنی فہم و فراست سے سرکار انگریزی میں بڑا رسوخ حاصل کیا تھا۔ آدمی بہت منتظم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۵۱ء میں انھوں نے کرنل سلیمن (جنھوں نے الحاق اودھ کے لیے جال بچھایا تھا) کے سامنے ایک اسکیم رکھی تھی جس سے اودھ کی حکومت کا انتظام بہت بہتر ہو سکتا تھا۔ لیکن کرنل سلیمن نے اسے نامنظور کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم اس معاملہ میں نہ پڑو اور اپنے کام پر واپس جاؤ۔ فضل رسول صاحب کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ اردو میں ان کے دو دیوان شائع ہوئے تھے۔ ایک ان کی زندگی میں دوسرا وفات کے بعد فن شاعری میں اپنے ہم عمر اور بچپن کے دوست (دونوں اپنے ننھیال قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے تھے) مظفر علی اسیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ آپ کی عمارت مقبرہ سندیلہ میں آپ کی یادگار ہے۔

منشی فہیم الزماں صاحب: دیوان محمد علی صاحب "باندہ" کے نواسے جو سندیلہ میں اقامت پذیر ہو گئے تھے محلہ ملکانہ میں رہتے تھے۔ مولوی صاحب کی شادی آپ ہی کی بھانجی مسماۃ شمس النساء سے ہوئی تھی۔ اپنے زمانہ

Marfat.com

کے مشہور رئیس تھے۔ علم تواریخ سے بے حد شغف تھا۔ ۱۸۹۰ء میں بہ عمر ۶۳ سال وفات پائی۔ آپ کے اخلاف اب لکھنؤ میں اقامت پذیر ہیں۔

حافظ کرامت احمد صاحب: ایک نہایت متبرک خصائل صوفی منش اور متوکل بزرگ تھے۔ مولوی صاحب کے گھر کے بہت قریب آپ کا مکان تھا۔ پہلے ضلع جالون و ساگر (صوبہ متوسط) وغیرہ میں بہ عہدۂ سررشتہ داری ملازم رہے۔ بعد ملازمت پنشن لے کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ آپ کے صدہا مرید سندیلہ و نواح سندیلہ میں تھے۔ مولوی مظہر علی صاحب نے کئی کتب درسیہ آپ سے پڑھی تھیں۔ ۱۸۸۰ء میں بہ عمر ۵۷ سال وفات پائی۔ مولوی صاحب کے چھوٹے بھائی سید اظہر علی اور منجھلے بیٹے سید مجتبیٰ علی دونوں آپ کے مرید تھے اور بعد وفات حافظ صاحب انکے خلیفہ یکے بعد دیگرے ہوئے اور عرصہ دراز تک حافظ صاحب کا عرس ان دونوں خلفا کی حیات تک ہوتا رہا۔

قاضی وجیہ الدین صاحب: مولوی صاحب کے عزیز قریب تھے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر کی نسل کا ایک خاندان سندیلہ میں عرصہ دراز سے آباد ہے۔ قاضی صاحب اسی خاندان کے ایک فرد تھے۔ عہد شاہی میں سندیلہ کا محکمہ قضا اسی خاندان کو تفویض ہوا تھا۔ قاضی صاحب سلسلہ چشتیہ میں مرید تھے۔ سماع کا بے حد شوق تھا۔ اپنے پیر حافظ امام علی صاحب کا سالانہ عرس بڑی دھوم دھام سے کرتے تھے۔ ۱۸۷۹ء میں بہ عمر ۷۲ سال وفات پائی۔

حافظ شوکت علی صاحب: خلف چودھری اسد علی صاحب محلہ مہتوانہ کے ایک مقتدر رئیس باوضع اور خلق مجسم بزرگ تھے۔ پیروں سے معذور تھے۔ لیکن علوم دینی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ ایک مدرسہ شوکت الاسلام جاری کیا تھا جہاں بڑی دور دور سے طلبہ علوم دین حاصل کرنے آتے تھے۔ مولوی مظہر علی صاحب نے بھی حافظ صاحب مرحوم سے کچھ عربی پڑھی تھی۔ ۱۹۰۲ء میں بعمر ۸۶ سال وفات پائی۔

منشی عزیز الدین: مولوی صاحب کے گھر کے قریب رہتے تھے۔ صوبہ متوسط میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ تک ترقی کی تھی۔ زمانہ غدر میں انگریزوں کی مدد کی تھی اس کے صلہ میں ایک بڑا موضع "اٹوا" نامی تحصیل بلگرام میں ملا تھا۔ بعد حصول پنشن خانہ نشین ہو گئے تھے۔ آدمی راست گو، لائق اور تجربہ کار تھے۔ مئی ۱۸۸۲ء میں بعارضہ فالج بہ عمر ۶۶ سال وفات پائی۔

منشی سید شمس الدین: سید فضل رسول کے چھوٹے بھائی تھے۔ پہلے میر منشی ایجنٹ جودھپور رہے۔ پھر یو۔ پی میں تحصیلدار۔ بعد پنشن کچھ عرصہ ریاست بلرام پور (اودھ) میں نائب ریاست رہے۔ ۱۸۸۶ء میں وہاں سے ترک تعلق کر کے خانہ نشین ہو گئے تھے۔ (وفات ۱۸۹۲ء بہ عمر ۷۵ سال) "ترانہ دلکش" کے نام سے اپنا مجموعہ

Marfat.com

کلام شائع کرایا تھا جس میں ہندوستانی راگ اور راگنیوں پر مبنی غزلیں اور گیت تھے دوسری کتاب "قیامت" کے نام سے بھی طبع ہوئی تھی۔

مولوی صاحب کی اولاد

مولوی سید مصطفےٰ علی: (۱۹۴۳-۱۸۶۳ء) مولوی مظہر علی صاحب کے سب سے بڑے بیٹے۔ ۱۹۰۲ء میں بیرسٹری پاس کی لیکن اس پیشہ کو بوجہ کمزوری صحت نباہ نہ سکے۔ کچھ دنوں ہردوئی میں پریکٹس کی پھر سی۔پی میں۔ اس کے بعد گھر آگئے۔ کچھ دنوں اپنے والد کی وفات کے بعد مجسٹریٹی کی لیکن اسے بھی چھوڑ دیا اور اپنی زمینداری کی آمدنی پر گزارہ کرنے لگے۔ حصول علم کا بے حد شوق تھا۔ سارا وقت کتب بینی میں صرف ہوتا تھا۔ ان سے نوٹس بھی تیار کرتے رہتے تھے۔ ہر علم کی کتاب ان کی لائبریری میں موجود تھی۔ پہلے دو نوجوان اولادیں نہیں رہیں پھر بیوی بھی نہ رہیں اس لیے دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ محض کتب بینی سے وقت کاٹتے تھے۔ بڑے پابند اوقات بزرگ تھے۔ اردو زبان، فلسفہ اور سائنس سے زیادہ شغف تھا۔

مولوی سید مجتبےٰ علی: (۱۹۴۲-۱۸۶۷ء) مولوی مظہر علی کے دوسرے بیٹے۔ نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ مذہب اور تصوف سے بے حد ذوق تھا۔ امتحان قانون گوئی پاس کیا تھا مگر اس سے کوئی دنیوی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ حافظ کرم احمد صاحب کے مرید نوجوانی ہی میں ہو گئے تھے۔ بعد ان کے خلیفہ قرار دیے گئے تھے۔ ساری عمر عبادت و وظائف و دینداری میں گزری۔ ذریعہ معاش موروثی زمینداری تھا۔ دو بیٹے یادگار چھوڑے تھے ایک سید مزمل حسین جو بھوپال خاص میں تحصیلدار تھے (وفات ۱۹۶۲ء) دوسرا یہ راقم الحروف نورالحسن ہاشمی۔

مولوی سید ارتضیٰ علی: (۱۹۴۶-۱۸۷۱ء) مولوی مظہر علی کے تیسرے بیٹے ایف۔ اے تک انگریزی پڑھی تھی۔ کچھ دنوں سندیلہ میونسپلٹی کے سکریٹری رہے۔ لیکن عمر کا زیادہ حصہ سیر و سیاحت میں گزرا۔ آخر میں خانہ نشین ہو گئے تھے۔ زوجہ ثانیہ سے دو بیٹے یادگار چھوڑے سید التجا حسین اور سید اقتدا حسین۔ یہ دونوں سندیلہ ہی میں رہتے ہیں۔ التجا حسین صاحب اولاد ہیں دوسرے نے شادی نہیں کی۔

مولوی سید مرتضیٰ علی: (۱۹۲۹-۱۸۷۲ء) مولوی صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے۔ ۱۹۰۲ء میں بیرسٹری پاس کرنے کے بعد پہلے کچھ دنوں الٰہ آباد میں بعدہٗ شاہجہاں پور میں پریکٹس شروع کی۔ پھر ریاست بھوپال میں پہلے منصفی ملی پھر ترقی کرکے آخر میں بھوپال ہائی کورٹ کے جج ہو گئے تھے۔ ایک دن حسب معمول ورزش کر رہے تھے کہ دفعتاً دماغ کی رگ پھٹ گئی۔ ڈاکٹر انصاری مرحوم اس زمانہ میں وہیں تھے۔ انھوں نے بہت تدبیریں کیں لیکن ان کی جان بری نہ ہو سکی (۱۹۲۹ء)۔ مرحوم بڑے روشن دماغ، خوش تدبیر، ذہین اور کنبہ پرور

Marfat.com

بزرگ تھے۔ ایک بیٹی اور دو بیٹے سید سلطان علی و سید سلیمان بھی یادگار چھوڑے تھے جو بھوپال ہی میں اقامت پذیر ہوگئے تھے۔ اب صرف سید سلطان علی حیات ہیں۔

افضلاً: (۱۸۷۰ء-۱۹۴۴ء) مولوی صاحب کی سب سے بڑی بیٹی۔ قریبی عزیزوں میں سعید الدین مقیم ساگر (مدھیہ پردیش) کو بیاہی تھیں ان کے دو بیٹے اندور میں مقیم ہوگئے تھے۔ ایک بیٹی ساتھ رہتی تھیں۔ اب بیٹوں اور بیٹی کی اولادیں پاکستان میں بس گئی ہیں۔ ان کی بڑی بیٹی انجمن النساء (۱۸۸۷ء-۱۹۶۱ء) کم سنی ہی میں بیوہ ہوگئی تھیں۔ مولوی صاحب نے ان کا عقد ثانی خلاف رسم زمانہ کرایا تھا۔ روزنامچہ ہذا میں اس کا ذکر موجود ہے۔

التفاتاً: (۱۸۷۷ء-۱۹۰۵ء) ان کی شادی مولوی صاحب نے اپنے حقیقی بھتیجے سید اصغر علی ولد سید اظہر علی سے کی تھی۔ ایک لڑکی یادگار چھوڑی تھی اس کی اولاد پاکستان چلی گئی۔

جمیلاً: (۱۸۸۲ء-۱۹۰۱ء) خیرآباد کے ایک رئیس سید اعجاز الحسن کے ساتھ ان کا عقد ہوا تھا۔ لاولد فوت ہوئیں۔

مقیماً: (۱۸۸۴ء- ...) خیرآباد کے ایک عزیز دار محمد ابراہیم کو بیاہی گئی تھیں جو ریاست "جو بٹ" (مدھیہ پردیش) میں ملازم تھے۔ ان کی اولاد نرینہ (۳ بیٹے) پاکستان میں ہیں۔ ایک بیٹی تھیں جن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہندوستان میں ہے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی کراچی میں۔

سید اصغر علی: (۱۸۷۴ء- ...) پہلے بھوپال میں ملازم تھے۔ آنکھوں میں خرابی ہوجانے کے باعث قبل از وقت پنشن لے کر سندیلہ چلے آئے تھے۔ پہلی شادی مسماۃ التفاتاً سے ہوئی تھی۔ وہ نہ رہیں تب دوسری شادی عزیزوں میں کی۔ ان سے ایک بیٹا مسمی سید انور علی پیدا ہوا جس کا انتقال ہندوستان ہی میں جوانی میں ہوا فوج کے اکاؤنٹ آفس میں ملازم تھے سید انور علی کے بال بچے (دو بیٹے تین بیٹیاں) اب کراچی میں ہیں۔

مولوی خلیل الدین: مولوی صاحب کے حقیقی بھانجے (۱۸۵۹ء-۱۹۲۷ء) بڑے عالم فاضل بزرگ تھے۔ حاجی، حافظ اور حکیم۔ مدتوں ریاست جھالاواڑ میں مدرس عربی و فارسی رہے۔ وہاں کا راجہ ان کو بہت مانتا تھا اور اپنے خرچ پر انھیں شام و عراق و عرب کے تمام متبرک مقامات کی زیارت پر بھیجا تھا۔ ان کے ایک بیٹے ڈاکٹر جمیل الدین تھے جو سندیلہ ہی میں پریکٹس کرتے تھے اور ایک بیٹی تھی۔ دونوں کا ابھی دو تین سال کے اندر انتقال ہوچکا ہے۔ ڈاکٹر جمیل الدین کی شادی مقیماً کی بیٹی سے ہوئی تھی جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔

منتظم حسین: ابن سید مصطفٰے علی۔ مولوی صاحب کے سب سے بڑے پوتے (۱۸۸۵ء-۱۹۰۷ء) جوانی ہی میں بعارضہ دق وفات پائی۔ اسی طرح ان کی چھوٹی بہن مسماۃ فریعن" (۱۸۹۲ء-۱۹۰۹ء) نے بھی جوانی

Marfat.com

میں دق میں قضا کی اور اس طرح سید مصطفیٰ علی کی گیارہ اولادوں میں سے کوئی باقی نہ رہا۔

مولوی صاحب کے دیگر اعزّہ و احباب

منشی سید فضل حسین: (۱۸۴۹-۱۹۰۱) سید فضل رسول صاحب کے بیٹے جو اپنے والد کی وفات کے بعد تعلقدار "جلال پور" ہوئے۔ یہ مولوی صاحب کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انھیں کے زمانہ میں مولوی صاحب ان کے تعلقہ کے دو مرتبہ منیجر مقرر ہوئے۔ پہلے ۱۸۸۰ء - ۱۸۸۷ء پھر ۱۸۹۷ء تا حیات فضل حسین صاحب۔ روزنامچہ میں ان کا اور ان کے متعلقین کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔

سید التفات رسول: (۱۸۸۲-۱۹۲۱ء) اپنے والد سید فضل حسین کے بعد تعلقدار ہوئے شعر و شاعری کا شوق تھا۔ سالانہ مشاعرے بڑے پیمانہ پر کیا کرتے تھے جن میں مشاہیر شعرائے اردو شرکت کرتے تھے۔ آرزو لکھنوی سب سے پہلے آپ ہی کے زمرۂ مصاحبین میں ملازم ہوئے تھے۔ ہاشمی تخلص تھا اور آرزو کے شاگرد تھے۔ آپ ہی کی بہو بیگم اعزاز رسول آجکل اقلیتی کمیشن (یو پی سرکار) کی صدر ہیں۔

سید الطاف رسول: (۱۸۶۹-۱۹۰۴ء) سید فضل حسین صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔ لیکن بوجہ ضعف دماغی تعلقداری انھیں نہ ملی بلکہ ان کے چھوٹے بھائی التفات رسول کو دی گئی تھی۔ الطاف رسول مرحوم کے بیٹے سید افضال رسول صاحب (ولادت ۱۹۰۰ء) مع قبائل خود کراچی میں مقیم ہو گئے ہیں۔

سید معراج رسول: سید فضل حسین صاحب کی دوسری زوجہ سے تھے۔ ان کا بھی کراچی میں انتقال ہو چکا ہے۔ ان کی اولاد وہیں پاکستان میں ہے۔

سید امیر حسن: سید فضل رسول کے ایک بیٹے ایک کنیز کے بطن سے (ولادت ۱۸۶۵ء)۔ التفات رسول صاحب کے زمانہ میں یہ ان کی ریاست کے منیجر ہو گئے تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ جن میں سے ایک ابھی حیات ہیں (دبیر حسن صاحب) اور لکھنؤ میں قیام پذیر۔

منشی سید عنایت حسین: وفات ۱۹۰۵ء۔ مولوی صاحب کے لڑکپن کے دوست تھے اور عزیز دار۔ پہلے یو۔پی کے اضلاع میں ملازم رہے پھر بھوپال میں صدر المہام ہو گئے تھے۔ پہلی شادی منشی شمس الدین صاحب کی بیٹی سے ہوئی جن سے دو بیٹے ہوئے۔ نجم الدین اور قمر الدین۔ دوسری شادی بھوپال میں کی اور وہیں اقامت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۱۹۰۵ء میں وفات پائی۔ زوجہ ثانی سے جو اولاد ہوئی ان میں سید آفاق حسین نے ناموری حاصل کی۔ اب آفاق حسین صاحب کی اولاد بھوپال ہی میں اقامت گزیں ہے۔

Marfat.com

سید حافظ علی: مولوی صاحب کے عزیز اور پڑوسی۔ ایف اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ انگریزوں کو اردو پڑھاتے تھے۔ ڈالی کالج اندور میں فارسی کے استاد تھے۔ ایک انگریزی ناول کا بہت اچھا ترجمہ "مونس غمگسار" کے نام سے ۱۸۸۹ء میں شائع کروایا تھا (وفات ۱۹۱۷ء)

چودھری عبد الباقی: اشراف محلہ کے ایک نامور رئیس اور بزرگ شخصیت۔ علوم متعارفہ میں ماہر۔ حافظ چودھری شوکت علی کے شاگرد خاص مولوی صاحب کو بہ حیثیت ایک سنیئر طالب علم کے آپ نے بھی کچھ پڑھایا تھا۔ مولوی صاحب سے بڑے مراسم اتحاد تھے (وفات ۱۸۹۷ء بہ عمر ۵۵ سال)

سید کرامت حسین: سید عنایت حسین کے چھوٹے بھائی تھے۔ محکمہ بندوبست و علاقہ جات کورٹ آف وارڈس میں منصرم اور سربراہ کار رہ کر پھر تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر ہو کر ریٹائر ہوئے۔ عرصہ دراز تک پنشن پائی (وفات غالباً ۱۹۲۹ء)

محمد عربی: ابن شیخ حامد حسن صاحب اشراف ٹولہ (ولادت ۱۸۷۳ء)۔ ذہین تیز طبع اور خوش پوشاک فیشن ایبل نوجوانوں میں تھے۔ بیرسٹری پاس کر کے کچھ دنوں پریکٹس کی تھی مگر زیادہ عمر نہ پائی۔ آپ کے بیٹے انس عربی و احمد عربی تھے۔ موخر الذکر سیتاپور کے بہت کامیاب وکیلوں میں تھے۔ انس عربی تو لاولد فوت ہوئے۔ احمد عربی نے ۱۹۷۲ء میں وفات پائی۔ ان کی اولاد سیتاپور میں ہے۔

منشی قبول احمد: (وفات ۱۹۴۴ء) خلف منشی عزیز الدین صاحب۔ بہت ذی ہوش وجیہہ اور حکام رس آدمی تھے۔ مولوی صاحب کے زمانہ میں بڑے زیرک نوجوانوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

چودھری خصلت حسین: (وفات ۱۸۸۲ء) محلہ مہتوانہ میں ایک بہت بڑے تعلقدار تھے اور بڑے خوش انتظام۔ اودھ میں انجمن تعلقداران بمقام لکھنؤ قائم تھی اس کے سکریٹری بھی عرصہ تک رہے۔ آخر میں خطاب راجگی بھی مل گیا تھا۔

چودھری محمد عظیم: چودھری خصلت حسین کے بڑے بیٹے۔ آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ پورے ضلع ہردوئی میں آپ کا تعلقہ بلحاظ آمدنی دوسرے نمبر پر تھا۔ ۱۹۰۲ء میں دفعتاً انتقال کیا۔ مولوی صاحب سے مراسم خصوصی تھے۔

چودھری محمد خان: خلف چودھری محمد عظیم صاحب (وفات ۱۹۱۸ء)

چودھری نصرت علی: ولد چودھری عظمت علی۔ محلہ مہتوانہ کے بڑے رئیسوں میں تھے۔ انجمن تعلقداران اودھ (لکھنؤ) کے عرصہ تک سکریٹری رہے۔ بڑے وسیع الاخلاق اور ذکی الطبع لوگوں میں تھے۔

Marfat.com

خطاب خاں بہادری بھی ملا تھا۔ تعلقداران اودھ میں آپ کا طوطی بولتا تھا لیکن بدقسمتی کہ ایک خاص مقدمہ میں ماخوذ ہو جانے کی وجہ سے آپ کا عہدہ اور خطاب دونوں جاتے رہے تھے (وفات ۱۳۲۹ھ)

<u>چودھری جاوید علی</u>: چودھری خصلت حسین کے بڑے بھائی تھے۔ ابتدائے عمر میں بہت خوشحال اور صاحب حشمت و جاہ رہے۔ سندیلہ کی چکلہ داری بھی کی اور بہت مرفہ حال رہے۔ لیکن ان کو اپنی زندگی میں تین بڑے صدمے نصیب ہوئے۔ اول نابینا ہو جانا اپنے اکلوتے فرزند احمد عظیم کا دوسرے محرومی از مسند تعلقداری، تیسرے انتقال ان کی بہو کا جو خانہ داری میں نہایت لیاقت مند تھیں (وفات بعارضہ ذیل بعمر سال ۱۸۹۲ء)

<u>سید نجم الدین و سید قمر الدین</u>: پسران سید عنایت حسین۔ مولوی صاحب کے عزیزوں میں دو خوش لیاقت جوان حضرات۔ دونوں کو شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ خصوصاً سید قمر الدین قمر خوش گو شاعر تھے۔ امیر مینائی کے شاگرد۔ عرصہ تک ایک رسالہ "قمر" نکالتے رہے اور کئی نظمیں چھپوائیں۔ ان کا غیر مطبوعہ کلام مشتمل بر دیوان غزلیات دیوان قصائد و دو تین مثنویات وغیرہ اب بھی ان کی نواسی قمر افضل کے پاس لکھنؤ میں موجود ہے۔

<u>مولوی سید علی احمد صاحب</u>: (۱۸۴۴-۱۹۱۵) - جبل پور میں وکالت کرتے تھے جہاں بڑا نام پیدا کیا۔ سر سید احمد خاں سے بہت متاثر تھے۔ چنانچہ جبل پور میں انجمن اسلامیہ قائم کی جس کے تحت وہاں ایک اسکول مسلمان لڑکوں کے لیے اور ایک مسلمان لڑکیوں کے لیے قائم کیا تھا جو ابھی تک قائم ہیں۔ جبل پور کے میونسپل سکریٹری بھی ہو گئے تھے۔ خطاب خان بہادری حاصل کیا تھا۔ آخر عمر میں بہت خاموش رہنے لگے تھے۔ سندیلہ ہی میں وفات پائی۔

<u>راجہ درگا پرشاد</u>: (۱۸۴۶-۱۹۲۰ء) خلف راجہ دھنپت رائے۔ سندیلہ کے پشتینی راجاؤں میں تھے۔ سنسکرت، فارسی، اردو، ہندی میں مہارت تام۔ شاعری فارسی اور اردو میں کرتے تھے۔ بڑے فیاض، بامروت اور علم دوست رئیس تھے۔ تاحیات سندیلہ میونسپلٹی کے چیرمین رہے اور آنریری مجسٹریٹ بھی اور انگریزی اسکول کے چیرمین بھی۔ ایک سرائے بنام کوئن سرائے اسٹیشن سندیلہ کے قریب بنوائی تھی جو ابھی تک قائم ہے۔ تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا اور ایک اچھی لائبریری بھی ان کے پاس تھی۔ ایک ذاتی مطبع بھی قائم کیا تھا جس میں ان کی اپنی اور دوسروں کی کتابیں شائع ہوتی تھیں مشہور تصانیف یہ ہیں:

فارسی: گلستان ہند، تاریخ ہند با تصویر، تذکرہ حدیقہ عشرت، پند دل پسند، مخزن اخلاق، بوستان اودھ۔ (تاریخ اودھ با تصویر)

Marfat.com

اردو: مثنوی مہرتاباں، گلشن ہدایت، تاریخ اجودھیا (باتصویر)، تاریخ سندیلہ، ترجمہ مہابھارت (سات مختلف پرپے شائع ہو سکے تھے) مہابھارت کا یہ ترجمہ اصل سنسکرت ماخذ اور فیضی کے فارسی ترجمہ کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے اور بہت خوب ہے۔ مولوی صاحب چونکہ عرصہ دراز تک میونسپل سکریٹری رہے اور دونوں بنچ مجسٹریٹ بھی تھے اس لیے دونوں میں یکجائی کے باعث بڑی دوستی تھی۔

کنور نرند بہادر: بنچ مجسٹریٹ تھے۔ راجہ درگا پرشاد صاحب کے عزیز قریب۔ مولوی صاحب سے مراسم اتحاد تھے۔ فارسی اور انگریزی میں اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ وفات ۱۹۰۵ء بعمر ۴۵ سال۔

چودھری محمد رؤف: چودھری خصلت حسین کے چھوٹے بھائی تھے۔ رئیس قصبہ، بنچ مجسٹریٹ ہونے کی وجہ سے مولوی مظہر علی صاحب سے بہت دوستانہ تعلقات تھے۔ تاریخ پیدائش و وفات معلوم نہ ہو سکی۔ ان کے ایک پوتے عشرت علی صدیقی صاحب اخبار "قومی آواز" کے مشہور اڈیٹر ہیں۔

سید وصی علی شاہ: درگاہ مخدوم علاؤالدین کے سجادہ نشین تھے۔ بہت خلیق، خوش اوقات اور مہمان نواز۔ آپ کے صدہا لوگ مرید تھے۔ (وفات ۱۸۹۸ء بعمر ۶۱ سال)۔ راجہ جنگ بہادر خاں نانپارہ نے آپ کا مزار سنگ مرمر کا بنوا دیا تھا۔

لالہ لالتا پرشاد: تعلقہ جلال پور میں سیاہہ نویس تھے۔ بڑے سمجھ دار اور فرض شناس۔

لچھمن پرشاد: سندیلہ کے مشہور مہاجن تھے پہلے بزازی کرتے تھے۔ بعد میں نمایاں ترقیاں کیں اور کچھ زمینداری بھی پیدا کر لی تھی۔ مولوی صاحب سے کافی مراسم تھے۔

حکیم ظہور الحسن: سندیلہ میونسپلٹی کے طبیب تھے اور بحیثیت طبیب کے بڑا نام پیدا کیا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں بعارضہ طاعون وفات پائی۔ مولوی صاحب کے خاندان میں زیادہ تر آپ ہی کا علاج ہوتا تھا۔ مولوی صاحب نے ایک موقع پر ایک باغ بطور انعام آپ کو دیا تھا۔

نور الحسن ہاشمی

Marfat.com

باب اوّل

واقعاتِ ہند

Marfat.com

Marfat.com

سفر کی مدت: ۲۹ فروری ۱۸۶۸ء آج اہل خانہ حافظ کرم احمد صاحب و والدہ سید عابد علی وغیرہ اکیس دن سفر کے بعد ساگر سے سندیلہ پہنچے۔

شہر بمبئی: ۲ مارچ ۱۸۶۸ء منشی فہیم الزماں صاحب لکھنؤ سے تشریف لائے۔ کیفیت شہر بمبئی کی ان کی زبانی مفصل معلوم ہوئی واقعی شہر مذکور قابل سیر ہے۔

پہلے پہل ریل کا سفر: ۱۲ مئی ۱۸۶۸ء۔ چونکہ میں اس وقت تک ریل پر سوار نہیں ہوا تھا شوقیہ ریل پر سوار ہو کر کانپور گیا، چوک میں شیخ امجد علی فرخ آبادی جوتا فروش کی دوکان پر ٹھہرا۔ باوصف نہ ہونے ملاقات کے بہت خلق سے وہ پیش آئے اور بوقت معاودت محمد لیسین ان کے بیٹے کو میں نے آٹھ آنے واسطے شیرینی کے دیے۔

وفات لارڈ میو: ۱۷ فروری ۱۸۷۲ء۔ اس خبر کی تصدیق ہوئی کہ ۸ فروری ۱۸۷۲ء کو جناب نواب میو صاحب گورنر جنرل بہادر بہ تقریب دورۂ جزیرۂ انڈمان میں بطرف جیل خانہ سیر کناں تشریف لے گئے۔ دفعتاً شیر علی خاں قیدی دائم الحبس نے ایک چھرا صاحب ممدوح کو ایسا کاری مارا کہ جان بر نہ ہوئے اور انتقال فرمایا یہ شخص خیبر کا رہنے والا تھا۔

سُرخ بخار: ۲۲ ستمبر ۱۸۷۲ء۔ آج کل بخار فصلی جس کو سُرخ بخار کہتے ہیں اس گرد و نواح میں خصوصاً اور تمام ہندوستان میں عموماً اس کثرت سے پھیلا ہے کہ کمتر لوگ اس سے محفوظ ہیں۔ تین دن تک شدت زیادہ رہتی ہے بعد اس کے کم ہو جاتا ہے اکثر شخصوں کے بدن پر دانے سُرخ بھی پڑ جاتے ہیں جو خارش ہو کر زائل ہو جاتے ہیں۔

غلام امام شہید: ۲ اکتوبر ۱۸۷۲ء۔ مولوی غلام امام صاحب متخلص شہید متوطن الہ آباد آج تشریف لائے منشی فضل رسول صاحب ان کے بھانجے ہیں۔ شہید صاحب مولود بہت خوب پڑھتے ہیں اور وقت پڑھنے کے عشق آں حضرت میں بے چین ہو جاتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ آواز اچھی نہیں۔ بالفعل ان کی عمر ستر برس

Marfat.com

کا ہے قرناٹی لگا کر سنتے ہیں۔

انگریزوں کی تعلیم: ۱۶ دسمبر ۱۸۷۲ء بوقت ملاقات کنیڈی صاحب اسسٹنٹ انجنیر کانپور نے دو کتابیں اردو کی ایک نوطرز مرقع 'دوسری' حلوائے بے دود مجھ سے لیں اور فرمایا کل کوئی وقت اپنے پڑھنے کا مقرر کروں گا۔ ۱۰ جنوری ۱۸۷۳ء۔ بوقت ملاقات کنیڈی صاحب اسسٹنٹ انجنیر کانپور کو دو کتابیں 'مفید المبتدی' اور 'معلم المبتدی' پیش کیں۔ لبعد ملاحظہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے بوقت فرصت ان کو پڑھا دیا کرو بلکہ چند باتیں متعلقہ کتاب مجھ سے دریافت کیں میں نے انکا بہت صراحت سے جواب دیا کہ جس سے بہت خوش ہوئے۔

مشاعرہ: ۴ ستمبر ۱۸۷۳ء۔ بمقام لکھنؤ آج منشی مظفر علی اسیر کے مکان پر مشاعرہ تھا میں بھی بہمراہی منشی فضل رسول صاحب شریک ہوا، شام تک یہ صحبت رہی چودھری عبدالباقی سندیلہ نے بھی اپنی غزل فارسی کی پڑھی مجمع شاعروں کا بکثرت تھا، لطف خوب ہوا لیکن سہ پہر کو بارش نے بے لطفی کر دی۔

ادب: ۶ مارچ ۱۸۷۴ء۔ آج میں نے کتاب 'سروش سخن' مصنفہ شیخ فخرالدین حسن صاحب دہلوی کو معائنہ کیا۔ واقعی یہ کتاب 'فسانہ عجائب' کے مقابلہ میں خوب تیار ہوئی ہے اور بہت خوب ہے۔

مشاعرہ: ۲۶ فروری ۱۸۷۶ء۔ آج شب کو میرے مکان پر مشاعرہ ہوا۔ سید فضل حسین و چودھری عبدالباقی و دیگر شاعر شریک جلسہ تھے عصمت شاعرہ کی ریختہ گوئی سے حاضرین کو کمال حظ حاصل ہوا۔ لبعد بارہ بجے رات کے صحبت برخواست ہوئی

دربار دھلی: ۵ دسمبر ۱۸۷۶ء۔ چونکہ یکم جنوری کو دہلی میں دربار ہونے والا ہے اور ملکہ وکٹوریہ شہنشاہی خطاب حاصل کریں گی اس وجہ سے جملہ راجہ و رؤسا کمال تزک و احتشام سے شرکت دربار کے واسطے جاتے ہیں۔ یہ دربار بھی قابل یادگار ہوگا۔ ریلوے کمپنی کو آج کل بہت فائدہ ہو رہا ہے۔

یکم جنوری ۱۸۷۷ء۔ آج ملکہ وکٹوریہ نے شہر دہلی میں خطاب شاہنشاہی قیصرۂ ہند کا حاصل کیا جلسہ عظیم ہوا ہندوستان کے سب بڑے بڑے راجہ شریک دربار تھے، اکثروں کو خطاب بھی حاصل ہوئے۔ ۲۲ لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا۔ اور تاریخ امروز میں ہردوئی خاص میں بھی بڑا جلسہ ہوا جس میں تعلقداران ضلع و دیگر معزز اشخاص شریک تھے۔

قحط: ۲۷ اگست ۱۸۷۷ء لوگ مشہور کرتے ہیں کہ لارڈ لٹن صاحب گورنر جنرل ہندوستان اور کوپر صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و اودھ کی نیت اچھی نہیں ہے، یہ ہی امر باعث خشک سالی ہے، یہ دونوں صاحب ان عہدوں پر جدید مقرر ہوئے ہیں۔

۵ ستمبر ۱۸۷۷ء غلہ روز بروز گراں ہوتا جاتا ہے۔ آج نرخ گندم کا ۱۴ سیر نہری اور چنے ۱۵ و ۱۶ سیر

Marfat.com

نمبری تھا۔ بارش مطلقاً نہ ہوتی خلق اللہ کو ہراس و ناامیدی بہ درجۂ غایت ہے۔

۱۶ر ستمبر ۱۸۷۷ء۔ ہوا گرم مثل بیساکھ و جیٹھ کے چلتی ہے۔ اخیر شب کو سردی ہوتی ہے۔ پانی کے آثار بالکل معلوم نہیں ہوتے، نرخ غلہ کا بالمرہ گھٹتا جاتا ہے۔ خلائق از حد پریشان اور کاشتکار اپنے مویشی اتر لیے جاتے ہیں۔ ۲۳ر ستمبر ۱۸۷۷ء خشک سالی کی شکایت ترقی پذیر ہے۔ آثار قحط بہ وجوہ پیدا ہیں۔ صد ہا آدمیوں نے گداگری اختیار کی۔ خدا اپنا فضل فرمائے۔

۲۷ر نومبر ۱۸۷۷ء۔ جب کہ بباعث خشک سالی اسامی فاقہ کر رہے ہوں تو وصول ہونا مال گزاری کا سخت دشوار ہے لیکن افسوس ہے کہ سرکار کوئی عذر سماعت نہیں کرتی۔

۳۰ر دسمبر ۱۸۷۷ء۔ آج کل اکثر لوگ ساکنان سندیلہ بوجہ عدم پیداوار فصل خریف و گرانی غلہ کے سخت پریشان ہیں اور دو دو روز تک ان کو کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ خداوند کریم اس حالت نازک کو جلد دور فرمائے۔

۳۱ر دسمبر ۱۸۷۷ء۔ اگرچہ کچھ بارش ہوئی ہے لیکن چونکہ ہنوز غلہ تیار نہیں ہے اس وجہ سے شکایت گرانی بدستور سابق ہے۔ خدا سے امید ہے کہ ایک وہ بھی دن ہوگا کہ یہ شکایت دفع ہوگی۔ دروازہ پر آج کل اس قدر محتاج آتے ہیں کہ ان کو تھوڑی تھوڑی بھی بھیک دی جاتی ہے تو اس کی ایک مقدار کثیر ہو جاتی ہے۔

۱۲ر فروری ۱۸۷۸ء۔ کچھ عرصے سے نرخ غلہ حسب ذیل ہے جس سے لوگوں کو از حد تکلیف ہے۔ روز دو چار آدمی تلف ہوتے ہیں۔

"گندم ۱۰ سیر، جوار خورد ۱۲ سیر، برنج ۸ سیر، دال ارہر ½۱۱ سیر، جو ۱۳ سیر، جوار کلاں ۱۲ سیر، روغن زرد ۲ سیر، مٹر عظیم آبادی ۱۳ سیر، ماش ۸ سیر، قند سیاہ ½۷ سیر، مسور ۱۴ سیر، باجرہ ½۱۱ سیر، کاکن ۱۱ سیر، نخود ۱۲ سیر، مونگ ۱۰ سیر، روغن سیاہ ۴ سیر۔

<u>علی گڑھ کالج</u>: ۲۹ر دسمبر ۱۸۷۸ء۔ منظور ہے کہ برخوردار مصطفےٰ علی کو واسطے تحصیل علم مدرسۃ العلوم علی گڑھ کو روانہ کروں ... کہ وہاں کی تعلیم اچھی ہوتی ہے۔ اس میری رائے سے منشی فضل رسول و منشی فہیم الزماں نے بھی اتفاق رائے کیا ہے۔ منظور ہے کہ جنوری آئندہ سے ان کی تعلیم کا بندوبست مدرسۂ مذکور میں کیا جائے۔

۱۵ر جنوری ۱۸۷۹ء۔ صبح کے دس بجے مدرسہ علی گڑھ میں پہنچا مولوی محمد اکبر صاحب منیجر مدرسۂ مذکور سے ملاقات کر کے برخوردار مصطفےٰ علی و امیر حسن کو داخل بورڈنگ ہوس کے کیا اور مبلغ ۱۵ روپیہ ۱۲ آنے بابت فیس مدرسہ و کرایہ مکان و [illegible] ابتدائے جنوری ۱۸۷۹ء لغایت مارچ مولوی صاحب منیجر کو حوالہ کیے ....

Marfat.com

۱۸ر جنوری ۱۸۷۹ء مقام علی گڑھ ۔ واسطے خرید اسباب ضروری میز و کرسی وغیرہ متعلقہ برخوردار مصطفیٰ علی بازار علی گڑھ کو گیا ۔ اوّل مولوی فرید الدین احمد صاحب صدر اعلیٰ سے ملاقات کی یہ رئیس کڑا مانک پور کے ہیں اور مبلغ ...۷ روپے ماہوار تنخواہ پاتے ہیں ۔ اس کے بعد مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے ملاقات کی یہ نہایت ذی علم شخص ہیں ... بعدہٗ مولوی لطف اللہ صاحب مدرس جامع مسجد سے ملاقات کی یہ مولوی صاحب فاضل زبردست ہیں اور بہت سے منتہی طالب علم ان کے پاس پڑھتے ہیں ... مولوی صاحب کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ ہے مجھ سے بہ کمال تپاک پیش آئے ۔ جامع مسجد میں میں نے نماز ظہر کی ادا کی یہ مسجد نہایت مضبوط پتھر کی بنی ہوئی ہے ، شب کو میں بورڈنگ ہوس مدرسۃ العلوم میں لوٹ آیا اور مولوی اکبر صاحب منیجر کو چھ آنے پیسے دے کر بورڈنگ ہوس میں کھانا کھایا ۔

۲۲ر جنوری ۱۸۷۹ء ۔ مقام سندیلہ حسب تحریک آج چودھری خصلت حسین صاحب سے ملاقات کی اور حالات تعلیم مدرسۃ العلوم بیان کیے جس سے نہایت درجہ خوش ہوئے ان کا ارادہ ہے کہ اپنے پوتوں میں سے کسی کو واسطے تعلیم کے علی گڑھ کو بھیجیں ۔ یہ مدرسہ سید احمد خاں صاحب نے قائم کیا ہے ، بہت وسیع اس کا رقبہ ہے اور حکمت عملی یہ کی ہے کہ جو شخص ۲۰ روپے سید صاحب کو دیوے تو اس کا نام احاطہ دیوار کے ایک جز میں کندہ کر دیا جاتا ہے اور جو شخص مقدار زائد دیوے اس کے نام کا پھاٹک بنا دیا جاتا ہے اور اس کا نام کندہ کر دیا جاتا ہے ۔ اس کارروائی سے اکثر لوگ بہ غرض ابقائے نام روپیہ دیتے ہیں اور دیواروں اور پھاٹکوں پر ان کے نام کندہ ہیں ۔ اسی طور سے جو کالج زیر تعمیر ہے اس کی کارروائی بھی ہوئی ہے اور صدہا آدمی اس چندہ میں شریک ہیں اور ہوتے جاتے ہیں ۔

۱۰ر مارچ ۱۸۷۹ء ۔ تحریر مرسلہ محمد اکبر صاحب منیجر مدرسۃ العلوم علی گڑھ سے واضح ہوا کہ برخوردار مصطفیٰ علی لکھنے پڑھنے میں محنت کرتے ہیں ان کے استاد ان سے خوش ہیں ۔ یہ کیفیت پانزدہ روزہ آیا کرتی ہے ۔

<u>تپ ولرزہ</u> : ۲ر اکتوبر ۱۸۷۹ء بمعائنہ اخبارات واضح ہوتا ہے کہ بیماری تپ ولرزہ عالمگیر ہے ۔ کوئی شہر و قصبہ و دہ اس سے محفوظ نہیں ہے ۔

۳ر اکتوبر ۱۸۷۹ء ۔ آج کل سندیلہ خاص اور دیہات نواحی میں تپ ولرزہ کی ازبس شکایت ہے ۔ کوئی گھر نہیں ہے کہ جس میں چار پانچ بیمار نہ ہوں بلکہ کثرت اس قدر ہے کہ اس علالت سے کوئی آدمی گھر میں محفوظ نہیں ہے ۔ میرے مکان میں بھی چار آدمی مبتلائے تپ ولرزہ ہیں ۔

Marfat.com

وفات غلام امام شہید: ۲/اکتوبر ۱۸۷۹ء مولوی غلام امام شہید نے جو رشتہ میں منشی فضل رسول کے ماموں ہوتے تھے اور مولود شریف تصنیف کردہ خود بہت اچھا پڑھتے تھے' بہ عمر ۷۰ سال الہ آباد میں انتقال کیا۔ یہ بزرگ بڑے نامور شخص تھے اور ریاست ہائے حیدر آباد و رام پور سے کچھ روپے ماہواری ان کے صرف کے لیے مقرر تھے۔ صاحب تصنیف بھی تھے اور بباعث ثقل سماعت کان میں قرنائی لگا کر باتیں سنتے تھے' مولوی صاحب لاولد فوت ہوئے۔

ہیضہ: ۳۰ جولائی ۱۸۸۰ء اس سال دیہات نواحی میں بھی ہیضہ شروع ہو گیا ہے۔ شاید ہی ایسا موضع ہو کہ جس میں اس کی شکایت نہ ہو۔[1]

۱۲/اگست ۱۸۸۰ء بباعث ایام گرما شب کو اتفاق خواب کا سقف بالاخانہ پر ہوتا ہے اور متوفیان کے ورثا کی گریہ و زاری سے رات کو نیند نہیں پڑتی اور ایک نوع کا ہول پیدا رہتا ہے۔

مردم شماری: ۱۷/فروری ۱۸۸۱ء آج مردم شماری بہ وقت ۹ بجے شب کے تمام ہندوستان میں شروع ہوئی۔ اور ۲ بجے صبح کے ختم ہوئی۔ بعد چندے شماران کا معلوم ہو گا۔

ستارۂ دنبالہ دار: ۲۷/جون ۱۸۸۱ء دو روز سے ستارہ دنبالہ دار گوشۂ شمال و مغرب میں برآمد ہوتا ہے۔ لوگ اس کے آثار اچھے نہیں بتاتے ہیں۔

وفات اسیر لکھنوی: ۷/فروری ۱۸۸۲ء آج دوپہر کو منشی مظفر علی اسیر شاعر نامی لکھنؤ نے بمقام لکھنو بہ عمر ۸۰ سال انتقال کیا۔ یہ منشی فضل رسول صاحب واسطی مرحوم کے شاعری میں استاد تھے اور ہزار ہا آدمی مرحوم کے شاعری میں شاگرد تھے۔ عہد واجد علی شاہ میں مرحوم نے بہت بڑا اعزاز حاصل کیا تھا بلکہ بادشاہ بھی ان کے شاگرد تھے۔

مشاعرہ: ۱۷/اگست ۱۸۸۲ء مکان منشی فضل حسین صاحب پر شام کو تقریب مشاعرہ ہوئی۔ شیخ ظہور الحسن صاحب شاعر لکھنؤ و راجہ غلام حسین خان بہرائچ بھی شریک صحبت تھے۔ دنگیک اسکی گرم بازاری تھی۔

۲۴/ستمبر ۱۸۸۲ء آج منشی فضل حسین نے صحبت مشاعرہ اپنے مکان پر منعقد کی جس میں شعرا لکھنؤ و سندیلہ شریک تھے۔ بی بی عصمت شاعرۂ لکھنؤ کی غزل گوئی سے لوگ بہت محظوظ ہوئے۔ میں شریک صحبت نہ ہو سکا۔ ۱۹/اکتوبر ۱۸۸۲ء آج پھر مشاعرہ منشی فضل رسول حسین کے مکان پر ہوا لیکن یہ امر میرے خلاف ہے۔

۱۔ روزنامچہ جولائی اور اگست میں ہیضہ سے موت پانے والوں کے نام سے پر ہے۔ (ن)

Marfat.com

کیونکہ اس کا زیادہ چرچا اچھا نہیں ہے اور تجربے سے اس کا انجام بخیر ہوتے نہیں دیکھا۔

۱۱ر جنوری ۱۸۸۲ء۔ آج شب کو پھر صحبت مشاعرہ منشی فضل حسین صاحب نے منعقد کی دو بجے صبح کو فراغت ہوئی۔ چوں کہ یہ امر میرے خلاف ہے اس وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔

آتش زدگی و چیچک: ۸ر مئی ۱۸۸۳ء۔ اب کی سال ہندوستان میں آتش زنی بہ کثرت ہوئی بڑے بڑے کارخانے جل کر خاکستر ہو گئے۔ اور تمامی ہندوستان میں شکایت چیچک بھی بہت ہوئی۔ ہزارہا اس عارضہ میں فوت ہوئے۔

اندر سبھا: ۱۸ر نومبر ۱۸۸۴ء۔ شب کو رقص اندر سبھا کا منشی فضل حسین کے مکان پر ہوا۔ شریک جلسہ تھا۔

گورنر جنرل: ۲۳ر دسمبر ۱۸۸۴ء۔ ۱۹ر دسمبر کو لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند کلکتہ سے ولایت نہ ہوئے اور لارڈ ڈفرن صاحب نے چارج گورنر جنرل کا لیا۔ صاحب اول الذکر نے ہندوستانیوں کے رضامندی کا اچھا برتاؤ کیا۔

مشاعرہ: ۲۹ر جنوری ۱۸۸۵ء۔ منشی فضل حسین صاحب کے مکان پر صحبت مشاعرہ قرار پائی کلام ہود الحسن شاعر لکھنؤ بہ مقابلہ منشی محمد حسن نامی شاعر باندہ بہت خوب تھا' کوئی شعر خالی استعارے سے واقعی خوب غزل کہتے ہیں۔

ستارے: ۲۸ر نومبر ۱۸۸۵ء۔ شب کو آٹھ بجے سے بارہ بجے تک ہزاروں ستارے آسمان سے ٹوٹتے نظر آئے۔ یہ کیفیت تمامی ہندوستان میں پیدا ہوئی' لوگوں نے بہ نظر حیرت اسکو مشاہدہ کیا۔ بارے کہ اس کا کیا انجام ہو۔

برہما: ۲۹ر نومبر ۱۸۸۵ء۔ آج سرکار انگلشیہ نے شہر مانڈلے دارالسلطنت ملک برہما پر فتح حاصل کی۔ شاہ برہما نے اطاعت اختیار کی اور اپنی جان و مال کو انگریزوں کے سپرد کیا۔ شاہ موصوف بہ جانب ہند بذریعہ جہاز بھیجے گئے۔ شاید ہندوستان کے کسی ٹاپو میں اب ان کا قیام ہو۔

فوج کی زیادتیاں: ۶ر فروری ۱۸۸۶ء۔ رسالہ سواران انگریزی سیتاپور سے وارد سندیلہ ہوا چونکہ سواروں کے مزاج میں زیادتی و بدعت زیادہ ہوتی ہے اس وجہ سے مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار بلحاظ حفظ اپنی آبرو کے روپوش ہو گئے۔ لیکن سامان رسد وغیرہ کا بذریعہ چپراسیان تحصیل مہیا کرا دیا لیکن سوار

Marfat.com

لوگ ہر گلی و کوچہ میں تحصیلدار کی تلاش کرتے تھے ..... رسالہ تو بعد ایک روزہ قیام کے کانپور روانہ ہوگیا لیکن سواروں کے کرنیل نے رپورٹ شکایت مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار کی صاحب ضلع اور صاحب کمشنر سیتاپور کو کر دی۔

دربار جوبلی: ۱۶ فروری ۱۸۸۶ء۔ مقام ہردوئی آج گیارہ بجے دن کے شریک دربار جشن جوبلی ہوا۔ میری کرسی بزمرۂ آنریری مجسٹریٹاں دوسری تھی۔ نمبر اول حاجی محمد حسین خان شاہ آباد کا تھا۔ ہارس فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ہردوئی بہ لباس شاہانہ ہاتھی پر سوار ہو کر ۱۲ بجے تشریف لائے اور کرسی نقرئی جو بالائے تخت بچھی ہوئی تھی، متمکن ہوئے، اول چودھری محمد عظیم نے بہ زبان اردو اڈریس پڑھا۔ اس کے بعد قصیدہ منشی فضل حسین صاحب کا پیش ہوا مگر پڑھا نہیں گیا۔ پھر منشی نظر حسن صاحب وکیل کاکوروی نے چند اشعار مدح میں پڑھے اس کے بعد پنڈت تربھون ناتھ بی اے منصف بلگرام نے منجانب انسٹی ٹیوٹ بلگرام اسپیچ انگریزی میں دی۔ اس کے بعد صاحب بہادر نے بہ زبان اردو جواب اڈریس دیا۔ بعد تقسیم عطر و پان جلسہ برخاست ہوا۔ ۳ بجے گھوڑ دوڑ کشتی و شب کو روشنی و آتشبازی و ناچ طوائفوں کا ہوا اور اظہار مسرت میں ۱۸ قیدی فوجداری اور دیوانی کہ جن کی میعاد ۲۰ جون ۱۸۸۷ء تک ختم ہونے والی تھی، جیل خانہ ہردوئی سے رہا ہوئے۔

رہائی قیدیاں: ۸ مارچ ۱۸۸۷ء۔ بمعائنہ گزٹ اردو محررہ ۵ مارچ ۱۸۸۷ء واضح ہوا کہ بہ تقریب جشن جوبلی حضرت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند تمامی عملداری انگریزی میں قیدیان فوجداری حسب ذیل رہا ہوئے۔ مرد ۸۳۸ ،۱۱، عورتیں ۱۴۶۷۔ کل ۵-۳-۱۳۔

وفات واجد علی شاہ: ۲۲ ستمبر ۱۸۸۷ء۔ کل واجد علی شاہ سابق بادشاہ اودھ نے بہ مقام مٹیا برج کلکتہ بہ عمر ۷۰ سال قضا کی۔ مرحوم کے ۱۹ لڑکے اور ۳۸ لڑکیاں ہیں۔

نول کشور: ۵ جنوری ۱۸۸۸ء۔ چودھری نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ واسسٹنٹ سکرٹری انجمن ہند لکھنؤ کو خطاب خان بہادر گورنمنٹ انگلشیہ سے یکم جنوری ۱۸۸۸ء کو حاصل ہوا جس کا میں نے خط مبارکباد چودھری صاحب کو لکھا۔ منشی نول کشور مالک مطبع اودھ اخبار کو بھی خطاب سی۔ آئی۔ ای کا گورنمنٹ سے حاصل ہوا۔ ان کو بھی میں نے خط مبارکبادی بھیجا ہے۔

کاشت خربوزہ: ۱۱ جولائی ۸۸ء — اودھ اخبار محررہ ۱۰ جولائی ۸۸ نمبری ۱۶۹ کے کالم اول میں درج ہے کہ اگر تخم خربزہ دودھ اور شہد میں تر کر کے بو دے جائیں تو پھل نہایت شیریں ہوگا اور اگر اس کے تخم کو گلاب میں رکھے اور پھر اس کو بوئے تو خربزہ میں گلاب کی خوشبو ہوگی اور جس کھیت میں خربزہ بوئیں کیلے

Marfat.com

پیدا ہو گئے ہوں تو ان کیڑوں کو جمع کر کے پانی میں جوش دے اور اس کو دوسرے کھیت کے خربزہ میں ڈال دے تو اس کھیت میں کیڑے پیدا نہ ہوں گے۔

کانگریس: ۱۶ر جولائی ۱۸۸۸ء۔ آج نو بجے صبح کے کانگریس اور بنگالیوں کے خلاف ایک جلسہ چودھری محمد عظیم صاحب کے مکان پر منعقد ہوا جس میں صاحبان ذیل شریک تھے اور بعد فراغت جلسہ تین تار مخالفت کانگریس بہ پریسیڈنٹی چودھری محمد عظیم صاحب بنام مہتمم پانیر و ایکسپریس لکھنؤ، و منشی امتیاز علی صاحب وکیل لکھنؤ کو بھیجے گئے اور پانچ اسپیچیں ارباب ذیل کی طرف سے منظور کی گئیں اور بعد پاس ہونے رزولیشن پاس شدہ مطبع آزاد لکھنؤ کے کسی پرچہ آئندہ میں طبع کیا جائے گا۔ تفصیل حاضرین جلسہ چودھری محمد عظیم صاحب چودھری جاوید علی صاحب، راجہ درگا پرشاد صاحب، کنور نریندر بہادر صاحب شیخ احمد علی صاحب شوق مالک مطبع آزاد لکھنؤ، سید نجم الدین و قمر الدین، لچھمن پرشاد بزاز، لالتا پرشاد بزاز، مہاراج شیو سہائے، راقم تحریر ہذا۔ صراحت ان اشخاص کی جن کی اسپیچیں منظور ہوئیں۔ چودھری محمد عظیم صاحب، چودھری نصرت علی صاحب، راجہ درگا پرشاد صاحب، کنور نریندر بہادر صاحب، راقم الحروف۔

تعداد فوج: ۲۲ر ستمبر ۱۸۸۸ء بمعائنہ پرچہ جریدہ روزگار مدراس مورخہ ۱۵ر ستمبر ۱۸۸۸ء واضح ہوا کہ ہندوستان میں کل فوج انگریزی بقید گورہ و ہندوستانی حسب ذیل ہے۔ فوج گورہ ۸۱۳۷۹، فوج ہندوستانی ۱۲۴۴۷۱۔ کل ۲۰۵۸۵۰۔ سرکار انگریزی ایسی منتظم ہے کہ اس قلیل فوج سے کل ہندوستان اور بنادر کا خوش اسلوبی کے ساتھ بندوبست کر رہی ہے عہد شاہی میں قریب دو لاکھ کے فوج لکھنؤ میں رہتی تھی۔ لیکن اس سے صرف اودھ کا انتظام قابل اطمینان نہیں ہو سکتا تھا۔

سرحد و تبت: ۲ر نومبر ۱۸۸۸ء۔ بالفعل جو جنگ مابین فوج برٹش و حسن زئی وغیرہ فرقہ ہزارا سے ہو رہی ہے اس میں متواتر فتح فوج انگریزی کو ہوئی۔ اگرچہ کپتان ہیلی صاحب و دیگر افسران فوج ضائع ہوئے۔ لیکن انگریزوں نے اکثر دیہات ان کے اجاڑ دیے اور قلعے منہدم کر دیے، اہل فرقہ بحالت مجبوری اطاعت قبول کرتے جاتے ہیں اور جرمانہ مجوزہ برٹش ادا کرتے جاتے ہیں غالباً قریب زمانے میں فوج انگریزی بعد عہد و مواثیق مزدوری مظفر و منصور واپس ہو۔ صاحب اقبال سے مقابلہ جن کا ستارہ ترقی اوج پر ہے نہایت مشکل و دشوار ہے۔ انگریزوں نے مقامات سکم و تبت والوں کو بھی شکست فاش دی اور ان کی فوج مفرور ہو گئی۔

کانگریس: ۱۲ر نومبر ۱۸۸۸ء آج میرے نام ایک خط مرسلہ کنور پرنام سنگھ صاحب بہادر سی۔ آئی۔

Marfat.com

ای آنریری سکریٹری انجمن ہند تعلقہ داران اودھ محررہ ۸ر نومبر ۱۸۸۸ء بدیں مضمون موصول ہوا کہ حسب تجویز کمیٹی انجمن ہند مورخہ ۵ر نومبر ۱۸۸۸ء یہ امر قرار پایا ہے کہ ۲۲ر نومبر کو ایک جلسہ عام اہل ہنود و اہل اسلام و دیگر مذاہب و اقوام خیر خواہان ملک و ہی خواہان انگلش گورنمنٹ کا واسطے تصفیہ چند مقاصد مفید ملک و گورنمنٹ کے شہر لکھنؤ مقام بارہ دری قیصر باغ میں کیا جاوے۔ اسی جلسے میں ترتیب دستور العمل انڈین یونائیٹڈ پیٹریاٹک کمیٹی کی بھی عمل میں آئے اور تقسیم کارہائے ضروری متعلقہ اینٹی کانگریس بھی ہو جائے ....

میرا خیال ہے کہ بشرط امکان اس جلسے میں شریک ہوں کیوں کہ یہ جلسہ خلاف کانگریس منعقد ہوگا۔ اور مجھے اس سے مخالفت ہے بلکہ قبل اس کے میرا ایک بیان متعلقہ اینٹی کانگریس انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے......

اینٹی کانگریس: ۲۲ر نومبر ۱۸۸۸ء۔ آج دو بجے شام کو جلسہ اینٹی کانگریس میں بارہ دری قیصر باغ میں شریک ہوا۔ قریب ایک ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ منجملہ ان کے چند مشاہیر کا نام درج ذیل ہے۔

راجہ شیو پرشاد صاحب "بنارس"، سر سید احمد خاں صاحب بہادر (علی گڑھ) اودے نرائن سنگھ صاحب تعلقدار (مہدونہ)، راجہ پرتاپ نرائن سنگھ صاحب تعلقدار (بھنگا)، راجہ تصدق رسول صاحب تعلقدار (جہانگیر آباد)، چودھری محمد عظیم صاحب تعلقدار (اکبرالی) وغیرہ وغیرہ اولاً منشی امتیاز علی صاحب وکیل نے منجانب انجمن شکریہ تکلیف فرمائی شرکائے کمیٹی کا ادا کیا۔ بعدہ منشی اطہر علی صاحب وکیل نے اس چٹھی کا ترجمہ پڑھا جو سر آکلینڈ کالون صاحب لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و اودھ نے مسٹر ہیوم صاحب بانی کانگریس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا جس سے جناب ممدوح کی مخالفت بانیان قومی کانگریس سے صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ ازاں بعد اس کمیٹی کا نام انجمن خیر خواہان ملک ہند رکھا گیا جس کے پریسیڈنٹ اودے صاحب تعلقدار مہدونہ باتفاق رائے تجویز ہوئے اور سر سید احمد خاں صاحب اور راجہ صاحب (بھنگا) سکتری قرار پائے اور ممبران انجمن میں راقم کا نام حسب تحریک چودھری نصرت علی صاحب درج ہوا۔ شام کو جلسہ برخاست ہوا اور راقم اپنے مکان مشک گنج میں مقیم ہوا۔

مفصل دریافت ہوا کہ دعوت لفٹیننٹ گورنر بہادر میں جو ۱۷ر نومبر ۱۸۸۸ء بمقام محمود آباد قرار پائی تھی راجہ امیر حسن خاں صاحب والی ریاست کا ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ انواع اقسام کے کھانے پخت ہوئے تھے۔ سامان رقص و رنگ و روشنی و آتش بازی وغیرہ قابل دید تھا۔ قبل اس کے راجہ

Marfat.com

صاحب موصوف نے مبلغ پچپن ہزار روپیہ دعوت لارڈ ڈفرن صاحب گورنر جنرل کشور ہند میں بمقام شملہ صرف کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان سب مصارف کا مقصد حصول خطاب سے ہو۔

لینس ڈاؤن ولارڈ ڈفرن: ۴ر دسمبر ۱۸۸۸ء۔ کو مارکوئس لینس ڈاؤن صاحب بہادر جدید گورنر جنرل کشور ہند داخل بمبئی ہوئے اور ۶ ماہ حال کو کلکتہ جا کر ۱۰ر دسمبر کو چارج وائسرائے لارڈ ڈفرن صاحب سے حاصل کریں گے۔ لارڈ صاحب جدید کی عمر ۴۳ سال کی ہے قبل اس کے ملک کناڈا کے گورنر جنرل تھے۔ آدمی ذی علم لائق اور صاحب تجربہ ہیں دیکھنا چاہیے کہ رعایا کے حق میں کیا سلوک کرتے ہیں۔ لارڈ ڈفرن صاحب اگرچہ بہت بڑے مدبر زیرک ہوشمند و تجربہ کار تھے اور ان کے عہد میں برہما فتح ہوا۔ سکم اور ہزارا میں کامیابی کے ساتھ جنگ ہوئی لیکن رعایا کو ان کی وجہ سے نفع نہیں ہوا بلکہ قانون ٹیکس انھوں نے جاری کیا جس سے عموماً ہر پیشہ ور ملازم وغیرہ کو پریشانی لاحق ہے لارڈ ڈفرن صاحب کی عمر ۶۰ سال کی ہے۔ ایکٹ لگان اودھ یعنی ایکٹ نمبر ۲۲ر ۸۶ء حضرت ہی کے وقت میں پاس ہوا جس سے زمینداروں کی بالکل بے اختیاری ہو گئی۔ باب بے دخلی کاشتکاران مطلقاً مسدود ہوا۔

جدید وائسرائے: ۱۳ر دسمبر ۸۸ء معائنہ اودھ اخبار" محررہ امروزہ سے معلوم ہوا کہ لارڈ لینس ڈاؤن صاحب جدید وائسرائے ۹ر دسمبر ۸۸ء کو داخل کلکتہ ہوئے اور ۱۰ر دسمبر کو چارج وائسرائے کا لے کر انتظام سلطنت میں مصروف ہوئے۔ اور لارڈ ڈفرن صاحب سابق گورنر جنرل ہند بعد دینے چارج کے اسی وقت صبح کے ۱۰ بجے بعزم ولایت روانہ بمبئی ہوئے۔

وائسرائے اور گورنروں کی تنخواہ: ۲۴ر فروری ۱۸۸۹ء پرچہ جریدہ روزگار مدراس محررہ ۹ر فروری ۱۸۸۹ء بحوالہ گائڈ اخبار واضح ہوا کہ گورنر جنرل ہند و گورنر لوکل گورنمنٹوں کی تنخواہ حسب ذیل ہے۔

نام گورنمنٹ: وائسرائے ہند تنخواہ سالانہ دولاکھ پچاس ہزار آٹھ سو' نام گورنمنٹ: گورنر بمبئی تنخواہ سالانہ ایک لاکھ بیس ہزار' نام گورنمنٹ: لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی تنخواہ سالانہ اسٹھ ہزار' نام گورنمنٹ: گورنر مدراس تنخواہ سالانہ ایک لاکھ بیس ہزار' نام گورنمنٹ لفٹیننٹ گورنر بنگالہ تنخواہ سالانہ بانوے ہزار نام گورنمنٹ: لفٹیننٹ گورنر پنجاب تنخواہ سالانہ چھہتر ہزار۔

لینس ڈاؤن: ۱۸ر اپریل ۱۸۸۹ء۔ آج ۶ بجے شام کے خاص ریل گاڑی میں لارڈ اور لیڈی لینس ڈاؤن صاحب مع مصاحبین وغیرہ لکھنؤ سے براہ سندیلہ روانہ شملہ ہوئے۔ چوکیدار و کانسٹبل ایک ایک میل کے

Marfat.com

فاصلہ پر واسطے حفاظت ریل گاڑی کے مامور تھے یہ گورنر جنرل نہایت سلیم الطبع اور لائق شخص ہیں۔

شہزادہ وکٹر: ۱۲ر نومبر ۱۸۸۹ء۔ ۹ نومبر کو شہزادہ وکٹر خلف پرنس آف ویلس ولی عہد انگلستان بطور سیر و سیاحت داخل شہر بمبئی ہوئے ہندوستان کے کل نامی شہروں کو ملاحظہ فرمائیں گے۔

۱۸ر جنوری ۱۸۹۰ء۔ آج صبح شہزادہ البرٹ وکٹر نبیرۂ ملکہ وکٹوریہ قیصرۂ ہند رونق افروز لکھنؤ ہوئے کل تعلقہ داران سندیلہ واسطے معائنہ جلسۂ دعوت و روشنی و آتش بازی جو منجانب انجمن ہند لکھنؤ آج رات کو ہوئی ۷ بجے روانہ لکھنؤ ہوئے، راقم نہیں گیا کہ صرف لے جا تھا۔

زکام و بخار: یکم اپریل ۱۸۹۰ء۔ قصبہ سندیلہ اور اس کے نواح و نیز تمام ہندوستان میں آج کل بیماری زکام و بخار کی بشدت تمام ہے، کوئی گھر ایسا نہیں ہے کہ جس میں اس کی شکایت نہ ہو لیکن محل شکر ہے کہ اس بیماری سے ابتک کوئی ضائع نہیں ہوا۔

انفلوئنزا: بخار انفلوئنزا انگلستان سے یہاں آیا ہے وہاں یہ بڑا مہلک تھا۔ یہ سرد ملک کا عارضہ ہے جس کو جوشاندہ سے فائدہ ہوتا ہے، سرد چیزیں مضر ہیں۔ فاقہ و علاج نہ کرنا اس کی عمدہ دوا ہے۔ ہندوستان کے سرد ملکوں میں یہ مہلک قرار پایا ہے۔ سنا گیا ہے کہ جبل پور میں نو سو آدمی ہلاک ہوئے۔

بارش: ۱۰ر اگست ۱۸۹۰ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار وغیرہ واضح ہوتا ہے کہ امسال تمامی ہندوستان میں اس قدر بہ کثرت بارش ہوئی جس سے مکانات خام و پختہ و سڑک ریلوے و فصل خریف وغیرہ کو از حد نقصان ہوا۔ اشخاص مسن کا بیان ہے کہ ایسی بارش ان کی عمر میں شاید کبھی ہوئی ہو۔ سڑک ریل کانپور اناؤ کو ایسا صدمہ پہنچا کہ تین ہفتہ تک وہ جاری نہیں ہو سکتی اور یہی کیفیت بریلی ریل کی رام گنگا نے کر رکھی ہے۔ آمد و شد مطلقاً بند ہے۔ مغل سرائے بنارس ہو کر ڈاک کانپور الہ آباد اور لکھنؤ کو آتی ہے تحقیق سے سنا گیا ہے کہ جس مقام پہ ریل کانپور کی بگڑی ہے اس مقام پر بیس فٹ اونچا پانی سڑک پر آ گیا تھا۔

ایجوکیشن کانگریس علیگڑھ: ۱۲ر نومبر ۱۸۹۰ء آج شب کو چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار گدرالی و رئیس اعظم سندیلہ و چودھری نصرت علی خلف چودھری عظمت علی صاحب مرحوم سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ و رئیس سندیلہ و چودھری محمد رؤف صاحب خلف چودھری حشمت علی صاحب تعلقہ دار و مولوی فریدالدین صاحب رئیس کٹرہ حال سب جج پنشن یافتہ میری عیادت کو تشریف لائے۔ مولوی صاحب نے استدعا کی کہ ایجوکیشن کانگریس علی گڑھ کے جس کے سرپرست مولوی سید احمد خاں صاحب ہیں آپ ممبر تجویز

Marfat.com

ہوئے اور آپ سے ممبری کی فیس پانچ روپیہ چاہیے پس آپ زر مذکورہ داخل کریں۔ چنانچہ راقم نے بپاس خاطر مولوی صاحب بلالحاظ طمع ممبری اسی وقت مبلغ مطلوبہ پیش کیے۔

۱۲ دسمبر ۱۸۹۰ء۔ آج ایک خط سر سید احمد خاں صاحب سکریٹری محمڈن ایجوکیشن کانگریس الہ آباد بدیں مضمون بنام راقم موصول ہوا کہ من ابتدائے ۲۸ دسمبر ۱۸۹۰ء لغایتہ ۳۰ ماہ مذکور اس اجلاس کانگریس بہ مقام الہ آباد قرار پایا ہے، چونکہ آپ اس جلسہ کے ممبر ہیں اگر شرکت کریں تو پیشتر سے مطلع فرمائیں کہ ریلوے اسٹیشن پر سواری بھیجی جائے اور انتظام مکان وقیام اور سامان مہمان داری ہر قسم کا بغرض آسائش و آرام آپکے مہیا کیا جاوے۔

دو شاہزادوں کا سفر ہند: ۲۷ دسمبر ۱۸۹۰ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروز سے واضح ہوا کہ شہنشاہزادہ سلطنت روس و شہزادہ جارج ملک یونان ۲۳ دسمبر ۱۸۹۰ء کو بطور سیر و سیاحت ہندوستان داخل بمبئی ہوئے جن کا بہت جلوس کے ساتھ منجانب انگلش گورنمنٹ اعزاز ہوا، یہ نامی مقامات ہندوستان کی سیر کریں گے اور مقامات سرحدی بھی ملاحظہ کریں گے۔

طریقہ تعلیم: ۱۶ فروری ۱۸۹۱ء۔ چونکہ طریقہ تعلیم مبتدی اب نہایت خراب حالت میں ہے۔ معلم مکتبی اسی پرانے ڈھنگ سے تعلیم کرتے ہیں جس سے چند سال تک مبتدی کو کوئی لیاقت استعداد پیدا نہیں ہوتی اور مثل طوطے کے بلا فہمید الفاظ فارسی و عربی کے رٹا کرتا ہے لہذا بعد غور میں نے تجویز کیا کہ بقاعدہ مدارس گورنمنٹ نور دیدہ منتظم حسین کی تعلیم کراؤں۔

مردم شماری: ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء۔ آج نو بجے رات کو کل ہندوستان و تمامی جزائر و ممالک محروسہ گورنمنٹ انگریزی کی مردم شماری ہوئی۔

مسٹر کوینٹن: ۲۸ مارچ ۱۸۹۱ء کی رات کو مسٹر کوینٹن صاحب چیف کمشنر آسام کو منی پوریوں نے قتل کیا۔

ایک لغت انگریزی: ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء۔ آج ایک کتاب انگریزی ڈکشنری (کتاب لغت) جس میں انگریزی سے اردو اور اردو سے انگریزی معنی باسانی نکلتے ہیں اور ایسی کتاب اس وقت تک جامع و مانع تالیف نہیں ہوئی ہے اور عموماً بیس روپیہ اس کی قیمت ہے آج مجھے میر علی حسین ہیڈ ماسٹر انگریزی سندیلہ کے ذریعہ علی احمد خاں ولد امیر خاں سابق نیٹو ڈاکٹر شفاخانہ سندیلہ سے بہ قیمت مبلغ پانچ روپیہ حاصل ہوئی۔

طریقہ تعلیم: ۱۵ ستمبر ۱۸۹۱ء۔ میرا تجربہ ہے کہ ملا مکتبی اپنے طریقہ قدیمہ کی تعلیم سے لڑکوں کو کودن کردیتے ہیں، میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ سات برس کے تعلیم یافتہ لڑکے کو اس قدر مادہ حاصل و متواصل

Marfat.com

نہ تھا کہ وہ خط وکتابت بلا تکلف کر سکتا۔ لہٰذا اس تعلیم سے مجھے تنفر کامل ہو گیا ہے ....

انگریزوں کی طمع: ۱۹ ستمبر ۱۸۹۱ء ۔ اب انگریزوں کو بھی طمع زیادہ ہو گئی ہے اور بمقابلہ اپنے فائدہ کے تحریراً و تقریراً غلط بیان کرنے میں ان کو کوئی تکلف نہیں ہوتا۔ سچ یہ ہے کہ روپیہ دنیا میں عجب چیز ہے جس سے سب تمنائیں بہ آسانی پوری ہو سکتی ہیں۔

وفات البرٹ: ۱۵ جنوری ۱۸۹۲ء ۔ کل واقعہ ۱۴ جنوری کو شاہزادہ البرٹ وکٹر خلف اوّل پرنس آف ویلز نے بہ مقام لندن بہ عمر ۲۸ سال عارضہ بخار میں رحلت کی۔ ان کی شادی عنقریب ہونے والی تھی۔ سال پیوستہ میں ہندوستان کو تفریحاً تشریف لائے تھے۔ اگر زندہ رہتے تو بعد اپنے باپ کے وہی شہنشاہ انگلستان وغیرہ کے ہوتے یہ ملکہ وکٹوریہ کے پوتے تھے۔

وفات حکیم محمود علی خاں: ۳۰ جنوری ۱۸۹۲ء ۔ بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروزہ سے واضح ہوا کہ حکیم محمود خاں طبیب دہلی نے واقعہ ۲۳ جنوری بہ عمر ۷۰ سال عارضہ فالج میں قضا کی۔ یہ بڑے نامور اور حاذق حکیم تھے۔ دور دور ملکوں میں ان کا نام تھا اور مریض معالجہ کو آتے تھے۔ مرحوم کا اکثر کشتہ جات پر عمل تھا اور نہایت دولت مند طبیب تھے مگر اپنا جانشین بھی بہت لائق چھوڑا جان کا پورا یادگار رہے گا۔

ہیضہ: ۲۶ مئی ۱۸۹۲ء ۔ گرمی بہ شدت ہوتی ہے خلائق کو از حد انتشار ہے، خدا رحم کرے۔ ہندوستان کے اکثر حصص میں شکایت ہیضہ وبائی پیدا ہے۔ کابل میں ۱۹ اپریل سے ۲۹ اپریل تک ۵۵ صد آدمی ہیضہ سے فضائع ہوئے۔

۱۰ جون ۱۸۹۲ء ۔ بمعائنہ اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ جب سے ۹۲ شروع ہوا ہے صدہا جلیل القدر و معزز اشخاص یورپئین اور بیسیوں راجہ و مہاراجہ و نواب ہندوستانی بہ عوارض مختلف رہ گرائے عالم بقا ہوئے اور شکایت بیماری ہیضہ وغیرہ ہر مقام پر بہ کثرت ہے جس سے اوسط و ادنیٰ درجہ کے اشخاص ہزارہا ضائع ہوئے ہیں اور ہنوز موسم بارش کا آغاز نہیں ہوا ہے، جس میں انواع اقسام کی بیماری کا خروج ہوتا ہے اور واقعات طرح طرح کے پیش آتے ہیں۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے میری یاد میں ایسا سال تا وقت ہذا وقوع پذیر ہوا۔ خدا اپنا رحم فرمائے۔

۲۸ جون ۱۸۹۲ء ۔ بمعائنہ اودھ اخبار (جو اس زمانے میں اعلیٰ درجہ کا روزانہ اخبار ہے اور مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے) واضح ہوا کہ کسی شہر و قصبہ وغیرہ میں ہنوز کما حقہ بارش نہیں ہوئی اور

Marfat.com

سخت پریشانی پیدا ہو رہی ہے، دیکھا چاہیے کہ انجام اس کا کیا ہو جس کا آغاز ایسی حالت سے ہو رہا ہے۔

دادا بھائی نوروجی: ۲۳ر اگست ۱۸۹۲ء۔ مسٹر دادا نوروجی قوم پارسی اوّل ہندوستانی ہیں جو پارلیمنٹ انگلستان کے ممبر مقرر ہوئے جس کی تصدیق اخبارات انگریزی سے ہوتی ہے۔ یہ ساکن بمبئی ہیں۔

مردم شماری: ۲ر اگست ۱۸۹۲ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ بحوالہ کانپور گزٹ مورخہ ۲۳ر جولائی کے واضح ہوا کہ جو مردم شماری واقعہ ۲۶ر فروری ۱۸۹۱ء کو ہوئی تھی اس کی رو سے حسب ذیل تعداد مختلف مذاہب کے پیروؤں کی ہے۔

ہندو ۲۰ کروڑ ۷½ لاکھ، مسلمان ۵ کروڑ ۷½ لاکھ، بودھ ۷ لاکھ، عیسائی ۲۵ لاکھ، آبادی جنگلات ۹ لاکھ، پارسی نواسی ہزار نو سو نواسی ـــــ یہودی ۱۷ ہزار ایک سو اٹھاسی، ملحد ۳ سو نواسی، برہمو ۴ ہزار چار سو ایک، آریا ۴۰ ہزار چھ سو، مذہب نامعلوم .... انتالیس ہزار سات سو پینسٹھ۔ تعداد ہندو سب قوموں میں زائد ہے۔

کثرت بارش: ۲۱ر اگست ۱۸۹۲ء۔ دیکھنے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ تمامی ہندوستان میں بارش کی کثرت ہے۔ پانی کی طغیانی سے اکثر دریاؤں کے پل شکست ہو گئے اور سڑک ہائے ریلوے بہہ گئیں جس کی وجہ سے اکثر حادثات ہوئے۔ ایسی بارش کی شدت سابقاً کم ہوئی ہے جیسی سال گزشتہ و حال میں ہوئی۔

لفٹیننٹ گورنر: یکم دسمبر ۱۸۹۲ء۔ بہ معائنہ انتخاب گزٹ سرکاری مطبوعہ ۲۸ ماہ حال سے واضح ہوا کہ بحکم ۱۲ر اکتوبر ۱۸۹۲ء نمبری ۳۸۵ نواب گورنر جنرل صاحب بہادر آف انڈیا کے سر آکلینڈ کالون صاحب بہادر لفٹیننٹ و چیف کمشنر اودھ نے اپنا چارج لفٹیننٹی واقع ۲۸ر نومبر مسند الیہ کو وقت ایک بجے دن کے بمقام الہ آباد سر چارلس کراس ویٹ صاحب بہادر جدید لفٹیننٹ گورنر کو حوالہ کیا اور اب تین بج کے چالیس منٹ پر الہ آباد سے روانہ ولایت لندن ہوئے۔ صاحب ممدوح کے زمانہ حکومت میں اکثر پانی کے کام و چند جدید اسپتال مقامات مختلف میں بہ نام لیڈی ڈفرن کھولے گئے۔

سردی: ۲۱ر فروری ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اخبارات واضح ہوتا ہے کہ امسال کی ایسی سردی چند سال گزشتہ میں نہیں ہوئی جس کی تصدیق مسن لوگوں سے ہوتی ہے کشمیر میں پیالوں کی چائے جم جاتی ہے اور بیضہ مرغ اگر زمین پر پھینکے جاتے ہیں تو مثل لکڑی کے ان میں آواز آتی ہے۔ ٹوٹنے پھوٹنے کا کچھ خیال ہی نہیں گزرتا۔ کل سے ابر باد گھٹ گیا ہے جس سے فی الجملہ زلزدگی سے اطمینان پیدا ہوا، اگر پھر اعادہ نہ کرے۔

Marfat.com

رؤساهند کی آمدنی: ۲۵ر مارچ ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے واضح ہوا کہ آمدنی سالانہ رؤسائے ہندوستانی حسب ذیل ہے۔

ریاست حیدرآباد دکھن ۲ کروڑ گوالیار سوا کروڑ گیکوار برودہ ایک کروڑ ۲۰ لاکھ میسور ایک کروڑ سے کچھ زیادہ کشمیر ۸۵ لاکھ اودے پور ۶۴ لاکھ ٹراونکور ۶۰ لاکھ اندور ۵۰ لاکھ پٹیالہ ۴۴ لاکھ بھرت پور ۲۸ لاکھ بھوپال ۲۶ لاکھ جودھ پور ۲۵ لاکھ ریواں ۲۵ لاکھ الور ۳۰ لاکھ بھاول پور ۱۹ لاکھ کپور تھلہ ۱۷ لاکھ راؤ صاحب کچھ ۱۳ لاکھ۔

یہ بھی اس اخبار سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کے شہروں میں بلحاظ آبادی سب سے اول شہر کلکتہ پھر بمبئی پھر مدراس پھر حیدرآباد و لکھنؤ ازاں بعد بنارس ہے۔

موسم: ۸ر مئی ۱۸۹۳ء۔ اگرچہ مہینہ جیٹھ کا رواں ہے۔ لیکن فصل میں کچھ ایسا غیر معمولی انقلاب ہے کہ شب و روز بہ شدت ہوا مشرقی چلتی ہے اور شب کو سردی ہوتی ہے چنانچہ آج جب میں بوقت شب زیر سائبان سو رہا تھا تو مجھے لحاف اوڑھنے کی ضرورت داعی ہوئی اور یہی غیر معمولی کیفیت تمامی ہندوستان میں دیکھنے اخبارات سے ظاہر ہوتی ہے میرے ہوش میں ایسا حال کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔

ٹیکہ ہیضہ: ۱۴ر مئی ۱۸۹۳ء ڈاکٹر ایم ہیفکن شہر پیرس ملک فرانس کے رہنے والے ہیں اور حسب اجازت وزیر اعظم سلطنت لندن وارد ہندوستان ہو کر کلکتہ میں تشریف لائے ان کا تجربہ ہے کہ جیسے ٹیکہ لگانے سے چیچک نہیں نکلتی اسی طور سے عارضہ ہیضہ ٹیکہ دینے سے نہیں عارض ہوتا۔ زخم ٹیکہ کے ذریعہ سے جسم میں پہنچاتے ہیں ایک مرکب عرق کو جو ہر رگ و پے میں اثر کر جاتا ہے اور صاحب ٹیکہ بیمار کا ہیضہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ٹیکہ دینے سے اور استعمال دوا سے چنداں تکلیف نہیں ہوتی۔ چنانچہ بالفعل آگرہ علیگڑھ اور جھانسی وغیرہ میں فوجی لوگوں کو ٹیکہ دے رہے ہیں۔ دیکھا چاہیے کہ موسم ہیضہ میں اس کا کیا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

آم: ۹ر جولائی ۱۸۹۳ء فصل آم کی امسال ایسی افراط ہے کہ ایک سو آم ۲ پائی کو ملتا ہے ایسی ارزانی کبھی دیکھی اور سنی نہیں گئی۔ غربا نے روٹی کھانا موقوف کر دیا ہے جب کہ ڈیڑھ پائی میں ان کو سیری ہو جاتی ہے۔

ہندو مسلم فساد: ۱۸ر اگست ۱۸۹۳ء۔ آج کل جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تو

Marfat.com

کوئی اہل دنیا خالی از فکر اور تردد نہیں۔ کسی نہ کسی رنج میں ضرور مبتلا ہے۔ چنانچہ بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے واضح ہوا کہ بوجہ نزاعت اہلِ اسلام و ہنود ریاست جونا گڑھ کاٹھیاوار و نیز شہر بمبئی میں جو ایک نہایت مہذب شہر ہے واقعہ ۱۱ اگست سن رواں کو درمیان ہندو اور مسلمانوں کے سخت لڑائی ہوئی۔ ۴ قتل اور ۵۰ زخمی ہوئے اور مسٹر وینٹ کمشنر پولیس بروقت انسداد حملہ زخمی ہوئے۔ مقام غور ہے کہ ایسا تسلط اور اس میں ایسے منافشات کا پیش آنا نہایت تعجب خیز ہے علی الخصوص بمبئی میں جو نہایت مہذب شہر ہے اور جہاں سو برس سے زائد عمل داری سرکار کو گزر چکے ہیں۔

۱۸ اگست ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروزہ کے معلوم ہوا کہ ۱۲ اگست یوم دوشنبہ کو بمبئی بمقام بمبئی مابین اہل اسلام و ہنود کے بلوہ قائم رہا اور ۱۵ آدمی قتل اور ۶۰ زخمی ہوئے اور واسطے انفصال مقدمات مجرموں کے تیرہ خاص مجسٹریٹ مقرر ہوئے ہیں۔ انجام اس کا بخیر نہیں۔

نرخ غلّہ : ۱۹ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ امسال غلّہ کی ایسی ارزانی ہے کہ شاید قبل اس کے کہ جب سے ریل جاری ہوئی کبھی نہیں ہوئی اور حالات فصل خریف بھی اس وقت تک بہت عمدہ ہے اوسط درجہ نرخ غلّہ آج کل فی روپیہ حسب ذیل بازار میں فروخت ہوتا ہے۔

گندم ۱۸ سیر، گوجئی ۲۵ سیر، بجھڑا ۳۵ سیر، نخود ۳۶ سیر، ماش ۱۸ سیر، ارہر ۳۶ سیر، مونگ ۱۵ سیر، دھان ۴۰ سیر، جوار کلاں ۳۶ سیر۔

مردم شماری : ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ مردم شماری ۹۱ء سے واضح ہوا کہ تمامی ہندوستان میں ۲۸ کروڑ ۷۴ لاکھ ۳۷ ہزار آبادی ہے۔ کل فرقے کے آدمیوں سے حسب ذیل از کار رفتہ ہیں۔ بیوقوف خراب دماغ کے آدمی ۷۴ ہزار ۲ سو ۸۹ بہرے اور گونگے ایک لاکھ ۹۶ ہزار ۴ سو اکسٹھ اندھے ۴۵۸۸۶۸۔

زلزلہ : ۴ جنوری ۱۸۹۴ء ... آج بوقت ساڑھے پانچ بجے شام کے زلزلہ محسوس ہوا چونکہ فی الجملہ شدید تھا اور تمام کوٹھی میری جنبش کرنے لگی تھی لہٰذا میں اندیشناک ہو کے باہر صحن کے چلا گیا تھا اور قیام اس کا تقریباً دو منٹ تک رہا اور چار منٹ کے بعد پھر محسوس ہوا جو نصف منٹ سے زائد نہیں رہا۔

کرنل ہارس فورڈ : ۹ فروری ۱۸۹۴ء بمعائنہ اخبار انگریزی 'مارننگ پوسٹ' الہ آباد مطبوعہ ۹ فروری کے معلوم ہوا کہ کرنل ہارس فورڈ صاحب سابق ڈپٹی کمشنر ہردوئی حال چیف کمشنر جزیرہ انڈمان کو ایک منجم قیدی مسمی بھیرا رام برہمن نے جو میرٹھ کے باغیوں سے اکیس سالہ عمر کا دائم الحبس ہوا

Marfat.com

تھا چھریوں سے سر و شانہ کو شدید زخم پہنچائے اور دو انگلیاں بھی کٹ کر جدا ہو گئیں۔ اول لیڈی صاحبہ ہارن فورڈ نے جرات کر کے اسے پکڑا۔ بعدہٗ اور لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ چونکہ صاحب بہادر کے مزاج میں سختی و دشنام دہی زائد تھی عجب نہیں کہ اسی وجہ سے ایسی نوبت کو پہنچے ہوں۔ چونکہ مرد دست از جاں بشوید ہرچہ در دل آید، بگوید۔

انفلوئنزا : ۲۲ مارچ ۱۸۹۴ء۔ آج میں بعد دوپہر بخار و کھانسی میں مبتلا ہو گیا۔ اعضا شکنی اور درد سر کی شکایت بڑھی۔ شب کو غذا نہیں کی اور بے خوابی کے ساتھ نیند آئی نفخ نے اور بھی تکلیف دی۔ یہ ایک انگریزی بخار انفلوئنزا ہے جس کی آج کل عام شکایت ہے۔

گرہن : ۱۶ اپریل ۱۸۹۴ء۔ مجھے اپنے ہوش میں ایسے مشاہدہ کا اتفاق ہوا کہ چندر گرہن اور سورج گرہن ایسے زمانہ قریب میں پڑے ہوں جیسا کہ ۱۸۹۴ء میں۔ چندر گرہن ۲۱ مارچ ساڑھے چھ بجے شام کو اور سورج گرہن آج صبح کے ساڑھے چھ بجے پڑے تھے۔ ۱۷ دن میں دونوں قسم کے گرہن پڑے۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا پھل کیا ہو۔ ہندو لوگ تو نافص بتلاتے ہیں۔ انگریزی قاعدہ سے جب زمین درمیان چاند و سورج کے آجاتی ہے اس وقت چندر گرہن ہوتا ہے اور جب چاند درمیان سورج و زمین کے آجاتا ہے اس وقت سورج گرہن ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

غدر کا گمان : ۱۴ جون ۱۸۹۴ء۔ صوبہ بہار بنگالہ اور اضلاع گورکھپور بلیا و اعظم گڑھ وغیرہ میں آم کے درختوں میں مٹی کے چھوپے لگائے جا رہے ہیں جس کا حال باوصف تحقیقات پولیس ہنوز کچھ منکشف نہیں ہوا بعض حکام گمان کرتے ہیں کہ اس کی حالت ۱۸۵۷ء کی ٹکیاں کے موافق ہے جس کا حال ابتدائً کچھ ظاہر نہیں ہوا اور آخر کو غدر ہو گیا۔ گورنمنٹ آف انڈیا کو اس حال سے از بس پریشانی ہے۔ اکثر یورپین کا ظن غالب ہے کہ عید قرباں میں کچھ نہ کچھ نزاع مذہبی ضرور برپا ہو گی خدا امن رکھے۔

ہیضہ : ۱۷ جولائی ۱۸۹۴ء .... مجھے چند سال کے تجربہ سے یہ بات تحقیق ہوئی کہ زمانہ بیماری ہیضہ میں جس روز بارش زیادہ ہوتی ہے اس روز بہت سے آدمی بیمار اور ضائع ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ رطوبت فضلیہ باعث مرض و ہلاکت ہے۔

۱۸ جولائی ۱۸۹۴ء .... میر نظیر حسین خلف حسین علی اشراف محلہ نے آج دوپہر کو ہیضہ میں قضا کی جو کل گیارہ بجے رات کو مبتلا ہوئے تھے۔ متوفی خوش تقریر اور کارندہ گری میں بہت ہوشیار فارسی داں لائق شخص تھے۔ .... ان کی ایک کہاوت ضرور قابل یادداشت ہے کہ متوفی ہیضہ میں مبتلا ہو

Marfat.com

کے تین گھنٹے قبل حکیم ظہور الحسن صاحب طبیب میونسپل سے براہ تعلّی بیان کرتے تھے کہ ہیضہ میں وہی لوگ مبتلا ہوا کرتے ہیں جو غذا ثقیل اور دیر ہضم کھاتے ہیں اور کثرت سے پانی پیتے ہیں، اور ہم ایسے لوگوں کے پاس بیماری ہیضہ ہرگز نہیں آتی جو مرغن گوشت اور سپید دھلی ہوئی دال ماش کی کھاتے ہیں۔ لیکن یہ بیان ان کا برعکس ثابت ہوا اور تین گھنٹے کے بعد وہ مبتلائے ہیضہ ہوئے اور رحلت کر گئے۔ سچ یہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو اس کے وہی سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ سریع الہضم اور دیر ہضم غذا ہرگز اسے روک نہیں سکتی۔ میرے خیال میں جب اس قسم کی بیماری کا خروج ہو تو جن لوگوں کے مزاج میں خفقانیت کا دخل ہو ان کو ایسے ہولناک اخبار نہ سنانا چاہیے کیوں کہ بعض اوقات ایسا دیکھا گیا ہے کہ خوف کے باعث بھی دست آنے لگتے ہیں۔ ۲۳ جولائی ۱۸۹۴ء۔ شب گزشتہ کو دختر خورد لالہ دیاشنکر متوفی نے ہیضہ سے قضا کی۔ جو لوگ لاش دیاشنکر متوفی کی گنگا لے گئے تھے ہنوز واپس نہیں آئے کہ یہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔ گھر میں سوائے بیوہ اور سالگ رام برادر خورد متوفی کے دوسرا نہیں ہے ہر چند کوشش کی گئی کہ کوئی ایک شخص از قوم ہنود اجرت دے کر واسطے تجہیز و تکفین متوفیہ کے بھیجا جائے لیکن یہ وقت ایسا ہولناک ہے کہ کوئی شخص اس طرف کا رخ نہیں کرتا۔ ایں الم بالائے الم است۔

۲۴ جولائی ۱۸۹۴ء۔ آج ۱۰ بجے کی ریل گاڑی میں راجہ درگاہ پرشاد صاحب کا کُل خاندان لکھنؤ چلا گیا۔ راجہ صاحب تو چار دن پیشتر جا چکے تھے۔ اب رؤسا کی دیکھا دیکھی غربا بھی جہاں جس کا سینگ سمایا ہے بر دجانب کو جا رہے ہیں۔ اشراف محلّہ میں میری نقل و حرکت کے رکھنے سے بہت لوگوں کو دلاسا پیدا ہے اور وہ یہاں میرے ہونے کو غنیمت خیال کر کے اپنی تشفی کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے اشراف محلّہ کی رونق بمقابلہ دوسرے محلّوں کے بخوف ہیضہ کم نہیں ہوئی۔ میں اپنے خدا پر پورا بھروسہ کیے ہوئے اور اپنے اعزا کو طمانیت دیتے ہوئے بیٹھا ہوں اور سمجھ لیا ہے کہ اگر قضا اسی حیلہ سے لکھی ہے تو اس سے گریز نہیں ہو سکتا اور اگر یہاں موت بھی آوے گی تو چار بھائی مل کر تجہیز و تکفین بہت خوش عنوانی کے ساتھ کر دیں گے اور اگر باہر جانے پر یہ واقعہ پیش آیا تو مشکل ہے کوئی شرکت بھی نہ کرے گا۔ کیوں کہ عموماً لوگ اس مرض اور اس کے مریض اور جو اس میں فوت ہوا ہو اس سے بہت خوف کرتے ہیں۔ بس میں نے اسی پر قناعت کی کہ سنڈیلہ نہ چھوڑوں۔ آج اٹھارہ آدمی قصبہ ہٰذا میں ضائع ہوئے۔

۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء۔ آج تو ہیضہ میرے مکان کے ہر چہار طرف گشت لگا رہا ہے، جس میں پڑوسی

Marfat.com

لوگ مبتلا ہیں پورب۔ منیر حجام ۔ مرتضیٰ خاں چپراسی تحصیل سندیلہ بچھم ۔ اہل خانہ حکیم امجد علی ۔ اتر ۔ محمد شعیب، دکھن ۔ نتھا نداف، خداوند کریم سب کو بچاوے اور اطمینان بخشے، ہر ایک کی جان سوکھ رہی ہے، بے نمازی نمازی ہو گئے، توبہ و استغفار ورد زبان ہے۔

۹ر اگست ۱۸۹۴ء ۔ ۔ ۔ اب کی سال کوئی مقام ایسا نہیں چھوٹا جہاں حضرت ہیضہ صاحب کا دورہ نہ ہوا ہو، سچ یہ ہے کہ جہاں یہ ہولناک بیماری ہوتی ہے، چاہے جیسا مستقل مزاج آدمی ہو لیکن اس کا قلب اس کے خطروں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اللہ اس کو دور کرے آمین۔ ہیضہ عجب ہولناک مرض ہے کہ کوئی شخص مریض کی بخواہش دل قربت پسند نہیں کرتا اگرچہ مرتبہ عزیز القلوبی اسے حاصل کیوں نہ ہو۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ احباب و اعزا خاص اس سے دوری چاہتے ہیں اور ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ شاید مریض سے دور رہنے میں میری جان بچ جاوے۔ حشر میں نفسی نفسی کی خبر کلام شریف میں تھی لیکن میں نے اس مرض کے خروج پر وہ کیفیت بچشم خود مشاہدہ کر لی اللھم احفظنا من بلاء الدنیا و عذاب الآخرہ۔

<u>کلکتہ</u>: ۲۴ر اگست ۱۸۹۴ء ۔ آج کی تاریخ میں دو سو چار برس پورے ہوئے جب انگریزوں نے بنیاد کلکتہ قائم کی تھی۔

<u>ہندو مسلم فساد</u>: ۱۶ر ستمبر ۱۸۹۴ء ۔ اودھ اخبار لکھنؤ سے معلوم ہوا کہ ۱۳ر ستمبر کو مابین ہندو اور مسلمانوں کے شہر پونا میں سخت لڑائی ہوئی کہ ہندو باجا بجاتے ہوئے مسجد کے دروازے سے نکلے جب کہ مسلمان قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔

<u>تبت</u>: ۹ر جنوری ۱۸۹۵ء ۔ تمام دنیا میں مقام ہنسلے (کذا) واقع تبت سب سے بلند جگہ ہے جس کی بلندی سولہ ہزار فٹ ہے اور یہاں ایک بودھ کا مندر ہے جس میں اکیس پجاری رہتے ہیں۔

<u>وفات منشی نول کشور</u>: ۱۹ر فروری ۱۸۹۵ء ۔ آج چار بجے صبح کو منشی نولکشور صاحب مالک مطبع اودھ اخبار نے دفعتاً بمقام لکھنؤ قضا کی۔ بڑے مشہور لائق و دانشمند شخص تھے۔ اپنی ذاتی لیاقت و قابلیت سے ایک بہت بڑا مطبع لکھنؤ حضرت گنج میں قائم کیا جس میں ہزارہا آدمی کارپرداز ہیں۔ مرحوم نے کار خیر میں بلظہار اپنی لیاقت و خوش رکھنے حکام وقت صرف زر کو جائز رکھا جس سے گورنمنٹ میں بہت بڑا رسوخ پیدا ہوا اور خطاب سی ۔ آئی ۔ ای گورنمنٹ نے عطا کیا اور متعدد دیہات زمینداری پیدا کرنے سے تعلقہ دار بھی ہوئے جس کی سند انجمن ہند لکھنؤ سے حاصل ہوئی اور لکھنؤ بنچ کے آنریری مجسٹریٹ

Marfat.com

بھی تھے۔ غرض کہ دنیوی امور میں ہر قسم کی ترقی نمایاں کی۔ متوفی نے کوئی اولاد ذکور نہیں چھوڑی۔ عمر متوفی ۴۳ سال تھی۔

سرحد: ۱۱ اپریل ۱۸۹۵ء جو فوج برٹش گورنمنٹ بہ تعداد ۱۴ ہزار بغرض اعانت چترال واسطے مقابلہ عمرا خاں والی باجور کے بھیجی گئی تھی اس کا مقابلہ سواتی لوگوں سے بمقام شاہ کوٹ ۴ اپریل کو ہوا۔ پانچ گھنٹے تک سخت لڑائی رہی۔ اگرچہ سرکاری فوج زیادہ کام آئی لیکن مقام مذکور فتح ہو گیا۔ اس بیان کی تصدیق اودھ اخبار مطبوعہ ۱۰ اپریل ترجمہ اخبار "پانیر" انگریزی الہ آباد مورخہ ۶ اپریل سے ہوئی۔ اول لڑائی گھاٹی مالاکانڈ میں ۳ اپریل کو ہوئی تھی....

۷ مئی ۱۸۹۵ء۔ دیکھئے اخبارات سے واضح ہوا کہ عمرا خاں باجوری تاب مقابلہ انگلش گورنمنٹ نہ لاکر مفرور ہوئے اور شیر افضل خاں اور ان کے ہمراہیوں کو جو قلعہ چترال کا محاصرہ کیے ہوئے تھے محمد شریف خاں خان دیر نے گرفتار کر کے سپرد فوج انگریزی کیا۔ اب فوج اعانت چترال سے کوئی مقابلہ کرنے والا باقی نہیں رہا۔ سچ ہے کہ انگریزی قواعد داں فوج کا گروہ افغانی کیا مقابلہ کر سکتے ہیں جن کے پاس ہتھیار تک نہیں۔

وفات مولوی فضل رحمان صاحب: ۱۲ ستمبر ۱۸۹۵ء۔ آج آٹھ بجے شام کو بمقام گنج مرادآباد جناب مولوی فضل الرحمان صاحب نے بعارضہ پیرانہ سالی قضا کی۔ آپ کے فیض و برکت کا اس قدر شہرہ تھا کہ تمام ہندوستان کے لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت و شرف حصول بیعت کو تشریف لاتے تھے۔ حتیٰ کہ سر چارلس کراسویٹ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و اودھ جب ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کو بہ تقریب دورہ وارد ملانواں ہوئے تو مرادآباد جا کر آپ کی ملازمت سے شرف اندوز ہوئے۔ سندیلہ کے گاڑی بانوں کی یہ بھی ایک روزی تھی کہ جو لوگ منازل دور دراز سے آکر بغرض جانے مرادآباد کے یہاں ریل سے اترتے تھے ان کو اپنی گاڑیوں میں حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچاتے تھے۔ کوئی شک نہیں کہ آپ نہایت خجستہ خصال بزرگ تھے ——— آپ کو آفتاب ہند سے تشبیہ دی جائے تو بجا ہے۔ آپ کی عمر سو برس سے تجاوز کر گئی تھی۔ مولوی صاحب مرحوم شاہ آفاق صاحب کے مرید تھے جو دہلی میں نہایت بزرگ شخص گزرے ہیں۔ آپ خاندان نقشبندیہ میں مرید تھے۔ گانا وغیرہ کچھ نہیں سنتے تھے۔

قحط: ۷ فروری ۱۸۹۷ء۔ آج کل بباعث نقامت فصل از حد گرانی ہے، لوگ مصیبت سخت میں مبتلا ہیں۔ دو دو تین تین روز تک دانہ میسر نہیں آتا حتیٰ کہ اکثر بے دین ہو گئے۔ دوسروں کی غلامی اختیار کی۔ بعض نے اپنی اولاد کچھ لے کر جدا کر ڈالی۔ چنانچہ چند لڑکیاں مختلف قوم کی جو اسی نہج سے حاصل ہوئیں میرے گھر میں موجود ہیں (جن کے نام اب یہ رکھے گئے ہیں۔ گلرنگ موتی، سندر، شربتی، شہلی وغیرہ) یہی کیفیت تمام ہندوستان کی ہے جس کی تصدیق اخباروں سے ہوتی ہے۔ میرے خیال میں یہ حالت خشک سالی ۱۸۷۷ء سے بڑھ کر ہے جو

13492 1

Marfat.com

صرف ایک فصل خریف کی عدم پیداوار سے رونما ہوئی تھی اور حالت موجودہ میں تین سال زیادتی بارش و سال حال کی کمی بارش سے پیدا ہو رہی ہے۔ یہ حالت سخت نازک ہے۔ خدا آبرو رکھے۔ آج کل نرخ غلہ بازار امانی گنج (سندیلہ کے غلہ کے بازار کا نام۔ ہاشمی) سندیلہ حسب ذیل ہے۔

" گندم ۔ ۱۱½ سیر، بجھڑا ۔ ۱۵½ سیر، نخود ۔ ۱۵ سیر، باجرہ ۔ ۱۴ سیر، جوار کلاں ۔ ۱۶ سیر، جوار خوردہ ۱۵½ سیر دھان ۔ ۲۲ سیر، چاول ۱۴ سیر، ماش ۱۳ سیر، مونگ ۔ ۱۱½ سیر"

۲۲ مئی ۱۸۹۶ء۔ اب کے سال غلہ کی کمی پیداوار سے سخت گرانی ہے۔ اس وقت فصل میں نرخ گیہوں کا ۱۲ سیر ہے۔ لیکن اس کی شان رزاقی کو دیکھنا چاہیے کہ امسال خربزہ و تربوز کی فصل اس قدر افراط ہے کہ ایک پیسہ کی پنج سیری بھر خربزے ملتے ہیں جس سے انسان کو دوپہر کے لیے ایک پیسہ میں سیری ہو جاتی ہے اور فصل انبہ بھی افراط سے ہے۔ اس سے بھی آئندہ بہت مدد ملے گی۔

۶ اگست ۱۸۹۶ء۔ تین ہفتہ سے بارش نہیں ہوئی جس سے جوار کلاں بالکل خشک ہو گئی اور رقم دھان نصف رہ گئی۔ ہنوز کپاس اور جوار خورد کی حالت اچھی ہے۔ اگر دو چار روز میں بارش ہو گئی۔ کاشتکاران دیہات کی حالت قابل بیان نہیں جو فاقہ پر فاقہ کر رہے ہیں اور خرابی فصل کو دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں جو سڑک سندیلہ۔ بانگرمئو بغرض رفاہ عام درست ہو رہی ہے اس پر سات سو آدمی کام کرتے ہیں ... حسب ذیل اجرت مرمت سڑک کی ملتی ہے۔ مرد ۔ ۵ پیسہ، عورت ۔ ۴ پیسہ، لڑکا ۳ پیسہ اور جو لوگ بوجہ شدت ضعف جسمانی بوجہ فاقہ کشی کے کام نہیں کر سکتے ہیں ان سب کو کھانا دیا جاتا ہے جن کی تعداد قریب ۱۳۲ کے ہو گی۔ پکی ہوئی روٹی و دال فی کس ۳ پاؤ کے حساب سے ان کو مفت ملتی ہے اور لڑکوں کو پاؤ سیر سے آدھا سیر تک۔ ان لوگوں کی حالت ایسی تباہ ہے کہ چند قدم نہیں چل سکتے۔ ان کی صورتیں خوفناک معلوم ہوتی ہیں۔ صرف ہڈی چمڑا جسم میں باقی ہے۔ امید ہے کہ گورنمنٹ کی بدولت ان کی زندگی ہو جاوے۔

۱۱ اگست ۱۸۹۶ء۔ آج کمیٹی خاص میونسپل بصدارت منشی رحمت اللہ تحصیلدار سندیلہ کے ہوئی۔ جس میں یہ طے ہوا کہ ممبران میونسپل بورڈ من جانب گورنمنٹ باری باری ایک روز اپنے اہتمام و نگرانی میں کھانا محتاجوں کو تقسیم کراویں۔ چنانچہ یہ لنگر ۷ اگست کو قائم ہوا اور کل ۱۲ اگست کو راجہ درگا پرشاد صاحب کے اہتمام میں تقسیم ہو گا۔

۲۴ ستمبر ۱۸۹۶ء ... یہ عجیب وقت ہے کہ آج کل تمامی ہندوستان میں بہ باعث امساک باراں و عدم پیداوار فصل سخت گرانی و نوبت قحط کی پہنچ گئی ہے کہ صدہا آدمی فاقہ سے مر رہے ہیں۔ فقیروں کی یہ کثرت ہے کہ

Marfat.com

تمام دن اور گیارہ بجے رات تک ان کے سوالوں سے نجات نہیں ملتی۔ حالانکہ میں نے اپنے گھر کا بندوبست کر رکھا ہے کہ کچھ غلہ اپنی نگاہ کے سامنے رکھوالیا ہے اور ملازموں پر تاکید ہے کہ جو سائل آوے وہ خالی نہ پھیرا جاوے لیکن کہاں تک دیا جاوے۔ بعض وقت نوکر بھی تنگ آکر جواب دینا جائز رکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں تین قسم کی صعوبتیں نازل ہوئی تھیں۔ اول حاکم ظالم، دوسرے ہیضہ وبائی کی شدت، تیسرے قحط کی صعوبت جس سے خلق اللہ کو سخت پریشانیوں کا سامنا ہوا تھا۔ آج کل میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تو وہی کیفیت تمامی ہندوستان کی ہو رہی ہے اور جابجا لوٹ مار، ڈاکہ زنی شروع ہو گئی ہے آج کی تاریخ میں نرخ بازار سندیلہ کا حسب ذیل ہے۔

"گندم ۸½ سیر، نخود ۱۱½ سیر، بجھرا ۱۰¾ سیر، جو ۱۱ سیر، مکائی ۱۲¼ سیر، کاکن ۱۴ سیر، منڈوی سرخ ۱۳ سیر، دھان۔ یک من یعنی ۱۶ سیر، ماش ۱۰½ سیر یہ گرانی ۱۸۷۷ء سے بھی بڑھ کر ہے جب کہ گیہوں کا نرخ ۱۰ سیر کا تھا۔

۲ اکتوبر ۱۸۹۶ء۔ کیفیت امساک باراں بدستور ہے۔ آسمان بالکل صاف ہے بظاہر کوئی آثار بارش کے نظر نہیں آتے۔ رقم خریف وکنوار دا اگہن جاتی رہی۔ اب اگر خدا نخواستہ ہفتہ عشرہ میں پانی نہ ہوا تو کاشت ربیع بھی غیر ممکن ہو جاوے گی اور سخت قحط کا سامنا ہو گا جو ناقابل برداشت متصور ہے۔ ابھی سے لوٹ مار شروع ہو گئی ہے۔ شہر آگرہ کی غلہ کی منڈی لنگلوں نے لوٹ لی اور انتظام پولیس کچھ کارگر نہ ہوا۔ جب لوگ بھوکوں مر رہے ہوں تو جو کچھ کر نہ گزریں تعجب ہے۔ بقول مشہور مرتا کیا نہ کرتا۔ ہیضہ بھی بہت سے مقاموں پر تیزی کے ساتھ چل رہا ہے جس سے ہزاروں بندۂ خدا ضائع ہو رہے ہیں۔ اس زمانہ سخت قحط سالی میں لارڈ ایلگن وائسرائے ہند ہیں اور سر اینٹنی میکڈانلڈ صاحب ہمارے صوبہ کے لفٹینٹ گورنر اور مسٹر ڈسوئل صاحب و مسٹر مکنٹاش صاحب قائم مقام ڈپٹی کمشنر ہردوئی و لکھنؤ ہیں اور ہماری تحصیل کے تحصیلدار شیخ رحمت اللہ ساکن شہر الہ آباد ہیں۔ مشہور عام ہے کہ اعلیٰ سے ادنیٰ تک جملہ حکام خوش نیت نہیں بلکہ جابر و بدنیت ہیں۔ ایسی حالت میں اللہ رحم کرے۔

۱۶ اکتوبر ۱۸۹۶ء تفصیل قحط جو ہندوستان میں پڑے۔

۱۔ ۱۷۷۰ء ایسٹ انڈیا کمپنی: یہ قحط صوبہ بنگال میں پڑا تھا۔ کاشتکاروں نے اپنے بیل بیچ ڈالے تھے۔ گداگری کرتے تھے اور مقدار قلیل غلہ کے عوض اپنی اولاد فروخت کرتے تھے۔ زندہ مُردوں کو کھاتے تھے اور ہر قسم کی سخت بیماری وبائی پیدا تھی جس سے ایک ملت نذار دہو گئی۔

۲۔ ۱۷۸۳ء وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل: اضلاع مغربی و شمالی و اودھ میں یہ قحط پڑا تھا اودھ میں جو چھ سیر کا بکتا تھا حالانکہ معمولی نرخ غلہ وہاں ہمیشہ فی روپیہ ڈیڑھ من پختہ تھا۔ بیماری وبا بھی ساتھ تھی۔

Marfat.com

۳- ۱۸۳۷ء ایسٹ انڈیا کمپنی: یہ قحط کل ہندوستان میں ایسا ہیبت ناک تھا کہ اس کی رو سے لوگ اپنی عمر کا اس وقت حساب لگاتے تھے۔

۴- ۱۸۶۶ء ملکہ وکٹوریہ: یہ قحط مساوی قحط ۱۸۷۷ء کے تھا لیکن گورنمنٹ نے بہت سے کام رفاہ عام نہر و پل جاری کیے جس سے اس کا کچھ زیادہ اثر نہیں ہوا۔

۵- ۱۸۷۳-۷۴ء سر جارج کیمبل لفٹیننٹ گورنر بنگالہ: یہ قحط بہار و بنگالہ میں پڑا تھا جس سے زراعت خشک ہو گئی تھی۔

۶- ۱۸۷۷ء لارڈ لٹن صاحب گورنر جنرل: جاری ہونے کام رفاہ عام بہت بڑی مدد ملی۔ ۱۰ سیر کا گندم اس وقت میں فروخت ہوتا تھا۔ اگرچہ یہ قحط عام تھا لیکن صرف فصل خریف بوجہ نہ ہونے پانی کے بوئی نہیں گئی تھی لیکن ربیع بہت عمدہ ہوئی کہ عین وقت بونے و پکنے غلہ کے دو پانی ہو گئے تھے۔

۷- ۱۸۹۶ء لارڈ الجن صاحب گورنر جنرل: یہ قحط تمامی ہندوستان میں ہے جس سے ایک عام پریشانی پیدا ہے۔ خریف جس قدر بوئی گئی تھی وہ بوجہ امساک باراں بہت کم ہوئی اور کاشت ربیع کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ یہ بہت طویل قحط ہے۔ لوگ الحاج و مدد کو چیخ رہے ہیں۔ بازار موت گرم ہے۔ اگرچہ گورنمنٹ اجرائے کام رفاہ عام میں بڑی فیاضی کر رہی ہے۔

۱۴ نومبر ۱۸۹۶ء: تمامی ہندوستان میں سخت گرانی و قحط ہے۔ گرانی اسے کہتے ہیں جب نرخ معمولی سے غلہ کمی کے ساتھ فروخت ہو اور قحط اسے کہتے ہیں کہ جب اس مقام کے باشندوں کے استعمال کے لیے غلہ کافی موجود نہ ہو۔ چنانچہ شولہ پور احاطہ بمبئی میں نرخ جوار فی روپیہ ساڑھے تین سیر کا ہے جس کی وجہ سے لوٹ مار ہو رہی ہے۔ اکثر مقاموں پر ڈاکوؤں کا مقابلہ ہوا اور بلوائی مارے گئے۔ اگر اس عرصہ میں بارش نہ ہوئی تو سخت مصیبت کا سامنا ہوگا اور لوگوں کو اپنی حفاظت دشوار ہو جائے گی۔ دیکھنے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ بوجہ خشک سالی موسم گرما کی جو چیزیں گرمی میں پیدا ہوتی تھیں وہ اس موسم میں پیدا ہونے لگیں۔ ضلع رائے بریلی میں مہوہ ٹپک رہا ہے اور بازاروں میں بکنے آتا ہے اور آم پختہ برابر فروخت ہوتے ہیں۔ اور نکولی تو سندیلہ میں پھلیں اور ٹپکیں جن کو میں نے خود دیکھا ہے۔ ایسا وقت میری نگاہ سے نہیں گزرا اور مسن لوگ یہ کیفیت دیکھ کر متعجب ہیں۔

ایک وبائی مرض: ۳ جنوری ۱۸۹۷ء آج کل شہر بمبئی اور اس کے حوالی شہروں سورت۔ پونا کراچی میں وبائے بد مشابہ طاعون کے ہے بہت پھیلی ہوئی ہے صدہا آدمی بالمرہ مبتلا و ضائع ہوتے ہیں۔

Marfat.com

خاص شہر بمبئی کے دس ہزار آدمی اس وقت تک ضائع ہو چکے ہیں۔ تکلیف اس کی یہ ہے کہ بُن ران یا گردن میں دفعتاً ورم پیدا ہو کر شدت سے بخار آتا ہے اور ایک دو روز میں مریض مر جاتا ہے۔ ڈاکٹر علاج سے سخت عاجز ہیں اور ہزاروں باشندے دوسرے شہروں میں چلے گئے اور جا رہے ہیں۔ کچہریاں بند اور دوکانداروں نے اپنی دوکانوں پر نوٹس لگا دیا ہے کہ ہم نے وبا کے باعث دوکانیں بند کردی ہیں اور باہر جاتے ہیں۔

زلزلہ: ۱۲ر جون ۱۸۹۷ء۔ آج ۴ ۱/۲ بجے زلزلہ شدید آیا جس کا قیام قریباً ایک منٹ رہا۔ میں اپنی کوٹھی میں بیٹھا ہوا آمدنی آکڑائی کی جانچ کر رہا تھا۔ میرے پاس چند آدمی اور بھی بیٹھے تھے جو یہ کیفیت دیکھ کر باہر نکل گئے۔

۱۶ر جون ۱۸۹۷ء۔ ...۔ جو زلزلہ ۱۲ر جون کو آیا تھا اسی سے کلکتہ اور آسام میں بہت کچھ ضرر پہنچا۔ صدہا جانیں ضائع ہوئیں اور بڑے بڑے مکانات گر گئے۔ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ کو کبھی ایسا ضرر نہیں پہنچا تھا جو اس مرتبہ زلزلہ سے کیفیت ویرانی پیدا ہے۔ مکانوں کے گرنے سے علاوہ خانہ بربادی کے اکثر لوگ ہندوستانی اور یوروپین ضائع ہوئے۔

قحط: ۱۷ر جون ۱۸۹۷ء۔ ہفتہ مختتمہ ۹ مئی میں حسب ذیل آدمی کارِ رفع تکلیف ہندوستان میں تھے۔ مدراس ۱٫۰۸۶۰۴۰، بمبئی۔ ۳۵۰۰۰۲، بنگال۔ ۸۳۳۴۴۷، ممالک مغربی شمالی و اودھ ۱۵۴۴۴۲۵۔ پنجاب۔ ۶۶۳۹۶۳، ممالک متوسط۔ ۷۶۹۴۵۸، برہما۔ ۱۸۲۷۷، برار۔ ۳۰۴۷۲، حیدر آباد۔ ۴۰۵۲۷، وسط ہند۔ ۱۲۸۴۵۴، راجپوتانہ۔ ۲۰۶۵۰، کل۔ ۴۱۶۱٫۲۴۹۔

نرخ غلہ: ۲۴ر جولائی ۱۸۹۷ء۔ بمعائنہ اخبار انجمن ہند ہفتہ گزشتہ کے واضح ہوا کہ جب ملکہ وکٹوریہ کا جشن تخت نشینی واقعہ ۲۱ر جون ۱۸۳۷ء ہوا تھا اور جب جشن جوبلی ۲۲ر جون ۱۸۹۷ء کو ہوا تو نرخ غلہ دونوں زمانہ کا ہندوستان میں حسب ذیل تھا۔

نام جنس	نرخ بر وقت جلوس ملکہ معظمہ ۲۱ر جون ۱۸۳۷ء	نرخ غلہ بر وقت جشن جوبلی واقعہ ۲۲ر جون ۱۸۹۷ء
گندم	یک من ۵ سیر بحساب نمبری	۹ ۳/۴ سیر بحساب نمبری
نخود	یک من ۵ سیر 〃	۱۰ سیر 〃
بجھڑا	یک من ۲۰ سیر 〃	۱۱ سیر 〃
جَو	یک من ۲۰ سیر 〃	۱۱ ۳/۴ سیر 〃
باجرہ	یک من ۵ سیر بحساب نمبری	۷ ۱/۲ سیر بحساب نمبری
ماش	یک من ۱۰ سیر 〃	〃
مونگ	یک من ۱۵ سیر 〃	۶ ۳/۴ سیر 〃
ارہر	یک من 〃	۱۰ ۳/۴ سیر 〃
جوار	یک من ۱۰ سیر 〃	۱۰ ۱/۴ سیر 〃

Marfat.com

نام جنس	نرخ بروقت جلوس ملکہ معظمہ ۲۱ جون ۱۸۳۷ء	نرخ غلہ بروقت جشن جوبلی واقعہ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء
چاول	۲۰ سیر بحساب نمبری	۸ ۱/۴ سیر بحساب نمبری
گڑ	۱۳ سیر "	۸ ۳/۴ سیر "
گھی	۴ ۱/۲ سیر بحساب نمبری	۱ ۱/۲ سیر بحساب نمبری
تیل	۱۴ سیر "	۳ ۱/۲ سیر "

سرحد: ۲۵ اگست ۱۸۹۷ء۔ آج کل سرحد مالاکنڈ و ٹوچی پر انگریزوں سے سخت لڑائی ہو رہی ہے اور ہندوستانی فوج بغرض مقابلہ برابر جا رہی ہے۔ اگرچہ امید نہیں تھی کہ مجاہدین لوگ ظفریاب ہوں گے جن کے پیشوا ملا ہڈا ہیں۔ لیکن یہ بات اخباروں سے ضرور معلوم ہوتی ہے کہ سرکاری فوج کو بہت نقصان پہنچا۔

۲۸ نومبر ۱۸۹۷ء۔ سرحدی لڑائی آفریدیوں اور برٹش گورنمنٹ سے ابتدا ۷ جنوری ۱۸۹۷ء میں شروع ہوئی تھی وہ اب تک بدستور قائم ہے اور ۶۵ ہزار فوج سرکاری مقامات سرحد پر موجود ہے۔ سرکاری فوج اور اس کے افسر بہت سے مارے گئے۔ بالفعل یہ مقابلہ تیراہ میں ہو رہا ہے اور اب برف پڑنا شروع ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے سرکاری فوج کا اب زیادہ قیام وہاں مشکل نظر آتا ہے۔

۷ دسمبر ۱۸۹۷ء۔ ۱۹ نومبر کو مہاراجہ پرتاپ سنگھ وزیر اعظم جودھپور جنگ سرحدی میں زخمی ہوئے۔ ہاتھ میں گولی لگی۔ یہ جنگ انگریزوں اور آفریدیوں سے ہو رہی ہے اور مہاراجہ صاحب انگریزوں کی کمک پر گئے تھے۔

۱۲ دسمبر ۱۸۹۷ء۔ یکم دسمبر کے پرچہ ہندوستانی اخبار لکھنؤ سے واضح ہوا کہ ۱۹ جون سے ۱۰ نومبر تک جنگ سرحدی آفریدیوں میں حسب تفصیل ذیل برٹش افسر اور سپاہی مقتول و مجروح ہوئے۔

ملٹری سررشتہ اسٹاف کے افسر ۲ ہلاک ۶ مجروح، رجمنٹ کے افسر ۲۷ ہلاک ۷۰ مجروح، برٹش عہدہ دار و سپاہی ۵۹ ہلاک ۲۴۰ مجروح، دیسی افسر ۶ ہلاک ۲۲ مجروح، دیسی عہدہ دار و سپاہی ۲۳۶ ہلاک ۶۵۵ مجروح، شاگرد پیشہ ۹ ہلاک ۲۲ مجروح۔ کل ۳۳۹ ہلاک ۱۰۰۸ مجروح۔

اگرچہ قتل و مجروح بہت سے لوگ ہوئے لیکن یہ لڑائی کا اصول ہے کہ آدمی کم کر کے لکھائی جاتی ہے۔

سورج گرہن: ۲۲ جنوری ۱۸۹۸ء۔ آج سورج گرہن بعد ۱۲ بجے کے پڑنا شروع ہوا اور ۳ بجے ختم ہو گیا۔ قصبہ ہذا میں میرے خیال میں ۳ ربع سے زائد نہیں پڑا جس کی بابت لوگ اندیشہ کرتے تھے کہ کل پڑے گا۔ تاریکی ہو جائے گی اور ستارے نمایاں ہوں گے اور چڑیاں اپنے گھونسلوں میں چلی جائیں گی۔ لیکن یہ کوئی بات نہیں ہوئی۔

وفات سرسید: ۳۰ مارچ ۱۸۹۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲۷ مارچ یوم یکشنبہ

Marfat.com

۱۱ بجے رات کو سر سید احمد خاں صاحب بانی علی گڑھ کالج نے بعمر اکیاسی سال رحلت کی۔ ۴؍اکتوبر ۱۸۱۷ء کو پیدا ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں میں اس قدر ذی وقعت شخص زمانہ حال میں کم گزرے ہیں۔ آپ کے کالج کے ملاحظہ کیلئے اکثر لفٹیننٹ گورنر و وائسرائے کشور ہند تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے محل نہ ہوگا کہ مرحوم مسلمانوں میں آفتاب ہند تھے۔

شادی دختر وائسرائے: ۲۷؍ستمبر ۱۸۹۸ء۔ لارڈ ایلگن نائب السلطنت کشور ہند کی بیٹی مسماۃ الزبتھ بروس کی شادی مسٹر ٹپنگ پرائیویٹ سکریٹری گورنر جنرل سے ہوئی۔

لارڈ کرزن: ۴؍جنوری ۱۸۹۹ء۔ ۳۰؍دسمبر کو لارڈ کرزن صاحب نائب السلطنت داخل بمبئی ہوئے جہاں سے ۶؍جنوری کو کلکتہ پہنچ کر چارج وائسرائے کشور ہند لارڈ ایلگن صاحب سے حاصل کریں گے صاحب ممدوح تجربہ کار شخص ہیں اور کئی مرتبہ بطور سیاحت ہندوستان تشریف لا چکے ہیں۔

۶؍جنوری ۱۸۹۹ء۔ آج لارڈ و لیڈی کرزن صاحب وائسرائے کشور ہند نے چارج باضابطہ لارڈ ایلگن صاحب کنارہ کش وائسرائے ہندوستان کا لیا اور صاحب آخر الذکر اسی وقت کلکتہ سے جہاز پر واسطے روانگی ولایت کے سوار ہوئے اور یہ کارروائی ۹ بجے صبح کو عمل میں آئی۔

بمبئی میں طاعون: ۱۹؍فروری ۱۸۹۹ء۔ تین برس ہو چکے ہیں مگر اس وقت تک عارضہ طاعون بمبئی سے دور نہیں ہوا بلکہ وہ مختلف شہروں مدراس، کراچی، لاہور وغیرہ میں پھیلتا جاتا ہے اور کوئی تدبیر اس کے دفع ہونے کی موثر نہیں ہوتی باوجودیکہ جرمن، فرانس، لندن اور بہت سے یورپین سلطنتوں کے تجربہ کار ڈاکٹر بمبئی میں آئے اور ہر قسم کی جانچ کی لیکن کوئی دوا مفید ثابت نہیں ہوئی اور وہ بدستور بمبئی میں اپنی شورش کر رہا ہے۔

وفات عبدالحق خیرآبادی: ۱۱؍مارچ ۱۸۹۹ء۔۔۔۔ ۶؍مارچ کو مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی نے بعوارض چند در چند رحلت کی۔ مرحوم بہت بڑے عالم متقی تھے اور دو سو روپیہ ماہوار ریاست رام پور سے وظیفہ پاتے تھے۔ مولوی صاحب کی شہرت تمام ہندوستان میں تھی۔

ملکہ معظمہ: ۲۴؍مئی ۱۸۹۹ء۔ آج کی تاریخ میں ملکہ قیصرہ ہند پورے اسی برس کی ہوئیں۔ سچ یہ ہے کہ یہ ملکہ نہایت خوش اقبال بادشاہزادی ہیں جن کے عہد میں صدہا ممالک مفتوح ہو کر قبضہ میں آئے۔

امساک باراں: ۹؍ستمبر ۱۸۹۹ء۔ امساک باراں کی عام شکایت ہے۔ احمد آباد (گجرات) میں سخت قحط پڑا ہوا ہے کہ وہاں کے لوگ ترس ترس مرنے کے عوض اپنی ہلاکت کو پسند کرتے ہیں بلکہ ایک شخص نے اپنا گلا کاٹ کر اپنے کو ہلاک کیا۔

Marfat.com

قحط: ۱۲ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ کئی روز سے ابر محیط آسمان ہے لیکن پانی نہیں برستا۔ رقم دھان خشک ہوئی جاتی ہے... آثار قحط پیدا ہیں۔ یہ حالت تو اودھ کی ہے لیکن اور حصہ ہندوستان میں کام قحط شروع ہو گیا ہے میں نے ایسا جلد قحط تو تاریخ ہندوستان میں کہیں نہیں دیکھا۔ ایک کو ابھی دو سال نہیں گزرے تھے کہ دوسرا نمودار ہو گیا۔ پروردگار عالم اپنی خلقت پر رحم کرے۔

مردم شماری: ۲۸ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو تمام ہندوستان کی مردم شماری ہوئی تھی۔ ۲۸ کروڑ دس لاکھ مرد و عورت ہیں۔ منجملہ ان کے انگریزی عملداری میں ۲۲ کروڑ پانچ لاکھ اور ریاستوں میں ۶ کروڑ پانچ لاکھ آباد ہیں۔ جو مردم شماری ۱۸۸۱ء میں ہوئی تھی۔ اسکے مطابق ۲ کروڑ نو لاکھ آدمیوں کی ترقی ہوئی

بارش و قحط: ۷ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ دیکھئے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ دارجلنگ متصل کلکتہ میں اس قدر شدید بارش ہوئی کہ پہاڑ کو جنبش ہو گئی جس سے چار سو جانیں تلف ہو گئیں اور صدہا مکانات گر گئے اور اس کے رہنے والے اسی کے اندر دفن ہو گئے۔ راستہ آمد شد ہنوز بند ہے۔ عجب حال دنیا کا ہے کہ کہیں تو اس قدر بارش ہو رہی ہے کہ لوگ اس سے اماں مانگ رہے ہیں اور کہیں اس قدر کمی ہے کہ عدم پیداوار غلہ و گھاس سے بغرض رفاہ عام کام قحط کا جاری ہے۔ عجب کارخانہ ایزدی ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

۱۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ چونکہ ریاست ہائے راجپوتانہ میں اور نیز بعض حصص ممالک مغربی شمالی میں کمی بارش سے قحط پیدا ہے لہٰذا اکثر ڈاکہ زنیاں بوجہ گرانی غلہ ہو رہی ہیں۔ ڈاکوؤں نے جس موضع کو تاکا فوراً وہاں رات کو پہنچ گئے اور جو پایا لوٹ لے گئے۔

۱۹ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ چونکہ جودھپور وغیرہ راجپوتانہ میں قحط پڑا ہوا ہے لہٰذا بہت سے مارواڑی اپنا وطن چھوڑ کر اس ضلع میں آگئے ہیں اور شب و روز بھیک مانگ کر اپنی گزر کرتے ہیں۔ نرخ یہاں کا حسب ذیل ہے۔

گندم ۔ ۴ ½ سیر، نخود ۵ ½ سیر، جو ۵ ½ سیر، مکائی ۵ ½ سیر، جوار ۵ ½ سیر، باجرہ ۴ سیر، روغن زرد ۱ سیر عمدہ صاف پانی فی روپیہ ۲۵ گھڑے۔ میلا و گندہ پانی فی روپیہ ۵۰ گھڑے۔

کانگریس: ۴ جنوری ۱۹۰۰ء.... مسٹر کاکس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہردوئی حسب منشا گورنمنٹ بذریعہ پولیس سندیلہ اس بات کی تفتیش کرا رہے ہیں کہ رؤسائے سندیلہ سے کون کون لوگ شریک جلسہ کانگریس ہوئے جو میدان شاہ مینا صاحبؒ (لکھنؤ) میں ۲۷ دسمبر تک تین روز منعقد رہا اور جس کے پریسیڈنٹ مسٹر دت بنگالی تھے جو اس کام کے لیے ولایت لندن سے آئے تھے جہاں وہ کسی مدرسے کے پروفیسر ہیں۔

Marfat.com

ان کی اسپیچ آج اودھ اخبار میں میں نے دیکھی جو نہایت پُر مضمون تھی۔

طاعون کانپور میں: ۱۲ اپریل ۱۹۰۰ء۔ آج کل طاعون نے کانپور میں خروج کیا ہے اور بوجہ کاروائی انسدادی کہ اشخاص مبتلا شدہ شہر کے باہر جھونپڑیوں میں رکھے جاویں وہاں کے متمول لوگوں کو خلاف ہوا اور ہنود و مسلمانوں نے باہم اتفاق کر کے چند پولیس مین اور ایک ہیڈ کانسٹبل کو جو محافظ جھونپڑوں کے تھے مار ڈالا اور ان کو اسی جھونپڑوں میں آگ لگا کر جلا دیا جس سے ایک عام بلوہ ہوگیا اور ہزاروں آدمی متفق ہوگئے کہ ہم ایکٹ نمبر ۳/۱۸۹۷ء قانون کی شرائط کو قبول نہیں کرسکتے کہ ہماری اولاد اور عورتیں بحالت بیماری شہر کے باہر رکھی جائیں اور کیفیت غدر کی پیدا ہوگئی۔ بظہور اس امر کے فوراً لفٹیننٹ گورنر بذریعہ خاص ٹرین نینی تال سے کانپور تشریف لائے۔ کارروائی دفعیہ غدر میں مصروف ہوئے اور قواعد طاعون کے ترمیم فرمائے جس کا یہ منشا ہے کہ جو لوگ مبتلائے طاعون ہوں وہ اپنے مکان کے کسی علیحدہ حصہ میں رکھے جاویں اور جن لوگوں سے ان کا عقیدہ ہو علاج کریں اور اگر اس مکان میں گنجائش ایسی نہ ہوئی کہ مریض علیحدہ رکھا جاسکے تو کسی اور علیحدہ مکان میں وہ رکھا جاوے اور اگر ایسا مکان بہم نہ پہنچے تو جنرل اسپتال میں قیام کرے اور اپنی مرضی کے موافق جس شخص کا چاہے علاج کرے۔ پولیس و ڈاکٹر کوئی مزاحمت نہ کریں گے۔

۱۴ مئی ۱۹۰۰ء۔ آج کل تین آفتیں ہندوستان میں پیدا ہیں۔ اول طاعون جو پانچ سال سے ابتداءً بمبئی میں تھا بعدہٗ ہندوستان کے اور شہروں میں پھیل گیا۔ اب قریب ہندوستان کے کل اضلاع میں ہے۔ حتیٰ کہ اضلاع مغربی و شمالی و اودھ میں بھی آگیا ہے اور ضرر پہنچا رہا ہے جس کے انسداد کی تدبیریں گورنمنٹ شدہ کے ساتھ کر رہی ہے۔ ڈاکٹروں اور پولیس پر دارومدار ہے کہ جہاں کسی ڈاکٹر نے کسی کو ذرا بیمار دیکھا یا اس کو معمولی بخار میں مبتلا پایا فوراً ریل سے اتار لیا اور پولیس کے حوالہ کر دیا اور پولیس نے اس کو جھونپڑوں میں بھیج دیا جو بیرون شہر بنائے گئے ہیں۔ یا کسی شخص کو پولیس نے بیمار دیکھا فوراً اس کو طاعون کے جھونپڑوں میں داخل کر دیا۔ اگر احیاناً اس نے پولیس کو کچھ دیدیا تو مخلصی پائی ورنہ دس دن تک انھیں جھونپڑوں میں مبتلائے صعوبت رہا جس کی وجہ سے جابجا بلوے ہوگئے اور ہو رہے ہیں۔ دوسرے قحط جو بہ استثنائے اودھ چند اضلاع مغربی و شمالی کے کل ہندوستان میں مسلط ہے کہ لوگ فاقوں سے مر رہے ہیں۔ تیسرے اب ہیضہ نے خروج کیا ہے۔ ہزاروں آدمی مر گئے اور صدہا مبتلا ہو کر بالمرہ مرتے ہیں۔ چوتھا امر اگرچہ ہندوستان سے متعلق نہیں ہے وہ جنگ ٹرانسوال افریقہ ہے جہاں گورنمنٹ کا بہت نقصان ہوا۔ اب بموجب اخبار کے تیس ہزار فوج اس وقت تک ضائع

Marfat.com

ہو چکی ہے اور ہنوز لڑائی ختم نہیں ہے اور علاوہ ضائع ہونے جانوں کے کروڑہا روپیہ صرف ہوگیا اور ہوتا جاتا ہے۔ یہ ایسے آثار بد ہیں کہ جن کا انجام بخیر نظر نہیں آتا۔

ناگری: ۱۶ مئی ۱۹۰۰ء۔ گورنمنٹ نے جو رزولیوشن اپنے گزٹ مورخہ ۱۸ اپریل میں نسبت رواج حروف ناگری کے جاری کیا ہے اس کی وجہ سے کل بڑے بڑے شہروں میں کمیٹیاں ہو رہی ہیں اور لفٹیننٹ گورنر و گورنمنٹ ہند کو میموریل بھیجے جا رہے ہیں کہ ناگری کا دفاتر سرکاری میں جاری ہونا مناسب نہیں ہے جس کی وجہ سے تکلیف زائد ہوگی۔

ہندوستان کے قحط: جس قدر قحط ہندوستان میں ہوئے ہیں منجملہ ان کے گزشتہ ۱۳۱ سال کے قحطوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ موجودہ قحط کیا چیز ہے:

نمبر شمار	سنہ	قحط زدہ علاقہ	قحط زدہ رقبہ
۱۔	۱۷۷۰ء	بنگال	ایک لاکھ مربع میل
۲۔	۱۷۹۱ء	مشرقی مدراس، حیدر آباد، گجرات، مارواڑ، جنوبی بہار، اڑیسہ	دو لاکھ "
۳۔	۱۸۰۳ء	دکھن حیدر آباد	$1\frac{1}{2}$ لاکھ "
۴۔	۱۸۰۴ء	ممالک مغربی و شمالی، وسط ہند و راجپوتانہ	ایک لاکھ "
۵۔	۱۸۲۴ء	شمالی مدراس	۸۰ ہزار "
۶۔	۱۸۲۵ء	بمبئی، گجرات و شمالی دکن	۸۰ ہزار "
۷۔	۱۸۳۷ء	ممالک مغربی و شمالی، مشرقی ریاست ہائے راجپوتانہ، مشرقی پنجاب	۸۰ ہزار "
۸۔	۱۸۳۸ء	دوآبہ، ممالک مغربی و شمالی، دہلی و حصار ڈویژن	۸۰ ہزار "
۹۔	۱۸۴۰ء	گجرات، کچھ و کاٹھیاوار	۵۰ ہزار "
۱۰۔	۱۸۶۱ء	دوآبہ، ممالک مغربی و شمالی، دہلی، حصار و ایک حصہ راجپوتانہ	۵۰ ہزار "
۱۱۔	۱۸۶۵ء	اضلاع گنجام، بلاری، اڑیسہ، بہار، میسور، حیدر آباد، بمبئی، وسط ہند و بنگال	دو لاکھ "
۱۲۔	۱۸۷۲ء	راجپوتانہ، پنجاب و مابین جمنا و سندھ، شمالی و مشرقی اضلاع ممالک متوسط	دو لاکھ "
۱۳۔	۱۸۷۳ء	مغربی راجپوتانہ، اضلاع الہ آباد، دہلی، حصار، گجرات، کچھ، چند اضلاع ممالک متوسط	
۱۴۔	۱۸۷۴ء	بہار، یو، پی	۵۵ ہزار "
۱۵۔	۱۸۷۶ء	مدراس، دکھن، میسور، حیدر آباد	۵۵ ہزار "

Marfat.com

نمبر شمار	سنہ	قحط زدہ علاقہ	قحط زدہ رقبہ
۱۶-	۱۸۷۷ء	مدراس، میسور، بمبئی، حیدرآباد	۲½ لاکھ مربع میل
۱۷-	۱۸۷۸ء	ممالک مغربی وشمالی، کشمیر، پنجاب	۱½ لاکھ ″
۱۸-	۱۸۹۶ء	ممالک مغربی وشمالی و ممالک متوسط	
۱۹-	۱۸۹۷ء	ممالک مغربی وشمالی و سی پی	۳ لاکھ سے ۴ لاکھ ″
۲۰-	۱۸۹۹ء	جنوبی پنجاب، راجپوتانہ، سی پی، برار، وسط ہند، حیدرآباد، بمبئی، چھوٹا ناگپور، مدراس	
۲۱-	۱۹۰۰ء	جنوبی پنجاب، مشرقی سندھ، راجپوتانہ، وسط ہند، برار، سی پی، بمبئی، کاٹھیاواڑ، گجرات	۲ لاکھ سے ۷ لاکھ ″

اردو : ۱۹ اگست ۱۹۰۰ء کل بوقت ۷ بجے صبح کے ایک جلسہ اردو ڈیفنس بصدارت نواب مہدی علی صاحب محسن الملک بارہ دری قیصر باغ لکھنؤ میں منعقد ہوا جس کا یہ منشا تھا کہ جو رزولیوشن مسٹر میکڈانلڈ صاحب لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی واودھ نے ۱۸ اپریل ۱۹۰۰ء کو دربارۂ شائع اور رائج کرنے دیوناگری کے نافذ کیا ہے وہ منسوخ کیا جاوے۔ جس کی نسبت نواب صاحب نے ایک نہایت عمدہ و دلچسپ اسپیچ فرمائی جس کا اثر کل حاضرین پر بخوبی پڑا اور اس جلسہ میں قریب آٹھ نو ہزار آدمیوں کی شرکت تھی جو بطور قائم مقامان ہندوستان کے ہر ایک حصۂ ملک سے آئے ہوئے تھے اور یہ جلسہ نہایت خیر وخوبی کے ساتھ ختم ہوا اور رزولیوشن پاس ہوئے وہ بحضور گورنمنٹ بھیجے گئے کہ اہالی جلسہ کا یہ منشا ہے کہ اگر نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر نے اس عرضداشت کی کچھ سماعت نہ فرمائی تو اس کی اپیل وائسرائے ہند و وزیر اعظم ہندوستان کے حضور میں پیش کی جاوے گی۔

وفات امیر مینائی : ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۰ء منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو حیدرآباد میں قضا کی۔ مرحوم اردو زبان کے ایک مسلم الثبوت اور بے بدل شاعر تھے۔ ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے تھے اور بہ عمر ۷۳ سال قضا کی اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے۔

ملکہ معظمہ کا سوگ : ۱۲ فروری ۱۹۰۱ء۔ اشتہار لارڈ کرزن صاحب گورنر جنرل کشور ہند مشعر بدیں مضمون شائع ہوا کہ کل رعایا ہندوستان سے امید ہے کہ جناب ملکہ معظمہ کی وفات کا ۱۶ مارچ تک پورا اور ۱۷ اپریل تک نصف غم کریں اور ملازمین سول فوج و بحری وغیرہ ۴ جولائی ۱۹۰۱ء تک بائیں بازو پر سیاہ کپڑا باندھے رہیں۔

اسٹیشن بمبئی : ۱۱ مارچ ۱۹۰۱ء ... دنیا میں سب سے بڑا خوبصورت اور قیمتی اسٹیشن بمبئی کا وکٹوریہ ٹرمنس ہے۔

علی گڑھ کالج : ۱۵ جون ۱۹۰۱ء۔ علی گڑھ کالج سرسید احمد خاں مرحوم میں ایک انجمن قائم ہوئی ہے جس کا

Marfat.com

نام "انجمن الفرض" ہے۔ اس کا منشایہ ہے کہ چندہ ہر شہر و دیار سے وصول کر کے محتاج طلبا کے خورد و نوش کی کفالت میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ کالج مذکورہ کے چار طالب علم سید ابو محمد اور واجد حسین وغیرہ کل وارد سندیلہ ہوئے اور آج انھوں نے ایک جلسہ کمیٹی میونسپل ہال میں منعقد کیا جس میں بہت سے رؤسا شریک جلسہ ہوئے انھوں نے اسی قسم کی اسپیچیں کیں جن کا منشا میں اوپر ظاہر کر چکا ہوں۔ بعد ختم ہوتے ان اسپیچوں کے فہرست چندہ کھولی گئی۔

وفات حکیم عبدالمجید دہلوی: ۱۴ر جولائی ۱۹۰۱ء۔ تاریخ ۱۱ر جولائی کو حکیم عبدالمجید خاں مشہور طبیب دہلی نے عارضہ مرع میں انتقال کیا۔ چونکہ حکیم حاذق تھے اس وجہ سے رؤسائے اعظم ان سے علاج کرانے کو دہلی جایا کرتے تھے اور اگر وہ حسب طلب کسی راجہ مہاراجہ کے باہر جاتے تھے تو بڑی فیس بھی لیتے تھے۔ مرحوم حکیم محمود خاں صاحب نامی طبیب دہلی کے فرزند تھے۔ افسوس کہ ایسے نامی طبیب کی وفات سے دہلی خالی ہو گئی۔ حکیم صاحب بہت متمول آدمی تھے۔

بیواؤں کی مردم شماری: ۲۱ر جنوری ۱۹۰۲ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری کی رو سے بیوہ عورتوں کی تعداد دو کروڑ چھبیس لاکھ ستاون ہزار چار سو چھبیس ہے جس میں ہندو بیواؤں کی تعداد مع جینی مت کے ایک کروڑ چورانوے لاکھ ترپن ہزار پانچ سو چھیاسی ہے اور مسلمان و عیسائی وغیرہ بیواؤں کی تعداد بتیس لاکھ تین ہزار آٹھ سو چھیالیس ہے۔ اس ملک کی مردم شماری قریب تیس کروڑ کے ہے۔ اگر نصف مرد نصف عورتیں ہوں تو گویا دس کروڑ عورتوں میں قریب دو کروڑ کے بیوہ ہیں یعنی پانچ عورتوں میں ایک بیوہ۔ چونکہ تعداد بیواؤں کی بہت زائد ہے لہٰذا اگر اصلاح دہندگان قوم ان کے عقد ثانی کی جانب متوجہ ہو جائیں تو ایک سخت مشکل آسان ہو سکتی ہے۔

مردم شماری: ۷ر مارچ ۱۹۰۲ء۔ جو مردم شماری یکم مارچ ۱۹۰۱ء کو تمام ہندوستان کی ہوئی تھی اس کی رو سے اخبار پائنیر میں جو نقشہ جات شائع ہوئے ہیں اس کی تعداد حسب ذیل ہے،

مرد۔ چودہ کروڑ ننانوے لاکھ ترپن ہزار سات سو کسٹھ۔ عورتیں۔ چودہ کروڑ چوالیس لاکھ آٹھ ہزار ۹ سو گیارہ۔ کل آبادی۔ ۲۹ کروڑ تینتالیس لاکھ باسٹھ ہزار چھ سو بہتر آدمی ہیں۔ اس حساب سے پچپن لاکھ چوالیس ہزار ۸۵۰ آدمی بمقابلہ عورتوں کے زیادہ قرار پاتے ہیں۔

یو۔ پی: ۲۹۔ مارچ ۱۹۰۲ء۔ بموجب اشتہار گورنمنٹ محکمہ ۲۴ر مارچ ۱۹۰۲ء بحوالہ اشتہار ہوم ڈپارٹمنٹ کلکتہ مورخہ ۲۲ر مارچ اضلاع مغربی و شمالی و اودھ کا نام بدل کر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ رکھا گیا اور یہ تبدیلی

Marfat.com

بہ زمانہ لارڈ کرزن صاحب بہادر و لفٹیننٹ گورنری سر لاٹوش صاحب وقوع میں آئی جو قابل یادگار ہوگی۔ اب اضلاع مغربی و شمالی پشاور کے اضلاع قرار دیے گئے۔

<u>طاعون</u>: ۲۷ اپریل ۱۹۰۲ء۔ اب شکایت بیماری طاعون برابر ترقی کرتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں تو عرصہ سے اس کی شکایت پیدا ہے لیکن اب بہت سے اور مقامات میں اس بیماری کی مداخلت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ جو شہر یا قصبہ کنارے دریا کے واقع ہے وہاں اس کا قیام مدت تک رہتا ہے اور جب کسی قصبہ یا شہر میں اس بیماری کا خروج ہوتا ہے تو سب سے پہلے مرے ہوئے چوہے نظر پڑتے ہیں۔ ایسا ہونے پر اگر مکان فوراً خالی نہ کر دیا گیا اور ایک آدمی بھی اس گھر کا مرا تو اس گھر والوں میں کسی کی خیریت نہیں۔

<u>لارڈ کچنر</u>: ۲ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ ۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو لارڈ کچنر صاحب لندن سے داخل بمبئی ہوئے اور چارج پاور صاحب سے کمانڈر ان چیف ہندوستان سے چارج لیا۔ لارڈ صاحب کی عمر ۵۲ سال کی ہے اور بڑے نامی گرامی اور مشہور شخص ہیں۔ انھوں نے ملک مصر میں سوڈان فتح کیا تھا اور مہدی سوڈانی کا مقبرہ کھدوا کر پھینک دیا تھا اور جنوبی افریقہ کی جنگ ٹرانسوال میں یہی باعث صلح نامہ بوئیر لوگوں سے ہوئے۔ یورپ میں یہ شخص بہت مشہور ہے۔ دیکھا چاہیے کہ وہ ہندوستان میں کتنی ناموری حاصل کرتے ہیں۔

<u>جشن تاج پوشی</u>: یکم جنوری ۱۹۰۳ء۔ آج دہلی میں دربار بہت شان و شوکت سے ہوا اور یہی کیفیت ہر ضلع میں ہوئی یعنی فرمان شاہی پڑھا گیا اور لوگوں کو اعزاز حاصل ہوا۔

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء۔ جناب لارڈ کرزن صاحب گورنر جنرل کشور ہند ۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو بہ کمال تزک و احتشام والیان ملک کے جلوس کے ساتھ دہلی کو تشریف لائے تھے اور آج ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو بعد فراغت دربار وغیرہ بارادہ کلکتہ دہلی سے روانہ ہوئے۔ لارڈ صاحب بمقابلہ اور وائسرایوں کے کم عمر ہیں۔ غالباً ۴۵ سال کے اندر عمر ہوگی۔۔۔۔ آج کل اسپیشل ٹرینیں بوجہ واپسی روسا و والیان ملک برابر سندیلہ اسٹیشن سے گزر رہی ہیں کہ وے لوگ دہلی سے اپنے وطن کو جا رہے ہیں۔

<u>محصول نمک</u>: ۱۹ مارچ ۱۹۰۲ء۔۔۔۔ آج کے اخبار پائنیر سے معلوم ہوا کہ کرزن صاحب وائسرائے کشور ہند کی کونسل کی رائے ہے کہ نمک پر ڈھائی روپیہ فی من سے محصول گھٹا کر دو روپے فی من کر دیا جائے اور انکم ٹیکس جو پانچ سو سالانہ کے منافع پر لیا جاتا ہے اب ہزار روپیہ کے منافع پر لیا جائے گا اور جن لوگوں کا منافع پانچ سو روپے ہے وہ بری کیے جاویں گے۔ غالباً مارچ ۱۹۰۳ء کی کمیٹی سے اس کی بابت حکم صادر ہو جائے۔

Marfat.com

سرخی شفق: ۶ اپریل ۱۹۰۳ء میں دیکھتا ہوں کہ تھوڑے زمانے سے بوقت طلوع و غروب آفتاب جو سرخی شفق عموماً ہوا کرتی ہے اس کا قیام ڈیڑھ دو گھنٹے سے کم نہیں ہوتا حالانکہ اس قسم کی سرخی وقت طلوع و غروب آفتاب کے پندرہ یا بیس منٹ میں فرو ہو جاتی تھی۔ کتاب مہابھارت میں لکھا ہے کہ کورو اور پانڈو کی لڑائی کے قبل بھی ایسی ہی سرخی وقت طلوع و غروب آفتاب کے نمودار ہوا کرتی تھی جس کا انجام یہ ہوا کہ دونوں میں سخت لڑائی ہوئی اور لاکھوں آدمی کا کشت و خون ہوا کہ دریا خون کے بہے۔ لہذا میں خیال کرتا ہوں کہ جب سے اس سرخی کو ترقی ہوئی بیماری طاعون سے کئی لاکھ آدمی ضائع ہو گئے اور جو ہفتہ ۲۸ مارچ کو ختم ہوا ہے اس میں تمامی ہندوستان میں تعداد کشتگان ۳۰۰۰۰۸۷ آدمیوں کی فی ہفتہ ہے۔ پس مقام غور ہے کہ آغاز طاعون سے کہ جس نے ۱۸۹۶ء سے بمبئی میں خروج کیا ہے اس وقت تک کس قدر لوگ ضائع ہوئے ہونگے لیکن اب دو چار روز سے وقت طلوع و غروب آفتاب قیام سرخی کا کم رہتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ بیماری مذکور گھٹ جاوے۔ خدا ایسا ہی کرے۔

طاعون: ۶ مئی ۱۹۰۳ء ..... اودھ اخبار مورخہ امروزہ سے بحوالہ اخبار ٹیلی گراف انگریزی محررہ ۳ اپریل ۱۹۰۳ء واضح ہوا کہ جب سے طاعون ہندوستان میں شروع ہوا ہے اس کی سالانہ اموات حسب ذیل تمامی ہندوستان میں وقوع پذیر ہوئیں۔

"۱۸۹۷ء - ۵۶ ہزار' ۱۸۹۸ء - ایک لاکھ ۱۸ ہزار' ۱۸۹۹ء - ایک لاکھ ۳۳ ہزار' ۱۹۰۰ء ایک لاکھ ۹۳ ہزار' ۱۹۰۱ء - دو لاکھ ۷۴ ہزار' ۱۹۰۲ء - پانچ لاکھ ۷۳ ہزار - کل - ۱۶ لاکھ ۴۷ ہزار۔

وفات سید محمود: ۱۳ مئی ۱۹۰۳ء ..... ۸ مئی کو مسٹر سید محمود بیرسٹر ایٹ لا کا بمقام سیتاپور انتقال ہو گیا۔ متوفی سرسید احمد خاں صاحب بانی کالج علی گڈھ کے بیٹے تھے اور امتحان بیرسٹری لندن میں پاس کر کے ہندوستان میں وکالت شروع کی تھی۔ چند سال تک وہ جج ہائی کورٹ بھی رہے تھے جنھوں نے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل قانونی اپنی قابلیت اور عالی دماغی سے حل کیے۔ بعد ہ عہدہ ججی سے بہ حصول پنشن چھ سو روپیہ ماہوار کنارہ کش ہو کر پھر اپنا کام بیرسٹری شروع کیا مگر افسوس کہ وہ شراب بکثرت پینے لگے جس سے ان کا دماغ خراب ہو گیا۔ آخرش انتقال ہوا۔ متوفی ۲۲ مئی ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ایک لڑکا خورد سال جس کی عمر ۱۶ سال ہوگی یادگار چھوڑا۔ مسٹر محمود کی لاش علی گڈھ بھیجی گئی جہاں اپنے باپ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

قواعد ڈاکخانہ: ۲۷ مئی ۱۹۰۳ء۔ جدید قانون ڈاک خانہ: اکہرے و جوابی پرائیویٹ پوسٹ کارڈ ٹکٹ چسپاں ڈاک کے ذریعہ سے معمولی پوسٹ کارڈ کے طور پر بھیجے جا سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ ۵ ½ انچ طویل اور

Marfat.com

۴ ½ انچ عریض سے زیادہ اور ۴ ¾ انچ لانبے اور ۳ انچ چوڑے سے کم نہ ہوں اور ان کا کاغذ ویسا ہی دبیز ہو جیسا کہ پوسٹ کارڈ کا ہوتا ہے۔ چھ سو روپیہ تک کا ایک منی آرڈر بذریعہ ڈاکخانہ جا سکتا ہے مگر اس میں آنہ نہ ہوں۔

کشمیر میں سیلاب: ۴ راگست ۱۹۰۳ء۔ یہاں پانی کی کمی ہے اور کشمیر میں ۲۹ رجولائی کو اتنا پانی برسا کہ سیلاب آگیا جو ۱۸۹۳ء کے سیلاب سے دو فٹ بلند تھا۔ وہاں کے باشندے پہاڑوں پر چڑھ گئے اور کشتیوں پر جا کر پناہ لی۔ ریذیڈنسی و ہوٹل اور ہوٹلوں کے مکانات میں چھت تک پانی بھر گیا۔ خیریت ہوئی کہ سیلاب دن کو آیا۔ اگر رات کو آتا تو بہت سی جانیں تلف ہو جاتیں۔ آبادی میں دس سے پندرہ فٹ تک پانی تھا۔ ایسا سیلاب وہاں کبھی نہ آیا۔

۷ رستمبر ۱۹۰۳ء۔ جو سیلاب جولائی میں کشمیر میں آیا تھا اس سے سات ہزار مکان شہر کے منہدم ہو گئے اور تیس ہزار آدمی بے خانماں ہوئے۔

لارڈ کچنر: ۲۱ نومبر ۱۹۰۳ء۔ لارڈ کچنر صاحب کمانڈر ان چیف افواج ہند ۱۶ نومبر سنہ الیہ کو متصل سنجولی بازار کے گھوڑے سے گر پڑے اور گھٹنے کے اوپر دو مقام سے ٹانگ ٹوٹ گئی۔ شملہ میں علاج ہو رہا ہے۔

طاعون: ۲۶ مارچ ۱۹۰۴ء۔ معائنہ پانیر اخبار محررہ امروزہ سے معلوم ہوا کہ ہفتہ مختتمہ ۱۹ مارچ ۱۹۰۴ء میں کل ہندوستان میں ۴۷۵۲ آدمی طاعون سے فوت ہوئے جس میں بڑا حصہ اموات بمقابلہ دیگر صوبہ جات کے پنجاب کا ہے۔ اللہ اکبر یہ کس قدر تعداد ہے۔ اس بیماری سے اب کیسے دنیا قائم رہے گی۔

سلسلہ ریل کا: ۲۹ مارچ ۱۹۰۴ء۔ سب سے پیشتر ۲۷ ستمبر ۱۸۲۵ء کو سلسلہ ریل کا انگلینڈ میں جاری ہوا اور ہندوستان میں ۱۸ اپریل ۱۸۵۳ء کو اس کے بعد بتدریج قریباً کل ہندوستان میں اس کا سلسلہ قائم ہو گیا اور یکم فروری ۱۸۷۲ء کو سندھ میں ریل جاری ہوئی۔

نیا وائسرائے: ۳ مئی ۱۹۰۴ء۔ ۳۰ اپریل ۱۹۰۴ء کو بیرن اسمٹ ہل گورنر پریسیڈنسی مدراس نے وائسرائے کشور ہند کا عہدہ قبول کیا اور لارڈ کرزن صاحب بمبئی سے جہاز پر سوار ہو کر روانہ ولایت ہوئے۔

تھرمامیٹر: ۲۷ جون ۱۹۰۴ء۔ آج ایک آلہ دریافت گرمی و سردی کمنٹ اینڈ کو بمبئی کے کارخانہ سے منگایا۔ بہ قیمت چار روپے۔ محصول وغیرہ نو آنے۔ کل ۴ روپے ۹ آنے۔ اس آلہ سے اگر وہ بغل میں دبایا جائے تو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کس قدر گرمی و سردی دبانے والے کے مزاج میں ہے۔ جس کی تصریح یہ ہے کہ اگر آلہ کا پارہ بغل میں دبانے پر ۹۷ یا ۹۸ درجہ تک رہے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ شخص بحالت تندرست ہے۔ اگر اس تعداد سے گھٹ جاوے تو اس کو ضعف ہے اور اگر بڑھ جاوے تو دلیل حرارت و بخار کی قیاس کی جاوے۔

Marfat.com

کرزن: ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۴ء۔ ۹؍دسمبر ۱۹۰۴ء کو لارڈ کرزن صاحب وائسرائے انگلستان سے داخل بمبئی ہوئے۔ یہ ان کا دوبارہ انتخاب ہے اور جس قدر وائسرائے اب تک ہندوستان کو آئے یہ سب سے کم سن ۴۵ برس کے ہیں۔

علی گڑھ کالج: ۲۳؍دسمبر ۱۹۰۴ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ اہل تشیع شاہزادگان و نوابزادگان لکھنؤ نے ایک جلسہ خلاف کانفرنس علی گڈھ کے امام باڑہ آصف الدولہ میں ۸؍دسمبر کو منعقد کیا تھا جس میں علمائے فرنگی محل اہل تسنن مجتہدان شیعہ کے فتوے مشتر بدیں خلاصہ پیش ہوئے کہ کالج علی گڈھ کے لوگوں کے عقائد خلاف دین اسلام ہیں کہ وہ عربی میں نماز پڑھنا لازمی نہیں سمجھتے ہیں اور نہ پانچ وقت کی نماز کی پابندی اور نہ عید الاضحیٰ کی قربانی اور نہ روزہ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی حالت میں اطلاق کفر کا ان پر لازم آتا ہے۔ ان کی اطاعت کسی نہج سے نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر بہت سی تقریریں ہوئیں۔ اس جلسے میں اہل سنت جماعت کے معزز شریک نہیں ہوئے تھے۔ چونکہ علی گڈھ کالج نے طریقۂ تعلیم کا ایک عمدہ نوعیت کا جاری کیا ہے، اب اسکی مخالفت ہو رہی ہے۔

۲۷؍دسمبر ۱۹۰۴ء۔ آج کی تاریخ سے جلسہ کانفرنس علی گڑھ کالج بمقام لکھنؤ کیننگ کالج شروع ہوا جو ۲۹ دسمبر تک قائم رہے گا۔ بہت سے معززین قصبہ ہذا واسطے شرکت کے لکھنؤ گئے ہیں۔ میں بھی اس کا ممبر تھا لیکن بوجہ اسکے کہ طبیعت کو اب کوئی لطف باقی نہیں اور بحالت تنہائی و خاموشی ایام زندگانی بسر کرنا پسندیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا فسخ عزیمت کی۔ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۴ء۔ آج معلوم ہوا کہ سید التفات رسول تعلقہ دار عبال پور سندیلہ نے چندہ کانفرنس علی گڑھ منعقدہ ۲۷ لغایت ۳۰ دسمبر ۱۹۰۴ء کیننگ کالج لکھنؤ بمبلغ پانچ ہزار روپیہ بنا بر تعمیر کمرہ علم سائنس کالج علی گڑھ کو دینا تجویز کیا جس سے کمرہ کا نام ان کے والد (افضل حسین) کے نام پر رکھا جاوے گا۔

۵؍جنوری ۱۹۰۵ء۔ جو جلسہ کانفرنس علی گڑھ کیننگ کالج لکھنؤ میں ۲۷ لغایت ۳۰ دسمبر ۱۹۰۴ء منعقد ہوا تھا۔ وہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا اور ایک لاکھ چار ہزار کا چندہ ہوا اور مسٹر شاہد حسین تعلقہ دار و بیرسٹر ایٹلا کو بجلدوے حسن کوشش ایک طلائی تمغہ منجانب کانفرنس عطا ہوا۔

طاعون: ۱۸؍فروری ۱۹۰۵ء ہفتہ مختتمہ ۴؍فروری ۱۹۰۵ء نقشہ حالت طاعون سے واضح ہوا کہ ہندوستان میں مرض مذکور سے ۳۶,۱۴۷ آدمی ضائع ہوئے اور اس کے قبل کے ہفتہ میں ۳۳۰۸۷ آدمی فوت ہوئے تھے۔ ممالک متحدہ ہفتہ ۴؍فروری میں ۱۵۳۶۷ اور ہفتہ ماسبق میں ۱۴۷۰۴۔

پانچ سال کے ہفتہ مختتمہ ۳۱؍جنوری کی تعداد اموات طاعون ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ پانچ سال سے طاعون میں اموات کی سال بسال کیسی کثرت ہوتی جاتی ہے: ۱۹۰۱ء۔ ۱۵۱۴ ، ۱۹۰۲ء۔

Marfat.com

۱۲۱۹۲، ۱۲-۱۹۰۲ء-۲۳۵۶-۴-۱۹۰۴ء-۴۰۳، ۲۳ ۱۹۰۵ء-۳۲۰۸۷

زلزلہ : ۱۲ اپریل ۱۹۰۵ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلے سے شملہ میں اکثر مکانات شق و منہدم ہو گئے۔ لیڈی کرزن مع اپنے بچوں کے وائسریگل لاج چھوڑنے پر مجبور ہوئیں اور کرزن ہاؤس میں جاکر قیام کیا۔ ۴، ۵ اپریل کی رات کو پھر پانچ مرتبہ زلزلہ آیا اور ۶ اپریل کو ایسا شدید تھا کہ یورپین اپنے مکانوں کو چھوڑ کر میدانوں میں کمل اوڑھ کر سوئے۔ دھرم شالہ کا زلزلہ بہت شدید تھا۔ ایک ہزار ہندوستانی و چار سو گورکھا سپاہی اور کئی یورپین افسر مرے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی فی صدی جانوں کا نقصان زلزلہ سے ہوا۔ لاہور میں بہت سے مکانات کو ضرر پہنچا۔ ایک سو جانیں ضائع ہوئیں۔ زلزلہ کا مرکزی قیام شملہ و لاہور کے مابین تھا اور وہاں اس کا قیام کئی منٹ تک رہا۔

۱۳ اپریل ۱۹۰۵ء - آج کل کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۴ اپریل کے زلزلہ سے شہر کانگڑہ بالکل تباہ ہو گیا۔ منجملہ ۴۷۰۰ آدمیوں کے صرف ۵۰۰ بچے اور یہ مردم شماری اس کی مارچ ۱۹۰۱ء میں ہوئی تھی اور دھرم شالہ کے گرد و نواح کے مواضعات بالکل تباہ ہو گئے۔ چونکہ جابجا پہاڑ شق ہو گئے ہیں اور کئی مقاموں میں پہاڑ کھسکنے سے بڑے بڑے غار پڑ گئے ہیں اس وجہ سے دھرم شالہ کے نواحی لوگ نہایت خطرناک حالت میں ہیں غلہ خورد و نوش باقی نہیں رہا اور وہ خچروں کے ذریعہ سے بھیجا جا رہا ہے۔ بمبئی میں زلزلہ کا احساس بالکل نہیں ہوا۔

۸ مئی ۱۹۰۵ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہے کہ جس رقبہ میں شدید زلزلہ آیا اور اس سے جان و مال دونوں کا نقصان ہوا وہ سات سو مربع میل ہے جس میں اس وقت تک اتلاف جانوں کا تخمینہ پندرہ ہزار معلوم ہوا۔ ممکن ہے کہ اس تعداد سے اور بھی زیادہ ملبوں سے فوت شدہ اشخاص کی لاشیں برآمد ہوں۔

کرزن : ۹ مئی ۱۹۰۵ء - لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند کے عہد حکومت میں مصائب ذیل باشندگان ہندوستان کے حق میں وقوع پذیر ہوئے۔ اول تو طاعون کی شدت سے بہت سے آدمی ضائع ہوئے دوسرے پالہ زدگی سے فصل ربیع ۱۳۱۲ فصلی کو بہت ضرر پہنچا۔ تیسرے زلزلہ جوالاکھی سے ہزاروں جانیں اور املاک ضائع ہوئیں۔ چوتھے ان کی اسپیچ کلکتہ متعلقہ تعلیم سے عوام اور تعلیم یافتہ کو سخت ناراضگی پیدا ہوئی کہ انھوں نے ہندوستانیوں کو برے نام سے یاد کیا اور تعلیم کو سخت کر دیا۔

گردش زمانہ : ۸ جولائی ۱۹۰۵ء - اس سال مفصلہ ذیل آفتیں و مصیبتیں ہندوستان میں نازل ہوئیں۔ ۱- طاعون کی شدت سے لاکھوں آدمی مرے، ۲- سردی بے حد ہوئی، ۳- گرمی سخت پڑی اور آندھیاں بکثرت

Marfat.com

آئیں جس سے صدہا عظیم الشان درخت جڑ سے اکھڑ گئے ۵۔ آتش زدگی سے لاکھوں روپیہ کا مال تلف ہو گیا۔ ۶۔ زلزلہ شدید سات سو مربع میل کے رقبہ میں کانگڑہ وغیرہ میں آیا جس سے تیس ہزار آدمی ضائع ہوئے اور ہزاروں مکان مسمار ہو گئے ۷۔ پالہ زدگی سے فصل ربیع بالکل جاتی رہی ۸۔ علاوہ اس کے جنگ روس و جاپان میں دس لاکھ سے زائد آدمی فریقین کے مقتول ہوئے۔ اور یہ بات بھی عجیب دیکھ رہا ہوں کہ ہر قصبہ گاؤں میں بلاوجہ باہم نزاعات و فسادات پیدا ہیں چنانچہ ہمارا قصبہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے اور بلاوجہ نزاعیں پیدا ہیں معلوم نہیں کہ امسال گردش ستاروں کی کس نہج پر ہو رہی ہے کہ کسی شخص کو چین نہیں اور ہر شخص انواع و اقسام کے افکار میں مبتلا ہے۔

<u>ایک ایجاد</u>: ۱۳ر اگست ۱۹۰۵ء۔ آج راجہ درگا پرشاد صاحب نے مجھے تحفتہً ایک سفید کی پیالی بھیجی ہے جس میں ایک قسم کا اسفنج رکھا ہوا ہے جس کی یہ تاثیر ہے کہ اگر انگلی سے اسے چھو کر لفافہ بند کریں تو اس کے لمس سے لفافہ وغیرہ بند ہو جائے گا اور گوند وغیرہ کی کوئی ضرورت نہ ہوگی یہ ایک نئی ایجاد یورپ کی ہے ایسی ہی ایجادوں سے ہندوستان کا روپیہ یورپ کو چلا جاتا ہے کیونکہ رؤسا لوگ ایک نئی اور عمدہ چیز کو دیکھ کر شوق سے اس کی خریداری کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔

<u>تقسیم بنگالہ</u>: ۱۵ر اگست ۱۹۰۵ء۔ ۷ر اگست کو ایک جلسہ ٹاؤن ہال کلکتہ میں اس غرض سے منعقد ہوا کہ تقسیم بنگالہ کی جو کارروائی گورنمنٹ سے تجویز ہوئی ہے اس کی عذرداری کی جاوے۔ اس کمیٹی میں بارہ ہزار آدمی از اعلا تا ادنیٰ شریک تھے اور پانچ ہزار طالب علم ماتمی لباس پہنے ہوئے ایک ممبر کونسل کے ہمراہ شہر میں گشت لگاتے پھرتے تھے تاکہ عوام کو اپنا ہمدرد بنا دیں اور یہ رزولیوشن بہ اتفاق رائے منظور ہوا اور عہد کیا گیا کہ جب تک تقسیم بنگال کا فیصلہ رعایا کے حق میں حسب اطمینان نہ ہوگا ولایت کی بنی ہوئی چیزیں استعمال نہ کریں گے۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔

<u>کرزن</u>: ۲۲ر اگست ۱۹۰۵ء۔ لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند نے ایک فوجی تنازعہ کی وجہ سے ۲۱ر اگست سنہ الیہ کو اپنے عہدہ سے استعفا دے دیا۔ یہ جھگڑا ان کے اور لارڈ کچنر صاحب کمانڈر ان چیف کے مابین تھا اور ان کی جگہ پر لارڈ منٹو وائسرائے ہند مقرر ہوئے۔

<u>تقسیم بنگالہ</u>: ۲۸ر ستمبر ۱۹۰۵ء۔ چونکہ اشتہار نمبر ۲۸۳۲ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۰۵ء کے بموجب گورنر جنرل ہند نے بمنظوری ملک معظم و شاہنشاہ ہندوستان تقسیم بنگال کی کارروائی عمل میں آئی اور صوبہ آسام قائم ہوا۔ لہٰذا اب اس کی تعمیل ہو رہی ہے۔

<u>پرنس آف ویلز</u>: ۲۰ر اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ پرنس آف ویلز اور ان کی بیگم ۹ر نومبر ۱۹۰۵ء کو وارد بمبئی ہوں گے

Marfat.com

اور ہندوستان کے نامی شہروں کی سیر فرماویں گے و نذر و تحائف قبول کریں گے۔ دیکھا چاہیے کہ بحق رعایا کیا سلوک فرماتے ہیں شاہنشاہ روس نے تو اپنے بیٹے کی ولادت میں بہت کچھ سلوکات بحق رعایا فرمائے تھے۔

تقسیم بنگالہ: ۲۲ راکتوبر ۱۹۰۵ء۔ ۱۶ راکتوبر کو مقاسمہ بنگال کا نفاذ ہوا جس سے بنگالیوں کو سخت رنج و غم ہوا۔ اور انھوں نے زرد راکھیاں باندھیں اور جس قدر دوکانیں ان کے امکان میں تھیں وہ بند کرادیں اور یہ دن وہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

سودیشی تحریک: ۲۷ راکتوبر ۱۹۰۵ء۔ اہل بنگالہ نے جو سودیشی تحریک شروع کی ہے یعنی اپنے ہی ملک ہندوستان کی اشیا استعمال کریں اور یورپ کی ساختہ اشیا کو ترک کریں اس کے جلسے ہندوستان کے تمام شہروں میں ہورہے ہیں اور کوشش ہے کہ ہندوستان کی بنی ہوئی چیزیں کام میں لائی جائیں۔ چونکہ عموماً ہر مقام پر کوشش ہورہی ہے عجب نہیں کہ یہ کارروائی تکمیل کو پہنچ جاوے۔

کرزن: ۲۲۔ نومبر ۱۹۰۵ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۱۸ نومبر کو لارڈ منٹو داخل بمبئی ہوئے۔ یہ بیسویں گورنر جنرل ہند کے ہیں اور ۱۸ نومبر کو لارڈ کرزن کنارہ کش ہوکر واپس براہ بمبئی روانہ ولایت ہوئے۔ آخر الذکر کا انتظام ہند تو بہت اچھا تھا لیکن بعض بعض باتیں ان سے ایسی ظہور میں آئیں جس سے زیادہ حصہ ہندوستان کا کبیدہ خاطر ہوا اور ان کے زمانہ وائسرائے میں چند قسم کے مصائب مفصلہ ذیل ہندوستان پر نازل ہوئے۔ طاعون کی شدت رہی جس سے لاکھوں آدمی ضائع ہوئے۔ آتش زنی سے بہت نقصان ہوا۔ زلزلہ کانگڑہ سے بیس ہزار جانیں تلف ہوئیں۔ پالہ زدگی فصل ربیع ۱۳۱۲ف کو سخت نقصان پہنچا کہ زمیندار اور کاشتکار تباہ ہوگئے۔ فصل خریف ۱۳۱۲ف کی بارش سے بہت ہی کم ہوئی اور ربیع آئندہ کی بھی حالت بہت خراب ہے اور ہزاروں بیگہ اراضی کاشت ہونے سے رہ گئی شاید بہ مشکل تمام زر مال گزاری وصول ہوسکے۔

شاہزادہ ویلز: ۲۳ ردسمبر ۱۹۰۵ء۔ شاہزادہ ویلز نے ۱۸ ردسمبر ۱۹۰۵ء کو اپنی دادی ملکہ وکٹوریہ کی شبیہ برنجی کا افتتاح کیا جو آگرہ کے میکڈانلڈ پارک میں نصب ہوئی۔ اس کی تیاری میں ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ یہ برنجی شبیہ ملک اطالیہ کی بالوبرس کمپنی نے تیار کی ہے۔

کمبھ میلہ: ۳ رجنوری ۱۹۰۶ء۔ میلہ کمبھ الہ آباد میں جو ابھی ختم ہوا ہے بیس لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا۔ ۲ رجنوری ۱۹۰۶ء کو کثرت ازدحام سے دس آدمی ہلاک ہوئے اور اٹھارہ سخت مجروح ہوئے۔

جوبلی برٹش حکومت: ۱۹ رفروری ۱۹۰۶ء۔ اودھ میں ۱۴ رفروری ۱۹۰۶ء کو برٹش حکومت کا پچاسواں

Marfat.com

سال پورا ہو گیا کہ ۱۳ر فروری ۱۸۵۶ء کو اس کے انتزاع کا اعلان ہوا تھا۔

شہزادہ ویلز: ۲۳ر مارچ ۱۹۰۶ء۔ ۱۹ر مارچ ۱۹۰۶ء کو شاہزادہ ویلز اور ان کی بیگم صاحبہ شہر کراچی سے بذریعہ برناون (رکذا) جہاز روانہ ولایت ہوئے جو ۹ر نومبر ۱۹۰۵ء کو بنا بر سیر و سیاحت داخل بمبئی ہوئے تھے۔

۲ر مئی ۱۹۰۶ء۔ شاہزادہ ویلز کے دورۂ ہندوستان میں جو ۶-۱۹۰۵ء میں ہوا گورنمنٹ ہند کا ۶ لاکھ روپیہ صرف ہوا دیکھا چاہیے کہ جب شاہزادہ موصوف بادشاہ ہوتے ہیں تو رعایا ہندوستان کو کیا نفع پہنچاتے ہیں۔

وفات لیڈی کرزن: ۲۵ر اگست ۱۹۰۶ء۔ لیڈی کرزن متوفیہ زوجہ لارڈ کرزن صاحب سابق وائسرائے ہند نہایت حسین و خوش پوشاک تھیں۔ ۲۷ر مئی ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئی تھیں اور ۱۸ر جولائی ۱۹۰۶ء کو قضا کی جس حساب سے ان کی عمر ۳۶ سال ایک مہینہ ۲۲ دن کی ہوئی۔ اور ۲۳ر جولائی سنہ الیہ کو قبرستان گڈفسٹون میں دفن ہوئیں۔

کانگریس: ۵ر ستمبر ۱۹۰۶ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سر اندر ناتھ بنرجی مشرقی و مغربی دونوں بنگالوں کے شاہ کی حیثیت سے انھیں تاج پہنایا گیا اور انھوں نے غیر ملک کی ساخت کی چیزوں پر سخت اعتراض کیا اور ملک کی کارروائی جائز رکھنے کے لیے مذہبی مدد حاصل کی اور انگریزی کپڑے پر اسی وجہ سے اعتراض کیا کہ وہ سور کی چربی سے گھونٹا جاتا ہے۔ لہٰذا ہندو اور مسلمانوں دونوں کو ناگوار ہے۔ اس جلسہ میں ہزاروں بنگالیوں کا مجمع تھا۔ میری رائے میں بظاہر ان کارروائیوں کا انجام بخیر نظر نہیں آتا۔

اخبارات: ۱۱ر ستمبر ۱۹۰۶ء۔ آج کل ہندوستان میں ۷۱۲ اخبار نکلتے ہیں۔ تعداد کے لحاظ سے بمبئی کو درجہ اوّل اور پنجاب کو درجہ دوئم حاصل ہے۔

وفد مسلمانوں کا: ۹ر اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ مسلمانوں کے ایک ڈپوٹیشن نے بہ سرغنائی آغا سلطان محمد شاہ آغا خاں صاحب جی سی آئی ای بمبئی جن کے ساتھ سربرآوردہ معزز اہل اسلام ہندوستان شریک تھے یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء بمقام شملہ حضور میں لارڈ منٹو صاحب بہادر وائسرائے ہند حاضر ہو کر ایڈریس پیش کیا جو انتظامات نسبت تقرر ججان ہائی کورٹ وغیرہ آئندہ ہونے والے ہیں اس میں مسلمانان ہند کے حقوق کا بھی لحاظ رکھا جاوے جس کا جواب وائسرائے نے قابل اطمینان دیا۔ اس کی کیفیت مفصل اودھ اخبار مورخہ ۱۸ اکتوبر میں درج ہے۔

۷ر جنوری ۱۹۰۷ء۔ جو ڈپوٹیشن اہل اسلام یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو حضور میں لارڈ منٹو صاحب وائسرائے ہند بمقام شملہ گیا تھا اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ مسٹر شاہ دین بیرسٹر و مسٹر شرف الدین بیرسٹر ایٹ لا چیف کورٹ پنجاب و ہائی کورٹ کلکتہ کے جج مقرر ہوئے جس کے معنی یہ ہیں کہ گورنمنٹ نے استدعا مسلمانان ہند پذیرا فرمائی اور ان کو عہدہ ہائے جلیلہ عطا فرمائے۔

Marfat.com

فیٹ (FETE) ۲ر فروری ۱۹۰۷ء - امیر کابل نے ۲ر فروری کو بحالت قیام کلکتہ لیڈی منٹو کے فیٹ میں بہت کچھ فیاضی ظاہر کی جو بنا بر مصارف تعلیم دایہ اسپتالوں کو دیا جائے گا - اسی غرض سے یہ مینا بازار قائم ہوا - لیڈی منٹو لارڈ منٹو وائسرائے گورنر جنرل کی بی بی ہیں جنھوں نے محض رفاہ عام کے لیے یہ فیٹ بمقام کلکتہ قائم کیا -

امیر کابل : ۵ر فروری ۱۹۰۷ء - امیر حبیب اللہ خاں والی کابل نے بہ فراہمی اہل ہنود و مسلمان دہلی میں دربار کیا تو ان لوگوں کو نصیحت کی کہ رسم گاؤکشی موقوف کر دی جائے جو باعث دل دکھنے ہنود کا ہے میں نے کابل میں اس طریقہ کو مسدود کر دیا ہے اور قرآن شریف میں حکم گاؤکشی کا کہیں نہیں ہے لہذا آپ لوگ بھی اس رسم کو ترک کریں - اس امیر کی نصیحت کو تمامی مولوی اماموں اور روسائے دہلی نے منظور و قبول کیا کہ ہم آئندہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے - یہ نصیحت امیر صاحب نے ۲۵ر جنوری کو کی تھی -

طاعون : ۵ر مارچ ۱۹۰۷ء بمعائنہ گزٹ سرکاری واودھ اخبار سے واضح ہوا کہ امسال طاعون بمقابلہ سال گزشتہ کے بہت ترقی پر ہے اور بکثرت لوگ مر رہے ہیں یعنی اگر گزشتہ سال میں پانچ ہزار مرے تو سال رواں میں پندرہ ہزار بہار ضلع ہردوئی میں بھی اسکی زیادتی ہے - گونی گونڈہ میں تو کئی مہینہ سے تھا اب یہ مرض گھوگرہ کے قریب آ گیا ہے -

امیر کابل : ۸ر مارچ ۱۹۰۷ء نے جمعہ گزشتہ کو جب مسجد لاہور میں نماز جمعہ ادا کی تھی تو ستر ہزار آدمیوں کا مجمع تھا اور جس طرف آپ گزرتے تھے تو پھولوں کی برابر بوچھار ہوتی تھی - آپ نے پیش امام مسجد کو خلعت قیمتی دیا اور موذن کو ایک دوشالہ عطا کیا - امیر صاحب میں مثل انگریزوں کے پابندی اوقات کی تو نہ تھی ورنہ اور باتوں کے اعتبار سے وہ بہت ممتاز رہے - ۳ر مارچ کو امیر کابل نے مسلمانوں کے لیے لاہور میں کالج کی تعمیر کے لیے بیس ہزار روپے دیے اور ترقی تعلیم کالج کے لیے چھ ہزار سے اضافہ کر کے بارہ ہزار سالانہ منظور فرمائے جس کی تصریح ۶ر مارچ ۱۹۰۷ء کے اودھ اخبار میں درج ہے -

طاعون : ۱۰ر مارچ ۱۹۰۷ء بمعائنہ پانیر مورخہ ۹ر مارچ ۱۹۰۷ء سے واضح ہوا کہ تمامی ہندوستان میں ہفتہ مختتمہ ۲ر مارچ میں ۳۲،۹۰۹ آدمی طاعون سے ضائع ہوئے اور اس کے ماقبل ہفتہ میں ۲۴،۳۰۰ مرے تھے -

امیر کابل : ۱۲ر مارچ ۱۹۰۷ء - امیر حبیب اللہ خاں والی کابل ۷ر مارچ سنہ الیہ کو بمقام جمرود اپنے افغانستان میں داخل ہوئے - وہاں سے بذریعہ تار اخباروں کو اطلاع دی کہ میں ۶۴ روز ہندوستان کی سیر کر کے اپنے ملک کی حد میں پہنچا اور زمانہ دورہ میں لارڈ منٹو وائسرائے ہند اور تمامی حکام نے میرے ساتھ دوستانہ برتاؤ کیا - اگر میں اس سفر کو گوارا نہ کرتا تو ہندوستان کے حالات سے ہنوز (کذا) بے خبر رہتا - کلکتہ میں امیر صاحب فری میسن بھی ہوئے -

Marfat.com

طاعون: ۲۹ اپریل ۱۹۰۷ء ۔ بمعائنہ "پانیر" اخبار مورخہ ۲۷ اپریل سے واضح ہوا کہ ہفتہ مختتمہ ۲۰ اپریل سنہ الیہ میں تمام ہندوستان میں ۷۶،۵۱۰ آدمی طاعون سے مرے اور اس کے قبل کے ہفتہ میں ۷۵،۴۲،۴ ضائع ہوئے تھے ۔ آج چار آدمی اشراف ٹولہ کے طاعون سے مرے ۔

۱۱ مئی ۱۹۰۷ء ۔ راولپنڈی میں بعض وکلا و بیرسٹر نے خلاف گورنمنٹ مجمع عام میں اسپیچین کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجسٹریٹ ضلع نے ان پانچوں وکلا و بیرسٹروں کو گرفتار کرا کے حوالات بھیج دیا اور ضمانت قبول نہیں کی اب کسی تاریخ آئندہ میں اس کی تحقیقات ہوگی ۔ ان لوگوں نے اس قسم کی اسپیچیں کیں تھیں کہ سرکار نے بندوبست دیہات کا سخت کر دیا ہے اور طاعون سے ہزاروں آدمی مر رہے ہیں لہٰذا ہم لوگوں کے واسطے یہی مناسب ہے کہ گورنمنٹ سے جھگڑا کر کے اپنی جان دیدیں کیونکہ اگر طاعون سے بچے تو گورنمنٹ کی سنگینی جمع سے تکلیف اٹھا اٹھا کر مرنا ہوگا ۔

لاجپت رائے: ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ۔ بمعائنہ اودھ اخبار مورخہ امروزہ سے واضح ہوا کہ لالہ لاجپت رائے ایک نامور وکیل لاہور بموجب حکم گورنمنٹ محکومہ ۹ مئی سنہ الیہ گرفتار کر کے بذریعہ اسپیشل ٹرین ملک برہما کو بھیج دیے گئے کہ انھوں نے مفسدانہ اسپیچیں کیں تھیں جو گورنمنٹ کی حکومت کے محض خلاف تھیں اور اجیت سنگھ ان کے نائب کو بھی گرفتاری کی تجویز ہو رہی ہے جو جا بجا اسپیچیں کہتا پھرتا تھا اور جو بالفعل لاپتہ ہے ۔

۲۱ مئی ۱۹۰۷ء ۔۔۔ لالہ لاجپت رائے ایک نامور متمول وکیل لاہور، قلعہ "مانڈلے" واقع ملک برھما میں بطور سلطانی قیدی مقید ہیں ۔

۷ جون ۱۹۰۷ء ۔ آج کے اخبارات سے واضح ہوا کہ اجیت سنگھ پنجابی نائب لالہ لاجپت رائے امرتسر میں گرفتار ہوا جو عنقریب کسی مقام پر جلا وطن کیا جائے گا ۔ اجیت سنگھ گورنمنٹ کے خلاف اسپیچیں لاہور میں دیا کرتا تھا جس کی وجہ سے اس پر وارنٹ گرفتاری بصد تا پانچ سو روپیہ انعام کے جاری تھا ۔

۱۹ جون ۱۹۰۷ء ۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ لالہ لاجپت رائے ملک برہما میں قلعہ مانڈلے کے ایک آراستہ بنگلہ میں مقیم ہیں جو لب سڑک واقع ہے ۔ ان کے واسطے کتابیں مہیا کی گئی ہیں اور بگھی اور ایک چھوٹی گھوڑے کی ان کی سواری کے واسطے ہے ۔ دو افسروں کے ہمراہ باہر نکل سکتے ہیں ۔ جو ہندوستانی ان کو دیکھنا چاہتے ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں ۔ ان کے صرف سالانہ کے واسطے گورنمنٹ نے ۴۸ ہزار روپیہ منظور کیا ہے ۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ان کو ۴۰ روپیہ یومیہ ملتا ہے ۔ بہر حال ان دونوں میں سے ایک رقم ان کو ملتی ہے ۔ غالباً اخیر رقم صحیح ہے جس کی تعداد ماہواری ۱۲۰۰ ہے ۔

Marfat.com

اکنی : یکم اگست ۱۹۰۷ء۔ آج یکم اگست ۱۹۰۷ء سے ایک آنہ کا نکل کا سکہ جاری ہوا ہے۔ اس سکہ کا کنارہ پہلو دار ہے۔ جس سے یہ غرض ہے کہ اس پر چونی کا دھوکا نہ ہو۔ اگرچہ چونی سے کسی قدر بڑا اور موٹا ہے مگر چونی سے کچھ مشابہ ہے۔ پہلو دار بنانے سے دنیا کے سکوں میں یہ نرالا سکہ ہے کیونکہ اس وقت تک کسی ملک میں ایسا سکہ مسکوک نہیں ہوا ہے۔ اس کے سامنے کے رُخ پر بادشاہ کا تاجدار چہرہ ہے۔

دُمدار ستارہ : ۱۶ اگست ۱۹۰۷ء۔ آج کل تین بجے آخر رات کو ایک دمدار ستارہ نکلتا ہے جو پورب میں کہکشاں کے قریب اتر کو دکھلائی دیتا ہے۔ یہ ستارہ زمانہ غدر لبعدہٗ ۱۸۷۷ء زمانہ خشک سالی میں نکلا تھا اب پھر نکلا ہے دیکھا چاہیے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ بارش کی کمی اور خریف کا نقصان تو ظاہر ہو رہا ہے۔

وفات نواب محسن الملک : ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ نواب محسن الملک سکریٹری مدرستہ العلوم علی گڑھ نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمقام شملہ قضا کی۔ مرحوم لائق و قابل شخص تھے۔ ان کی اسپیچ میں ایسی سحر بیانی تھی کہ حاضرین جلسہ ان کے منشا سے فوراً متاثر ہو جاتے تھے اور ان کے مقاصد کی پوری تعمیل ہوتی تھی۔ محسن الملک ۹ دسمبر ۱۸۳۷ء کو پیدا ہوئے اور ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء یوم چہارشنبہ کو فوت ہوئے اور ۱۹ اکتوبر بروز شنبہ مدرستہ العلوم علی گڑھ متصل قبر سر سید احمد خاں کے مسجد میں مدفون ہوئے۔ حساباً ان کی عمر ۶۹ سال ۹ ماہ تینتیس روز کی ہوئی۔

قحط اور چوہے : ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ چونکہ آج کل زمانہ قحط سالی کا ہے پروردگار عالم نے عوام کے رزق پہنچانے کا یہ سامان کر دیا کہ حسب منشاء گورنمنٹ واسطے انسداد بیماری طاعون کے ہلاکت چوہوں کا کام جاری ہو گیا چنانچہ قصبہ ہذا میں چوہوں کی ہلاکت کا کام جاری ہے اور ان کو لانے والوں کو دو پیسہ فی چوہا عام اس سے کہ وہ زندہ ہوں یا مردہ انعام تقسیم کیا جاتا ہے جس کی تعداد یومیہ باون روپے تک پہنچ گئی ہے جس سے بہت سی جانیں پرورش پا رہی ہیں۔

ھڑتال : ۲۷ نومبر ۱۹۰۷ء۔ ملازمان یورپین و ہندوستانی ایسٹ انڈیا ریلوے نے ہڑتال کر دی کہ یہ زمانہ قحط سالی کا ہے اگر ہماری تنخواہوں میں اضافہ نہ ہوگا تو ہم ریل نہیں چلائیں گے۔ چنانچہ ۱۸ نومبر سے کلکتہ سے "کالکا" تک ریل بند ہے اور مسافروں اور مال کی آمد و شد رکی ہوئی ہے۔

علی گڑھ : ۱۰ دسمبر ۱۹۰۷ء... آج کی کمیٹی علی گڑھ سے وقار الامراء سکریٹری علی گڑھ کالج بجائے محسن الملک نواب مہدی علی خاں متوفی سکریٹری مقرر ہوئے۔

تعداد فوج : ۱۱ اپریل ۱۹۰۸ء۔ تعداد سرکاری فوج گورے و ہندوستانی ہندوستان میں بہ تعداد ذیل ہے۔

Marfat.com

فوج گورا ۔ ۸۔ ۷۔ ۱۹۰۷ء۔ ۱۹۔ ۶۲۰۱۹ ہندوستانی ۱۵۶۴۱۱۔ کل ۔ ۲۲۲۳۴۲۰۰۔ اس میں فوج کنٹنجنٹ بھی شامل ہے۔ صرف اسی قدر فوج سے حفاظت ہندوستان ہوتی ہے

حادثہ ریل: ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء کل کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جو دو ٹرینیں متصل غازی آباد کے لڑی تھیں اور اس کا زمانہ ایک ہفتہ ہوا۔ اس کے صدمہ سے دو تین سو مسافر ضائع ہوئے اور بہت سے مجروح اور مجروحین میں سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اور کئی ریل گاڑیاں جل کر خاکستر ہوگئیں اور ایک بارات ریل میں جا رہی تھی ان باراتیوں میں سے ایک آدمی بچا اور کل بارات ہلاک ہوگئی۔ یہ بہت بڑا واقعہ ہوا۔

وفات غلام احمد قادیانی: یکم جون ۱۹۰۸ء۔ ۱۶ مئی ۱۹۰۸ء کو غلام احمد قادیانی جنھوں نے ایک جدید اسلامی فرقہ قائم کیا تھا بعارضہ ہیضہ لاہور میں قضا کی۔

رعایا پروری: ۷ جولائی ۱۹۰۸ء۔ غلہ روز بروز گران ہوتا جاتا ہے لیکن فصل انبہ بکثرت ہونے سے غرباء غربا کی اس سے بہت پرورش ہوتی ہے ورنہ سخت پریشانی کا سامنا ہوتا۔ دوسرے گورنمنٹ اور چندہ کے روپیہ سے جو قریباً تین سو ماہوار خاص محتاجان قصبہ ہذا میں تقسیم ہوتا ہے اس سے بہت بڑی امداد مستورات پردہ نشین و غربا کی ہو رہی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ اپنی رعایا کی پرورش میں بہت سرگرم ہے ورنہ بہت سے لوگ فاقہ کشی سے مر جاتے۔ اور اسی طور پر تمامی ہندوستان میں لکھوکھا روپیہ محتاجوں کو تقسیم ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں جیسی پرورش رعایا برٹش گورنمنٹ کے عہد سلطنت میں ہو رہی ہے ایسی کسی راجہ ہندو یا کسی بادشاہ مسلمان کے زمانِ حکومت میں نہیں ہوئی ہوگی۔ علاوہ اسی کے سرکار لاکھوں روپیہ رعایا کو خریداری زرگانوان و بھسارہ میں بانٹ رہی ہے جس کی کمال شکرگزاری ادا ہو رہی ہے اور یہ سلسلہ تقسیم خیرات کا تا وقتیکہ فصل خریف آئندہ تیار نہ ہو برابر جاری رہے گا۔

مسٹر تلک: ۲۵ جولائی ۱۹۰۸ء۔۔۔ مسٹر تلک مرہٹہ رئیس پونا کو بمبئی کے جج صاحب نے چھ سال قید سخت کی سزا دی اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔ مسٹر تلک اپنی قوم میں نہایت معزز اور پر اثر شخص تھے۔ قیدی نے اپنے اخبار مرہٹی زبان میں تین دفعہ گورنمنٹ کی کچھ شکایت اور توہین چھاپی تھی اس وجہ سے ان کو حسب منشا دفعہ ۱۲۴ حرف الف و دفعہ ۱۵۳ تعزیرات ہند سزا ہوئی۔ مسٹر تلک عدن میں جلاوطن کیے گئے اور جس وقت وہ جہاز پر لیے جا رہے تھے تو ان کے ہمدرد لوگوں نے بہت کچھ یورش کی اور گارڈ کے سپاہیوں کو اینٹ اور پتھر مارے۔ کئی افسر زخمی ہوئے اور ادھر سے فوج نے گولیاں چلائیں چار آدمی ہلاک ہوئے اور ۳۲ آدمی زخمی ہوئے۔ کیفیت غدر کی اس وقت پیدا تھی۔

Marfat.com

پھانسی: ۱۵ر اگست ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ "کھودے رام بوس" کو بتاریخ ۱۱ر اگست ۱۹۰۸ء پھانسی دے دی گئی۔ ملزم پر یہ الزام تھا کہ اس نے مظفر پور میں بم کے گولے سے دو یورپین لیڈیوں کو ہلاک کیا تھا۔

سرکاری گواہ: ۵ر ستمبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ نرندر ناتھ گوشائیں سرکاری گواہ کو جس نے مخبری کر کے بہت سے اپنے ہم قوم لوگوں کو کلکتہ میں گرفتار کرایا تھا اس کو کنھی لال دت اور ستیندر ناتھ بوس دو قیدیوں نے علی پور کے جیل خانہ کے اندر ریوالور اور تمنچہ کی گولیوں سے ۳۱ر اگست ۱۹۰۸ء کو ہلاک کر ڈالا اور دو یورپین قیدی جو اس کو بچانے کے واسطے آئے تھے ان کو بھی زخمی کیا۔ وہ تمنچے شاید کھانے میں رکھ کر اس کے دوستوں نے قیدیوں کے پاس بھیجے تھے۔ یہ دونوں قیدی جنھوں نے گوشائیں کو ہلاک کیا محض گوشائیں کی مخبری پر زیر حوالات تھے۔ جب دونوں قیدیوں کی تلاشی لی گئی تو پانچ ریوالور اور تمنچے ان کے پاس برآمد ہوئے۔

مسٹر تلک: ۲۸ر ستمبر ۱۹۰۸ء۔ مسٹر تلک مرہٹا پونا جن کو سزا چھ سال بہ عبور دریائے شور بہ علت شائع کرنے مضامین فتنہ پردازی ہوئی تھی وہ بہ حکم گورنمنٹ قید محض رہے گی اور اب وہ شہر "منڈالے" واقع برہما کو بھیجے گئے۔

جشن جوبلی: ۲۸ر نومبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جشن قیصری جوبلی ۲ر نومبر ۱۹۰۸ء کو تمامی ہندوستان میں ہوا تھا۔ اس کا یہ منشا تھا کہ برٹش سلطنت نے براہ راست قدیم ایسٹ انڈیا کمپنی سے حکومت ہندوستان کی زمام اپنے ہاتھ میں لی تھی جس کو زمانہ پچاس سال کا ہوا جو نہایت امن وامان سے ختم ہوا۔

حقہ کی ایجاد: ۱۳ر نومبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ اکبر بادشاہ کے حکم سے حکیم ابوالفتح گیلانی نے حقہ کی ایجاد کی جس کو اکبر بادشاہ نے بہت پسند کیا تھا۔

بنگال میں حادثہ: ۱۴ر نومبر ۱۹۰۸ء ... آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ایک جلسہ کلکتہ میں سر انڈرو فریزر صاحب لفٹیننٹ گورنر کی پریسیڈنسی میں ۷ر نومبر کو بوقت شام منعقد ہوا تھا، جو تندر ناتھ چودھری نے ایک ریوالور تمنچہ سے گورنر پر دو مرتبہ فیر کرنا چاہا لیکن تمنچہ نے خطا کی اور چودھری مذکور گرفتار کر لیا گیا جس کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ اسی اخبار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نندو لال بنرجی انسپکٹر تحقیقات فوجداری کو کسی نے ۱۰ر نومبر کو تمنچہ کے دو فیروں سے قتل کیا۔ قاتلوں کی تفتیش ہو رہی ہے۔ ہنوز کوئی سراغ نہیں لگا۔

۲۸ر نومبر ۱۹۰۸ء آج کے اخبار سے واضح ہوا کہ جو تندر ناتھ چودھری جس نے سر انڈرو فریزر لفٹیننٹ گورنر بنگال کو ہلاک کرنا چاہا تھا اس کو دس سال قید سخت کی سزا ملی۔ اگر مہاراجہ بردوان لفٹیننٹ گورنر اور قاتل کے درمیان میں نہ آجاتے تو ضرور تمنچہ سر ہونے سے ہز آنر ہلاک ہو جاتے۔

Marfat.com

بیرسٹر منجانب 'انگلش مین' پیروی مقدمہ کرتے تھے۔

مدن لال قاتل: ۱۰ر جولائی ۱۹۰۹ء ۔ یکم جولائی ۱۹۰۹ء کو کرنیل کرزن ویلی اور ڈاکٹر لال کا کا کو مسمی مدن لال طالب علم سکنہ امرتسر نے بمقام لندن تپنچہ کی گولیوں سے قتل کر ڈالا جس کی وجہ سے مدن لال قاتل نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ غالباً اس کو سزا پھانسی کی ہوگی۔ مقدمہ کی تحقیقات لندن کورٹ میں ہو رہی ہے۔ مدن لال نے اپنی بریت کے لیے کوئی بیان نہیں دیا بلکہ جو اس نے پولیس میں بیان کیا تھا وہی کافی سمجھا گیا۔

۲۷ر جولائی ۱۹۰۹ء ۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ لارڈ ادرسٹون نے مدن لال قاتل سر کرزن ویلی کو پھانسی کی سزا دیتے ہوئے کہا کہ میں جو بات کہوں گا اس کا ملزم پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ جب مدن لال حکم سزا سن چکا تو اس نے فوجی سلام کیا اور کہا کہ مائی لارڈ میں آپ کا شکریہ کا ادا کرتا ہوں۔ میں خوش ہوں کہ مجھے میرے وطن کے لیے مرنے کا یعنی شہید ہونے کا فخر نصیب ہوا۔

۲۰ اگست ۱۹۰۹ء ۱۷ اگست کو مسمی مدن لال ڈینگرا ساکن امرتسر کو بجرم قتل سر کرزن ویلی صاحب بمقام لندن پھانسی ہوئی۔

لارڈ کچنر: ۱۲ ستمبر ۱۹۰۹ء ۔ ۱۰ ستمبر کو لارڈ کچنر کمانڈران چیف افواج ہندوستان، ہندوستان سے روانہ ہوئے جنھوں نے سات سال اس عہدہ کا کام نہایت عمدگی سے انجام دیا اور جنرل سر اولیو کریک، جدید کمانڈر ان چیف کو چارج دیا جو اسی تاریخ داخل بمبئی ہوئے تھے۔

جنتریوں میں فرق: ۱۳ر جنوری ۱۹۱۰ء ۔ جنتری ہائے مفصلہ ذیل میں محرم کے چاند میں اختلاف ہے:

جنتری نولکشور ۔ ۲۹ ر جنتری رعد کانپور ۔ ۲۹ ر علمی جنتری ۔ ۲۹ ر شہور عالم ۔ ۳۰ ر پترلے منجمان ۔ ۳۰ مگر کل شام کو بہت غور سے چاند دیکھا گیا لیکن نظر نہیں آیا۔ اس وجہ سے آج چاند رات قرار دی گئی۔ مستورات اور بعض جہلا کا عقیدہ ہے کہ مہینہ محرم کی چاند رات اور پنج شنبہ اچھے نہیں ہوتے۔ چونکہ آج پنج شنبہ کی رات ہوگی اب تجربہ کرنا ہے کہ یہ سال کیسا گزرتا ہے۔

پھانسی: ۴ر فروری ۱۹۱۰ء ۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ نرندر ناتھ سین کو ہائی کورٹ کلکتہ نے حکم پھانسی کا صادر کیا جس نے ۲۵ جنوری ۱۹۱۰ء کو شمس العالم ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو تپنچہ کی گولی سے ہلاک کیا تھا۔

علی گڑھ کالج: ۸ر فروری ۱۹۱۰ء ... معلوم ہوا کہ سر آغا خاں خوجوں کے پیر، بذریعہ اسپیشل ٹرین ۵ فروری بوقت ۱۱ بجے دن لکھنؤ تشریف لائے۔ اہالی لکھنؤ نے ان کی نہایت قدر و منزلت کی اور گھوڑے کھول کر خود اسٹیشن سے قیصر باغ تک لے گئے۔ اسٹیشن سے قیصر باغ تک جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ ان کی

Marfat.com

دارالعلوم ندوہ: ۲ر دسمبر ۱۹۰۸ء - ۲۸ر نومبر ۱۹۰۸ء کو سر ہیوٹ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر متحدہ اضلاع آگرہ و اودھ نے سنگ بنیاد دارالعلوم ندوۃ العلما کا بمقام لکھنؤ رکھا۔

گاڑیوں کا تصادم: ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۸ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲ر دسمبر ۱۹۰۸ء کو قصبہ مصطفےٰ آباد متصلہ لاہور میں دو ریل گاڑیاں لڑ گئیں جس سے ۱۸ آدمی ہلاک و ۲۵ مجروح ہوئے۔

صرفہ تار: ۱۳ر فروری ۱۹۰۹ء... یکم جنوری ۱۹۰۹ء سے ٹیلی گرام بھیجنے کا حسب ذیل انتظام ہوا معمولی تار جو ایک روپیہ میں جاتا تھا وہ اب چھ آنے میں جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ مع نام و پتہ مکتوب الیہ عہد مکتوب الیہ بارہ لفظوں سے زائد نہ ہوں اور اگر زائد الفاظ ہوں گے تو فی لفظ ۲ پائی مزید دینا ہوں گی اور جو تار ضروری دو روپیہ میں جاتا تھا وہ ایک روپیہ میں جاوے گا مگر اس میں بھی یہ شرط ہے کہ مع نام کاتب و مکتوب الیہ وغیرہ کے بارہ لفظوں سے زیادہ نہ ہوں - اگر ہوں گے تو فی لفظ ایک آنہ مزید دینا ہوگا۔

آگرہ: ۲۲ر فروری ۱۹۰۹ء... آگرہ کے تاج محل میں ایک لمپ عطیہ لارڈ کرزن صاحب سابق وائسرائے ہند ۱۲ فروری ۱۹۰۹ء بوقت سوا سات بجے رات کے سر ہیوٹ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ نے آویزاں کیا - یہ نہایت عمدہ لمپ ہے - مصر کے تدروس مدبر نے دو سال میں اس لمپ کو تیار کیا ہے - یہ لمپ کسی تقریب ضروری میں روشن کیا جائے گا۔

ممبر کونسل وائسرائے: یکم اپریل ۱۹۰۹ء - اخباروں سے واضح ہوا کہ مسٹر سنیہ (کذا) قوم بنگالی، بیرسٹر ایٹلا و ایڈوکیٹ جنرل بنگال کونسل وائسرائے کے ممبر مقرر ہوئے جن کی تنخواہ چھ ہزار چھ سو سولہ روپیہ ماہوار مقرر ہوئی - یہ پہلی مرتبہ ہے کہ ایک ہندوستانی گورنمنٹ کے معزز عہدہ پر مقرر ہوا حالانکہ ان کی وکالت کی آمدنی تیس ہزار روپیہ ماہوار تھی مگر بوجہ ازدیاد عزت و مرتبہ کے انھوں نے یہ عہدہ قبول کیا - بابو صاحب نہایت قابل و قانون داں شخص ہیں۔

جوڈیشل کمشنر: ۲۱ر مئی ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ پنڈت سندر لال صاحب وکیل عدالت ہائی کورٹ الہ آباد، جوڈیشل کمشنر مقرر ہوئے - یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ایک ہندوستانی ایسے معزز عہدہ پر ممتاز فرمایا گیا - پنڈت صاحب کی آمدنی وکالت ان کے اس عہدہ کی تنخواہ سے کہیں زائد تھی۔

مقدمہ لاجپت رائے: ۹ر جولائی ۱۹۰۹ء - جو مقدمہ لالہ لاجپت رائے لاہور نے بنام اخبار "انگلش مین" کلکتہ میں بابت اپنے ازالہ حیثیت عرفی کے کلکتہ ہائی کورٹ میں دائر کیا تھا اس میں جج فلیچر کلکتہ نے ۷ر جولائی کو پندرہ ہزار کی ڈگری دی اور خرچہ مقدمہ دلوایا - دعوا پانچ ہزار کا تھا - مسٹر نارٹن اعلا درجہ کے

تشریف آوری کا یہ سبب ہے کہ علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی قرار دینا چاہتے ہیں۔ جس کا تخمینہ تیس لاکھ روپے ہے۔ منجملہ اس کے بیس لاکھ روپیہ وصول ہو چکا ہے اب صرف دس لاکھ چندہ ہونے کی ضرورت ہے۔ غالباً لکھنؤ میں فہرست چندہ کھولی جائے اور متمول لوگ حسب حیثیت چندہ دیں جس کی تعداد میں آئندہ کسی تاریخ میں درج روزنامچہ ہذا کروں گا۔

وفات ایڈورڈ ہفتم: ۸ رمئی ۱۹۱۰ء۔ آج کے "پانیر" سے واضح ہوا کہ ایڈورڈ ہفتم بادشاہ انگلستان اور ہمارے شہنشاہ معظم نے ۶ رمئی ۱۹۱۰ء کا دن گزر کے رات کو ۱۱ بج کے ۴۵ منٹ پر بعارضہ انفلوئنزا انتقال کیا۔ عمر ۷۰ سال تھی۔ اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں قحط و زلزلہ و طاعون اور ہر قسم کی پریشانیاں زیادہ لاحق رہیں۔

دمدار ستارہ: ۹ رمئی ۱۹۱۰ء دمدار ستارہ صبح کے ۴ بجے پورب جانب اُتر کو ہٹتا ہوا نکلتا ہے جس کا قیام ۵ بجے تک رہتا ہے۔ تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا نکلنا اچھا نہیں ہے۔ جنگ و قحط سالی وغیرہ کا سامنا اور بادشاہ اور رؤسائے وقت کو باعث نقصان کا متصور ہے۔ چنانچہ ہمارے ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہو گیا۔

ماتم ایڈورڈ ہفتم: ۱۵ رمئی ۱۹۱۰ء۔ بوجہ وفات بادشاہ ایڈورڈ ہفتم حسب منشائے گورنمنٹ بہ اظہار ماتم غم و الم کل حکام و رؤسا وغیرہ اپنے بائیں بازو پر ایک سیاہ کپڑا بالائے پوشاک باندھے رہتے ہیں۔ لہذا جب میں باہر نکلتا ہوں تو اپنے بائیں بازو پر پارچہ سیاہ لپیٹا کرتا ہوں کہ باعث اعتراض کا نہ ہو۔

۱۸ رمئی ۱۹۱۰ء آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ملک معظم کی تدفین میں تیس فرماں روایان ملک شریک ہوں گے۔ غیر ملکی حکمرانوں نے نہایت بیش قیمت ہار بھیجے ہیں جن میں بعض کی قیمت ڈیڑھ سو گنی ہے۔ آغا خاں نے بھی نہایت بیش قیمت پھولوں کا ہار بھیجا ہے اس میں علاوہ گلاب کے ایک ہزار پھول چنبیلی کے ہیں۔

۲۴ رمئی ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۱۹ رمئی ۱۹۱۰ء کو اعلیٰ حضرت ملک معظم کی لاش بنظر دیدار ویسٹ منسٹر میں رکھی گئی تھی اور دیکھنے والے مجمع کی لمبائی تین میل تک تھی۔ گمان ہے کہ چار لاکھ آدمی تابوت کے قریب سے گزر چکے تھے اور ۲۰ رمئی کو وہیں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

سید علی امام: ۳ رنومبر ۱۹۱۰ء۔ آج کے تار برقی مندرجہ اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سید علی امام بجائے مسٹر سنہا کونسل وائسرے میں مقرر ہوئے۔

لارڈ ہارڈنگ: ۲۵ رنومبر ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ لارڈ ہارڈنگ جدید وائسرائے ۱۸ رنومبر ۱۹۱۰ء کو داخل کلکتہ ہوئے۔ دیکھنا چاہیے کہ جدید لارڈ انتظام سلطنت کیسا کرتے ہیں۔ لارڈ منٹو کی خوش

Marfat.com

انتظامی سے باشندگان ہندوستان بہت خوش رہے اور انھوں نے ہندوستانیوں کو معزز عہدے عطا کیے اور نیک نامی کیساتھ رخصت ہوئے۔

ولی عہد جرمنی: یکم جنوری ۱۹۱۱ء۔ آج کل ولی عہد جرمنی ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیاحت فرما رہے ہیں اور ہماری گورنمنٹ ان کا ہر قسم کا اعزاز و دعوت و تواضع فرما رہی ہے کہ وہ وکٹوریہ آنجہانی کے نواسے ہیں۔

آغا خاں اور علی گڑھ: ۵، مارچ ۱۹۱۱ء۔۔۔ اودھ اخبار مورخہ ۴ مارچ ۱۹۱۱ء سے واضح ہوا کہ سر آغا خاں بہادر قوم خوجہ آج کل تمامی ہندوستان سے بنا بر قائم کرنے یونیورسٹی علی گڑھ مسلمانوں سے چندہ وصول کر رہے ہیں اور بیس لاکھ سے زائد وصول کر چکے ہیں اور بالفعل لاہور (پنجاب) میں ہیں۔ وہ ۱۱ر نومبر ۱۸۷۷ء کو بمقام کراچی پیدا ہوئے۔ اس حساب سے ان کی عمر ۳۳ سال کی ہے آدمی نہایت لائق خطاب یافتہ فرقہ خوجہ کے امام ہیں اور ہزاروں روپیہ ان کی آمدنی ہے۔ یقین ہے کہ ان کی کوشش موجودہ سے تیس لاکھ سے زائد چندہ وصول ہو جائیے یہ پہلے شخص ہیں جو بعد سر سید احمد خاں بانی علی گڑھ کالج اپنی قوم کیلیے یونیورسٹی قائم کرنے کیلیے اس قدر کوشش کر رہے ہیں۔

جشن تاج پوشی: ۲۸ر مارچ ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ہمارے ملک معظم کا دربار تاج پوشی ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۱ء کو بہ مقام دہلی ہوگا۔

وفات سید علی بلگرامی: ۳ر مئی ۱۹۱۱ء۔۔۔ شب گذشتہ کو سید علی بلگرامی مقیم ہردوئی نے بعارضہ رکنے حرکت قلب کے قضا کی۔ عمر ۶۵ سال تھی۔ یہ بڑے نامی گرامی بلگرامی کے رؤسا میں تھے اور بابہر ملازمت حیدر آباد دکن میں انھوں نے بہت کچھ کمایا۔ سنا جاتا ہے کہ پچاس ساٹھ لاکھ روپیہ ان کا بینک میں جمع ہے اور اسی ہزار روپیہ کا کتب خانہ حیدر آباد میں ہے۔ شراب خوار اکثر رکنے سے حرکت قلب کے مر جاتے ہیں۔ چونکہ متوفی بھی شراب خوار تھے لہذا دفعتاً اسی عارضہ میں فوت ہوئے۔ کئی لڑکے اور لڑکیاں اور ایک بیوی یادگار چھوڑیں۔ متوفی علاوہ زبان انگریزی، فارسی، عربی اور سنسکرت کے فرانسیسی اور جرمنی زبان کے بھی ماہر تھے۔ کوئی شک نہیں کہ ان کو بہت بڑی قابلیت حاصل تھی اور جلیل القدر حکام ان کو نگاہ وقعت سے دیکھتے تھے۔

جشن تاج پوشی: ۲۳ر جون ۱۹۱۱ء۔ آج جارج پنجم ملک معظم انگلستان و ہندوستان کا جشن تاج پوشی بمقام لندن ہوا۔ اس وجہ سے ہندوستان کے ہر ایک شہر اور قصبہ میں جشن خوشی منایا گیا۔

برقی پنکھا: ۲۲ر اگست ۱۹۱۱ء۔ شب گزشتہ کو برقی پنکھا مرسلہ سید التفات رسول صاحب تعلقدار ۸ بجے شب سے آج ۶ بجے صبح تک میری کوٹھی میں متصل میرے پلنگ کے چلتا رہا۔ ہوا کافی ملتی ہے۔ شب بھر میں اسی ہوا میں سویا اور نہایت غرق نیند آئی اور ڈیڑھ آنے کا تمام رات میں روغن مٹی جلا۔ یہ

برقی پنکھا بہت عمدہ ہے جس کی قیمت چھیانوے روپے ہے۔ میرا قصد تھا کہ میں بھی ایک پنکھا لکھنؤ سے منگواؤنگا لیکن چونکہ اب سردی پڑنے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں لہذا امسال اس کا منگانا ملتوی رکھا۔ انشاءاللہ تعالیٰ سال آئندہ بشرط حیات منگاؤں گا۔

جشن تاج پوشی جارج پنجم: ۲۴ر نومبر ۱۹۱۱ء ... آج کل دہلی میں بڑے بڑے انتظامات ہو رہے ہیں۔ ۲۵ مربع میل میں خیمے وغیرہ نصب ہیں کہ ہمارے شہنشاہ جارج پنجم و ملکہ میری ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۱ء کو رسم تاج پوشی بمقام دہلی ادا فرمائیں گے اور بہت سے والیان ملک شریک دربار رسم تاج پوشی ہوں گے۔ ہمارے ضلع ہردوئی سے راجہ صاحب کٹیاری و نواب عبدالکریم خاں صاحب تعلقہ دار شاہ آباد مطلوبہ گورنمنٹ شریک دربار ہوں گے یہ بہت بڑا جشن دہلی میں ہوگا کہ لاکھوں آدمی شریک ہوں گے۔ شاید کبھی ایسا ہوا ہو۔

۳ر دسمبر ۱۹۱۱ء۔ "کل ۲ر دسمبر کو ہمارے ملک معظم جارج پنجم مع ملکہ میری جہاز مدینہ پر داخل بمبئی ہوئے اور اور شاید کسی تاریخ آئندہ پر روانہ دہلی ہوں گے۔

۸ر دسمبر ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جو خیمہ عالی شان دربار دہلی کی کمیٹیوں کے واسطے نصب ہوا تھا۔ ۵ر دسمبر کو آگ لگ جانے کی وجہ سے بالکل سوخت ہو گیا ہے۔ ہزاروں روپیوں کی تیاری کا تھا۔ اگرچہ خیمہ مذکور اس قلیل مدت میں تیار ہو سکتا ہے لیکن جو چیزیں طلائی اور نقرئی یا اور آلات جو اس کی زیبائش کے لیے آراستہ کیے گئے تھے ان کا بہم پہنچنا مشکل ہے اور قبل اس کے چیف کمشنر صاحب لاہور کا بھی خیمہ مع اس کے کل شاگرد پیشوں کے آگ لگ جانے سے سوخت ہو گیا تھا۔ اگرچہ یہ علامتیں اچھی نہیں ہیں مگر خدا مدد فرمائے کہ یہ جشن تاجپوشی جو ۱۲ر دسمبر کو ہونے والا ہے بادشاہ و کل رعایائے برٹش کو مبارک ہو۔

۱۵ر دسمبر ۱۹۱۱ء۔ ۱۲ر دسمبر کو جب ملک معظم نے تخت نشینی بمقام دہلی اختیار فرمائی تو لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل نے حسب ذیل اسپیچ فرمائی۔

۱۔ دہلی بجائے کلکتہ کے دارالسلطنت قرار پائے۔ ۲۔ بہ عہد لارڈ کرزن صاحب جو تقسیم بنگال کی ہوئی تھی اور جس کی وجہ سے بنگالیوں میں ایک شورش پیدا تھی وہ منسوخ کی جاتی ہے۔ ۳۔ ۵۰ لاکھ روپیہ واسطے تعلیم کے دیا گیا۔ ۴۔ ملازمان سول و فوجی جن کی تنخواہ پچاس روپے ماہوار ہے ان کی تنخواہ ۱۵ر دن کی معاف کی جائے۔ آج کی تاریخ میں اعزاز تقسیم ہوئے جس میں تعداد کثیر انگریزوں اور والیان ملک وغیرہ کی ہے۔ ●

Marfat.com

Marfat.com

باب دوم

ہندوستان کی ریاستیں اور تعلق

Marfat.com

Marfat.com

لشکر کپورتھلہ: یکم نومبر ۱۸۷۶ء۔ لشکر کپورتھلہ آج سندیلہ ہوکر گزرا۔ چونکہ راجہ صاحب بذریعہ ریل واسطے ملاقات گورنر جنرل بہادر کے لکھنؤ تشریف لے گئے ہیں لہٰذا لشکر براہ خشکی بیدل منزل بہ منزل جاتا ہے۔

وفات والی جودھ پور: ۱۲ فروری ۱۸۷۳ء۔ تحریر منشی باسط علی خسر پور منشی شمس الدین صاحب سے معلوم ہوا کہ ۱۲ ماہ حال کو راجہ تخت سنگھ والی جودھ پور بعارضہ ورم جگر فوت ہوئے۔

وفات مہاراجہ بلرام پور: ۲۸ مئی ۱۸۸۲ء۔ ۲۷ مئی کو مہاراجہ دگبجے سنگھ والی ریاست بلرام پور وتلکشی پور بعارضہ استسقا میں بمقام الہ آباد فوت ہوئے۔ عمر ۵۹ سال تھی۔ مہاراجہ کو سرکار انگلشیہ سے بہت بڑا اعزاز ملا تھا اور گیارہ ضرب توپیں سلامی کی ان کی آمد و شد میں سر ہوتی تھیں۔ سنا گیا کہ ایک لاکھ روپیہ قبل وفات پجاریان الہ آباد وغیرہ کو دیا گیا۔

دستور پان حیدر آباد: ۴ نومبر ۱۸۸۲ء۔ مولوی ضامن حسین صاحب حال سٹی مجسٹریٹ حیدر آباد میری ملاقات کو تشریف لائے اور عند التذکرہ بیان کیا کہ حیدر آباد میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی کسی کی ملاقات کو آتا ہے تو جس وقت دوسرا پان صاحب خانہ ملاقاتی کو دیتا ہے تو اس سے رخصتی مفہوم ہوتی ہے اور اہل ملاقات پان کھا کر رخصت ہو جاتا ہے۔

۸ فروری ۱۸۸۳ء۔ سر سالار جنگ مختار الملک وزیر اعظم دکن حیدر آباد نے بعارضہ ہیضہ وبائی آج انتقال کیا۔ یہ بہت بڑے مدبر فرزانۂ روزگار تھے اور ان کے عہد وزارت میں ریاست حیدر آباد نے بہت ترقی حاصل کی۔

۶ فروری ۱۸۸۳ء۔ کل (میر محبوب علی خاں) نظام حیدر آباد گدی نشیں ہوئے۔ لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند نے گدی نشین کیا۔

مولوی صدیق حسن بھوپال: ۲ نومبر ۱۸۸۵ء۔ بملاحظہ اودھ اخبار ۱۸۸۵ء معلوم ہوا کہ ماہ حال کو بحکم گورنمنٹ مولوی صدیق حسن خاں صاحب شوہر رئیسہ بھوپال سے خطاب نوابی واپس لیا گیا اور کار ریاست سے بے تعلق ہوئے اور ۱۷ ضرب توپ سلامی کی موقوف ہوئی جس کا سبب یہ معلوم ہوا کہ مولوی صاحب

Marfat.com

موصوف رعایا پر ظلم و جور بہت کرتے تھے جسکی شکایت رپلیل گریفن صاحب ایجنٹ راجپوتانہ نے گورنمنٹ سے کی تھی۔

نزاع۔بلرام پور: ۷ ہر مارچ ۱۸۸۶ء۔آج اجلاس جوڈیشل کمشنر لکھنؤ سے بابت نزاع ریاست بلرام پور یہ فیصلہ ہوا کہ مہارانی خورد و کلاں بعد منہائی مصارف انتظامی وغیرہ نصف نصف منافع تقسیم کرلیا کریں۔چونکہ یہ حکم خلاف مہارانی کلاں کے ہے لہذا اس کا اپیل ولایت میں ہوگا۔بالفعل منشی شمس الدین صاحب نائب ریاست بلرام پور ہیں اور اس مقدمہ کی پیروی کر رہے ہیں۔

وفات مہاراجہ اندور: ۱۷ر جون ۱۸۸۶ء۔آج مہاراجہ ہلکر نے ۱۱ بجے دن کو انتقال کیا۔

وفات مہاراجہ گوالیار: ۲۲ر جون ۱۸۸۶ء۔۲۰ر جون شام کو مہاراجہ جیاجی راؤ گوالیار نے بعمر ۵۵ سال قضا کی۔

وفات نواب رام پور: ۲۶ر مارچ ۱۸۸۷ء۔نواب کلب علی خاں صاحب والی ریاست رام پور بعوارض چند در چند ۲۳ر مارچ یوم چہارشنبہ کو فوت ہوگئے۔نواب صاحب مرحوم نے ایک لاکھ روپیہ واسطے مرمت جامع مسجد دہلی کے عطا کیا تھا۔

ایک شادی۔حیدرآباد: ۲ر نومبر ۱۸۸۸ء۔معائنہ اودھ اخبار لکھنؤ سے واضح ہوا کہ سالار جنگ مرحوم وزیراعظم حیدرآباد دکن کی پوتی کی شادی ایک امیرزادہ سے ہوئی۔عمر دولہا تین سال اور دلھن کی ایک ماہ سات دن کی ہے۔ایسی شادی نادرالوقوع ہے جو قبل اس کے کبھی سماعت میں نہیں آئی اور اسی وجہ سے اس مقام پر اس کا اندراج ہوا۔

ملازمت بھوپال: ۱۲ر دسمبر ۱۸۸۸ء۔بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروزہ کے واضح ہوا کہ حسب تحریک رئیسہ بھوپال بہ منظوری گورنمنٹ آف انڈیا منشی امتیاز علی صاحب وکیل لکھنؤ منصب وزارت ریاست مذکور کے واسطے منتخب ہوئے۔یقین ہے ان کی ذات سے بہت سے لوگ فائز المرام ہوں۔

نیوتہ بھوپال: ۲۹ر فروری ۱۸۸۹ء۔آج چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سکرٹری انجمن تعلقداران اودھ و آنریری مجسٹریٹ لکھنؤ سے ملاقات ہوئی۔کمال تپاک سے پیش آئے اور مجھے وہ تحریریں معائنہ کرائیں جو ان کے نام شاہجہاں بیگم صاحبہ والی ریاست بھوپال اور نواب صدیق حسن خاں صاحب شوہر رئیسہ نے بجواب شقہ طلب شادی چودھری عزت علی خلف چودھری صاحب موصوف بھیجی ہیں اور رئیسہ نے ایک ہزار روپیہ کا کرنسی نوٹ بطریق نیوتہ و ساری جوڑے کے بمعیت اپنے معتمد خاص کے بھیجا ہے۔تحریروں سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ ہر دو صاحبان کی نظر الطاف چودھری صاحب پر زائد ہے اور ان کو امید وار ملازمت بعہدہ نائب وزارت مال کے کیا ہے جس کا اشارہ تحریر نواب صاحب میں درج تھا۔تعداد مشاہرہ بالفعل چار سو پچاس قرار پائی ہے اور آئندہ کو امید ترقی کی ہے۔لیکن

Marfat.com

منشا چودھری صاحب بباعث غیر استقلالی و تلوّن ریاست کے معلوم نہیں ہوتا۔

وفات نواب رام پور: یکم مارچ ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے معلوم ہوا کہ نواب صاحب مشتاق علی خاں صاحب والی راست رام پور نے بعارضہ سرسام بعمر ۳۳ سال واقعہ ۲۵ فروری سن حال روز دوشنبہ ۲ بجے دن کے انتقال کیا۔ دو لڑکے خورد سال چھوڑے۔ حامد علی خاں ولی عہد کی عمر ۱۴ سال کی ہے۔ صاحب ایجنٹ روہیلکھنڈ نے ولی عہد صاحب کو بتاریخ ۲۷ فروری مسند نشین ریاست کا کیا اور اختیارات ریاست اس وقت عطا ہوں گے جب وہ علوم متعارفہ کو حاصل کر کے لیاقت پیدا کریں گے اس وقت تک امور انتظامی بذریعہ کونسل تصفیہ پاتے رہیں گے جس کے وائس پریسیڈنٹ جنرل اعظم الدین خاں صاحب ممبر مال ہیں و جوڈیشل نواب اکرام اللہ خاں صاحب یار جنگ و منشی علی حسن خاں صاحب ممبر مال ہیں۔ نواب مشتاق علی خاں صاحب مرحوم ابتدائے عمر سے بعارضہ فالج مبتلا تھے۔

وفات راجہ بوندی: ۵ اپریل ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار ۵ اپریل سے معلوم ہوا کہ ۸ مارچ سن رواں کو مہاراو راجہ رام سنگھ والی ریاست بوندی بعمر ۸۰ سال فوت ہوئے۔ ان کی رعایا ان سے بہت رضامند تھی۔ بجائے راجہ صاحب متوفی ان کے بیٹے رگھوبیر سنگھ گدی نشین ہوئے۔

وفات مہاراجہ بنارس: ۱۷ جون ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروزہ سے واضح ہوا کہ بتاریخ ۱۲ جون سنہ الیہ مہاراجہ سر ایشری پرشاد نرائن سنگھ بہادر جی سی ایس آئی بنارس نے بعمر ۷۰ سال بعارضہ اسہال قضا کی۔ یہ ہردل عزیز مہاراجہ تھے۔

وفات معتمد حیدر آباد: ۲۸ جنوری ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروزہ سے معلوم ہوا کہ واقعہ ۲۶ جنوری سنہ الیہ کو نواب سعادت علی خاں صاحب منیر الملک (کذا) معتمد ریاست حیدر آباد دکن خلف اصغر نواب سر سالار جنگ اوّل مرحوم بعوارض چند در چند رہ گزارے عالم بقا ہوئے۔ عمر ۲۴ سال تھی۔ ایک لڑکی پنج سالہ یادگار چھوڑی۔

وفات نواب صدیق حسن خاں بھوپال: ۲۶ فروری ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروزہ سے معلوم ہوا کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب شوہر شاہجہاں بیگم رئیسہ بھوپال واقعہ ۱۹ فروری سن رواں بعارضہ استسقا فوت ہوئے اور ۲۰ کو دفن ہوئے۔ نواب صاحب ساکن قنوج ادنیٰ درجہ کے آدمی تھے لیکن اقبال نے کچھ ایسی ترقی کی کہ دفعتاً شوہر رئیسہ ہو کر مرتبہ اعلیٰ پر پہنچے اور خطاب نوابی گورنمنٹ انگلشیہ سے حاصل ہوا اور

Marfat.com

گیارہ ضرب توپ سلامی کے مقرر ہوئے لیکن تھوڑے عرصہ میں یہ ثبوت مخالفت گورنمنٹ نے خطاب وغیرہ واپس لے لیا اور عہدۂ مدار المہامی ریاست سے معزول کیا جس کا سخت صدمہ نواب صاحب کو ہوا اور کوئی کوشش حصول اعزاز کارگر نہ ہوئی۔ بالآخر اسی کوفت میں انتقال کیا۔ اگرچہ ذی علم تھے لیکن مادہ انتظامی دماغ میں نہ تھا اتوں کی شکایت تھی اور مخبری پر دارومدار جس سے سارے اہل کاران ریاست ہمیشہ اندیشہ ناک رہتے تھے۔ نواب صاحب کی ذات سے رئیسہ کی بیٹی اور داماد کے درمیان عداوت قلبی تھی یقین ہے کہ اس حادثہ سے اہل کاران ریاست کم ملول ہوں۔

وفات سالارجنگ ثانی۔ حیدرآباد: ۱۲ر جولائی ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محررہ ۱۱ جولائی سنہ الیہ واضح ہوا کہ لائق علی خاں سر سالار جنگ ثانی سابق وزیر اعظم حیدر آباد دکن نے بعمر ۲۶ سال واقع ۷ر جولائی ۱۸۸۹ء کو بعارضہ فالج انتقال کیا۔ ایک بیٹا چند مہینہ کا یادگار چھوڑا۔

قتل جنرل رامپور: ۱۳ر اپریل ۱۸۹۱ء۔ آج دس بجے رات کو جنرل عظیم الدین خاں پریسیڈنٹ کونسل ریاست رامپور کو جب وہ بگھی پر جارہے تھے کسی نے بندوق مار کر ہلاک کیا۔ سنا گیا کہ جنرل صاحب ظالم مزاج و سخت گیر تھے اور ان کا برتاؤ اہالی رامپور علی الخصوص متوسلین ریاست سے اچھا نہ تھا اور عموماً لوگ ان کے دشمن تھے۔

موسم کشمیر: ۲۵ر جولائی ۱۸۹۲ء۔ آج پنڈت منوہر ناتھ خلف پنڈت بشمبر ناتھ سابق سب جج اضلاع اودھ بہ ہمراہی راجہ کنور نریندر بہادر صاحب تعلقدار میری ملاقات کو تشریف لائے اور اپنی مہذبانہ بات چیت سے مجھے خوش کیا۔ بالفعل پنڈت صاحب سٹی مجسٹریٹ شہر سری نگر کشمیر کے ہیں اور تین سو ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ میری ان کی اس وقت سے ملاقات ہے جب کہ ان کے والدین من ابتدائے ۳۷ء لغایت ۷۶ء تحصیلدار سندیلہ تھے۔ پنڈت صاحب کا بیان ہے کہ اس موسم میں جب کہ یہاں زمانہ بارش کا ہوتا ہے تو کشمیر کا موسم نہایت خوشگوار و پسندیدہ ہوتا ہے اور دور دور کے لوگ وہاں تفریحاً اسی زمانہ میں جاتے ہیں۔

نظام دکن۔ حیدرآباد: ۲۴ر اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ نواب میر محبوب علی خاں صاحب بہادر جی سی ایس آئی نظام دکن ۶۷ء کو پیدا ہوئے تھے جن کی عمر ۲۸ر اکتوبر کو ۲۶ سال کی ہوگی اور بعد انتقال افضل الدولہ اپنے والد ماجد کے ۲۷ر فروری ۱۸۶۹ء کو قائم مقام ہوئے تھے اور ۵ فروری ۱۸۸۴ء کو لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے ان کو تخت نشین کیا تھا لہذا اب ۲۳ سال سے حکومت کر رہے ہیں۔

مقدمہ توہین۔ حیدرآباد: ۲۶ر مارچ ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے معلوم ہوا کہ جو مقدمہ توہین کا نواب صاحب مہدی حسن فتح نواز جنگ سابق ہوم سکریٹری ریاست حیدر آباد دکن ساکن

Marfat.com

ضلع نواب گنج اودھ نے دربارۂ اشاعت پمفلٹ فضیحت نسبت بدچلنی وبداطواری مسماۃ گرٹروڈ ڈانڈلے (زوجہ مہدی حسن) کے مسٹر مترا بنگالی پر دائر کیا تھا اور جس کی تحقیقات مسٹر ویس کو بھٹ اسسٹنٹ رزیڈنٹ حیدرآباد مدت ایک سال سے کر رہے تھے اسے ختم کر کے ۱۹ اپریل ۹۳ء کو اپنی تجویز مجمع عام میں سنائی کہ مترا ملزم اس بنیاد پر بری ہوا کہ اثبات جرم کے یہ ثابت کرنے میں ناکامی ہوئی کہ مترا نے پمفلٹ شائع کیا تھا اور واجبیت کے بابت مجسٹریٹ صاحب نے فیصلہ قلمبند کرنے سے انکار کیا ہرچند کہ فریقین کی استدعا تھی۔

مقدمہ ہذا میں بہت بڑی طوالت و فضیحت ہوئی جو ہندوستان کی تواریخ میں قابل یادگار رہوگی۔ آغا مرزا ملقب بہ سرور جنگ برادر زادہ مرزا عباس بیگ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ اضلاع سیتاپور و ہردوئی ساکن دہلی حال سکریٹری صیغہ متفرقات ریاست نظام بانی مقدمہ ہذا تھے اور انھیں کی مدد سے یہ مقدمہ اس قدر زمانہ تک چلا جس میں لاکھوں روپیہ صرف ہوا۔ ان کے معین سر خورشید جاہ یکے از دولت مندا خوان ریاست ہیں اور مہدی حسن کے مددگار سر آسمان جاہ وزیر ریاست۔ پس انھیں دو صاحبوں کا روپیہ صرف ہوا ورنہ سرور جنگ و فتح نواز جنگ کچھ بالذات ایسی مقدرت نہ رکھتے تھے کہ چند ہزار روپیہ بھی اپنی جیب خاص سے صرف کر سکتے۔ آج کل سرور جنگ کا بڑا زمانہ ہے نظام حیدرآباد دکن کی ناک کے بال ہو رہے ہیں اور بابت نظام و صاحب رزیڈنٹ کے متوسط ہیں۔

اعزاز مہارانی بلرام پور: ۲ مئی ۱۸۹۳ء۔ مہارانی کاں ریاست بلرام پور بیوہ مہاراجہ سر درگ بجے سنگھ کو نو ضرب توپ سلامی کا اعزاز حاصل ہوا جس کا نفاذ ۱۳ اپریل سنہ الیہ کو ہوا۔

محسن الملک حیدرآباد: یکم اگست ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ ۲۸ وزدہ کے واضح ہوا کہ مولوی مہدی علی خاں صاحب۔ ملقب بہ نواب محسن الملک جو ہوم ڈیپارٹمنٹ ریاست حیدرآباد کے نامور وزیر تھے اور جن کی لیاقت و عالی دماغی کی بہت تعریف تھی اور ریاست موصوفہ کے سچے خیر خواہ تھے سر پلوڈن صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد کی پولیٹکل کارروائیوں سے علیحدہ ہوئے اور یکم محرم ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۰ جولائی سنہ الیہ کو ریاست موصوفہ سے اپنے وطن مالوفہ شہر اٹاوہ کو روانہ ہوئے جن کی مفارقت میں ہزارہا پارسی، مکھنی و ہندوستانی بوقت رخصت اسٹیشن ریلوے پر چشم پرنم و گریہ کناں تھے نتیجہ یہ ہے کہ یہ زمانہ خیر خواہ لوگوں کا نہیں۔ یہ مسلم امر ہے کہ جب کسی ریاست میں زوال آنے والا ہوتا ہے تو وہاں سے خیر طلب لوگ اول اسی طور سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

خان قلات: ۲۴ اگست ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار کے واضح ہوا کہ خداداد خاں خان قلات (بلوچستان) بباعث قتل کرنے اپنے وزیر و وزیر زادہ کے معزول ہوئے اور بجائے ان کے محمود خاں ان کے

Marfat.com

بڑے بیٹے حسب منظوری گورنمنٹ ہند والی قلات مشتہر ہوئے۔

رامپور: ۳ مئی ۱۸۹۳ء۔ معائنہ اودھ اخبار امروزہ سے واضح ہوا کہ سعد اللہ خاں و مصطفےٰ خاں ولدان عبداللہ خاں قاتلان جنرل اعظم الدین خاں ممبر اعلا ریاست رامپور کو بہ ثبوت جرم حکم سزا پھانسی و سزا دوام بہ عبور دریائے شور اجلاس سشن ریاست موصوفہ سے صادر ہوا جس کی تعمیل عنقریب ہوگی۔ مصطفےٰ خاں عرصہ تک تحصیل داری ضلع کانپور میں مامور رہے تھے۔

مسند نشینی: ۴ اپریل ۱۸۹۴ء۔ آج صبح کو سر چارلس کراس ویٹ صاحب بہادر لفٹننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ نے نواب حامد علی خاں صاحب والی ریاست رام پور کو حسب ضابطہ مسند نشین کیا اور ایک ہزار اشرفی نواب صاحب نے بطور نذر کے پیش کی۔

گدی نشینی گوالیار: ۱۵ دسمبر ۱۸۹۴ء۔ آج ۵ بجے شام کو مہاراجہ گوالیار گدی نشین ریاست ہوئے اور بہت جشن تمامی ریاست میں ہوا۔

جلاوطنی مہاراجہ جھالراوار: ۳ اپریل ۱۸۹۶ء۔ آج معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ۱۷ مارچ کو مہاراجہ ظالم سنگھ والی ریاست جھالراوار بحکم گورنمنٹ آف انڈیا اجلاسی ایلگن صاحب وائسرائے، شہر بنارس کو جلاوطن کیے گئے الزام یہ قرار پایا کہ اپنی رعایا کے ساتھ حسن انتظام کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں۔

وفات وزیر اعظم بھوپال: ۱۷ نومبر ۱۸۹۶ء۔ آج بذریعہ تار بھوپال سے واضح ہوا کہ کل ۱۶ بجے شام بروز دوشنبہ منشی امتیاز علی صاحب ساکن کاکوری وزیر اعظم بھوپال نے بعارضہ ضعف و استسقا قضا کی اور آج دس بجے دن کو وہیں بھوپال میں متصل مقبرہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم دفن ہوئے۔ عمر ۶۵ سال کی تھی۔ منشی صاحب نہایت خوش تقدیر آدمی تھے۔ اول پیشہ وکالت لکھنؤ سے بہت کچھ شہرت پیدا کی۔ بعدہٗ وزیر اعظم بھوپال بمشاہرہ ساڑھے تین ہزار ماہوار مقرر ہوئے اور بہت بڑا اعزاز و ناموری حاصل کی۔ ہماری اہل برادری سے ایسا کوئی شخص ممتاز نہیں ہوا۔ ایک کل برف کی بصرف ایک لاکھ روپیہ لکھنؤ میں جاری کی اور تین لاکھ روپیہ کا علاقہ ضلع اعظم گڑھ میں خرید کیا۔ آدمی نہایت لائق و مخیر تھے۔ بہت سے اہل کاکوری اس وقت ریاست موصوفہ میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہیں۔ چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا یادگار چھوڑا۔

۱۲ نومبر ۱۸۹۶ء۔ آج کل نواب اسحاق خاں صاحب وزیر رام پور و چودھری نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ و اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ بغرض حصول عہدہ وزارت ریاست بھوپال کوشش کر رہے ہیں دیکھا چاہیے کہ کون کامیاب ہوتا ہے۔

Marfat.com

برطرفی سرور جنگ حیدرآباد: ۲۸ فروری ۱۸۹۷ء۔ ۲۰ فروری سنہ الیہ کو آغا مرزا بہ لقب نواب سرور جنگ پیشی سکریٹری نظام حیدرآباد اپنے عہدہ سے علیحدہ کیے گئے اور بلدہ سے خارج۔ چار سال تک ان کا زمانہ بہت موافق رہا اور لاکھوں روپیہ کمایا اور سر آسمان جاہ وزیر اعظم و نواب محسن الملک مہدی علی خاں و نواب مہدی حسن انھیں کی کارروائیوں سے موقوف ہوئے تھے۔

وفات شاہ جہاں بیگم: بھوپال: ۱۹ جون ۱۹۰۱ء خط برخوردار مجتبیٰ علی مطابق ۲۹ صفر موصولہ بھوپال سے واضح ہوا کہ تاریخ ۱۶ جون ۱۹۰۱ء یوم یکشنبہ ساڑھے ۱۱½ بجے دن کے سرکار عالیہ شاہ جہاں بیگم صاحبہ والی ریاست بھوپال نے بعمر ۶۵ سال مرض آکلا میں رحلت کی جس کی شکایت میں وہ ایک سال سے مبتلا تھیں۔ رئیسہ کے مزاج میں خیر خیرات بہت تھی اور پکی مسلمان تھیں۔ انھوں نے اپنا عقد ثانی مولوی صدیق حسن قنوجی سے کیا تھا جو شوہر ہونے کے بعد خطاب نواب سے ممتاز ہوئے جو گورنمنٹ نے دیا تھا۔ دس بارہ سال کا زمانہ ہوا کہ مولوی صاحب موصوف نے رحلت کی۔ مرحومہ بعد نماز مغرب باغ نشاط افزا میں دفن ہوئیں پچیس ہزار سے زائد لوگ شریک نماز تھے۔ بعد وفات رئیسہ مرحومہ ان کی ولی عہد بیٹی سلطان جہاں بیگم صاحبہ داخل تاج محل ہوئیں۔ چونکہ رئیسہ مرحومہ سولہ سال سے ان سے ناراض تھیں اس وجہ سے صرف ایک مرتبہ بیٹی صاحبہ چند منٹ کے لیے اپنی والدہ کی عیادت کو آئی تھیں اور اب بعد وفات آئیں۔

سلطان جہاں بیگم: ۲۸ جون ۱۹۰۱ء۔ آج برخوردار مجتبیٰ علی مع ہمشیرہ منجھلی خود وارد سندیلہ ہوئے جن کی زبانی معلوم ہوا کہ ۳ جولائی مطابق ۱۷ ربیع الاول سن رواں کو جناب سلطان جہاں بیگم رئیسہ بھوپال تخت نشین ہوں گی لیکن انھوں نے انتظام ریاست ابھی سے شروع کر دیا ہے اور ہر ایک کارخانہ میں تخفیف کا لگا لگا دیا ہے چنانچہ تعمیرات میں ۲۵ ہزار روپیہ ماہوار کا صرفہ تھا جو گھٹا کر صرف دو ہزار روپیہ کر دیا گیا اور جس قدر بیگمات لکھنؤ وغیرہ کی محل سرا میں تھیں ان سب کو نکال دیا اور منشی احتشام علی خلف امتیاز علی صاحب مرحوم سابق وزیر اعظم کو جو تنخواہ پانچ سو روپیہ ماہوار ملتی تھی وہ موقوف کر دی گئی۔ غرض کہ ریاست میں ہر قسم کا عزل و نصب ہو رہا ہے اور سلطان جہاں بیگم اپنے شوہر احمد علی خاں بلقب سلطان دولہا کی رائے پر کام کرتی ہیں۔

حالات شاہ جہاں بیگم: ۲۸ جون ۱۹۰۱ء۔ حالات مختصر جناب نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ رئیسہ بھوپال۔ آپ ۶ جمادی الاول ۱۲۵۴ھ میں قلعہ اسلام نگر میں پیدا ہوئیں اور ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۶۰ھ کو بیگم صاحبہ کے والد جہانگیر محمد خاں صاحب نے بعارضہ ضعف معدہ انتقال کیا۔ اور ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۶۷ھ کو بخشی باقی

Marfat.com

محمد خاں بہ لقب امراؤ دولھا صاحب سے آپ کی شادی ہوئی اور ۲۰ ذلیقعدہ ۱۲۷۴ھ کو نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ پیدا ہوئیں۔ ۲۱ صفر ۱۲۸۴ھ کو امراؤ دولھا صاحب شوہر بیگم صاحبہ نے انتقال کیا اور ۱۴ رجب ۱۲۸۵ھ کو نواب سکندر بیگم صاحبہ والدہ ماجدہ نواب بیگم صاحبہ نے انتقال کیا۔ نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ یکم شعبان ۱۲۸۵ھ کو مسند نشین ہوئیں۔ اور موصوف الیہانے ۱۲۸۸ھ میں مولوی صدیق حسن صاحب قنوجی سے عقد ثانی کیا۔ شاہ جہاں آباد (ایک محلہ کا نام۔ ہاشمی) کی آبادی میں قریبًا ایک لاکھ روپیہ صرف کیا۔ جس کو آپ نے خود آباد کیا اور ۱۶ جون ۱۹۰۱ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۱۵ھ یوم یکشنبہ کو انتقال کیا اور ۳ جولائی ۱۹۰۱ء مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ یوم پنج شنبہ کو نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ دختر بلند اختر شاہ جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ نے تخت شاہی پر جلوس فرمایا اور ان کے خلف اکبر نصر اللہ خاں صاحب ولی عہد ریاست مقرر ہوئے۔ اس وقت عمر رئیسہ حال کی ۴۵ سال ہے اور ان کے دو فرزند اور ایک شوہر نواب سلطان دولھا اس وقت موجود ہیں اور انہی کی رائے پر کام ریاست چل رہا ہے۔

حالات جودھ پور: ۲۹ جون ۱۹۰۱ء۔ آج خط عزیز از جان سید اعجاز الحسن مورخہ ۱۴ جون سن رواں کے جو جودھ پور سے موصول ہوا وہ لکھتے ہیں کہ اس ریاست کے سکرٹری پنڈت دینا ناتھ جی صاحب ہیں جن کی تنخواہ پانچ سو روپے ماہوار اور پانچ ہزار کی ان کی جاگیر ہے۔ پنڈت سکھا دیو پرشاد صاحب منجھلے بھائی سکرٹری صاحب جوڈیشل سکرٹری ہیں اور انگریزی میں بی اے پاس ہیں اور خطاب راؤ بہادر گورنمنٹ کی طرف سے ان کو ملا ہے۔ تنخواہ ان کی بارہ سو روپیہ ماہوار ہے اور پنڈت شیو پرشاد صاحب سکرٹری کے چھوٹے بھائی کی تنخواہ دو سو روپیہ ماہوار ہے اور سر مہاراجہ پرتاب سنگھ وزیر اعظم اور مہاراجہ سری دربار کی مشورت سے کام ریاست جودھ پور کا سرانجام پاتا ہے۔ اب چونکہ دونوں صاحب ریاست میں تشریف نہیں رکھتے ہیں اس وجہ سے سکرٹری صاحب بہ استصواب رائے جناب صاحب ریذیڈنٹ بہادر امورات اہم ریاست کے انجام دیتے ہیں اور عدالتی کارروائی کونسل سے ہوتی ہے اور انتظامی مصارف بھی صاحب موصوف کے حکم سے ہوتے ہیں مگر سب امور سکرٹری صاحب ہی کی رائے سے طے ہوتے ہیں۔

وفات مہاراجہ دھول پور: ۲۵ جولائی ۱۹۰۱ء۔ مہاراجہ نہال چند والی ریاست دھول پور نے بمقام شملہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۱ء کو انتقال کیا جن کی عمر ۴۰ سال کی تھی اور ان کی محبتی (کذا) مہارانی نے بھی اسی وقت اسی مقام پر رحلت کی اور دونوں کی لاشیں ایک ساتھ واسطے جلانے کے بھیجی گئیں۔ مہاراجہ ۱۸۶۳ء

Marfat.com

میں بعمر ۱۱ سال گدّی نشین ہوئے تھے۔

وفات نواب احمد علی خاں بھوپال: ۶ر جنوری ۱۹۰۲ء۔ بمعائنہ اخبار انگریزی "پانیر" الہ آباد کے معلوم ہوا کہ نواب احمد علی خاں صاحب شوہر نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ رئیسہ بھوپال نے بتاریخ ۴ر جنوری ۱۹۰۲ء یوم شنبہ ۳ بجے صبح کے دفعتاً انتقال کیا۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ قلب پر فالج گرا۔ نواب صاحب مرحوم کی عمر ۴۴ سال کے اندر تھی۔ اپنے صاحبزادگان نصراللہ خاں و عبیداللہ خاں کی تقریب شادی میں مصروف تھے جو ۷ شوال آئندہ کو ہونے والی تھی۔ سنا جاتا ہے کہ مرحوم سخت منتظم تھے۔ انھوں نے ہزارہا آدمی ڈیوڑھی خاص سرکار عالیہ شاہجہاں بیگم صاحبہ مرحومہ کو موقوف کر دیا اور اب تخفیف عمال کے کاغذات پیشی میں تھے جن کے واسطے عنقریب حکم تخفیف کا صادر ہونے والا تھا لیکن قبل اس کے کہ کاغذات ملاحظہ ہو کر کوئی حکم اس پر صادر ہو دفعتاً پیک اجل نے اپنے پنجے میں ایسا لیا کہ پھر دم زدن کا موقع نہ ملا اور عموماً کل باشندگان اور خصوصاً ملازمت پیشہ کو مرحوم کے انتقال سے نہایت درجہ خوشی ہوئی۔ البتہ نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کو سخت صدمہ ہوا جو اپنے شوہر کی نہایت درجہ مطیع و فرماں بردار تھیں۔

وفات راجہ نان پارہ: ۳ مئی ۱۹۰۲ء یکم مئی ۱۹۰۲ء کو سر راجہ جنگ بہادر تعلقہ دار نانپارہ نے بعوارض چند در چند بمقام بہرائچ قضا کی۔ عمر ساٹھ سال تھی۔ آدمی نہایت خیر اور متمول تھے اور بہ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ گیارھویں شریف حضرت پیران پیر چار روز انجام دیتے تھے اور جو لوگ بغرض شرکت وہاں جاتے تھے انکو حسب حیثیت زر نقد دیا کرتے تھے مزاج میں انکسار بہت تھا اور مثل ادنی آدمیوں کے اپنا آزمال رکھتے تھے۔

گدّی نشینی مہاراجہ میسور: ۱۶ اگست ۱۹۰۲ء۔ ۸ اگست ۱۹۰۲ء لارڈ کرزن صاحب بہادر وائسرائے ہند نے مہاراجہ میسور کو گدّی نشین کیا جن کا نام مہاراجہ کرشنا دو دیا بہادر ہے جن کی عمر ۱۸ سال کی ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد حیدر آباد: ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء۔ ۱۶ شعبان ۱۳۲۰ھ کو مہاراجہ کشن پرشاد صاحب مستقل وزیر اعظم ریاست حیدر آباد دکن مقرر ہوئے۔

معزولی مہاراجہ ریاست پنا: ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ مہاراجہ مادھو سنگھ معزول از ریاست پنا جنھوں نے اپنے چچا کو زہر دلوا کر ہلاک کیا تھا ریاست مذکور سے جلاوطن کیے گئے اور شہر بلاری متعلقہ احاطہ مدراس میں ان کا قیام کرایا گیا اور سایک ہزار دو سو ماہوار ان کی تنخواہ تجویز کر دی گئی۔

مہاراجہ کشن پرشاد حیدر آباد: ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ نظام حیدر آباد نے ۹ نومبر کو ایک دربار منعقد

Marfat.com

کیا جس میں صاحب ریذیڈنٹ بہادر بھی شریک تھے اور مہاراجہ کشن پرشاد صاحب کو خلعت وزارت عطا فرمایا جو قیمتاً ایک لاکھ روپیہ کا تھا۔

صوبہ برار: ۱۸ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ گورنمنٹ انگریزی نے نظام حیدرآباد کو مجبور کر کے اقرارنامہ پر دستخط کرالیے جس کا منشا یہ ہے کہ ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ بعوض صوبہ برار دواماً نظام حیدرآباد کو دیتی رہے گی۔ سنا جاتا ہے کہ فی الحال صوبہ مذکور کی آمدنی ایک کروڑ روپیہ سال کی ہے۔ سنا گیا کہ نظام کو اس قدر موقع نہیں ملا کہ اس بارۂ خاص میں اپنے وزراء سے پورے طور پر صلاح کریں۔

مہاراجہ ہلکر اندور: یکم فروری ۱۹۰۳ء۔ کل مہاراجہ ہلکر نے تخت سے کنارہ کشی کی۔ شاید لارڈ کرزن وائسرائے سے کچھ ناچاقی ہوگئی تھی۔ مہاراجہ موصوف ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۸۶ء میں ریاست کی گدی پر متمکن ہوئے تھے۔ بعد کنارہ کشی اپنے اکلوتے بیٹے بالا صاحب کو تخت نشین کیا جس کی اب عمر بارہ برس کی ہے اور مہاراجہ صاحب کو منجانب ریاست چار لاکھ سالانہ کا گزارہ تجویز ہوا۔ اور انھوں نے اپنی ریاست کا ایک مقام "بروہار" واسطے سکونت کے تجویز کیا جو دریائے نربدا کے کنارے واقع ہے اور اسی وقت اندور سے روانہ ہوگئے۔

غوثیہ بیگم حیدرآباد: ۸ اپریل ۱۹۰۳ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب وزیراعظم حیدرآباد پر نواب سید سراج الحسن امیر یار جنگ بہادر نے بذریعہ قاضی کبیرالدین بیرسٹرایٹ لا بمبئی و ہرادجی وکیل حسب منشا دفعہ ۳۶۱، ۳۶۳، ۴۹۳، ۴۹۶، ۱۰۹ تعزیرات ہند باجلاس کنٹونمنٹ مجسٹریٹ مقدمہ دائر کیا ہے کہ ان کی پوتی مسماۃ غوثیہ بیگم نابالغہ دختر سید نورالدین متوفی کو بلا اجازت نالشی عقد کر کے اپنے محل میں داخل کرلیا ہے۔ چونکہ یہ جرم انگریزی عملداری میں وقوع پذیر ہوا ہے لہٰذا مدعا علیہ پر سمن جاری ہونا چاہیے اور یہ نالش سکندرآباد کے مجسٹریٹ کے اجلاس میں رجوع ہوئی ہے اور بیرسٹر نے یہ بھی بیان کیا کہ حسب دفعہ ۱۸۱ ضمن ۴ ضابطہ فوجداری سے عدالت میں یہ مقدمہ دائر ہونا چاہیے۔

۹ مئی ۱۹۰۳ء۔ مسماۃ فیض النسا بیگم زوجہ مسٹر سید نورالدین متوفی نے اخبار مشیر دکن کو چٹھی بھیجی کہ عدالت کنٹونمنٹ مجسٹریٹ سکندرآباد میں سید سراج الحسن نے مہاراجہ کشن پرشاد صاحب وزیراعظم پر جو نالش دائر کی تھی وہ خارج ہوئی اور بوجہ پردہ نشینی اس کی اطلاع مجھے دیر کو ہوئی لہٰذا اب میں سچے واقعات ظاہر کرتی ہوں کہ میری دختر غوثیہ بیگم پر جو الزام عداوتاً لگائے گئے ہیں ان کی تردید کروں۔ غوثیہ بیگم مسٹر سید نورالدین کی اور میری دختر ہے جو صغرسنی سے اپنے والد متوفی اور میری نگرانی وحفاظت میں پرورش پائی اب اس کی عمر [illegible] برس کی ہے۔ اس کے بلوغ کو پانچ برس کا عرصہ ہوا۔ گو مسٹر سراج الحسن غوثیہ بیگم کے دادا

Marfat.com

ہیں لیکن کبھی وہ ان کی حفاظت و نگرانی میں نہیں رہی۔ میں نے مہاراجہ کشن پرشاد بہادر کے ساتھ اپنی خوشی اور اپنے لڑکے یعنی اس کے بھائی سید معین الدین کی رضامندی سے غوثیہ بیگم کی نسبت کر دی۔ یہ گفتگو ایک سال سے ہو رہی تھی جس سے سراج الحسن اور راور تمام اہل خاندان واقف تھے اور جن باتوں کا انھوں نے ذکر کیا وہ محض بے بنیاد ہیں۔ نہ میرے بیٹے سکندر آباد کو گئے اور نہ کسی عورت نے اسے بہکایا اور نہ کسی وقت مہاراجہ کشن پرشاد نے اپنے مذہب کے بارے میں مجھ سے غلط بیانی کی۔ تمام باتیں میری رضامندی سے ہوئیں۔

۲۴ مئی ۱۹۰۳ء۔ مہاراجہ کشن پرشاد کے خاندان میں برابر یہ دستور چلا آتا ہے کہ منجملہ اور بیبیوں کے ایک مسلمان بیوی بھی تصرف میں آیا کرتی ہے چنانچہ مہاراجہ چندو لال جو مہاراجہ حال کے پردادا تھے ان کی بھی ایک مسلمان بیوی تھی۔ علی ہذا ان کے بعد جو جو راجہ وزیر مقرر ہوئے ان کے بھی ایک زوجہ مسلمان ہوتی آئی۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب حال کے بھی مسلمان زوجہ سابق میں تھی جو فوت ہو گئی۔ اب مسماۃ غوثیہ بیگم بنت فیض النسا بیگم زوجہ ثانیہ ہوئی ہیں۔

وفات راجہ محمود آباد: ۲۱ مئی ۱۹۰۳ء۔ راجہ محمد امیر حسن خاں صاحب تعلقہ دار محمود آباد تاریخ ۱۳ مئی ۱۹۰۳ء کو بوقت آٹھ بجے صبح کے بعوارض چند در چند فوت ہوئے۔ مرحوم نہایت لائق و فائق تعلقہ دار تھے۔ ۱۸۶۲ء میں میں اور وہ ایک ساتھ مدرسہ سیتاپور میں انگریزی پڑھتے تھے۔ مزاج میں نہایت خلق و مروت تھی۔ مرحوم ۱۶ جون ۱۸۴۹ء کو پیدا ہوئے تھے اس حساب سے انکا سن تقریباً ۵۴ سال کے تھا۔ اولاد لائق چھوڑ گئے۔

صوبہ برار: ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ یکم اکتوبر ۱۹۰۳ء سے ملک برار متعلقہ حیدر آباد دکن، اضلاع متوسطہ عملداری برٹش انڈیا میں شریک کیا گیا۔

سلطان جہاں بیگم بھوپال: ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سلطان جہاں بیگم بھوپال معہ اپنے دو بیٹوں اور تقریباً تین سو ہمراہیوں کے ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو جہاز اکبر پر بمبئی سے مکہ معظمہ روانہ ہوں گی اور صرف ان کے بڑے بیٹے جو ولی عہد ہیں اپنی والدہ کی غیبت میں کام ریاست کا انجام دیں گے۔

نواب رام پور: ۸ فروری ۱۹۰۴ء۔ آج منشی بیکو لال صاحب شاعر لکھنو تخلص عشرت عزیز راجہ درگا پرشاد صاحب موضع کھجوہ، سے میری ملاقات کو آئے اور کہا کہ میں اخیر ہفتہ دسمبر ۱۹۰۳ء میں مہمان راجہ کشن کمار صاحب رئیس سہس پور ضلع مراد آباد کا تھا جہاں ایک جلسہ بدیں غرض منعقد ہوا تھا کہ نواب حامد علی خاں صاحب والی ریاست رام پور قلعہ زیر تعمیر برج جنوبی کا بنیادی پتھر تاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء وقت دس بجے دن کے رکھیں۔ چنانچہ نواب صاحب نے کتنی نقرئی سے بنیاد رکھی اور جلسہ رقص و سرود منعقد ہوا۔

Marfat.com

اوّلاً ایک طوائف منّی نامی نے جو علی گڑھ سے دو سو روپیہ یومیہ پر آئی تھی رقص شروع کیا۔ ہنوز اس نے کچھ گایا نہیں تھا کہ حضرت نواب صاحب نے جو جلسہ کے محاذ ایک کمرہ میں معہ اپنے مصاحبین کے قیام فرما تھے طوائف مذکورہ کو طلب کیا اور سر مجلس اُس سے مذاق شروع کر دیا جو ایک گھنٹہ تک کرتے رہے اس کے بعد طوائف مذکورہ کو اپنے ہمراہ لیے چلے گئے۔ یہ امر خلاف تہذیب سب حاضرین کو ناپسند ہوا یہی وجہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ اکثر والیان ملک و رؤسا کو نگاہ وقعت سے نہیں دیکھتی ہے کہ طرز معاشرت ان کا نہایت خراب و خلاف تہذیب ہے۔

سلطان جہاں بیگم بھوپال : یکم اپریل ۱۹۰۴ء۔ سلطان جہاں بیگم صاحبہ بھوپال جو معہ اپنے بیٹوں عبیداللہ خاں و حمیداللہ خاں و بیگم شاہ برنکا (کذا) صاحبہ معہ ۲۵۷ ہمراہیوں کے ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو جہاز "اکبر" پر بمبئی سے حج مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو تشریف لے گئی تھیں ۳۵ مارچ ۱۹۰۴ء کو اسی جہاز پر واپس تشریف لائیں اور بعد عشرہ محرم بذریعہ اسپیشل ٹرین اپنے دولت کدہ کو تشریف لے جاویں گی (اودھ اخبار امروزہ)

مہاراجہ کشمیر : ۲ نومبر ۱۹۰۵ء۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند نے مہاراجہ صاحب کشمیر کو اختیارات ریاست عطا فرمائے اور کونسل برخاست ہوئی۔

مہاراجہ اجودھیا : ۲۹ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ یادداشت : ۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو گورنمنٹ نے مہاراجہ سر پرتاب نرائن سنگھ صاحب کو مہاراجہ اجودھیا کا خطاب بطور ذاتی اعزاز کے عطا فرمایا تھا اور ۱۸۹۵ء میں کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب دیا۔

۹ نومبر ۱۹۰۶ء۔ آج مہاراجہ سر پرتاب نرائن سنگھ مہاراجہ اجودھیا پریسیڈنٹ کمیٹی انجمن ہند لکھنؤ نے بعارضہ استسقا قضا کی۔ عمر ۶۲ سال تھی۔ متوفی خاں بہادر چودھری نصرت علی (سندیلوی) کے بہت بڑے مربی تھے اور ان کو ایک موضع بھی دیا تھا۔

مہاراجہ بلرامپور : ۳ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ آج مہاراجہ بھگوتی پرشاد صاحب والی ریاست بلرامپور بجائے مہاراجہ سر پرتاب سنگھ صاحب متوفی پریسیڈنٹ جیلن جیاتی انجمن تعلقہ داران اودھ باتفاق رائے جملہ تعلقہ داران منتخب ہوئے۔

نواب بہاول پور : ۷ فروری ۱۹۰۷ء۔ محمد بہاول خاں نواب بہاول پور متعلقہ صوبہ لاہور جو بنا بر زیارت مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو تشریف لے گئے تھے وقت واپسی جب عدن سے روانہ ہوئے تو ۱۶ فروری سنہ الیہ کو بعارضہ نمونیہ جہاز "شاہ نجف" پر قضا کی۔ لہٰذا . . . . کو واپس آیا اور ان کی لاش حنوط کی گئی۔ نواب صاحب کی عمر ۲۲ سال تھی اور نہایت روشن دماغ تھے اور قبل روانگی حج اپنی رعایا کو اشتہار دیا تھا کہ جو شخص ہمارے ساتھ حج

کو جاوے گا تو ہم اس کو زاد راہ سے مدد کریں گے۔ چنانچہ بہت سے لوگ ان کی رعایا سے ہمراہ گئے تھے۔ مرحوم نے ایک دو سال کا لڑکا اپنی یادگار چھوڑا۔

وفات راجہ نان پارہ: آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ محمد صدیق خاں راجہ نان پارہ، واقع اودھ نے مکہ معظمہ میں بعارضہ ہیضہ انتقال کیا۔ مرحوم حواس باختہ اور بے عقل آدمی تھے اور ان کے فتور عقل سے ان کا علاقہ کورٹ آف وارڈس ہوا۔

سیلاب حیدرآباد: ۳ اکتوبر ۱۹۰۸ء۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۸ء سے ۲۸ ستمبر تک علی الاتصال حیدرآباد دکن میں ۱۵ انچ بارش ہوئی جس سے شہر مذکور میں سیلاب آگیا اور رصد بار کا نات ڈوب گئے اودھ اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ دس ہزار آدمی ضائع ہوئے اور پل وغیرہ بہہ گئے اور دس میل کے رقبہ میں سڑی ہوئی لاشیں ڈھیر لگی ہوئی ہیں۔ یہ طوفان بہت شدید تھا جس سے ہزارہا مکان غرقاب ہو گئے۔

۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۸ء کو شدت کی بارش حیدرآباد میں ہوئی اور سیلاب آئے۔ تالاب "چدر تلا" کا بندھ ٹوٹ جانے سے مفصلہ ذیل محلے تباہ و برباد ہو گئے۔ ریذیڈنسی بازار نسری، مہاراج گنج، افضل گنج۔ یہ محلے تو بالکل تباہ ہو گئے اور ریذیڈنسی کے مغربی جانب جو مکانات کی قطار واقع تھی وہ بالکل مسمار ہو گئی۔ چادر گھاٹ ہلمارٹ یہ دونوں گاؤں بہہ گئے۔ پل انگوراور کوٹھی توڑا اور ڈاک خانہ بالکل منہدم ہو گئے۔ افضل گنج کے کنارے کنارے جو مکانات تھے ان میں کوئی باقی نہیں رہا۔ عابد کمپنی کا کارخانہ واقع چادر گھاٹ سے لے کر سرکاری باغات کی سڑک تک نوبت خانہ بازار کا ایک حصہ منہدم ہو گیا۔ جان بازار، مہاراج گنج، کھنڈی بازار اور بیگم بازار بالکل مسمار و منہدم ہو گئے ہیں۔ شمالی جانب ایک پل سے دوسرے پل تک جس قدر گاؤں اور بستیاں دریا کے کنارے واقع تھیں سب بہہ گئیں۔ ... بارہ دری پوسٹ آفس بازار، سنرگوج، امین باغ، ... تک بہہ گئی۔ افضل گنج کا اسپتال جس کی تیاری میں بارہ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہوگا اس کا ایک بڑا حصہ مسمار ہو گیا۔ زنانہ اسپتال امین باغ جس کا بنیادی پتھر شہزادہ ویلس نے رکھا تھا اور جس کی تیاری میں چار لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا اس کا بڑا حصہ گر گیا۔ نظام ... کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔ لکھا ہے کہ ایک چہارم حیدرآباد تباہ و برباد ہو گیا۔ دریائے موسیٰ ان پہاڑوں سے نکلا ہے جو شہر سے ۵ میل پر واقع ہیں اور گرمی کے موسم میں یہ بالکل ہی بے حقیقت نالہ معلوم ہوتا ہے ... میں بھی اس دریا سے لوگ پایاب عبور کرتے ہیں۔ اس دریا میں طغیانی اکثر آتی ہے جس سے نقصان پہنچتا ہے ...

Marfat.com

۴۸۷۱ء اور ۱۸۷۰ء و اکتوبر ۱۹۰۳ء میں جو سیلاب اس دریا میں آئے اُن سے بہت نقصان ہوئے اور بے شمار لوگ غرق ہوئے اور بہت سے مکانات مسمار ہو گئے۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۰۸ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سیلاب آنے سے جو تباہی و بربادی شہر حیدرآباد کی ہوئی اس کے واسطے اس وقت تک حسب ذیل چندہ ہوا ہے۔

لارڈ منٹو وائسرائے ہند: ۱۵۰ پونڈ، لیڈی منٹو: ۵۷ پونڈ، نظام حیدرآباد اپنی جیب خاص سے: ۴ لاکھ پچاس ہزار، گورنمنٹ حیدرآباد: دو لاکھ، گورنر بمبئی: ۲۵/ روپے، کریم بھائی ابراہیم دوار کاداس وغیرہ اور سوتی لوڈ وغیرہ من جانب ریاست حیدرآباد تیس ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ ایک لاکھ آدمی بے خانماں ہو گئے۔

۲۴ نومبر ۱۹۰۸ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ حیدرآباد کے سیلاب سے ۵۲ وارڈ ویران ہو گئے اور ڈیڑھ کروڑ کی جائداد و غیرہ منقولہ اور ایک کروڑ کی منقولہ جائداد کا نقصان ہوا۔ ایک لاکھ انتیس ہزار روپیہ مصیبت زدوں کی امداد کے لیے چندہ ہوا ہے اور یہ چندہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۸ء تک ہے۔ جو چندہ ایکے ہوا ہے اس کی تعداد آئندہ تحریر ہو گی۔ قریب ستر ہزار جانیں تلف ہوئیں یہ امر حیدرآباد کے جلسہ عام میں طے ہوا جس میں اعلیٰ و ادنیٰ ہر قسم کے لوگ شریک جلسہ تھے۔

بلرام پور - خطاب مہاراجہ: ۲۲ جنوری ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ مہاراجہ سر بھگوتی پرشاد سنگھ صاحب والی بلرام پور کو ۱۸ جنوری ۱۹۰۹ء کے دربار لکھنؤ میں خطاب مہاراجہ نسلاً بعد نسلاً سر ہیوٹ صاحب نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ نے عطا فرمایا۔

شادی راجہ محمود آباد: ۱۲ جولائی ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ راجہ علی محمد خاں صاحب تعلقہ دار محمود آباد کی شادی بمقام لکھنؤ بہت بڑی دھوم سے ہوئی۔

کشمیر، وزیر مال: ۲۵ نومبر ۱۹۰۹ء - آج شیخ مقبول حسین صاحب تعلقہ دار گدیا، وزیر مال ریاست کشمیر مقرر ہو کر سندیلہ سے گزرے۔ ان کی تنخواہ ڈیڑھ ہزار روپے ماہوار مقرر ہوئی ہے۔

راجہ پوایاں: ۴ مارچ ۱۹۱۰ء ... چودھری (محمد رؤف) صاحب و راجہ درگا پرشاد صاحب سکنڈ کلاس میں سوار تھے جس میں کنور راندر بکرم سنگھ خلف راجہ پوایاں، ضلع شاہجہاں پور بھی سوار تھے۔ راجہ صاحب پوایاں کا علاقہ ضلع شاہجہاں پور میں واقع ہے جس کی مال گزاری ۸۵ ہزار سالانہ کی ہے اور چند معافی سرکار سے ہیں جو بہ صلہ خیر خواہی زمانہ غدر میں اس کے رئیس کو گورنمنٹ سے حاصل ہوئی۔ خیر خواہی راجہ صاحب

Marfat.com

یہ تھی کہ انھوں نے احمد اللہ شاہ اور دو ایک نواب و راجہ کو زمانۂ غدر میں قتل کیا تھا۔

مہاراجہ پٹیالہ: گدی نشینی: ۸ رنومبر ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۳ رنومبر ۱۹۱۰ء کو لارڈ منٹو وائسرائے ہند نے مہاراجہ پٹیالہ کو گدی نشین کیا اور اختیارات ریاست ان کو عطا کیے۔

وفات مہاراجہ جودھپور: ۲۸ رمارچ ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ مہاراجہ سردار سنگھ والی ریاست جودھپور نے ۲۰ رمارچ ۱۹۱۱ء کو لعارضہ نمونیہ مبتلا ہو کر قضا کی۔ متوفی مہاراجہ ۱۱ رفروری ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے تھے اور ۱۱ راکتوبر ۱۹۰۵ء کو تخت نشین ریاست ہوئے۔ متوفی نے اپنے سفر انگلستان وغیرہ سے بہت تجربہ حاصل کیا تھا۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ ایک راجہ بوندی کی ہمشیرہ دوسری مہاراجہ اودے پور کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ آپ تین بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑ گئے۔ ان کی سلامی سترہ ضرب توپ کی تھی۔

وفات نظام حیدرآباد: یکم ستمبر ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام حیدرآباد دکن مورخہ ۱۸ راگست ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے تھے اور ۲۹ راگست ۱۹۱۱ء کو عارضہ فالج میں وفات پائی۔ عمر ۴۵ سال تھی۔ مرحوم تعلیم یافتہ اور شکار دوست تھے۔ متوفی کے بجائے ان کے بیٹے میر عثمان علی خاں مسند نشین ہوئے جن کی عمر اس وقت پچیس سال کی ہے۔

۱۲ رستمبر ۱۹۱۱ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ واضح ہوا کہ ہز ہائی نس نواب میر عثمان علی خاں جدید نظام دکن حیدرآباد تاریخ ۲۹ رجمادی الثانی ۱۳۰۳ھ یوم سہ شنبہ وقت ۹ بجے رات کو پیدا ہوئے تھے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب سوم

واقعات بیرونِ ہند

Marfat.com

Marfat.com

○

جنگ روس و روم: ۲۹ مارچ ۱۸۷۸ء۔ جو لڑائی سلطان روم و روسیوں سے ہو رہی تھی اس میں سلطان کو شکست ہوئی اور بحالت مجبوری صلح کرنے کو مجبور ہوئے۔ شرائط صلح ابھی دریافت نہیں ہوئی ہیں مگر اس بات کا ضرور اندیشہ ہے کہ روسی ایک نہ ایک روز ضرور قسطنطنیہ دارالخلافہ روم کو اپنے قبضہ میں لے آویں گے کیوں کہ سامان جنگ روسیوں کا بمقابلہ سلطان کے بکثرت ہے اور سلطنت روم کو روز بروز زوال نظر آتا ہے۔

۸ مئی ۱۸۷۸ء درمیان گورنمنٹ انگلستان و روس بباعث مزاحمت نہر باسفورس فی الجملہ صورت رنجش کی پیدا ہے۔ اسی وجہ سے فوج انگریزی ہندوستان سے براہ بمبئی بجانب ٹاپو مالٹا بھیجی گئی ہے۔ عجب نہیں کہ جنگ ہو۔

کابل: ۲۵ اکتوبر ۱۸۷۸ء۔ منجانب انگلش گورنمنٹ بہ افسری چمبرلین صاحب کابل کو سفارت جاتی تھی بمقام علی مسجد، فیض محمد خاں گورنر علی مسجد نے حسب اشارت میر شیر علی خاں والی کابل سفارت کو آگے جانے سے روکا لہذا سرکار نے حکم فراہمی فوج بند ھنے لام کا بہ مقام پشاور دیا ہے۔ غالباً تھوڑے زمانے میں لڑائی ہو۔

۱۵ نومبر ۱۸۷۸ء۔ پشاور میں فوج انگریزی بہت مجتمع ہو گئی ہے۔ غالباً عنقریب واسطے جنگ کے روانہ کابل ہو۔

۲۳ نومبر ۱۸۷۸ء۔ سرکار اور امیر شیر علی والی کابل سے لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ ۲۱ نومبر ۱۸۷۸ء کو اس کا آغاز ہوا تھا۔ ۲۲ ماہ حال کو قلعہ علی مسجد فتح ہو گیا اور سرکار انگریزی کے قبضہ میں آیا۔

۴ دسمبر ۱۸۷۸ء۔ فوج انگریزی نے مقام پیوار کو شیر علی خاں والی کابل سے خالی کرا لیا اور فوج آگے کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے۔

۲۵ مارچ ۱۸۷۹ء۔ جنگ کابل ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہے۔ ایک فوج کابل مع سامان کثیر واسطے مقابلہ انگریزوں کے کابل سے جلال آباد کو گئی۔

۸ ستمبر ۱۸۷۹ء معائنہ اودھ اخبار سے دریافت ہوا کہ میجر کوگناری صاحب ریذیڈنٹ و دیگر حکام انگلشیہ بمقام کابل بالا حصار قتل ہوئے۔ کوئی شخص فوج انگریزی کا باقی نہیں رہا جس کا سبب یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فوج کابلی امیر صاحب غدر کر کے باعث اس قتل عام کی ہوئی ہے اور امیر یعقوب خاں بھی بحالت محصوری ہیں لہذا فوج انگریزی قندھار سے واسطے تادیب فوج باغی کے کابل بھیجی گئی ہے۔

۱۲ اکتوبر ۱۸۷۹ء سرکار انگلشیہ نے بسر کردگی جنرل رابرٹ کابل کو فتح کیا۔

Marfat.com

روس و کابل: ۱۳ اپریل ۱۸۸۵ء۔ ۳۰ مارچ سنہ الیہ کو بمقام پنجدہ متعلقہ کابل افغانان اور روسیوں سے لڑائی ہوئی۔ پانچ سو فوجی امیر کابل کے قتل ہوئے۔ جنرل کمروف فوج روسیہ کا افسر تھا۔

کابل: ۱۴ اپریل ۱۸۸۵ء۔ ۱۱ اپریل کو امیر عبدالرحمٰن خاں کابل کو واپس گئے۔ منجانب سرکار ہزارہا روپیہ مہمان داری میں صرف ہوا۔

شہنشاہ جرمنی: ۱۴ مارچ ۱۸۸۸ء۔ معائنہ اودھ اخبار امروزہ سے معلوم ہوا کہ شہنشاہ ولیم جرمن نے بتاریخ ۹ مارچ سنہ الیہ کو ۸½ بجے صبح کو بعمر ۹۱ سال قضا کی۔ شہنشاہ نے ۳۱ سال سلطنت کی یہ بڑے خوش نصیب بادشاہ تھے۔

آبادی ممالک: یکم جون ۱۸۸۸ء۔ معائنہ پرچہ جریدۂ روزگار مدراس نمبری ۲۱۵ محررہ مئی ۱۸۸۸ء سے واضح ہوا کہ ممالک ذیل کی آبادی حسب صراحت تحت ہے:

چین۔ ۴۰ کروڑ، سلطنت برطانیہ ۳۶ کروڑ، روس ۱۰ کروڑ، فرانس ۷ کروڑ، ممالک متحدہ امریکہ ۶ کروڑ، جرمنی ۵ کروڑ۔

شہنشاہ جرمنی: ۱۹ جون ۱۸۸۸ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروزہ کے واضح ہوا کہ ۱۵ جون ۱۸۸۸ء کو یوم جمعہ ساڑھے بارہ بجے دن کے شہنشاہ فریڈرک جرمن نے تین مہینے چھ یوم سلطنت کے بعد بعمر ۵۷ سال عارضہ خناق میں قضا کی بتوفی ملکہ وکٹوریہ انگلینڈ کے بڑے داماد تھے۔

مردم شماری دار السلطنت ممالک: ۳۰ جون ۱۸۸۸ء۔ معائنہ اودھ اخبار مورخہ ۲۷ جون ۱۸۸۸ء نمبری ۱۳۸ سے واضح ہوا کہ مردم شماری سلطنت ہائے ذیل میں حسب مندرجہ تحت ہے:

لندن	دارالسلطنت	انگلستان	۲۶۵۵۸۱۹	کلکتہ	دارالسلطنت	ہندوستان	۷۶۶۲۹۸
پیرس	〃	فرانس	۲۲۶۹۰۲۳	وائنا	〃	آسٹریا	۷۲۰۱۰۵
برلن	〃	پروشیا	۱۱۲۲۳۳۰	قسطنطنیہ	〃	ٹرکی	۷۰۰۰۰۰
سینٹ پیٹرس برگ	〃	روس	۷۶۶۶۶۴	میڈرڈ	〃	اسپین	۵۰۰۹۰۰

مردم شماری ناخواندگی: ۴ اپریل ۱۸۸۹ء۔ ممالک یورپ مندرجہ ذیل میں اشخاص ناخواندہ یعنی جاہل حسب ذیل ہیں جس کی شہادت اخبار سررشتہ تعلیم اودھ یکم اپریل ۱۸۸۹ء سے کماحقہ ہوتی ہے:

نام ملک	تعداد فی صدی	نام ملک	تعداد فی صدی	نام ملک	تعداد فی صدی	نام ملک	تعداد فی صدی
روس، سرویہ و رومانیہ	۸۰	فرانس و بلجیم	۱۵	اسپین	۶۳	انگلستان	۱۲
				اٹلی	۴۸	اضلاع امریکہ	۸

Marfat.com

نام ملک	تعداد فی صدی	نام ملک	تعداد فی صدی	نام ملک	تعداد فی صدی
ہنگری	۴۱	اسکاٹلینڈ	۷	سوئٹزرلینڈ	۲۵
ڈنمارک بویریا	.	آسٹریا	۲۹	جرمنی	۱
آئرلینڈ	۲۱	ہندوستان	۸۳		

یعنی ہندوستان میں سو میں صرف ۷ ار آدمی لکھے پڑھے ہوتے ہیں۔ مقام غور ہے کہ ہندوستان کے باشندے روسیوں سے بھی جو جاہل قوم مشہور ہے تہذیب و شائستگی میں پیچھے رہ گئے۔

افواج یورپ: ۲۳ راگست ۱۸۸۹ء بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ ۲۵۱۷ بحوالہ اخبار پانیر انگریزی مورخہ ۴ راگست ۱۸۸۹ء سے واضح ہوا کہ لڑائی اور امن کے دوران افواج سلاطین یورپ حسب ذیل مہیا و موجود رہتی ہے تفصیل افواج:

جنگ: جرمن تیس لاکھ پچاس ہزار۔ آسٹریا۔ گیارہ لاکھ ۸۱ ہزار، اٹلی۔ اکیس لاکھ ۱۹ ہزار دو سو پچاس۔ فرانس سینتیس لاکھ ۵۳ ہزار، روس ۵۵ لاکھ۔

امن: جرمن۔ چار لاکھ ۹۲ ہزار، آسٹریا تین لاکھ ۸۱ ہزار، اٹلی۔ دو لاکھ ۵۲ ہزار، فرانس۔ چار لاکھ ۹۹ ہزار، روس سات لاکھ۔

تعداد اخبارات: ۲۶ ستمبر ۱۸۹۰ء۔ سچ ہے دنیا میں تہذیب و شائستگی کی روز افزوں ترقی ہے۔ علی الخصوص یورپ کو اگر مخزن تہذیب کہیں تو گنجائش ہے۔ ایک ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ اودھ اخبار محررہ امروزہ مترجمہ انگریزی ٹائمس سے معلوم ہوا کہ بالفعل تخمیناً اکتالیس ہزار اخبار دنیا میں شائع ہوتے ہیں ان میں چوبیس ہزار یورپ میں ہیں حسب ذیل:

جرمنی - ۵۵۰۳ فرانس - ۱۴۰۰ انگلستان - ۴۰۰۰ آسٹریا ہنگری ۳۵۰۰ اٹلی - ۲۴۰۰
اسپین - ۸۵۰ روس - ۸۰۰ سوئٹزرلینڈ ۴۵۰ ہالینڈ ۳۰۰ امریکہ ۱۲۵۰۰
کینیڈا ۷۰۰ آسٹریلیا ۷۰۰ ایشیا ۳۰۰ جاپان ۲۰۰ افریقہ ۳۰۰
جزائر سندوچ (کذا) ۴۰۔ میزان کل ۳۶۴۵۲۔

مکہ میں ہیضہ: ۴ ستمبر ۱۸۹۱ء: بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ بحوالہ ملٹری گزٹ ۲۹ اگست سن الیہ سے واضح ہوا کہ مکہ معظمہ میں حفظان صحت کا عمدہ بندوبست نہیں ہے اس وجہ سے ہر سال شکایت ہیضہ وبائی بکثرت ہوتی ہے اور ایک ایک تاریخ میں چار چار پانچ پانچ سو آدمی مبتلائے عارضہ مہلکہ ہو کر ضائع ہوتے ہیں۔ نقشہ سرکاری چھ سال گزشتہ سے واضح ہوتا ہے کہ جس قدر حاجی بمبئی سے گئے ان میں سے دو ثلث سے زیادہ ہندوستان واپس نہیں آئے۔

Marfat.com

حاجیوں کا شمار

	روانگی	مراجعت	ضائع
۱۸۸۵ء	۸۴۳۶	۵۰۴۵	۳۳۹۱
۱۸۸۶ء	۸۶۰۶	۶۱۵۰	۲۴۵۶
۱۸۸۷ء	۹۴۶۶	۵۷۲۶	۳۷۴۰
۱۸۸۸ء	۱۳۹۷۰	۶۵۰۵	۷۴۶۵
۱۸۸۹ء	۱۲۴۹۵	۱۱۱۰۱	۱۳۹۴
۱۸۹۰ء	۱۱۶۶۵	۸۶۶۲	۳۰۰۳
میزان	۶۴۶۳۸	۴۳۱۸۹	۲۱۴۴۹

وزیر اعظم انگلستان: ۲۱ راگست ۱۸۹۲ء۔ معائنہ اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ مسٹر گلیڈاسٹون وزیر اعظم انگلستان بجائے لارڈ سالسبری مقرر ہوئے اور یہ تیسرا انتخاب ان کے وزیر اعظم ہونے کا ہے۔ قبل اس کے بہ اوقات مختلف دو مرتبہ اس عہدہ پر ممتاز ہو چکے ہیں۔ یہ انتخاب پانچ سال کے واسطے ہوا ہے۔

تعداد ممبران پارلیمنٹ: ۱۹ ر ستمبر ۱۸۹۲ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے واضح ہوا کہ تعداد ممبران پارلیمنٹ انگلستان کی حسب ذیل ہے:

انگلستان۔ ۴۶۵، صوبہ ویلز۔ ۳۰، اسکاٹ لینڈ ۷۲، آئرلینڈ۔ ۱۰۳ ۔ کُل۔ ۶۷۰

چند اقوال: ۳۰ ر نومبر ۱۸۹۲ء۔ چند اقوال تجربہ کار عاقلوں کے درج ذیل کرتا ہوں جو قابل یاد رکھنے کے ہیں۔

ملٹن : سچ کی کسی برائی سے قدر کم نہیں ہو سکتی جیسے کہ سورج کی کرنوں کو کوئی ہاتھ لگا کر میلا نہیں کر سکتا۔

شکسپیر: ایک منٹ کی خوشی کے لیے ایک ہفتہ کا رنج کوئی ہرگز اختیار نہ کرے گا۔

کوپر : خالی بیٹھے رہنا آرام نہیں ہے۔ جو دل کسی شغل سے خالی ہے وہ غم سے بھرا ہوا ہے۔

سوتھ : جو کسی کی برائی کرتا ہے اسی کے خود خیالات اسے رنج و دکھ میں رکھتے ہیں۔

سعدی : دو شخصوں کے درمیان ایسی بات کہنا چاہیے کہ اگر وہ دوست ہو جاویں تو ان سے شرمندہ ہونا نہ پڑے۔

" : جو کوئی شخص بروں میں بیٹھے اگرچہ ان کی عادات اس میں اثر نہ کریں لیکن بروں کے شغل کی تہمت اس پر بھی لگے گی۔

Marfat.com

سعدی: بیوقوف کے لیے خاموشی سے بہتر کوئی بات نہیں ہے لیکن اگر وہ اس مصلحت کو جانتا تو بیوقوف نہ ہوتا۔

" : جو اپنی امیری کی حالت میں بھلائی نہیں کرتا وہ غریبی کی حالت میں تکلیف اٹھاتا ہے۔

متفرق معلومات: ۳؍ جولائی ۱۸۹۲ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار لکھنؤ مطبوعہ دی روزہ سے معلوم ہوا کہ ۱۔ تمام روئے زمین پر اہل اسلام کی آبادی ساڑھے سترہ کروڑ ہے۔ ۲۔ شہر لندن کی ۷۰۰ مربع میل میں آبادی ہے۔ ۳۔ تمام دنیا میں ایک ارب ۳۷ کروڑ پچاس لاکھ من گیہوں پیدا ہوتا ہے۔ واقعی اس زمانہ میں شہر لندن سے کوئی دوسرا بڑا شہر بلحاظ طول و آبادی روئے زمین پر نہیں ہے۔

کابل: ۱۳؍ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ مسٹر ڈیورنڈ کا کمیشن بغرض صلاح و مشورہ عبدالرحمان خان امیر کابل ۱۵؍ ستمبر سنہ الیہ کو پشاور سے روانہ 'جمرود' ہوا۔ یہ کمیشن لارڈ لینس ڈاؤن صاحب گورنر جنرل کشور ہند کی ہدایت سے بدیں غرض بھیجا گیا ہے کہ مراتب ضروریہ سرحدی کے بعد یہ بھی امیر سے طے کرے کہ وہ قندھار تک ریل بنانے کی اجازت عطا کریں۔

وزیر اعظموں کا وزن: ۸؍ نومبر ۱۸۹۲ء۔ لارڈ سالسبری سابق وزیر اعظم انگلستان کا وزن جسمانی ۳ من ۱ سیر اور حال کے وزیر اعظم مسٹر گلیڈ اسٹون کا دو من ۴ سیر ہے۔ ایک ڈاکٹر کا قول ہے کہ سر ٹھنڈا رکھو اور پاؤں گرم اور عادات باقاعدہ پھر تم کو طبیب اور ڈاکٹر کی ضرورت نہ ہوگی۔

کابل: ۲۲؍ نومبر ۱۸۹۳ء۔ سفارت مسٹر ڈیورنڈ کامیابی کے ساتھ کابل سے واپس ہوئی۔ امیر عبدالرحمان خان صاحب نے ہر طرح سے اس کی خاطر داری کی اور جملہ عہد و مواثیق مابین گورنمنٹ اور رئیس کابل بسہولت طے ہو گئے اور برٹش گورنمنٹ نے بعوض بارہ لاکھ روپیہ سالانہ اب اٹھارہ لاکھ روپیہ سالانہ کا گزارہ امیر کابل کا مقرر کر دیا یعنی ڈیڑھ لاکھ روپیہ ماہوار ان کو ملا کریں گے اور جس قسم کے آلات وغیرہ امیر کابل چاہیں انگلستان سے منگالیں

پریسیڈنٹ فرانس: ۶؍ جولائی ۱۸۹۴ء۔ معائنہ اخبارات سے واضح ہوا کہ اہم کارنٹ پریسیڈنٹ فرانس کو آخر ہفتہ جون میں مسمی سانٹو باشندہ اٹلی نے تلوار سے مار ڈالا جب کہ وہ ایک جلسہ میں بغرض شرکت بگھی پر جا رہے تھے۔ یکم جولائی کو ان کی تجہیز و تکفین بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ مرحوم نہایت لائق و منتظم شخص تھے۔ عمر ۵۶ سال تھی اور بیس ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ پاتے تھے۔

گلیڈ سٹن: ۹؍ مارچ ۱۸۹۴ء۔ ۳ مارچ سن رواں کو مسٹر گلیڈ سٹن وزیر اعظم انگلستان نے اپنی ملازمت سے بحضور ملکہ معظمہ استعفا داخل کیا اور لارڈ روزبیری کو یہ اعزاز بخشا گیا۔ مسٹر گلیڈ سٹن نے بوجہ ضعف بصارت و نہ منظور ہونے قانون ہوم رول آئرلینڈ کے استعفا داخل کیا۔ اب ان کی عمر ۸۴ سال ہے۔

Marfat.com

زار روس: ۵ نومبر ۱۸۹۴ء۔ معائنہ اخبار 'پانیر' انگریزی الہ آباد مطبوعہ ۲ نومبر سے واضح ہوا کہ زار روس الگزنڈر سویم شہنشاہ روس نے پھیپھڑے کے عارضہ میں بمقام 'لیوادیا' تاریخ یکم نومبر بروز شنبہ سوا دو بجے شام کو انتقال کیا۔ یہ بادشاہ بہت صلح پسند تھا۔

تعداد فوج: ۹ جنوری ۱۸۹۵ء۔ بمعائنہ ملٹری گزٹ لاہور مطبوعہ یکم دسمبر سے واضح ہوا کہ سلطنت ہائے ذیل میں مفصلہ تحت فوج بحالت صلح و جنگ پائی جاتی ہے:

نام سلطنت	تعداد ایام صلح	تعداد ایام جنگ	توپوں کی تعداد
روس	۱۰،۲۰۰۰۰	۴۵۰۰۰۰۰	۳۳۶۰
جرمنی	۵،۵۷۰۰۰	۴۳۰۰۰۰۰	۲۹۹۴
فرانس	۵۷۲۰۰۰	۴۰۰۰۰۰۰	۲۸۸۰
اٹلی	۲۲۰۰۰۰	۳۹۸۰۰۰۰	۱۶۲۰
آسٹریا	۳۹۰۰۰۰	۱۴،۳۷۰۰۰	۱۹۱۲
ٹرکی	۱۷۰،۰۰۰	۱۱۰۰۰۰۰	۲۵۰۰
اسپین	۱۰۰۰۰۰	۷۰۰۰۰۰	۸۰۰
برطانیہ اعظم	۲،۱۱،۰۰۰	۶۲۴۰۰۰	۶۰۰

طویل قد آدمی: ۲۵ فروری ۱۸۹۵ء۔ دنیا میں سب سے بڑا بلند قد آدمی حسن علی مصری ہے جس کی عمر اس وقت ۱۶ برس اور قد سات فٹ نو انچ ہے اور ہنوز نشو و نما جاری ہے اور صرف اپنی طویل القدی کی بدولت نمائش گاہ برلن دار السلطنت جرمن میں پیش ہوا۔

انجن: ۶ مارچ ۱۸۹۵ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ سے واضح ہوا کہ مسٹر جارج ساکن 'نیو کاسل' متعلقہ نیو انگلینڈ نے انجن کا بنانا ۱۸۱۲ء میں شروع کیا اور ۲۵ جولائی ۱۸۱۴ء کو چلایا اور ۲۸ ستمبر ۱۸۲۲ء کو بارہ میل کی سڑک ریلوے کھولی جس سے آمد و شد مال تجارت اور آدمیوں کی قائم ہوئی۔ جارج ایک مزدور پیشہ آدمی تھا لیکن اس نے اپنی ذہانت سے ایسی ایجاد کی۔

شہزادہ کابل: ۲۰ جولائی ۱۸۹۵ء۔ سردار نصر اللہ خاں خلف دویم امیر عبد الرحمان خاں امیر کابل جو حسب خواہش گورنمنٹ ملکہ وکٹوریہ آج کل انگلستان کے شہروں کی سیر کر رہے ہیں کل صرف ان کی سیاحت کا گورنمنٹ موصوفہ برداشت کر رہی ہے۔ چنانچہ ملک معظم نے حکم دیا ہے کہ تمام شاہزادگان انگلستان پر سوائے شہزادہ ویلس بہادر اور ڈیوک آف کوبرگ کے ان کو سبقت دی جاوے۔ یہ بہت بڑا اعزاز خلف دویم امیر کابل کا ہوا۔ اس کی تصدیق انگریزی اخبارات سے ہوئی۔

ڈاک فیلر: ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۵ء۔ بمعائنہ اخبار ایوننگ حیدرآباد مطبوعہ ۲۵ ستمبر سن الیہ سے واضح

Marfat.com

ہوا کہ جان ڈی راک فیلر امریکہ میں سب سے زیادہ دولت مند ہیں۔ ان کے پاس ۱۴ کروڑ ۵ لاکھ ڈالر ہیں اور ایک ڈالر دو روپے پانچ آنہ کا ہوتا ہے۔ سال ختم ہونے کے قبل ان کی دولت ۱۵ کروڑ ہو جائے گی۔ بیان ہے کہ ان کی دولت ایک کروڑ پانچ لاکھ ڈالر سالانہ کے حساب سے بڑھتی ہے۔

موجد منی آرڈر: ۱۲ نومبر ۱۸۹۵ء۔ بذریعہ منی آرڈر و نیز تار کے روپیہ بھیجنے کا موجد مسٹر فاسٹ نابینا شخص ہے جو سابق پوسٹ ماسٹر جنرل انگلستان کا تھا جس کی دونوں آنکھیں ایک شکار میں جاتی رہیں۔ وہ بدستور اپنے منصبی کام کو انجام دیتا رہا۔

قسطنطنیہ: ۱۰ جنوری ۱۸۹۶ء۔ آج کل قسطنطنیہ کی حالت نازک ہو رہی ہے۔ کل سلاطین یورپ آرمینیا کے حسن انتظام کے سلطان عبدالحمید سے خواہاں ہیں اور وہ بوجوہ لیت و لعل کر رہے ہیں۔ لہٰذا روس، فرانس، انگلینڈ، اٹلی اور امریکہ کے جنگی جہازات آبنائے ڈارڈینیلز میں داخل ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوف دلا کر کارروائی کریں اور قسطنطنیہ کو سلطان سے انتزاع کر کے باہم تقسیم کر لیں جس سے سلطان از بس پریشان ہیں۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ آج کل اخباروں میں بجز اس حال کے اور باتوں کا کمتر تذکرہ ہوتا ہے۔ یہ پیچیدگیاں چند ماہ گذشتہ سے برابر قائم چلی آتی ہیں۔

۵ فروری ۱۸۹۶ء۔ چونکہ بہ سازش انگلستان پانچ دیگر سلطنت ہائے یورپ نے اپنے جنگی جہازات بحیرہ ڈارڈینیلز متعلقہ ٹرکی میں قائم کیے تھے کہ سلطان عبدالحمید سے بزور حسن انتظام صوبہ آرمینیا کرا دیں لیکن بتدریج وہ جہاز تو واپس گئے اور یکم فروری کے تار برقی اور دو اخبار مطبوعہ ۵ فروری میں لارڈ سالسبری وزیر اعظم انگلستان کی اسپیچ کا یہ مضمون ہے کہ انگلستان ٹرکی سے آرمینیا کے لوگوں کی طرف سے جنگ نہیں کر سکتا اور مہلت دینا چاہیے تاکہ عمدہ انتظام عمل میں لایا جائے۔ میں یقین نہیں کرتا کہ سلطان نے اس جور و ظلم کا حکم دیا ہے جو آرمینیا میں ہوئے گو ان کی گورنمنٹ کمزور و نالائق ہے اور کچھ نہیں کر سکتی۔ سلاطین یورپ عمدہ انتظام کے نگراں رہیں گے لیکن آگے بڑھ کر کوئی کارروائی نہ کریں گے نتیجہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ انگلستان کو چند سخت جھگڑے امریکہ و جرمنی وغیرہ سے پیش ہو گئے۔ سچ یہ ہے کہ مشیت ایزدی میں ابھی قسطنطنیہ کا خاتمہ مقدر نہیں ہے ورنہ یورپین سلطنتوں کی تہ خواہش ہے کہ اسکے حصے بانٹ کر لیویں جیسا کہ اخباروں سے معلوم ہو رہا ہے۔

قتل شاہ ایران: ۵ مئی ۱۸۹۶ء۔ یکم مئی کو مرزا محمد رضا ایک مذہبی متعصب نے ناصر الدین شاہ بادشاہ فارس کے دل میں گولی مار دی جب کہ وہ ایک زیارت متصل طہران کے اندر جا رہے تھے۔ اس کے صدمہ سے چار بجے شام کو شاہ نے قضا کی اور بجائے متوفی ان کے دوسرے بیٹے جو اصلی بیگم کے بطن سے تھے تیسری مئی کو بمقام تبریز تخت نشین ہوئے۔ اس خبر کی تصدیق پانیر الہ آباد مطبوعہ ۳ مئی سے ہوئی۔ عمر شاہ متوفی ۶۷ سال

Marfat.com

تھی۔ ۱۸۲۹ء میں پیدا ہوئے تھے اور بڑی طویل بادشاہت کی مزاج میں تعصب نہ تھا۔

جشن شہنشاہ روس: ۳۰ مئی ۱۸۹۶ء معائنہ اخبارات سے واضح ہوا کہ شہنشاہ روس کا جشن تاج پوشی ۲۶ مئی کو ختم ہوا اور شہنشاہ نے بوقت تاج پوشی ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے تمام باقیات ٹیکس معاف کر دیے اور دس برس کے لیے محصول اراضی نصف کر دیا اور خفیف مجرموں کے جرائم معاف کیے اور دیگر سزاؤں میں تخفیف کر دی اور پولیٹیکل جلاوطنوں کی نسبت حکم دیا کہ جہاں کہیں مناسب سمجھیں تخفیف سزا کر دیں۔ مگر یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ جب لوگ کھانا کھانے اور انعام لینے چلے تو لاکھوں آدمی کے ازدحام کے باعث ۲۰۰۰ آدمی کچل کر مر گئے جو ایسے موقع پر افسوسناک ہے۔ یہ یادگار کبھی فراموش نہیں ہو سکتی۔

شہزادہ کابل: ۹ جولائی ۱۸۹۶ء۔ معائنہ اخبار انگریزی سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ نصراللہ خاں خلف دویم امیر عبدالرحمان خاں والی کابل کی سیاحت انگلستان میں ۲۵،۸۰۸ پونڈ خرچ ہوئے جو چند روز کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ روپیہ خزانہ ہندوستان سے خرچ میں پڑے گا۔

ملکہ وکٹوریہ: ۲۸ ستمبر ۱۸۹۶ء۔ دیکھتے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ شہنشاہ ہندوستان و انگلستان ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئی تھیں اور ۲۰ جون ۱۸۳۸ء کو بیسویں سال تاج شاہی زیب سر کیا اس حساب سے ۲۰ ستمبر ۱۸۹۶ء تک جناب ممدوح نے اپنے دادا جارج سویم کے مساوی ۵۹ سال ۹۷ یوم زمانہ حکمرانی ختم کیا اور ۲۳ ستمبر سنہ الیہ سے آپ کو اپنے دادا کی سلطنت سے سبقت شروع ہوئی۔ اس قدر مدت تک سلطنت کسی بادشاہ انگلینڈ نے سلف سے اس وقت تک نہیں کی۔

سلطان عبدالحمید خاں: ۲ نومبر ۱۸۹۶ء۔ سلطان عبدالحمید خاں قسطنطنیہ میں ۲۲ ستمبر ۱۸۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ اس حساب سے اب ان کی عمر ۵۲ سال کی ہے۔

بیرونی کتب خانے: ۲۴ نومبر ۱۸۹۶ء۔ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ شاہی فرانس میں چار کروڑ ایک لاکھ کتابیں ہیں۔ انگلستان کے کتب خانہ میں دو کروڑ دو لاکھ ساٹھ اور روس کے کتب خانہ میں دو کروڑ ہیں۔

جنگ روم و یونان: ۸ مئی ۱۸۹۷ء۔ جو جنگ مابین سلطان روم اور یونانیوں کے ہوتی تھی اس میں سلطان کو کامل کامیابی حاصل ہوئی اور یونانیوں کو ہزیمت حاصل ہوئی اور شہر تھیسلی پر سلطان کا قبضہ ہو گیا۔ اس فوج ترکی کے کمان پر اور افسر اعلیٰ ادھم پاشا تھے جن کی عموماً تعریف ہو رہی ہے۔ سلطان کی اس کامیابی سے تمام یورپ حیرت میں آ گیا اور جو خیالات فاسد و حقارت آمیز جنگی کارروائی ترکوں کی نسبت دول یورپ کو تھے وہ اس ظفریابی

Marfat.com

سے بالکل بدل گئے اور سمجھنے لگے کہ یہ بھی ایک معتد بہ سلطنت یورپ میں ہے۔

وفات گلیڈ اسٹن: ۲۲ مئی ۱۸۹۸ء۔ ۱۹ مئی کو گلیڈ اسٹن سابق وزیر اعظم نے بعمر ۸۹ سال قضا کی۔ وہ ۲۹ دسمبر ۱۸۰۹ء کو پیدا ہوئے تھے۔ یہ بہت بڑا لائق شخص تھا اور جب اسپیچ کہنے کھڑا ہوتا تھا تو ایسا خوش بیان تھا کہ گھنٹوں میں ایک بحث ختم ہوتی تھی۔ سخت متعصب شخص تھا۔ ترکوں سے اسے عداوت قلبی تھی۔

اسپین و امریکہ: ۲۶ اگست ۱۸۹۸ء۔ بابت جزیرہ کیوبا مابین اسپین و امریکہ اس عرصہ میں سخت لڑائیاں ہوئیں اور امریکہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ سلاطین یورپ نے باہم صلح کرادی اور جزیرہ کیوبا اور فلی پائن کو اسپین سے امریکہ کو دلوادیا۔

ملکوں میں شادیاں: ۱۵ ستمبر ۱۸۹۸ء۔ آج بمعائنہ اودھ اخبار بحوالہ انگریزی اکسپریس معلوم ہوا کہ ممالک ذیل میں شادی لڑکوں اور لڑکیوں کی کس عمر میں ہوتی ہے۔

نام ملک	عمر لڑکا	عمر لڑکی
آسٹریا	۱۴ سال	۱۴ سال
فرانس و بلجیم	۱۶ سال	۱۵ سال
روس و میکسیکو	۱۴ سال	۱۶ سال
سوئزرلینڈ	۱۴ سال	۱۲ سال

نام ملک	نام لڑکا	نام لڑکی
جرمنی	۱۸ سال	۱۸ سال
اسپین	۱۴ سال	۱۲ سال
یونان	۱۴ سال	۱۲ سال

قسطنطنیہ میں شادیاں اس وقت ہی ہوجاتی ہیں جب لڑکے لڑکیاں چل پھر سکتے ہیں اور ضروری مذہبی احکام کو سمجھ سکتے ہیں۔

جنگ افریقہ: ۲۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ آج کل مابین ڈچ کاشتکاران ٹرانسوال واقع افریقہ و انگریزوں کے جنگ ہو رہی ہے اور بمقام گلنکو بہت بڑی جنگ ہوئی جس میں ۲۲ افسر انگریزوں کے مع جنرل سمنز قتل ہوئے۔

۲۰ دسمبر ۱۸۹۹ء۔ دیکھنے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ جو لڑائی افریقہ میں مابین ڈچ کاشتکاران ٹرانسوال اور انگریزوں کے ہو رہی ہے وہ بہت سخت مقابلہ ہے۔ ہر لڑائی میں بہت سی فوج انگریزوں کی مقتول و مجروح ہوتی ہے۔ ڈچ ایسے نشانہ باز ہیں کہ افسروں کو چن چن کر مارتے ہیں اور سامان حرب بمقابلہ انگریزوں کے ان کا بہت عمدہ ہے۔ پانچ ہزار گز کے فاصلہ پر ان کی توپوں کے گولے بہت عمدہ کام کرتے ہیں اور انگریزوں کی توپیں ۲۰ ہزار گز کے فاصلہ کی ہیں۔ جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کو اپنی فوج کے ضائع ہونے کا سخت ملال ہے۔ حتیٰ کہ ان کا قصد تھا کہ بعد بڑے دن کے لندن کے دوسرے مقامات کو جاویں لیکن وفور رنج و غم سے انھوں نے فسخ عزیمت کی۔

۲۸ جنوری ۱۹۰۰ء۔ ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء سے جنگ ٹرانسوال واقع افریقہ مابین بوئر و برٹش گورنمنٹ کے شروع ہے۔ سرکار کے بہت سے افسر و فوجی لوگ ضائع ہوئے۔ ڈفرن کے خلف اکبر اور لارڈ رابنس کے اکلوتے بیٹے

Marfat.com

اور لفٹیننٹ گورنر رہنما کے صاحبزادے اور بڑے بڑے باقی افسر قتل ہوئے۔

۱۹ر مارچ ۱۹۰۰ء۔ بلوم فانٹین دارالخلافت آرنج فری اسٹیٹ واقع جنوبی افریقہ کو لارڈ رابسن نے فتح کرلیا جس کے پریسیڈنٹ مسٹر اسٹمن تھے اور جنرل کرانجی فوج ملک آزاد کو گرفتار کر کے جزیرۂ سینٹ ہلینا بھیج دیا۔

۳۱ر مئی ۱۹۰۰ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار واضح ہوا کہ ... ۳۰ر مئی سے دارالخلافت بلوم فانٹین جنوبی افریقہ کیپ ٹاؤن میں شامل کیا گیا اور اس کی رو سے 'آرنج فری اسٹیٹ' کا نام آئندہ 'آرنج ریور کالونی' ہوگا گویا کہ وہ اب مستقل طور پر انگریزوں کے قبضہ میں آگیا ہے۔ اب جہاں تک اخبارات دیکھے جاتے انگریزوں کی برابر فتح معلوم ہوتی جاتی ہے اور بوئر لوگ پسپا ہو رہے ہیں وہ جوہانس برگ میں پہنچ گئے ہیں۔

ملک چین: ۵ر اگست ۱۹۰۰ء۔ آج کل ملک چین پر پانچ سلطنتیں چڑھائی کر رہی ہیں جن کی فوجیں برابر بذریعہ جہازات اپنے اپنے دارالسلطنتوں سے بھیجی جارہی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ جرمن، فرانس، روس، اٹلی، جاپان اور چھٹی برٹش گورنمنٹ۔ سبب اس لڑائی کا اخباروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم بکسر باشندگان چین کی پیشوا ہے انھوں نے جب یہ دیکھا کہ غیر ملک کے لوگ چینیوں کو عیسائی کیے ڈالتے ہیں تو انھوں نے غدر کردیا اور جتنے عیسائی لوگ بہم پہنچے ان کو قتل کر ڈالا۔ چوں کہ ان کی جماعت کثیر ہے اور اہل چین بھی ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ لوگ بھی بکسروں کے شریک ہو گئے اور چینی فوج بھی ان کی معاون ہے اسی وجہ سے ان کی بہت بڑی جمعیت ہوگئی ہے اور ان سلطنتوں سے مقابلہ کے لیے وہ تیار ہیں۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ بظاہر سخت کشت و خون ہوتا نظر آتا ہے اور عجب نہیں بعد ظفر پانے سلطنت ملک چین کو باہم تقسیم کرلیں۔ یہ سلطنت بہت پرانی ہے اور کسی نے اس وقت تک اس پر دست درازی نہیں کی تھی لیکن اب انجام بخیر نظر نہیں آتا۔

جنگ افریقہ: ۱۲ر جنوری ۱۹۰۱ء۔ اگرچہ جنرل رابٹس صاحب ٹرانسوال سے لندن کو واپس گئے لیکن ابھی بوئر برابر لڑ رہے ہیں اور جنگ ختم نہیں ہوئی۔ مسٹر کلوگر کے قائم مقام برابر لڑ رہے ہیں۔

وفات ملکہ وکٹوریہ: ۲۴ر جنوری ۱۹۰۱ء۔ آج کے اردو اخبار میں یہ خبر غمگین مندرج دیکھی گئی کہ جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصر ہند نے اس جہان فانی سے بمقام لندن رحلت کی۔ وقت ۶ بجے ۳۰ منٹ شام کا تھا اور تاریخ ۲۲ر جنوری ۱۹۰۱ء۔ کوئی شک نہیں کہ قیصرۂ ہند نہایت ہی خوش اقبال تھیں اور جس تاریخ سے وہ تخت انگلستان پر بیٹھیں برابر فتوحات بے پایاں حاصل ہوتے رہے اور اولاد کی جانب سے بھی وہ نہایت خوش نصیب تھیں کہ جن کے نواسے قیصر ولیم شہنشاہ جرمن ہیں۔ اس وقت ملکہ معظمہ کے قبضہ میں کل دنیا کا

Marfat.com

ایک چہارم حصہ ہے اور کبھی آفتاب ان کی عملداری میں غروب نہیں ہوتا۔ اب ذیل میں ان کی مختصر سوانح عمری حوالۂ قلم کرتا ہوں جس سے ان کی عمر و تخت نشینی کا حال مفصل معلوم ہوگا۔

جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند ۲۴ جنوری ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئی تھیں۔ ۲۰ جون ۱۸۳۸ء کو تخت نشین ہوئیں اور ۲۲ جنوری کو رحلت کی۔ اس وقت ان کی عمر ۸۲ سال تھی۔ دو مرتبہ مرحومہ کی پنجاہ سالہ و شصت سالہ جوبلی ہوئی اور ایسی خوش اقبال تھیں کہ ایک چہارم دنیا ان کے قبضہ میں تھی۔

تدفین ملکہ و جلوس ایڈورڈ ہفتم۔ ۲ فروری ۱۹۰۱ء۔ چونکہ آج جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند دفن ہوں گی لہٰذا آج قصبہ سندیلہ کی کل دوکانیں بند ہو گئیں اور دفاتر میں تعطیل ہے۔

پرنس آف ویلز جو تخت سلطنت انگلستیہ پر جلوس فرما ہوئے ان کا لقب ایڈورڈ ہفتم رکھا گیا اور چھ ایڈورڈ اس سے قبل تخت انگلستیہ پر نشست فرما چکے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:

نام	سن جلوس	سن کنارہ کشی یا وفات	نام	سن جلوس	سن کنارہ کشی یا وفات
ایڈورڈ اول	۱۲۷۲ء	۱۳۰۷ء	ایڈورڈ چہارم	۱۴۶۱ء	۱۴۸۳ء
ایڈورڈ دوم	۱۳۰۷ء	۱۳۲۷ء	ایڈورڈ پنجم	جنوری ۱۴۸۳ء (کذا)	
ایڈورڈ سوم	۱۳۲۷ء	۱۳۷۷ء	ایڈورڈ ششم	۱۵۴۷ء	۱۵۵۳ء
			ایڈورڈ ہفتم	۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء	

جنگ افریقہ: ۲۹ جولائی ۱۹۰۱ء۔ جنگ ٹرانسوال واقع جنوبی افریقہ ہنوز ختم نہیں ہوئی ہے اور بوئر اور انگریزوں سے برابر لڑائی جاری ہے۔ بالفعل انگریزی فوج بہ تعداد دو لاکھ ۵۳ ہزار جنگ گاہ میں موجود ہے یہ لڑائی ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو شروع ہوئی تھی۔ انگریزی فوج کے سپہ سالار لارڈ کچنر ہیں۔

دختر کلاں ملکہ وکٹوریہ: ۱۵ اگست ۱۹۰۱ء۔ شاہنشاہ بیگم فریڈرک جرمنی یعنی دختر کلاں ملکہ وکٹوریہ بعوارض چند در چند بعمر ۶۰ سال بتاریخ ۵ اگست ۱۹۰۱ء فوت ہوئیں جن کے ماتم کے واسطے چھ ہفتہ کا اعلان ہوا ہے۔

صدر امریکہ: ۱۶ ستمبر ۱۹۰۱ء مسٹر میکنلے پریسیڈنٹ امریکہ کو بتاریخ ۴ ستمبر ۱۹۰۱ء جبکہ وہ بفلو نمائش گاہ کی سیر کر رہے تھے کسی زول بوروئی نے دو گولیاں ماریں جس سے انھوں نے انتقال کیا اور روزولٹ ان کی جگہ پر پریسیڈنٹ مقرر ہوئے۔

امیر کابل: ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ امیر عبدالرحمٰن خاں امیر کابل نے ۱۳ اکتوبر سن الیہ کو انتقال کیا اور بجائے ان کے حبیب اللہ خاں تخت کابل پر جانشین ہوئے اور انھیں کی بابت خان مرحوم جانشینی تجویز کرتے تھے۔ حبیب اللہ خلف اکبر ہوشمند آدمی معلوم ہوتے ہیں جن کی جانشینی گورنمنٹ آف انڈیا نے بھی منظور کی۔ عبدالرحمٰن مرحوم نہایت

Marfat.com

لائق و دانش مند شخص تھے جنھوں نے افاغنہ پر بہت رعب داب کے ساتھ سلطنت کی اور جن کو انگریزی گورنمنٹ بھی مانتی تھی اور دو لاکھ روپیہ ماہوار ان کو گزارہ دیتی تھی اس غرض سے کہ روسی گورنمنٹ سے وہ کہیں مل نہ جائیں جو عرصہ سے براہ کابل ہندوستان کا قصد رکھتے ہیں۔ امیر صاحب نے اپنی فوج بھی قواعد داں تیار کی تھی۔

جنگ افریقہ: ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ جنگ ٹرانسوال جنوبی افریقہ اب تک مابین برٹش گورنمنٹ اور بوئروں کے قائم ہے جس کا آغاز ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو ہوا تھا۔ اگرچہ بوئر بوجہ کمی فوج برابر دو تین روز تک جنگ نہیں کر سکتے ہیں تاہم سرکار کی ایک بڑی فوج سے جس کی تعداد دو لاکھ ترپن ہزار ہے برابر مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔

آبادی لندن: یکم فروری ۱۹۰۲ء۔ لندن کی مردم شماری انتالیس لاکھ ۳۶ ہزار ۵۴۱ ہے جس کی تصدیق اودھ اخبار مورخہ امروزہ سے ہوئی۔ دس سال گزشتہ میں تین لاکھ کا اضافہ ہوا۔

وفات لارڈ ڈفرن: ۴ فروری ۱۹۰۲ء۔ لارڈ ڈفرن صاحب سابق گورنر جنرل نے ۱۲ فروری ۱۹۰۲ء کو بمقام لندن رحلت کی۔

جنگ افریقہ: ۲۹ مارچ ۱۹۰۲ء۔ جنوبی افریقہ میں ٹرانسوال کے بوئرز نے جو برٹش گورنمنٹ سے ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو لڑائی شروع کی تھی وہ ابھی تک بدستور جاری ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ لوگ نہایت جری ہیں۔ باوجودیکہ ان کی فوج بہت قلیل ہے اور انگریزوں کی ڈھائی لاکھ سے زیادہ ہے لیکن وہ برابر مقابلہ کر رہے ہیں اور اکثر مقاموں پر انگریزوں کو فاش زک دی۔ اگرچہ ایک روز یہ شدنی ہے کہ وہ مغلوب ہو کر اطاعت قبول کر لیں گے مگر ابھی تک ان کے دم خم وہی ہیں۔

۳ جون ۱۹۰۲ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جو لڑائی برٹش گورنمنٹ اور جنوبی افریقہ کے بوئر کے درمیان ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء سے ہو رہی تھی اور فریقین کے بڑے بڑے نامی افسر مقتول و مجروح ہوئے تھے اب دونوں میں تاریخ ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء کو حسب شرائط ذیل صلح ہو گئی۔ کوئی شک نہیں کہ بوئر لوگ نہایت جری جفاکش اور بہادر ہیں جنھوں نے اپنی تھوڑی فوج سے ایک بہت بڑی سلطنت ذی مقدور سے جس کی کئی لاکھ فوج ان کے مقابل تھی دو سال سات مہینے تک برابر لڑتے رہے اور بہت کچھ نقصان اسے پہنچایا اور جس کا کروڑوں روپیہ اس جنگ میں صرف ہو گیا۔ شرائط صلح حسب ذیل ہیں: (شرائط بوجہ طویل عبارت ہونے کے ترک کیے گئے۔ ہاشمی)

۷ جون ۱۹۰۲ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ جنگ جنوبی افریقہ میں جو بوئر لوگوں کے ساتھ سرکار انگریزی سے ۱۱ اکتوبر ۱۸۸۹ء شروع ہوئی تھی اور ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء کو بذریعہ صلح ختم ہوئی اس میں سرکار انگریزی کا ۲۰۰ ملین پونڈ جو مساوی ۳ ملین روپے کے ہے صرف ہوا۔ اس صرف میں معمولی فوجی صرفہ جو بالفعل بہت زیادہ ہو گیا ہے داخل نہیں ہے اور نہ وہ روپیہ شامل ہے جو گورنمنٹ کو اختتام جنگ کے بعد صرف کرنا ہوگا جس کی تعداد دس ملین پونڈ ہوگی۔ شرائط صلح میں جو ملین پونڈ کا اقرار

Marfat.com

اور گورنمنٹ انگریزی ہوئی ہے اس کی شرط پنجم یہ ہے کہ ڈچ کاشتکار اپنی حفاظت جان ومال کے خیال سے اپنی رائفل و بندوقیں اپنے پاس رکھیں گے اور چھٹی شرط یہ ہے کہ مصارف جنگ کے متعلق جنوبی افریقہ کے ٹرانسوال والوں سے کچھ نہیں لیا جائیگا۔

جشن تاج پوشی: ۷ر جون ۱۹۰۲ء۔ جشن تاج پوشی شہنشاہ انگلینڈ و ہندوستان جو ۲۶ر جون ۱۹۰۲ء کو بمقام لندن ہوگا اس میں بہت سے ہندوستانی والیان ملک جیسے مہاراجہ گوالیار، مہاراجہ جے پور، مہاراجہ اندور، مہاراجہ گنگا سنگھ بیکانیر اور بہت سے رؤسائے اعظم ہندوستان سے جارہے ہیں مگر مہاراجہ جے پور نے یہ قابل یادگار بات کی ہے کہ اپنے کرم ودھرم کو قائم رکھنے کے لیے اپنے دیوتا بھی ولایت کو ساتھ لے گئے ہیں حتیٰ کہ ہاتھ پاک کرنے کی مٹی بھی جہاز پر رکھ لی گئی ہے۔ بمقابلہ اور والیان ملک کے مہاراجہ نے نہایت پابندی مذہب کے ساتھ لندن کا سفر اختیار کیا۔ اودھ سے راجہ پرتاب بہادر سنگھ پرتاب گڑھ بھی گئے ہیں۔ غرض کہ اضلاع کلکتہ، بمبئی، مدراس اور لاہور وغیرہ سے خاص خاص روسا شرکت جشن تاج پوشی کے لیے جارہے ہیں اور بہت بڑا صرف اپنے اوپر گوارا کیا ہے۔ دیکھا چاہیے کہ بہ تقریب تاج پوشی ان کے واسطے کیا سلوک ہوتا ہے۔

جنگ افریقہ: ۹ر جون ۱۹۰۲ء۔ لارڈ کچنر صاحب سپاہ سالار جنوبی افریقہ کو بجلدوے ان کے حسن خدمات کے کہ انھوں نے بوئر لوگوں سے ۳۱ر مئی کو صلح کرادی پچاس ہزار پونڈ انعام دیا گیا اور خطاب وائی کاؤنٹ ان کو شہنشاہ انگلینڈ نے مرحمت فرمایا اور قبل اس کے لارڈ رابرٹس کو بخدمات وکارگزاری جنوبی افریقہ کے ایک لاکھ پونڈ انعام میں ملا تھا۔ اس صلح سے جو ٹرانسوال میں بوئر لوگوں سے ہوئی تمامی ہندوستانی عموماً اور اہل انگلینڈ خصوصاً خوشیاں منارہے ہیں۔

۱۰ر جون ۱۹۰۲ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ سے واضح ہوا کہ بحوالہ بیان محکمہ جنگ جنوبی افریقہ کی لڑائی میں ایک ہزار چھہتر افسر اور پینتیس ہزار آٹھ سو ستر سپاہی ہلاک ہوئے اور تین ہزار ایک سو سولہ افسر اور چھہتر ہزار تین سو چودہ سپاہی معزول الخدمت قرار پاکر انگلینڈ کو واپس بھیجے گئے۔

وزیر اعظم انگلستان: ۱۲ر جولائی ۱۹۰۲ء۔ ۱۳ر جولائی ۱۹۰۲ء کو لارڈ سالسبری وزیر اعظم انگلستان نے اپنی ملازمت سے استعفا دے دیا جس کو شاہ انگلینڈ و ہندوستان نے منظور فرمایا بجائے ان کے مسٹر بالفورڈ وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

ایک عورت: ۱۲ر دسمبر ۱۹۰۲ء آج کے اودھ اخبار میں درج ہے کہ ایک عورت متصل شہر نیپلز علاقہ ملک اٹلی میں رہتی تھی اس کی شادی کو ۱۹ر سال ہوئے ہیں اس مدت میں اس کے ۶۲ بچے پیدا ہوئے۔ ۵۹ لڑکے اور تین لڑکیاں۔ ۹ برس کے عرصہ میں گیارہ توام لڑکے پیدا ہوئے اور پانچ مرتبہ چار چار اور تین مرتبہ تین تین اور

Marfat.com

ایک مرتبہ چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی اور کچھ زمانے میں صرف ایک ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اب اس کی عمر ۵۷ برس کی ہے اور ضعیف و ناتواں ہو گئی ہے کچھ کام اس سے نہیں ہوتا لہذا اٹلی کے بادشاہ کو ایک عرضداشت بھیجی گئی ہے کہ اسکا کچھ گذارہ مقرر کر دیں۔

آبادی چین: ۱۴ اپریل ۱۹۰۲ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جدید مردم شماری ملک چین بیالیس کروڑ ۴۶ لاکھ ۷۴ ہزار ہے۔

شاہ سرویہ: ۱۹ جون ۱۹۰۲ء۔ ۲ جون ۱۹۰۲ء کے تار برقی میں درج ہے کہ الیگزنڈر شاہ سرویہ مع ملکہ ڈریگا کے اپنے ایوان میں قتل کر دیے گئے اور ان کے ساتھ ہیں وزیر اعظم سرویہ اور ایک جنرل فوج بھی مقتول ہوئے۔ خود ان کی فوج نے انھیں قتل کیا۔ وجہ قتل یہ معلوم ہوئی کہ کل رعایا شاہ سے ناراض تھی۔ ۱۴ اگست ۱۸۷۹ء کو شاہ سرویہ پیدا ہوئے۔ ۱۳ اپریل ۱۸۹۳ء کو تخت نشین ہوئے تھے اور ۲۱ جولائی ۱۹۰۰ء کو شاہ سرویہ نے اپنی نسبت میڈم ڈریگا سے کی اور ۵ اگست ۱۹۰۰ء کو شادی ہو گئی۔ ڈریگا والدہ کی پیش خدمت تھی جس کی عمر اس وقت ۳۶ سال کی تھی یعنی بادشاہ سے عمر میں بڑی تھی۔ اس کا شوہر مر چکا تھا مگر بوجہ حسین ہونے کے بادشاہ نے اس کے ساتھ عقد کر لیا تھا۔

وفات پوپ: ۲۳ جولائی ۱۹۰۳ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ پوپ روم اٹلی جو یورپ میں واقع ہے۔ ۲۰ جولائی ۱۹۰۳ء کو وقت ۴ بجے دن کے فوت ہوئے۔ عمر ۹۴ سال تھی اور ۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ پیشوا مذہب رومن کیتھولک کے تھے۔

وفات سالسبری: ۲۶ اگست ۱۹۰۳ء ۲۲ اگست سن الیہ کو لارڈ سالسبری سابق وزیر اعظم انگلستان نے بمقام لندن قضا کی۔

بلغاریہ: ۱۲ اگست ۱۹۰۳ء سرحد بلغاریہ پر پہلی بغاوت ہوئی لہذا فوج سلطان ٹرکی واسطے تادیب کے بھیجی گئی اور سلونیکا کے قریب کل جماعت باغیوں کی گولہ اندازی افواج ٹرکی سے مقتول ہوئی۔

ترکی: ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء۔ ممالک مقدونیا و بلغاریہ و سلونیکا کی بغاوت سے آج کل بڑی بدنظمی سلطان ٹرکی کی عملداری میں ہے اور افواج ٹرکی باغیوں کو گوشمالی واجب دے رہی ہے۔ ہزاروں آدمیوں کا کشت و خون ہو رہا ہے سلاطین یورپ سلطان کو الگ دھمکی دے رہے ہیں کہ بدنظمی جلد دور کی جائے۔

۱۷ ستمبر ۱۹۰۳ء۔ آج کل یورپ میں باہم سلاطین میں انواع و اقسام کے نزاعات پیدا ہیں اور عموماً سلطان ٹرکی کو دبا رہے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ وہ بتیس دانتوں میں ایک زبان ہے۔

جنگ روس و جاپان: ۱۳ فروری ۱۹۰۴ء۔ ۱۲ فروری سن الیہ کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۹ فروری ۱۹۰۴ء کو بوقت ۱۰ بجے دن مابین روس و جاپان لڑائی شروع ہو گئی اور جاپانی تارپیڈو کشتیوں نے

Marfat.com

بمقام پورٹ آرتھر روسی جہازوں پر حملہ کیا یہ لڑائی دو بڑی سلطنتوں میں شروع ہوئی ہے۔ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔

سب سے زیادہ معمر شخص: ۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء۔ دنیا بھر میں سب سے زیادہ سن دراز و معمر شخص شہر ماسکو (روس) کا 'ذاز' دوستے ہے۔ اس کی عمر ۱۳۶ برس کی ہے اور اس کی بصارت علی حال بھی قائم ہے۔ اس کا باپ ۱۲۰ برس کا ہو کر فوت ہوا تھا۔

آبادی امریکہ: ۱۲ اپریل ۱۹۰۴ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکی مردم شماری جو ۱۹۰۳ء میں ہوئی تھی اس کی تعداد ۷ کروڑ ۹۹ لاکھ ہے۔

جنگ روس و جاپان: ۲۰ اپریل ۱۹۰۴ء۔ آج کے اخبار میں میں نے پڑھا کہ جاپان کے مرد و عورت دونوں اپنی بہبودی ملک کے عاشق ہیں جس کی تصدیق مضامین ذیل سے ہوتی ہے:

۱۔ ایک سپاہی لڑائی پر جاتا تھا۔ اس نے اپنے ایک دوست سے جو اسے پہنچانے آیا تھا بیان کیا مجھے ایک روز مرنا ہے پس بہتر ہے کہ ہم اپنے ملک کے لیے مریں۔ اگر میں بستر مرگ پر مروں گا تو کیا خاک میری ماں کو تسلی ہو گی۔

۲۔ ایک عورت نے اپنے بیٹے سے جب وہ لڑائی پر جاتا تھا کہا کہ تم لڑائی پر جاتے ہو پھر گھر کو واپس نہ آنا۔ اگر تم واپس ہوئے تو میں معاف نہ کروں گی۔

۳۔ قصبہ ذکاس کی ایک عورت کو جب معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا اس بنا پر جنگی خدمت سے معاف کر دیا گیا کہ وہ اکیلا اپنی ماں کا پرورش کرنے والا تھا تو اس نے فوراً خودکشی کر لی اور اس نے ایک خط میں بیان کیا کہ میں نے اس وجہ سے خودکشی کی کہ میرا بیٹا اپنے ملک کے لیے روسیوں سے آزادی کے ساتھ لڑ سکے۔ دم توڑنے کے وقت اس نے وہ خنجر جس سے خودکشی کی تھی اپنے بیٹے کو دے دیا کہ وہ اس کو دشمن کے خلاف کام میں لائے لڑکے نے خنجر کمر سے باندھ لیا اور فوراً جنگ میں شریک ہونے کی درخواست پیش کر دی۔ واہ رے ملک کی ہمدردی! جبکہ ایسی اہم قومی و ملکی ہمدردی ہو تو کیوں نہ اس ملک کے بادشاہ کو پوری کامیابی حاصل ہو سکے۔

یکم جون ۱۹۰۴ء۔ مابین جاپان اور روسیوں کے ہنوز جنگ جاری ہے۔ دو مقاموں پر سخت لڑائیاں ہوئیں۔ ایک دریائے 'یالو' پر ۶ مئی کو دوسری 'نان شان' پر ۱۵ مئی کو اور ان دونوں جنگوں میں جاپانیوں کو کامیابی حاصل ہوئی' نیز پورٹ آرتھر میں۔ 'نان شان' کی جنگ میں جاپانیوں کو ۷۳ توپیں کلدار باقی میدانی اور بندوقیں و گولے بارود حاصل ہوئے اور بہت سے روسی گرفتار ہوئے۔

دنیا کی قومیں: ۲۹ جون ۱۹۰۴ء۔ فرانس کے ایک پروفیسر کے پاس کل روئے زمین کی اقوام کے

Marfat.com

آدمیوں کے سر موجود ہیں۔ ان کی تعداد ۹۲۰ ہے۔ اس سے صاف ہویدا ہے کہ تمام دنیا میں ۹۲۰ قومیں آباد ہیں۔

جنگ روس وجاپان: یکم جولائی ۱۹۰۴ء۔ اب تک جس قدر لڑائیاں مابین جاپان و روس ہوئیں ان سب میں جاپانی فتح یاب ہوئے اور ۲۸ جون کی جنگ میں انھوں نے کئی مقامات منچوریا کے روسیوں کے مقابلے میں فتح کرلیے۔

۱؍ستمبر ۱۹۰۴ء۔ آج کل خوب گھمسان لڑائی مابین جاپان اور روسیوں کے بمقام 'لیونگ' متعلقہ منچوریا (چین) ہورہی ہے۔ ڈھائی ڈھائی لاکھ فوج و تیرہ سو توپیں دونوں جانب ہیں اور ہزاروں آدمی دونوں طرف مقتول و مجروح ہورہے ہیں۔ ۲۴ و ۲۸ راگست سن الیہ کے مابین سخت لڑائیاں ہوئیں اور تیسری ستمبر سن الیہ بوقت ۹ بجے صبح کے جاپانیوں نے روسیوں سے 'لیونگ' چھین لیا اور اپنا قبضہ دخل کیا۔ جنرل کروٹکین روسیوں کی طرف افسر اعلیٰ ہیں اور جنرل کروکے اور جنرل اوکو جاپانیوں کی جانب سے۔

اصطباغ ولی عہد روس: ۲۰؍ستمبر ۱۹۰۴ء۔ اودھ اخبار محررہ امروزہ سے واضح ہوا کہ شہنشاہ روس نے بعد اصطباغ اپنے بیٹے شہنشاہ زادہ کی پیدائش کی یادگار میں اپنے دست مبارک کا لکھا ہوا حکم مشعر بدیں خلاصہ نافذ کیا کہ

۱۔ فوج بحری و بری کو جو بکرار ارتکاب جرم پر سزائے جسمانی دی جاتی تھی وہ نہ دی جاوے گی۔ ۲۔ بقایا مال گزاری ٹیکس و محصول معاف کیا گیا۔ ۳۔ پیداوار زمانہ قحط کی تقاوی کاشتکاروں کو معاف ہوئی۔ ۴۔ بہت سے جرمانے معاف ہوئے۔ ۵۔ قیدیوں کی سزائیں جو پولٹیکل قیدی اپنے زمانہ قید میں نیک کردار رہے ان کی سزا ختم ہونے پر انھیں سول اختیارات دیے جائیں۔ ۶۔ جن لوگوں نے قبل پندرہ سال پولٹیکل جرائم کیے ہیں اور ان کا پتہ نہیں ہے اب ان پر جرم عائد نہ ہوگا۔ ۷۔ جو پولٹیکل مجرم روس سے بیرونجات کو بھاگ گئے ہیں اگر وہ پھر اعادہ چاہیں تو وزیر داخلہ سے درخواست کریں۔ ۸۔ فن لینڈ کی باقیات مال گزاری و ٹیکس بابت ۱۹۰۴ء جو شہنشاہ زادہ کی پیدائش تک ادا نہیں کیے گئے وہ سب معاف کیے گئے اور وہاں کے کاشتکاروں کو جو نقد روپیہ یا غلہ دیا گیا اس میں سے ایک چوتھائی معاف ہوگا۔ ۹۔ موضعوں اور قصبوں پر اپنی طرف سے لوگ منتخب نہ کرنے کی علت میں جو جرمانہ کیا گیا تھا وہ بھی معاف کردیا گیا۔ ۱۰۔ جو لوگ بغیر منظوری فن لینڈ سے چلے گئے تھے ان کو ایک سال کے اندر واپس آنے کی اجازت دی گئی۔ ۱۱۔ ان میں سے جو لوگ ملازم فوج تھے وہ فوراً واپس آکر حکام فوجی کو رپورٹ کریں۔ ان کو سزا نہ دی جائے گی۔ ۱۲۔ فوجی کاموں سے گریز کرنے کے جرم میں خاندان ہود پر جو جرمانہ ہوا تھا۔ ان کو سزا نہ دی جائے گی۔

معاہدہ تبت و برٹش: ۱۱؍ستمبر ۱۹۰۴ء۔ برٹش گورنمنٹ اور تبت کے مابین حسب ذیل عہدنامہ ہوا۔

Marfat.com

۱۔ تبت پابند ہوگا کہ مقامات ینٹنگ گیانٹسی اور گڑٹوک میں بازار قائم کرے۔ ۲۔ تبت نصف ملین اسٹرلنگ تاوان جنگ ادا کرے۔ اس کی سالانہ تین اقساط ہوں گی۔ ۳۔ برٹش فوج وادی چمبی پر اس وقت تک رہے گی جب تک کہ تاوان جنگ ادا نہ ہو۔ ۴۔ برٹش گورنمنٹ کی رضامندی کے بغیر کوئی غیر سلطنت تبت کے کسی علاقہ پر قبضہ نہ کرے گی، نہ کسی سلطنت کو اس کا پٹہ دیا جائے گا۔ ۵۔ کوئی غیر سلطنت معاملات تبت میں دست اندازی نہ کرے گی۔ نہ کوئی سڑک یا ریلوے یا تار برقی قائم کرے گی اور نہ کوئی کان کھدوائے گی۔

گھڑی کی ایجاد: ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ پیٹر ہیم نے ۱۵۴۰ء میں گھڑی کی ایجاد کی تھی جس کی یادگار مقام نورم برگ میں قائم ہونے والی ہے۔

سلطنت روس: ۲۷ نومبر ۱۹۰۴ء۔ نکولس دوم شہنشاہ حال روس کے زیر حکومت براعظم یورپ کا نصف مشرقی حصہ اور براعظم ایشیا میں نصف سے کچھ کم شمالی حصہ ہے۔ اس وسیع سلطنت کی لمبائی شرقاً غرباً تخمیناً پانچ ہزار میل ہے اور عرض شمالاً جنوباً قریب ایک ہزار تین سو بیس میل کے ہے۔ کل سلطنت کا رقبہ ۸۶ لاکھ مربع میل ہے یعنی کل روئے زمین کا ایک ششم حصہ زیر حکومت شاہنشاہ روس ہے۔ آبادی اس عظیم الشان سلطنت کی ۱۲ کروڑ ہے۔ بحالت جنگ بری فوج کی تعداد ۲۵ لاکھ اور سواروں کی تعداد ۲۵ لاکھ ۸۷ ہزار ہے۔ روسی عموماً بلند قامت مضبوط جری ہوتے ہیں۔

شہزادہ کابل: ۲۵ دسمبر ۱۹۰۴ء۔ سردار عنایت اللہ خاں خلف اکبر امیر حبیب اللہ خاں والی کابل براہ لاہور، الہ آباد روانہ کلکتہ ہوئے جہاں لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند سے ۲۷ دسمبر کو ملاقات کریں گے سردار صاحب کی عمر ۱۶ سال ہے، اور پانچ سو افغان ان کے ساتھ ہیں اور کل خرچہ ان کی آمد و شد کا گورنمنٹ برداشت کرے گی۔

۵ جنوری ۱۹۰۵ء، سردار عنایت اللہ خاں خلف اکبر امیر حبیب اللہ خاں والی کابل ہندوستان سے واپس گئے اور لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند نے بمقام کلکتہ ان کی بہت خاطر مدارت کی، اور گورنمنٹ نے کل صرفہ ان کی آمد و شد ہندوستان کا اپنے ذمہ برداشت کیا۔

راتش چائلڈ: یکم جنوری ۱۹۰۵ء۔ راتشچائلڈ انگلستان میں ایک مشہور مہاجن ہے۔ اس کے تمول کو بعض سلطنتیں بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ اسکی منٹوں کی آمدنی لاکھوں شمار کی گئی ہے۔ جو نصائح اس نے اپنے خاندان کو کیے ہیں وہ غور کے قابل ہیں۔

۱۔ اپنے کاروبار کے ہر جزو پر نہایت احتیاط کے ساتھ غور کرو۔ ۲۔ ہر کام کو بہ مستعدی انجام دو۔ ۳۔ ہر ایک معاملہ کا بعد غور کامل فیصلہ ناطق کرو۔ ۴۔ اس قسم کی کوشش کرتے رہو جو باعث ترقی ہوں۔ ۵۔ جو مصائب و تکالیف پیش آویں ان کو صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرو۔ ۶۔ راست بازی کو مقدم سمجھو۔ ۷۔ تاقیام زندگی ہر کام میں

Marfat.com

کوشش وسعی بلیغ کرتے رہو۔ ۸۔ کاروباری معاملہ میں ہرگز جھوٹ نہ بولو۔ ۹۔ لوگوں سے فضول ملاقات نہ کرو۔ ۱۰۔ اپنا فرض بہ مستعدی ادا کرو۔ ۱۱۔ اپنے اوقات عمدہ کاموں میں صرف کرو۔ ۱۲۔ جو امور اتفاقی پیش آئیں ان کا زیادہ مت خیال کرو۔ ۱۳۔ اپنے متعلقہ کاموں کو نہایت محنت و مستعدی کے ساتھ انجام دو۔

جنگ روس وجاپان: ۱۸ فروری ۱۹۰۵ء۔ جاپانی روس کو منچوریا میں برابر شکست پر شکست دے رہے ہیں۔ پورٹ آرتھر ان سے چھین لیا اور 'مکڈن' میں بھی شکستیں دے رہے ہیں۔ ادھر سے سینٹ پیٹرس برگ، دارالخلافت روس 'وارسا' 'طفلس' وغیرہ میں لاکھوں آدمی بلوہ کر رہے ہیں۔ حضرت شہنشاہ روس محل میں چھپے ہیں۔ فوجیں بلوائیوں کا مقابلہ کر رہی ہیں جس کی وجہ سے زائد فوجیں واسطے مقابلہ جاپان کے منچوریا نہیں جاسکتی ہیں۔ ۸ فروری ۱۹۰۴ء کو جنگ شروع ہوئی تھی اور ہنوز برابر قائم ہے۔ جنرل اسٹوسل پورٹ آرتھر سے اس شرط کے ساتھ رہا ہوئے کہ وہ آئندہ کسی جنگ میں جاپانیوں کے مقابلہ میں نہ آئیں گے اور جنرل کروپٹکن 'مکڈن' میں شکستیں کھا رہے ہیں جو گورنمنٹ روس سے وعدہ کر کے آئے تھے کہ جاپانیوں کو سمندر میں ڈبو دوں گا۔

۱۶ مارچ ۱۹۰۵ء جاپانیوں نے 'مکڈن' واقع منچوریا کو روسیوں سے چھین لیا۔ اس لڑائی میں دو لاکھ روسی فوج قتل ہوئی اور چار ہزار مقید اور پانچ سو توپیں علاوہ بہت سے سامان رسد وغیرہ کے جاپانیوں کے ہاتھ آئیں۔ جنرل کروپٹکن جو جاپانیوں کو شکست دینے کے واسطے روس سے آئے تھے انھوں نے شہنشاہ روس کو درخواست دی ہے کہ ان کی جگہ پر کوئی دوسرا جنرل بھیجا جاوے۔ اب ان کے آرام کرنے کے دن ہیں۔

صلح کابل: ۲۷ مئی ۱۹۰۵ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سفارت مسٹر ڈین صاحب کابل کو گئی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شرائط صلح تمام بدستور وہی قائم رہے جو امیر عبدالرحمان خاں مرحوم والی کابل کے عہد میں طے ہوئے تھے اور امیر حبیب اللہ خاں والی کابل کو گورنمنٹ ہند نے خطاب عطا کیے: ہز مجسٹی خود مختار دولت افغانستان۔

ایک عورت: ۲۱ جولائی ۱۹۰۵ء۔ شہر 'کیوبا' (امریکہ) میں ایک عورت جس کی عمر ۳۰ سال اور قد ۲۶ انچ کا ہے اس کا نام 'جیکوٹا' ہے۔ حالت نوعمری میں اس کے سونے کے لیے معمولی ڈبے کے برابر پلنگ کافی ہوتا تھا۔ اس عمر میں بھی اس کے پیر آٹھ مہینہ کے اوسط قد کے بچے کے برابر ہیں۔ اگرچہ بہت پستہ قد ہے۔ مگر بدن کے کل عضو سڈول ہیں۔ اس کو گانے بجانے کا بہت شوق ہے۔ بائیسکل پر خوب سواری کرتی ہے۔

جہاز پر متلی: ۲۱ جولائی ۱۹۰۵ء۔ جہاز کی سواری میں اکثر آدمیوں کو متلی ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ایک آنکھ میں پٹی باندھ لی جاوے تو جلد آرام ہو جاتا ہے (از اودھ اخبار)

Marfat.com

صلح روس و جاپان: ۸ر ستمبر ۱۹۰۵ء۔ پورٹسماوتھ واقع امریکہ میں ۵ ستمبر ۱۹۰۵ء کو روسی اور جاپانیوں کے مابین صلح نامہ پر دستخط ہو گئے اور لڑائی ختم ہو گئی (شرائط صلح نامہ ۳ر ستمبر کی تاریخ میں درج ہیں جو بوجہ طوالت نظر انداز کیے گئے ہاشمی)

جاپان میں اخبارات: ۲۸ر ستمبر ۱۹۰۵ء۔ ابتداءً جاپانی اخبار ۱۸۶۳ء میں جاری ہوا تھا جس کو ۴۲ سال کا زمانہ ہوا اور اب جاپان میں ایک ہزار پانچ سو اخبار اور رسالے روزانہ نکلتے ہیں۔

متفرقات معلومات: ۴ر اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ آلپین بنانے کا سب سے بڑا کارخانہ 'برمنگھم' واقع انگلستان میں ہے جہاں ہر روز تعطیل وغیرہ کا زمانہ چھوڑ کر ۳ کروڑ ۷۰ لاکھ آلپینیں تیار کی جاتی ہیں۔ نیوزی لینڈ کے جنوب میں جزائر کا ایک مجمع جو سات بہنیں کہلاتا ہے اس میں ہمیشہ بارش ہوا کرتی ہے۔ سمندر کا پانی نہایت ہی مقوی جگر، معدہ و گردہ ہوتا ہے۔

روس میں بغاوت: ۱۸ر دسمبر ۱۹۰۵ء۔ روسی سلطنت کے ہر صوبہ میں غدر و فساد تو ہو ہی رہا تھا۔ اب فوج بحری و بری نے بھی بغاوت شروع کر دی ہے۔ چنانچہ اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ روسی فوج ہاربن نے بھی غدر کر دیا اور شہر مذکور کو لوٹ و جلا کر خاکستر کر دیا۔ یہ بد اقبالی نکولس دوئم شہنشاہ روس کی ہے۔

آبادی جرمنی: ۲۲ر مارچ ۱۹۰۶ء سلطنت جرمنی کی آبادی مردم شماری کے لحاظ سے ۶ کروڑ ۶۰ لاکھ ۵۸۲ ہے۔

اسپین: ۵ر جون ۱۹۰۶ء۔ ۳۱ر مئی ۱۹۰۶ء کو شاہ الفانسو اسپین کی شاہزادی 'اینا' (انگلستان) سے شادی ہوئی۔ جب جلوس گرجا گھر سے ایوان خاص کو چلا تو کسی بدمعاش نے ایک گول چمک دار فولاد کا پھینکا جو شاہ کے گھوڑوں کے نیچے گر کر پھٹا۔ گاڑی شاہی کے پہیوں کو سخت نقصان پہنچا۔ گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ تین افسر سات سپاہی اور پانچ تماشائی ہلاک ہوئے اور ایک سو آدمی سخت مجروح ہوئے۔ تحقیقات ہو رہی ہے۔ شاہ اور ان کی بیگم محفوظ رہیں۔

شہد کی مکھیوں کے چھتے: ۶ر نومبر ۱۹۰۶ء۔ اسپین میں شہد کی مکھیوں کے چھتے سولہ لاکھ تیرے ہزار ہیں۔ ان میں سے ۱۹ ہزار من شہد نکلتا ہے۔ (از اودھ اخبار مورخہ امروزہ)

امیر کابل: ۶ر جنوری ۱۹۰۷ء۔ امیر حبیب اللہ خاں والی کابل بعزم سیاحت ہندوستان ۲ر جنوری ۱۹۰۷ء 'لنڈی کوتل' سرحد ہندوستان میں داخل ہوئے۔ ان کے ہمراہ گیارہ سو آدمی سوار و پیدل ہیں۔ امیر کی بہت خاطر مدارات ہو رہی ہے اور جب وہ ۲ر جنوری سن الیہ کو داخل پشاور ہوئے تو ان کے قدموں کے پاس اکیس ہزار کی تھیلیاں منجانب گورنمنٹ بطور نذرانہ رکھی گئیں۔ امیر نے قبول کیا۔

وفات شاہ ایران: ۱۱ر جنوری ۱۹۰۷ء۔ ۸ر جنوری ۱۹۰۷ء کو وقت ۱۱ بجے رات کو مظفر الدین شاہ بادشاہ ایران نے قضا کی

Marfat.com

امیر کابل: ۱۴ر جنوری ۱۹۰۷ء - امیر حبیب اللہ خاں والی کابل اب بادشاہ قرار دیے گئے ہیں اور ہمارے شہنشاہ نے ان کو خطاب ہز میجسٹی، کا عطا کیا ہے جس کے معنی بادشاہ کے ہیں اور اسی مضمون کا انھوں نے تار بھی بمقام 'لنڈی کوتل' دیا تھا جس میں لقب ہز میجسٹی درج تھا - امیر کابل قبل تشریف آوری آگرہ کے اول ۸ر جنوری کو بمقام 'سرہند' علاقہ پٹیالہ کو اس غرض سے تشریف لے گئے کہ حضرت امام ربانی یعنی مجدد الف ثانی کے مزار پر فاتحہ پڑھیں جو مقام 'سرہند' سے دو میل فاصلہ پر واقع ہے - یہ ایک کابلی بزرگ ہیں جو شہنشاہ اکبر کے عہد سلطنت میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اولاً ان کی شہنشاہ نے بہت قدر و منزلت کی لیکن وہ مذہب شاہ پر معترض ہوئے تو ان کی وقعت فی الجملہ گھٹ گئی۔ بعد انتقال شہنشاہ اکبر جہانگیر شاہ کا زمانہ آیا تو ارکین سلطنت کی شکایتوں پر پیر صاحب قلعہ گوالیار میں چند سال کے واسطے قید کر دیے گئے - تھوڑے عرصہ کے بعد جب سلطنت میں کچھ بے قراری پیدا ہوگئی تو جہانگیر نے نہایت اعزاز کے ساتھ حضرت کو قید سے رہائی دے کر اپنے پاس بلالیا اور خود بھی مرید ہوگئے اور تقریباً تیرہ ہزار آدمی ارکین سلطنت میں سے جو مخالف تھے وہ سب کے سب پیر صاحب کے مرید ہوگئے اور ہر ایک حکم ان کا بطیب خاطر بجالایا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اسی زمانہ میں پیشین گوئی کی تھی کہ آئندہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب درانی قوم کے افغان تخت کابل پر مسلط ہوں گے - چونکہ امیر حبیب اللہ خاں درانی نسل سے ہیں لہٰذا جب وہ ہندوستان کو تشریف لائے تو انھوں نے حضرت صاحب کے مزار پر جاکر نہایت عقیدت کے ساتھ فاتحہ خوانی فرمائی -

۱۰ر جنوری ۱۹۰۷ء - اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حبیب اللہ خاں امیر کابل جو ہندوستان تشریف لائے ہیں منجانب برٹش گورنمنٹ ان کی بہت بڑی خاطر داری اور اعزاز ہو رہا ہے جیسا کہ کسی اور نے کسی اور ان کے ماسبق کا نہیں کیا۔ بمقام آگرہ لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ و لارڈ منٹو گورنر جنرل وائسرائے ہند نے بڑی بڑی دعوتیں کیں جس سے امیر بہت خوش ہوئے اور ایک موٹر کار گاڑی قیمتی تین ہزار ان کی نذر کی گئی اور لارڈ منٹو نے امیر کو معزز تمغہ پہنایا -

۱۹ر جنوری ۱۹۰۷ء - امیر حبیب اللہ خاں کا یادگار حکم: چونکہ نماز عید الاضحیٰ امیر صاحب جامع مسجد دہلی میں پڑھیں گے لہٰذا دہلی کے مسلمانوں نے چاہا کہ ایک سو گائیں قربانی کریں۔ جب امیر صاحب کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو انھوں نے حکم دیا کہ ہم ہندوستان کو بنا بر سیر و تفریح آئے ہیں نہ کسی فریق کے دل دکھانے کو ہم یہ نئی بات جس سے اہل اسلام و اہل ہنود کے اکثر جھگڑے ہوتے ہیں ناپسند کرتے ہیں اور بجائے اس کے اگر مسلمان بکرے

Marfat.com

ذبح کریں گے تو باعث ہماری خوشی کا ہوگا۔ چنانچہ اب یہی ہونے والا ہے۔ اہل ہنود اس بات سے بہت خوش ہوئے اور جا بجا کومیٹیاں کر کے اظہار خوشی کے تار امیر صاحب کی خدمت میں بھیج رہے ہیں۔

۲۲ر جنوری ۱۹۰۷ء۔ ۱۶ر جنوری کو امیر حبیب اللہ خاں امیر کابل علی گڑھ میں تشریف لائے اور کالج علیگڑھ کو غور و خوض کے ساتھ دیکھ کر نسبت تعلیم مذہبی کے واقفیت حاصل کی اور خوش ہوئے اور مبلغ بیس ہزار روپے بنا بر اعانت کالج مرحمت فرمائے اور چھ ہزار روپیہ سالانہ دینے کا وعدہ کیا۔

۲۹ر جنوری ۱۹۰۷ء۔ ۲۵ر جنوری کو امیر حبیب اللہ خاں نے نماز عید الاضحیٰ مسجد عیدگاہ دہلی میں پڑھی اور نماز جمعہ جامع مسجد میں۔ ۵۷ ہزار آدمی شریک نماز تھے۔

شاہ ایران: ۲۰ر فروری ۱۹۰۷ء شاہ مظفر الدین متوفی ایران کے بجائے محمد علی مرزا تخت نشین ہوئے۔

امیر کابل: ۱۹ر مارچ ۱۹۰۷ء۔ امیر حبیب اللہ خاں امیر کابل کے ہندوستان میں تشریف لانے سے افغانستان کے متعصب فرقے بہت ناراض ہو رہے ہیں اور جن خاص امور پر اعتراض ہے وہ یہ ہیں کہ امیر نے انگریزی افسروں کے ساتھ کھانا کھایا۔ ان سے بہت اظہار دوستی کا کیا۔ یوروپین لباس اختیار کیا اور بہت انگریزی چیزیں مول لیں۔ ایک ٹپل کا تمام سامان خریدا۔ کلکتہ میں امیر فرامشن ہو گئے۔ جلال آباد کے قریب ضلع لاغمان میں ملاؤں کا ایک بہت بڑا جلسہ ہوا اور اشتعال طبع دلانے والی تقریریں کی گئیں اور یہ الزام لگایا گیا کہ امیر نے فرامشن ہو کر اپنا مذہب بدل دیا۔ بعض غالی ملاؤں نے یہ بھی کہا کہ اب وہ ہم پر قابل حکمرانی نہیں۔ اس جلسہ کو سردار عنایت اللہ خاں خلف اکبر امیر حبیب اللہ خاں نے منتشر کر دیا۔

شاہ ایران: ۲۰ر مارچ ۱۹۰۷ء۔ محمد علی شاہ بادشاہ ایران مظفر الدین شاہ مرحوم کے خلف اکبر ہیں جن کی عمر ۳۴ سال ہے۔ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی شادی ملکہ جہاں خاتون وزیر جنگ کی بیٹی سے ہوئی۔

شاہ پرتگال: ۷ر فروری ۱۹۰۷ء۔ آج کے روزنامہ اخبار سے معلوم ہوا کہ شاہ کارلوس پرتگیز اور ان کے بیٹے ولی عہد اور ملکہ پرتگیز گاڑی پر سوار جا رہے تھے اور ان کا چھوٹا بیٹا مینول گاڑی پر سوار تھا تو تین شخصوں نے گاڑی پر چڑھ کر ریوالور طپنچہ سے شاہ اور ولی عہد کو گولی سے مار ڈالا صرف ملکہ اور ان کا چھوٹا بیٹا محفوظ رہا۔ قاتل گرفتار ہو کر قتل کیے گئے۔

وزیر اعظم انگلستان: ۱۱ر اپریل ۱۹۰۸ء۔ ۸ر اپریل ۱۹۰۸ء کو مسٹر کیمبل بیزمن نے بوجہ علالت خود عہدہ وزیر اعظم لندن میں استعفا داخل کر دیا اور بجائے ان کے مسٹر اسکویتھ وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

افغانستان: ۶ر جون ۱۹۰۸ء مہمندوں کو برٹش گورنمنٹ کی فوج نے گوشمالی واجب دی جس سے

Marfat.com

انھوں نے اطاعت قبول کی اور جرمانہ بھی ادا کیا جنرل اکاکس فوج کے اعلا افسر تھے جن کی ہدایت سے فوج لڑی اور بہت بڑی کامیابی ہوئی۔

سلطان روم: ۲۶ اگست ۱۹۰۸ء سلطان عبدالحمید خاں نے قسطنطنیہ میں اپنی گورنمنٹ قائم کی اگرچہ بعض وزرار اس کے خلاف تھے لیکن سلطان نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور ان کو موقوف کر کے جدید وزرار مقرر کیے لیکن عموماً سلطان کی مکمل رعایا نے اظہار خوشی کا کیا اور یوروپین بادشاہ بھی پارلیمنٹ قائم ہونے سے بظاہر رضامند و خوش ہیں۔

عرب میں ریل: یکم ستمبر ۱۹۰۸ء۔ آج کی تاریخ سے مقام دمشق تا مدینہ منورہ ریل جاری ہوگئی۔ اب حجاج کو وہاں جانے میں بہت آسانی ہوگی۔ اور اس ریل کے جاری ہونے سے عموماً کل باشندگان ہندوستان وغیرہ جہاں مسلمان رہتے ہیں بڑی خوشی اور جشن منائے گئے۔

ایران میں غدر: ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء۔ اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت ایران میں غدر ہو رہا ہے۔ بادشاہ ایران آئینی حکومت کو پسند نہیں کرتے اور رعایا اسی کی خواستگار ہے۔ لہٰذا رعایا اور بادشاہ میں بمقام تبریز سخت لڑائی ہوئی اور برابر خوں ریزی ہو رہی ہے۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔

ترکی میں آئینی حکومت: ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء کو ترکی میں آئینی حکومت قائم ہوئی اور پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا اور باقاعدہ گورنمنٹ قرار دی گئی۔

وفات شاہ چین: ۱۷ نومبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ۱۴ نومبر کو شاہنشاہ چین نے اور ۱۵ نومبر کو بیوہ شاہنشاہ چین نے انتقال کیا۔

۲۰ نومبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۸ء کو پوتے دو سالہ فرزند پرنس جین شاہنشاہ پرنس جن ریجنٹ سلطنت چین مشتہر ہوئے کیونکہ شاہنشاہ اور بیوہ شاہنشاہ بیگم نے ۱۴، ۱۵ نومبر سن الیہ کو انتقال کیا تین ہزار برس پہلے جو جو رسوم و اعمال کیے جاتے تھے وہی شاہنشاہ اور بیگم شاہنشاہ کے وقت عمل میں آئے۔

ترکی: ۳۱ دسمبر ۱۹۰۸ء۔ سلطان ترکی نے ۱۷ دسمبر ۱۹۰۸ء کو پارلیمنٹ کا افتتاح کیا اور دستوری انتظام کے آغاز سے اپنی مسرت ظاہر کی۔

انگلستان میں برف باری: ۴ جنوری ۱۹۰۹ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ برطانیہ عظمیٰ میں طوفان برف کا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ ۱۹ ڈگری تک یخ بستہ ہیں۔

ترکی: یکم مئی ۱۹۰۹ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲۷ اپریل ۱۹۰۹ء کو عبدالحمید خاں سلطان روم

Marfat.com

حسب فتوی شیخ الاسلام تخت سے اتار دیے گئے کہ انھوں نے احکام شرع شریف کے خلاف کیا اور بے گناہوں کا خون بہایا اور رشید آفندی ان کے چھوٹے بھائی کو جن کی عمر ۶۵ سال کی ہے بہ لقب محمد پنجم تخت نشین کیا۔ سلطان عبد الحمید کی عمر ۶۸ سال کی ہے۔ انھوں نے ۳۳ برس حکومت کی۔ ان کا منشا یہ تھا کہ پارلیمنٹ بھی قائم ہو اور میرا بھی اختیار رہے۔ اس وجہ سے بڑا کشت و خون ہوا۔ سلطان عبد الحمید خاں مع گیارہ بیگمات و دو چھوٹے بیٹوں کے سلونیکا کو منتقل ہوئے اور بہ حالت جلاوطنی وہیں سکونت گزین ہوں گے۔ ۲۹ اپریل کو سلونیکا بھیجے گئے۔

یکم جون ۱۹۰۹ء - ۲۰ جون ۱۹۰۹ء سلطان عبد الحمید کی ذاتی دولت پانچ کروڑ پونڈ ہے جو معرض ضبطی میں آوے گی اور مصارف سلطنت میں صرف ہوگی۔

ایران: ۲۱ جولائی ۱۹۰۹ء - ۱۷ جولائی ۱۹۰۹ء کو شاہزادہ ولی عہد سلطان احمد مرزا فرزند دویم شاہ ایران مشتہر ہوئے اور فرقہ نیشنلسٹ کے خوف سے جس کے سرگروہ ستار خاں ہیں محمد علی شاہ ایران نے روسی سفارت خانہ میں پناہ لی۔

ترکی: ۲۹ جولائی ۱۹۰۹ء سلطنت قسطنطنیہ کی پارلیمنٹ نے چودہ ہزار تین سو چھہتر روپیہ مشاہرہ سلطان معزول عبد الحمید خاں کا مقرر کیا۔

باورچی خانہ شاہ روس: ۱۹ اگست ۱۹۰۹ء شاہنشاہ روس کے باورچی خانہ میں ۴۰ عدد نقرئی کڑاھیاں ہیں جن کی ہر ایک کی قیمت ۴۰ پونڈ ہے۔ شاہنشاہ روس کا میر سامان ایک فرانسیسی شخص ہے جس کے ساتھ مثل ایک شریف آدمی کے برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اس کو تلوار باندھنے کا اختیار ہے۔ اس کی تنخواہ چھ ہزار چار سو پونڈ سالانہ ہے۔ اس کی ماتحتی میں چھ اور آدمی کام کرتے ہیں جن کی تنخواہیں تین ہزار پونڈ سے بارہ ہزار پونڈ سالانہ تک ہے۔

شاہ ایران: ۲۴ نومبر ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ محمد علی شاہ معزول بادشاہ ایران ۶ ستمبر ۱۹۰۹ء کو خارج البلد ہوئے۔

وفات ایڈورڈ ہفتم: ۸ مئی ۱۹۱۰ء - آج کے پاینیر سے واضح ہوا کہ ایڈورڈ ہفتم بادشاہ انگلستان اور ہمارے شہنشاہ معظم نے ۶ مئی ۱۹۱۰ء کا دن گزار کے رات کو گیارہ بج کے ۴۵ منٹ پر بعارضہ انفلوئنزا انتقال کیا۔ عمر ۷۰ سال تھی۔ اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں قحط و زلزلہ و طاعون اور ہر قسم کی پریشانیاں زیادہ لاحق رہیں۔

مصارف تدفین شاہان: ۹ اگست ۱۹۱۰ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم وغیرہ کی لاش دفن کرنے میں حسب ذیل خرچ ہوا۔

شہنشاہ ایڈورڈ - ۴۰ ہزار پونڈ، ملکہ وکٹوریہ - ۳۵ ہزار پونڈ - قیصر جرمنی ولیم - ۶۰ ہزار پونڈ منجانب

Marfat.com

اہل جرمنی وگورنمنٹ جرمنی کی جانب سے ایک لاکھ اسّی ہزار پونڈ، ڈیوک آف ولنگٹن۔ ایک لاکھ پونڈ، نیلسن کی لاش اٹھانے میں ۵۰ ہزار پونڈ۔

آبادی نیویارک: ۱۸ستمبر ۱۹۱۱ء۔ حال میں جو مردم شماری نیویارک میں ہوئی اس کی تعداد ۴۵ لاکھ ۲۶ ہزار آٹھ سو تیراسی ہے۔ دس برس میں ۱۲ لاکھ ۲۹ ہزار ۲۹۱ آدمیوں کا اضافہ ہوا۔

جاپان میں طوفان: ۷ستمبر ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ٹوکیو اور اس کے گردونواح میں جو فی الحال سیلاب آیا تھا اس کے نقصانات جان ومال کا اندازہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ ایک ہزار ایک سو آدمی مفقود الخبر ہیں ۲۔ ایک لاکھ اکیاون ہزار چھ سو پینتیس مکان سیلاب میں ڈوب گئے ۳۔ پینتیس ہزار نو سو ترسٹھ مکان بہہ گئے ۴۔ چار سو ننانوے پل دریاؤں کے کچھ مسمار ہوئے اور چار سو اٹھارہ پل بہہ گئے ۵۔ ایک سو پندرہ مکانات کی زمین شق ہو گئی۔

ایران: ۲۲ستمبر ۱۹۱۰ء۔ سلطان احمد مرزا خلف محمد علی شاہ ایران نے وفات پائی۔

پرتگال: ۱۵اکتوبر ۱۹۱۰ء۔ پرتگال میں جمہوری سلطنت قائم ہو گئی اور شاہ ... الفانسو جہاز پر سوار ہو کر لندن وغیرہ کی طرف جان بچانے کو چلے گئے۔

تاج کی قیمت: ۲۸نومبر ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ شاہ پرتگال کے تاج کی قیمت ۳ کروڑ روپیہ کہی جاتی ہے اور شہنشاہ روس کے تاج کی قیمت ۲½ کروڑ روپیہ ہے۔ شہنشاہ جارج پنجم کے تاج میں چھوٹے بڑے ۲۶۰۰ سفید ہیرے ہیں اور ۲۷۳ رنگین الماس جڑے ہوئے ہیں۔ چار بڑے موتی ایک لعل اور ایک بڑا نیلم لگا ہوا ہے۔ ۱۶ چھوٹے نیلم ۲۶۵ چھوٹے موتی ۱۸ بڑے مروارید اور چار پنّے بھی اس میں لگے ہیں۔ ... کے تاج کی قیمت کا اندازہ ۲ کروڑ روپیہ کیا جاتا ہے جس میں کوہ نور کی قیمت کا حساب نہیں لگایا گیا ہے۔

ولی عہد جرمنی: یکم جنوری ۱۹۱۱ء۔ آج کل ولی عہد جرمنی ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیاحت فرما رہے ہیں اور ہماری گورنمنٹ انکا ہر قسم کا اعزاز و دعوت و تواضع فرما رہی ہے کہ وہ وکٹوریہ آنجہانی کے نواسے ہیں۔

آبادی جرمنی: ۲۷فروری ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ دسمبر ۱۹۱۰ء میں مردم شماری ملک جرمنی کی ہوئی تھی اس کی تعداد چھ کروڑ اڑتالیس لاکھ چھیانوے ہزار ہے۔ ۱۹۰۵ء میں مردم شماری ملک مذکور کی چھ کروڑ اکتالیس لاکھ تھی۔ اس چار پانچ سال کے عرصہ میں بیالیس لاکھ پچپن ہزار کی زیادتی ہوئی۔

Marfat.com

باب چہارم

مقامی حالات لکھنؤ ہردوئی وغیرہ کے

Marfat.com

Marfat.com

وبائی ہیضہ: ۲۵ر جولائی ۱۸۶۷ء۔ آج ریڈ صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی وارد سندیلہ ہوئے اور انھوں نے حکم قطعی صادر کیا کہ ایک محلہ کا آدمی دوسرے محلہ میں نہ جاوے بلکہ جابجا راستوں میں پہرے تلنگوں کے مقرر کر دیے اور کیفیت یہ ہے کہ چھ سات آدمی روزمرہ مرتے ہیں۔ انگریزی ڈاکٹر ہردوئی سے آیا وہ ہر مریض کو دیکھنے جاتا ہے اور علاج کرتا ہے۔

۳۰ر جولائی ۱۸۶۷ء۔ خلائق سندیلہ شدت وبا سے از حد پریشان ہے بعض لوگ بیرونجات کو چلے گئے تقریباً ۲۵ آدمی روز ہیضہ سے مرتے ہیں۔

۲۰ر اگست ۱۸۶۷ء۔ سندیلہ سے اب ہیضہ بالکل دفع ہو گیا اور لغایت ۱۷ر اگست قریب چھ سو آدمیوں کے باشندگان سندیلہ سے نذر ہیضہ ہوئے اکثر ان میں قابل یادگار ہیں۔ بابو جوالا پرشاد صاحب ہیڈ ماسٹر (بسواں) کی تحریر سے معلوم ہوا کہ قصبہ خیرآباد میں اس مرتبہ ہیضہ سے ایک ہزار آدمی فوت ہوئے۔

۲۷ر اگست ۱۸۶۷ء۔ آج جناب قاضی وجیہ الدین صاحب نے اعلان کیا کہ عنقریب بلائے آسمانی ہیضہ سے سخت تر آنے والی ہے سب لوگوں کو چاہیے کہ استغفار و توبہ کریں اور خیرات دیویں۔ (یہ بلا نہیں آئی۔ ہاشمی)

رہس: ۲۴ر مئی ۱۸۶۸ء۔ آج شب کو احاطہ تقی میاں میں منشی فضل رسول صاحب نے ناچ رہس کا کرایا۔ یہ رہس لکھنؤ سے آیا تھا۔ اخیر شب کے جوگن نے بہت لطف دیا۔ مجمع کثیر تھا۔ ایسا ناچ پہلی مرتبہ میرے ہوش میں ہوا۔

۲۵ر مئی ۱۸۶۸ء۔ اس بات سے مجھے سخت ملال ہوا کہ والد کے سیوم کے روز منشی فضل رسول صاحب کے یہاں ناچ کرایا گیا۔ اگرچہ اس محلہ میں تین دن سے زیادہ ماندان نہیں ہے لیکن قرابت قریبہ ہرگز مقتضی ایسے جلسہ کی نہ تھی۔

مردم شماری: ۴ر اکتوبر ۱۸۶۸ء۔ تمام ہندوستان میں مردم شماری ہونے والی ہے۔ سندیلہ کے ایک محلہ کا کام مردم شماری محمد کریم خاں تحصیلدار نے مجھے تفویض کیا۔

۱۶ر اکتوبر ۱۸۶۸ء۔ آج نمبر خانہ شماری قصبہ سندیلہ میں دینا شروع ہوئے اکثر رئیس سندیلہ اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔

رہس: ۱۹ر دسمبر ۱۸۶۸ء۔ آج شادی میر ابوالحسن فرزند ڈپٹی محمد حسن 'منڈی' کی تھی جس میں رہس لکھنؤ و رہس

Marfat.com

جیتا ہر طوائف سندیلہ سے ناچ وغیرہ میں مقابلہ ہوا۔ رئیس سندیلہ کو ترجیح رہی۔

عملیات: ۱۹ر اگست ۱۸۶۹ء۔ آج ہری ہر شاہ فقیر 'اندرائن' (سندیلہ) نے حامد حسین کو طلب کیا اور شاہ 'اندرائن' کی قبر کے سامنے انھیں کھڑا کیا۔ کھڑے ہونے کے ساتھ ہی حامد حسین نے غل شور مچایا کہ حسن علی شاہ گوپامئو کا ہوں۔ حامد حسین کے بالوں پر عاشق ہو کر سترہ دن سے ان کے ساتھ رہتا ہوں لیکن اب چھوڑتا ہوں ہرگز نہ آؤں گا۔ غرض کہ ہری ہر شاہ نے حامد حسین کے چہرہ پر کچھ پڑھ کر پھونک ڈالی اور حسن علی شاہ چلے گئے اور حامد حسین صحیح و سالم ہو گئے یہ کیفیت میری چشم دید ہے۔ معلوم نہیں کہ کیا اسرار تھا۔

شکار: ۲۲ر فروری ۱۸۷۰ء۔ آج سید فضل حسین (ابن سید فضل رسول) لکھنؤ سے آئے ان سے دریافت ہوا کہ شاہزادہ ایڈنبرا واسطے شکار کے جنگل نیپال کو تشریف لائے۔

وفات علی نقی خاں: ۳۰ر نومبر ۱۸۷۱ء۔ نواب علی نقی خاں سابق وزیر اعظم لکھنؤ نے بعارضہ ہیضہ نواب محسن الدولہ لکھنؤ کے مکان پر قضا کی اور لاش ان کی کربلا بھیجی گئی۔

سندیلہ میں ریل: ۱۵ر جنوری ۱۸۷۲ء۔ اب انجن ریل مع گاڑیوں محمولہ کارخانہ سڑک ریل کا برابر آمد و شد رکھتا ہے اور کام تعمیر اسٹیشن سندیلہ بعجلت ہو رہا ہے ظن غالب ہے کہ ماہ آئندہ سے ریل سندیلہ سے لکھنؤ تک جاری ہو جائے۔

۲۵ر جنوری ۱۸۷۲ء۔ اب ریل گاڑی مسیت (سندیلہ اور ہردوئی کے درمیان ایک اسٹیشن ہاشمی) تک جاتی ہے۔ آج تفریحاً برخوردار مصطفےٰ علی ہمراہ جان علی خدمتگار مسیت تک گئے اور شام کو واپس آئے۔

۲۹ر جنوری ۱۸۷۲ء۔ آج بابو ایشر داس اسٹیشن ماسٹر سندیلہ مقرر ہو کر آئے۔ ستر روپے تنخواہ مقرر ہوئی اور اشتہار دیا کہ یکم فروری سے سندیلہ سے لکھنؤ تک ریل جاری ہوگی اور پانچ آنہ کرایہ دینا پڑے گا۔ ٹھیکہ تعمیر اسٹیشن سندیلہ متعلق حسن علی قصاب کانپور کے ہے۔

یکم فروری ۱۸۷۲ء۔ آج سات بجے صبح سواریاں بذریعہ ریل لکھنؤ روانہ ہوئیں۔ دوسری ریل لکھنؤ سے چار بجے آوے گی۔ پانچ آنہ فی کس کرایہ ہے۔

۲ر فروری ۱۸۷۲ء۔ آج شیخ فہیم الزماں صاحب و عزیزی بشیر الزماں تفریحاً بہ سواری ریل لکھنؤ گئے۔

۴۔ فروری ۱۸۷۲ء۔ آج منشی امتیاز الزماں خویش چودھری سرفراز احمد تعلقہ دار 'محمود' (ضلع بارہ بنکی) مع اپنے چھوٹے بھائی محمد زماں کے تفریحاً بہ سواری ریل سندیلہ کو آئے اور دس روپے برخوردار مصطفےٰ علی کو بطور شیرینی دیے۔

۱۵ر جولائی ۱۸۷۲ء۔ آج سندیلہ سے ہردوئی تک ریل جاری ہوئی۔ پانچ آنہ فی کس محصول مقرر ہوا۔

Marfat.com

اسی ریل پر برخوردار مصطفے علی میرے پاس 'چونسہ' آئے[1]

ایک لڑکا: ۱۶ر اگست ۱۸۷۲ء۔ شیو چرن عرف بہن فرزند اکلوتا بابو بودھن پال ڈاکٹر شفاخانہ سندیلہ آج ہیضہ وبائی میں مبتلا ہوا اور ۱۰ بجے وفات پائی۔ یہ لڑکا نیک بخت تھا۔ عربی فارسی انگریزی میں اچھی لیاقت پیدا کی تھی۔ سب لوگوں کو اسکے انتقال کا افسوس ہوا۔ ڈاکٹر بودھن پال نے اس کی قبر اپنے باغ منصوبہ میں پختہ بنوائی۔

اولاد میر قاسم علی: ۲۱ اکتوبر ۱۸۷۲ء۔ آج میر قاسم علی سود گر نے بعارضہ پیرانہ سالی انتقال کیا۔ مرحوم اولاد کی طرف سے خوش نصیب تھے اور جب ان کے اولاد ہوئی تو دو لڑکے ایک ساتھ پیدا ہوئے کبھی لڑکا لڑکی۔ اور کبھی دونوں لڑکے۔ ایسا آدمی نگاہ سے کم گزرا ہے۔ اخیر عمر میں منشی فضل رسول صاحب کے وہاں چار روپیہ ماہواری کے نوکر تھے۔ حساب کھنڈسار و دیہات کا لکھا کرتے تھے۔

ایک بنگالی: ۱۲ر دسمبر ۱۸۷۲ء۔ آج بضرورت کام ریل' کانپور گیا۔ بابو کیلاش چندر مکھرجی سے ملاقات ہوئی ان کا قیام کانپور میں رہتا ہے۔ آدمی طویل القامت و فربہ اندام خلیق ہیں اور تنخواہ ۱۵۰ روپے پاتے ہیں۔ ایسا موٹا تازہ آدمی بنگالی میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا ہے۔

عرس محمد علی شاہ: ۴ر جنوری ۱۸۷۳ء۔ آج شب کو عرس محمد علی شاہ کا حسین آباد (لکھنؤ) میں تھا۔ کرم خاں ملازم حسین آباد کی تحریک سے میں بھی شریک ہوا اور پھاٹک حسین آباد پر بیٹھ کر خوب تماشا دیکھا۔ کیفیت روشنی و آتش بازی نہایت درجہ قابل تعریف ہے۔ میں نے جو سامان اس امام باڑہ میں آرائیش دیکھا اس کی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔ واقعی محمد علی شاہ نہایت عقیل و تجربہ کار و انجام بیں بادشاہ تھے ان کی یادگار کسی حالت میں مٹ نہیں سکتی[2]

شطرنج: ۱۶ر جنوری ۱۸۷۳ء۔ آج بابو اگھر ناتھ سے دو بازی شطرنج کی میں نے جیتیں۔ آٹھ سال کے بعد آج شطرنج کھیلنے کا اتفاق ہوا۔ باوصف کامیابی میں اپنے نفس پر لعنت کرتا تھا کہ کیوں میں مرتکب ایسے فعل لہو و لعب کا ہوا جو میرے خلاف عادت تھا۔

کینڈی صاحب: یکم فروری ۱۸۷۳ء۔ کینڈی صاحب نے چہار عدد کتب اردو جو میں نے واسطے

---

[1] چونسہ: تحصیل سندیلہ میں ایک بڑا گاؤں ہے جو ریلوے اسٹیشن 'سیت' (سندیلہ ہردوئی لائن) سے تین میل پر واقع ہے اور مولوی مظہر علی صاحب کے خالو منشی سید فضل رسول صاحب کی ملکیت میں تھا۔ مولوی صاحب اس زمانے میں 'سیت' میں بعہدہ خزانچی ریلوے تعینات تھے لیکن رات کو 'چونسہ' میں جا کر رہتے تھے۔ اسی گاؤں کے نام سے آم کی مشہور قسم 'چونسہ' مشہور ہے۔ جسے منشی فضل رسول صاحب نے بطور قلم لگایا تھا۔ ہاشمی۔ ۲۔ آتش بازی اور دستی ہر سال محرم میں اب بھی ہوتی ہے لیکن اسے عرس نہیں کہا جاتا۔ مولوی صاحب کو غلط فہمی ہوئی۔ یہ محمد علی شاہ نہیں محمد علی بادشاہ اودھ تھے۔ ہاشمی

پڑھنے کے دی تھیں بذریعہ چٹھی مجھ کو واپس کیں۔ لکھا کہ مجھ کو کمال افسوس ہے کہ ان کتابوں کے پڑھنے کا مجھے موقع نہیں ملا اور بہت شکر گزاری ادا کی۔ سچ یہ ہے کہ کینڈی صاحب کو مجھ سے الفت زیادہ تھی۔ کبھی میرے حالات کا مستفسر نہیں ہوتا تھا۔ مجھے ہر نوع کی آزادی حاصل تھی اور میرے ساتھ ایسی خوش اخلاقی سے پیش آتا تھا کہ دوسرے انگریز سے ایسی امید نہیں ہو سکتی۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ ایسے حاکم مہربان سے علیحدہ ہوتا ہوں۔

ریل شاہ جہاں پور تک: یکم مارچ ۱۸۷۳ء۔ آج لکھنؤ سے شاہ جہاں پور تک ریل جاری ہوگئی ہے۔ منشی نہیم الزماں صاحب واسطے سیر شاہ جہاں پور کی آج دو بجے کی ریل پر تشریف لے گئے۔

تعزیے: ۹ مارچ ۱۸۷۳ء (۹ محرم ۱۲۹۰ھ)۔ آج ... کچھ تعزیے دیکھ کر سو رہا۔ شکرو ملازم قاضی وجیہہ الدین سے دریافت ہوا کہ اب کے سال ۳۷۵ تعزیے قصبہ ہذا میں رکھے گئے۔

ملازمت ریل: ۳ اپریل ۱۸۷۳ء۔ اس مرتبہ جب سے ریل میں ملازم ہوا ہوں مجھے بالمرّہ کی دوادوش رہتی ہے۔ اگر سواری ریل کی اور بالمرّہ نئے نئے لوگوں کی ملاقات ہونے کا موقع نہ ملتا تو شاید یہ نوکری مجھ سے نہ چل سکتی۔

گنگا کا پل: ۱۱ اپریل ۱۸۷۳ء۔ آج میں کانپور گیا اور گھاٹ دریائے گنگ پر قیام کیا۔ کام تیاری پل گنگا کا بہت مستعدی سے ہو رہا ہے۔ نیوٹن صاحب انجینیر اس کے مہتمم ہیں۔ بہت سی کوٹھیاں گل چکی ہیں اور متصل جرنیل گنج تعمیر اسٹیشن کی تیاری ہو رہی ہے۔

شاہ تقی علی کاکوروی: ۱۷ جون ۱۸۷۳ء۔ میں آج شب کو شریک عرس شاہ تراب علی صاحب کاکوروی ہوا۔ منڈولی سے دو کوس کا فاصلہ تکیہ کاکوروی کا ہے۔ میں نے دو روپے شاہ تقی علی صاحب مولوی محمد اکبر صاحب کو نذر دیے اور بارہ بجے رات کو 'منڈولی' واپس آیا۔ شاہ تقی علی صاحب خلیق و مہذب، ذی علم اور زاہد ہیں اور اشغال شبانہ روزی نہایت عمدہ ہیں۔ ایسا بزرگ فی الحال اس نواح میں نہیں ہے۔

باون سبھا: ۲۳ اگست ۱۸۷۳ء۔ آج 'منڈولی' میں جلسہ بابو لوگوں نے قرار دیا۔ شب اوّل میں سور داس نابینا ساکن لکھنؤ نے بہت خوب چکارہ بجایا۔ اس کے بعد ناچ باون سبھا کا ہوا جس سے تمام شب جگنے کا اتفاق ہوا۔ جلسہ عموماً اچھا تھا۔ دو روپیہ چندہ کے میں نے بھی دیے

وفات شاہ تقی علی کاکوروی: ۱۳ ستمبر ۱۸۷۳ء۔ پرسوں شاہ تقی علی صاحب بزرگ کاکوروی نے ایک بجے دن کو رحلت فرمائی۔ یہ بہت بزرگ شخص تھے۔ اس نواح میں ان کے مانند دوسرا نہیں تھا۔ ذی علم، خوش بیان، حالات خاندانی سے واقفیت تام رکھتے تھے۔ بہت بڑے بڑے لوگ کاکوری لکھنؤ و سندیلہ

Marfat.com

کے انکے مرید تھے۔ وفور اخلاق سے لوگوں کے دلوں کو اپنی جانب جذب کر لیتے تھے۔ سن شریف قریب اسی سال کے ہوگا۔

راجہ فتح چند: ۴ر اکتوبر ۱۸۷۳ء۔ آج راجہ فتح چند صاحب تعلقہ دار سروں بڑا گاؤں ضلع ہردوئی نے بعمر ۷۰ سال انتقال کیا۔ راجہ صاحب بڑے منتظم تھے۔ مالگزاری سرکار اور تنخواہ ملازمین بوقت وجوب ادا کر دیتے تھے۔ لیکن چونکہ مزاج میں خساست تھی لہذا عموماً ان کے جاننے والے علی الصباح ان کا نام نہیں لیتے تھے۔ خزانہ انھوں نے بہت فراہم کیا تھا۔ آخر وقت میں مفلوج و نابینا ہو گئے تھے۔

شب دیگ: ۲۸ر دسمبر ۱۸۷۳ء۔ آج منشی فہیم الزماں صاحب نے سرفراز علی رکاب دار لکھنؤ سے شب دیگ تیار کرا کے بعض مشاہیر اشراف محلہ مہتوانہ کو طلب کر کے دعوت کی۔ واقعی شب دیگ نہایت نفیس تیار ہوئی تھی اور یہ امر منشی صاحب کی عالی حوصلگی پر دال ہے کہ بلا کسی خاص وجہ کے ایسا صرف گوارہ کر کے ہم لوگوں کو طعام لذیذ سے متلذذ فرماتے ہیں۔

اکرام اللہ خاں: ۱۲ر فروری ۱۸۷۴ء۔ منشی اکرام اللہ خاں صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع ہردوئی بحصول رخصت دو ماہ بہ ہمراہی متین میاں صاحب رئیس بلگرام رونق افزا حیدرآباد دکن ہوئے۔ سنا گیا ہے کہ وہاں کسی عہدہ معزز پر ملازم ہونگے۔

راجہ گوالیار کی طوائف: ۱۹ر مئی ۱۸۷۴ء۔ دریافت ہوا کہ راجہ گوالیار اپنی طوائف چندر بھاگا کے لینے کے واسطے لکھنؤ آئے تھے جس نے منشی محمد حسین وکیل سے عقد کر لیا ہے۔ رات کے وقت وکیل کے مکان پر چڑھ دوڑے۔ وکیل صاحب تو بھاگ گئے تھے مگر چندر بھاگا کو گوشمالی معقول دی۔

حاجی وارث علی شاہ: ۲۰ر جون ۱۸۷۴ء۔ حاجی وارث علی صاحب سے اسٹیشن لکھنؤ پر ملاقات ہوئی۔ ان شاہ صاحب کے بہت لوگ مرید ہیں بلکہ مستورات زیادہ ہیں۔ چودھری امتیاز الزماں صاحب کو عقیدت کمال ہے اور ہر مرید کو میں زیادہ ارادت مند پاتا ہوں۔

ایک انگریز انجینیر: ۴ر اگست ۱۸۷۴ء۔ کینلس صاحب انجینیر کاکوروی اکثر کانپور بہ جلسہ نازنیناں رہا کرتے ہیں۔ شاید عنقریب کسی اس کو پسند کر کے شادی کریں گے۔ جس کی وجہ سے اکثر کاغذات بلا دستخط رہتے ہیں اور کوئی کام اجرا نہیں ہوتا۔

ستی: ۷ر اپریل ۱۸۷۵ء۔ کل ایک برہمنی موضع رسول پور میں اپنی خاوند کی لاش کے ساتھ ستی ہو گئی۔ بدریافت اس حال کے اہلکار فوجداری و تحصیلدار سندیلہ موقع پر پہنچے اور بعد تحقیقات تیس آدمیوں کو گرفتار کر کے لائے۔

Marfat.com

ایک تکیہ کلام: ۱۹ر نومبر ۱۸۷۵ء۔ یعقوب خاں سابق کمیدان عہد شاہی رئیس 'مرزا گنج' نے قضا کی۔ ان کا عہد شاہی میں بہت دور دورہ تھا۔ "میاں کے سر کی قسم" ان کا تکیہ کلام تھا۔ جاہل محض تھے لیکن آدمی خوش نصیب تھے۔ بعمر ۶۵ سال قضا کی۔

جلوس شاہزادہ ویلس: ۶ر جنوری ۱۸۷۶ء۔ آج میں لکھنؤ گیا۔ قیصر باغ میں مقیم ہوا شام کو سواری شاہزادہ ویلس بہادر ولی عہد ملکہ وکٹوریہ معائنہ کی۔ شاہزادہ صاحب بگھی چواسپہ پر سوار تھے۔ ہزارہا خلقت تماشائی تھی۔ عمر تخمیناً ۳۵ سال ہوگی۔

۷۔ جنوری ۱۸۷۶ء۔ آج شاہزادہ ویلس قیصر باغ میں ۹ بجے رات کو تشریف لائے۔ منجانب تعلقہ داران اودھ دعوت بارہ دری قیصر باغ میں ہوئی۔ روشنی و آتش بازی عمدہ تھی۔ ایک تاج مرصع و بکس نقدی وغیرہ قیمتی تیس ہزار روپیہ منجانب تعلقہ داران پیش ہوا جس کو شاہزادہ صاحب نے منظور و قبول فرمایا۔

مسماۃ علیما: ۲۰ر فروری ۱۸۷۶ء۔ میر معصوم علی تھانہ دار سندیلہ نے حسب الحکم رائے شیو سہائے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع ہردوئی کے مسماۃ علیما زوجہ محمد اجمل سے دربارہ تکلیف دہی شوہر وخسر کے دریافت کیا۔ مسماۃ مجیب ہوئی کہ میں اصالتاً ڈپٹی صاحب کے اجلاس میں مقدمہ متدائرہ کی پیروی وجواب دہی کروں گی۔ اس حال سے تمام شرفائے سندیلہ کو تاسف ہوا کہ عورت پردہ نشین کو ایسی جرات ہے کہ جس سے بدنامی وناموسی متصور ہے۔ خدا غارت کرے۔

۲۷ر فروری ۱۸۷۶ء۔ آج کل ہر گلی وکوچہ میں تذکرہ مقدمہ مسماۃ علیما النساء و محمد اجمل کا ہوتا ہے اور کمال درجہ فضیحتی ہو رہی ہے۔ یہ مقام کمال عبرت کا ہے جس شخص کا باپ عہدۂ صدر اعلیٰ پر بمشاہرہ ۶۰۰ روپیہ ماہواری پر ممتاز ہو اس کی لڑکی بمقابلہ اپنے شوہر کے عدالت میں روبکاری کرتی پھرے۔

۶ر مارچ ۱۸۷۶ء۔ آج مسماۃ علیما النساء کا مقدمہ ہردوئی میں پیش ہوا۔ بیانات قاضی وجیہہ الدین صاحب و قاضی عابد علی و مولوی کریم الزماں تحریر ہوئے۔ حکم تاریخ آئندہ پر سنایا جائے گا۔

۹ر مارچ ۱۸۷۶ء۔ مسماۃ علیما النساء کے مقدمہ میں اجلاس رائے شیو سہائے صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع ہردوئی سے حکم مچلکہ لینے پانچ سو روپیہ کا بہ میعاد ایک سال محمد اجمل شوہر مدعیہ سے نافذ ہوا۔ اگر مابین سال کے محمد اجمل پھر اپنی زوجہ کو تکلیف دیں گے تو پانچ سو روپیہ تاوان ان کو دینا پڑے گا۔

ریل گاڑی لڑی: ۳۰ر ستمبر ۱۸۷۶ء۔ آج شب کو عجب اتفاق ہوا کہ غفلت رام دین کلید بردار اسٹیشن

Marfat.com

سندیلہ سے سڑک آہنی قینچ مال گاڑی کی کھلی رہ گئی اور مسافر گاڑی بباعث کھلی ہوتے قفل قینچ کے اسی سڑک آہنی پر جس پر مال گاڑی کھڑی تھی چلی آئی اور ایک ضرب شدید مال گاڑی کو دی کہ کل گاڑیاں اس کی اسٹیشن چبوترہ پر چڑھ آئیں اور چند گاڑیاں پٹری سڑک کے نیچے اتر گئیں۔ اس صدمہ سے اکثر مسافر مجروح ہوئے۔ کلید بردار مفرور ہو گیا۔ صبح کو بمشکل تمام مسافر گاڑی لکھنو کی شاہجہاں پور کو روانہ ہوئی۔ دیکھا چاہیے کہ اس جرم میں کتنے آدمی سزایاب ہوں۔

بہ سلسلۂ خطاب ملکہ: ۴ جنوری ۱۸۷۷ء۔ آج منجانب سرکار پنڈت بشمبھر ناتھ تحصیلدار سندیلہ نے رضائی و کمل محتاجوں کو تقسیم کیے اور شب کو مدرسہ سرکاری میں طوائفوں کا ناچ ہوا۔ آتش بازی چھوٹی۔ مبلغ پانچ سو روپیہ بہ سلسلۂ خطاب ملکہ معظمہ قیصر ہند تحصیل سندیلہ میں صرف ہوئے۔

ایک نابینا: ۱۸ فروری ۱۸۷۷ء۔ ایک حافظ نابینا ساکن شہر دہلی وارد مکان منشی عزیزالدین صاحب ہوئے۔ غزل و قصیدہ اساتذہ سلف کے بہت یاد ہیں اور ان کے گلے میں کچھ ایسی تاثیر پیدا ہے کہ دوسرے شخص کی آواز میں اپنی آواز ملا دیتے ہیں۔

چیچک: ۲۲ فروری ۱۸۷۷ء سندیلہ میں آجکل چیچک کی شدت ہے اکثر لڑکے اس عارضہ میں فوت ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔

انجام آشنائی: ۳۰ اپریل ۱۸۷۷ء میر تصدق حسین برادر عابد علی نمبردار جمکورہ اور مسماۃ تلشیا خاکروبن زوجہ کالکا خاکروب سندیلہ سے آشنائی تھی۔ آج میر مذکور بخانہ کالکا خاکروب تلشیا سے ملتفت تھے۔ یہ حالت دیکھ کر خاکروب مذکور کو سخت اشتعال طبع ہوا۔ نامبردہ نے تصدق حسین کو بانکہ سے مجروح کیا۔ چند زخم چہرہ پر لگے اور اپنی زوجہ تلشیا اور منیا خوشدامن کو جو محرم راز اس واقعہ کی تھی چند زخم کاری لگائے۔ مقدمہ زیر تحقیقات پولیس ہے۔

قلت بارش: ۱۲ اگست ۱۸۷۷ء۔ جس مقام پر طوائفان سندیلہ علم لے کر کربلا میں مقیم ہوتی تھیں اور دعا باران رحمت کی کرتی تھیں شب کو کسی شخص نے بھیٹ[1] کربلا میں آگ لگا دی اور چند بھیٹیں جو ایک دوسرے سے پیوستہ تھیں سوختہ ہو گئیں۔ بے چاری طوائفیں بباعث خوف بحالت سراسیمگی بھاگ کر اپنے گھر آئیں اور امیدواری بارش میں یہ سوختگی نصیب ہوئی۔

---

[1] بھیٹ اس اونچے ٹیلے کو کہتے ہیں جہاں پان کی کاشت ہوتی ہے یہ ٹیلے عموماً کسی جھو ٹے یا بڑے تالاب کے کنارے منتخب کیے جاتے ہیں۔ کربلا سندیلہ میں ایک تالاب اس نام سے موسوم ہے جس کے کنارے عشرہ محرم کو تعزیے دفن کیے جاتے ہیں (ہاشمی)

Marfat.com

۸ر اگست ۷۷ ۱۸ء۔ اگرچہ آج چودہ تاریخ ساون کی ہے لیکن بارش اب تک نہیں ہوئی ہے۔ دوپہر کو ہوا گرم چلتی ہے اور رات کو ایسی گرمی ہوتی ہے کہ جس کی برداشت نہیں ہوسکتی ہے۔

۱۱ر اگست ۷۷ ۱۸ء۔ اب تک مطلقاً بارش نہیں ہوئی۔ روز بروز نرخ غلّہ کا گراں ہوتا جاتا ہے۔ جو خریف کاشتکاروں نے بوئی تھی وہ خشک ہوگئی۔ بظاہر آثار خشک سالی پیدا ہیں۔ خدا اپنا فضل کرے۔

۱۲ر اگست ۷۷ ۱۸ء۔ آج کل ایسی گرم ہوا دوپہر کو چلتی ہے جیسے مہینہ بیساکھ یا جیٹھ کا ہو۔ فصل کنوار و اگہن باستثنا اس کے جو کنوئیں پر ہے اور سینچی گئی ہے بالکل نیست و نابود ہوگئی ہے۔

یکم اکتوبر ۷۷ ۱۸ء۔ ہوا گرم دس بجے صبح سے ایسی تیز چلتی ہے کہ باہر مکان کے نکلنا سخت ناگوار ہوتا ہے اور رات کو مثل جیت و بیساکھ کے سردی ہوتی ہے۔ اس سے اور بھی بارش کی نسبت مایوسی ہے۔

عرس فضل میاں: ۲۲ر اکتوبر ۷۷ ۱۸ء۔ اس مرتبہ حافظ کرم احمد صاحب کے مکان پر عرس جناب فضل میاں[1] مرحوم و مغفور کا بہت بڑے مجمع کے ساتھ ہوا۔ قوالان خیرآباد و لکھنؤ و سندیلہ حاضر جلسہ تھے اور گانا بھی بہت اچھا ہوا۔ حافظ صاحب جس قدر نذریں اپنے مریدوں سے پاتے ہیں سب قوالوں کو دیدیتے ہیں اور خرچہ عرس کا اپنی جیب خاص سے کرتے ہیں۔ واقعی ذات حافظ صاحب نہایت مغتنم ہے۔

قحط: ۱۰ر فروری ۷۸ ۱۸ء۔ بفضل یزداں فصل ربیع بہت خوب ہے اگر کوئی آفت ارضی و سماوی نازل نہ ہوئی تو فصل کنوار و اگہن کی حالت سقیم بخوبی دفع ہوجائے گی لیکن فی الحال لوگ بھوکوں کے مارے مرے جاتے ہیں۔ اگرچہ رئیسان قصبہ ہٰذا نے کچھ روپیہ بطریق چندہ واسطے تقسیم محتاجوں کے فراہم کیا ہے جس سے نو پائی یومیہ ہر ایک کو تقسیم ہوتی ہے اور چودھری خصلت حسین و تحصیلدار صاحب سندیلہ اس کے مہتمم ہیں لیکن یہ مقدار بباعث گرانی غلّہ ان کے واسطے ہرگز کافی نہیں ہے۔

۱۳ر فروری ۷۸ ۱۸ء۔ بباعث گرانی غلّہ اعلیٰ و ادنیٰ سب کو پریشانی ہے۔ اکثر آدمی بوجہ فاقہ کشی پہچانے نہیں جاتے۔ بباعث ہجوم محتاجین مجھے اپنی نشست گاہ میں بیٹھنا دشوار ہے۔

حافظ شوکت علی: ۱۶ر فروری ۷۸ ۱۸ء۔ آج حافظ شوکت علی صاحب[2] میرے مکان پر تشریف لائے اور ایک قطعہ دستاویز ہبہ نامہ مورخہ یکم فروری ۷۸ ۱۸ء بابت موضع کگرالی میرے سامنے واسطے گواہی کے پیش کیا میں نے تعمیل حکم کی کی۔ یہ ہبہ نامہ حافظ صاحب نے اپنی اہل خانہ مسماۃ اماّ کو بہ استثنائے باغات کے تحریر کیا ہے۔

---

[1] حافظ کرم احمد صاحب کے ایک جدّی بزرگ جو بڑے خدارسیدہ تھے (ہاشمی) [2] حافظ شوکت علی صاحب رئیس سندیلہ مولوی مظہر علی کے استاد رہ چکے تھے۔ (ہاشمی)

Marfat.com

سید شریف: ۲۹ر اگست ۱۸۷۸ء۔ آج سید شریف میٹے سجادہ نشین درگاہ حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ سرہٗ اجمیری وارد سندیلہ ہوئے اور درگاہ مخدوم صاحب میں قیام کیا اور میرے واسطے ایک تسبیح و ایک شانہ صندل و قدرے خرما و خاک درگاہ مبارک معرفت اپنے خادم کے بھیجی جس کو میں نے متبرک سمجھ کر لے لیا اور ایک روپیہ ان کی نذر کو دے دیا۔

ٹڈی: ۱۴ر اکتوبر ۱۸۷۸ء۔ کل سہ پہر کو ٹڈی بکثرت پورب سے پچھم کو گئی۔ شب کو جہاں بسیرا کر گی غالباً فصل کنوار نیست و نابود ہو جائے۔

علاقہ فضل رسول: ۲۲ر اکتوبر ۱۸۷۸ء۔ اگرچہ منشی فضل رسول صاحب کا علاقہ کورٹ سے واگزار ہوا ہے لیکن اس کا انتظام کچھ اچھا نہیں ہے۔ قواعد مرتب ہوئے ہیں لیکن ان پر عمل نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کے خلاف کارروائی ہوتی ہے۔ مخبری کو زیادہ زور و قوت ہے۔

ٹیکس: ۱۲ر فروری ۱۸۷۹ء۔ آج کل ڈپٹی سید محمد اکبر صاحب ہردوئی سے وارد سندیلہ ہیں اور تجویز ٹیکس اہل حرفہ پر حلقہ بندی پٹواریوں کی کر رہے ہیں۔ ان کے خوف سے تمام رعایا اندیشہ ناک ہے کہ تجویز ٹیکس سخت کرتے ہیں۔

شکار: ۲۱ر فروری ۱۸۷۹ء۔ نواب غنی بہادر داماد برادر خورد نواب علی نقی خاں بہادر وزیر اعظم واجد علی شاہ لکھنؤ و محمد خاں داروغہ بہ تقریب شکار وارد سندیلہ ہوئے اور میرے مکان پر شب کو قیام کیا اور صبح کو واسطے کھیلنے شکار کے روانہ گھوگیرہ ہوئے۔ میں نے انکے کھانے پینے کا وہاں انتظام کرا دیا۔ پانچ چھ آدمی ان کے ہمراہ کیے۔

۲۳ر فروری ۱۸۷۹ء۔ نواب غنی بہادر و محمد خاں داروغہ گھوگیرہ سے واپس آئے۔ تین ر چڑیاں ان کو شکار میں ملیں۔

منشی فہیم الزماں: ۲۰ر مارچ ۱۸۷۹ء۔ منشی فہیم الزماں نے اپنے بیٹے بشیر الزماں کی رفاقت گوارا نہ کر کے ان کو مدرسہ علی گڑھ سے طلب کیا ہے اور منیر الزماں (داماد) چونکہ بحالت تنہائی وہاں قیام نہیں کر سکتے ہیں اس وجہ سے وہ بھی آویں گے اور لکھنؤ میں تحصیل علم کریں گے۔

یکم مئی ۱۸۷۹ء۔ کل بشیر الزماں و منیر الزماں علی گڑھ سے سندیلہ لوٹ آئے اور پڑھنا انگریزی کا چھوڑ دیا۔

اخبار نور الانوار: ۹ر جون ۱۸۷۹ء۔ بمعائنہ اخبار نور الانوار کانپور مورخہ ۰ جون ۱۸۷۹ء سے معلوم ہوا کہ سال رواں سالہائے گزشتہ سے زیادہ خراب ہے۔ ۳۰ جون کو اتصال مریخ کا زحل کے ساتھ ہوگا جس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ لغایت ۱۲۸۵ فصلی بیماری ہیضہ و وبائی بخار و چیچک عالمگیر ہوگی۔ انسان اور حیوان بکثرت تلف ہوں گے۔

Marfat.com

اور ۳۰ر جون کو ایک نیا ستارہ نمایاں ہوگا جو وقت ولادت حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے ظاہر ہوا تھا۔ روشنی اس کی ستارہ زہرہ سے زیادہ منور ہوگی۔ یہ پیشین گوئی کارسپانڈنٹ 'نورالانوار' نے بحوالہ صاحب اخبار ریاست پٹیالہ مورخہ ۱۴ر مئی ۱۸۷۹ء کے کی ہے۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا ظہور ہو۔ منشی فضل رسول صاحب کو اس پیشین گوئی کے دیکھنے سے تحیر ہوا اور ایک نقل اس کی اپنے پاس رکھ لی ہے۔

کثرت انبہ: ۱۵ر جون ۱۸۷۹ء۔ اب کے سال انبہ ایسی کثرت سے پیدا ہوا ہے کہ قبل اس کے کسی سال میں اتنا زیادہ اور ارزاں فروخت نہ ہوا تھا۔ بالفعل اس کی قیمت ایک پیسہ سیکڑہ ہے۔

وفات قاضی وجیہ الدین: ۱۱ر اکتوبر ۱۸۷۹ء۔ آج قاضی وجیہ الدین صاحب نے بعارضہ تپ ولرزہ میں بعمر ۷۰ سال قضا کی۔ یہ بہت بزرگ شخص تھے اور عرس سالانہ حافظ امام علی صاحب اپنے مرشد کا کیا کرتے تھے اور چار پانچ دن تک شب و روز جلسہ رہتا تھا اور اکثر کتھک کے لڑکوں کا ناچ ہوتا تھا اور سندیلہ کے بہت لوگ ان کے مرید تھے۔ ہر جمعہ کو بوقت سہ پہر قوالوں کا گانا ہوا کرتا تھا۔ قاضی عابد علی صاحب اپنے داماد دکھانے سے اخیر وقت تک ان کو ملال رہا۔

میونسپلٹی کے ممبر: ۸ر نومبر ۱۸۷۹ء۔ بموجب حکم محررہ ۲۲ر اکتوبر ۱۸۷۹ء جناب چیف کمشنر صاحب بہادر اودھ راقم بشمول دیگر ارباب سندیلہ ممبر میونسپل سندیلہ کا مقرر ہوا۔ اسم نویسی درج ذیل ہے۔

"راجہ وزیر چند تعلقہ دار۔ سید فضل حسین تعلقہ دار۔ چودھری خصلت حسین تعلقہ دار۔ منشی مظہر علی۔ لالہ گنگا سہائے لچھمن پرساد بزاز۔ لالہ پرساد بزاز۔ منشی عزیزالدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنشن یافتہ۔ شیخ اعظم علی چودھری عبدالباقی۔"

تابوت کا قضیہ: ۲۲ر دسمبر ۱۸۷۹ء۔ سید محمد تقی منصف نے کہ شیعہ مذہب ہیں قصد کیا کہ تابوت محلہ اشراف ٹولہ درگاہ حضرت عباس میں لے جائیں جس کو میر مشرف علی نے منگل بازار میں تعمیر کیا ہے۔ یہاں پر سید ابوالقاسم و سید فضل حسین و چودھری عبدالباقی و شیخ اعظم علی و حامد حسن و سید محمد تقی وغیرہ اور بہت سے جولاہے کھنی ٹولہ کے آمادۂ فوجداری ہوئے اور رپورٹ تھانہ میں لکھوائی کہ منصف صاحب خلاف عملدرآمد قدیم کے ہمارے محلہ میں تابوت لے جانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو سخت فوجداری ہوگی۔ تب حسب فہمائش مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار سندیلہ و حافظ رحیم بخش تھانہ دار کے منصف صاحب تابوت کو اشراف محلہ میں نہیں لائے اور درگاہ مخدوم صاحب کے راستہ سے امام باڑہ چودھری تفضل حسین میں لے گئے۔

وفات والدہ امجد خاں: ۱۷ر اپریل ۱۸۸۰ء۔ شب کو ۱۱ بجے مردم خانہ محمد علی خاں سابق چکلہ دار

Marfat.com

نوابی لبعارضہ پیرانہ سالی بعمرِ ۹۵ سال قضا کی۔ ان کو اپنی حیات میں صدمات پیہم لاحق حال ہوئے علی الخصوص علی امجد خاں ان کے اکلوتے بیٹے کے زمانہ غدر میں مقتول ہونے سے سخت صدمہ پہنچا۔[1]

ایک لطیفہ: ۱۲ مئی ۱۸۸۰ء۔ احمد رضا خاں صاحب تھانہ دار ہوشنگ آباد ساکن رام پور واسطے ملاقات مولوی فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی فائز سندیلہ ہوئے اور مکان منشی فضل حسین پر قیام کیا اور مزاحاً یہ بات کہی کہ اگر مکان منشی صاحب کو بہشت قرار دوں تو ہو سکتا ہے کیونکہ مثل بہشت کے اس مکان میں پاخانہ نہیں ہے۔

عرس فضل رسول: ۳، ۴ جولائی ۱۸۸۰ء۔ آج عرس منشی فضل رسول صاحب مرحوم قبرستان 'عمرہرہ' پر قرار پایا۔ اکثر قوال بیرونجات سے آئے تھے۔ اور سید فضل حسین نے بادشاہ پسند کشمیری کو بقرار داد بیس روپے یومیہ علاوہ کرایہ ریل وخرچ خوراک کے لکھنؤ سے بلایا۔ رات کو اس کا جلسہ خوب ہوا۔ مولوی واجد علی کاکوری سے اور منشی مظفر علی اسیر لکھنؤ سے تشریف لائے تھے۔ چار سو روپیہ اس کام میں صرف ہوا۔ کل اہتمام میرے متعلق تھا۔

جائداد اسیر لکھنوی: ۱۳ ستمبر ۱۸۸۰ء منشی غضنفر علی و افضل علی صاحبزادگان منشی مظفر علی اسیر واسطے تصفیہ چک الیس پور تحصیل ہردوئی میں ایک اراضی فضل رسول صاحب اور ان کے دوست اسیر لکھنوی نے مشترکہ طور پر خریدی تھی انتظام اس کا فضل رسول صاحب تعلقہ دار کے سپرد تھا (ہاشمی) لکھنؤ سے تشریف لائے۔ تمام دن گفتگو ہوتی رہی لیکن کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔

۴ اکتوبر ۱۸۸۰ء۔ حسب طلب منشی سید فضل حسین صاحب لکھنؤ جا کر منشی مظفر علی اسیر سے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ چک الیس پور بالفعل ان کے قبضے میں رہے اور جب اراضی بنجر کا فرد د ہو جائے تو اس وقت اس کی بابت کوئی فیصلہ ہو اور ان کو نالش سے باز رکھا۔

نینی تال: ۲۳ ستمبر ۱۸۸۰ء۔ ۱۹ ستمبر سن رواں کو نینی تال پہاڑ پر ایسا سیلاب آیا کہ ایک ٹکڑا پہاڑی کا پھٹ کر گرا جس سے بہت انگریز ہلاک ہوئے اور نینی تال والوں کو بہت بڑی مصیبت کا سامنا ہوا۔

پارسی تھیٹر: ۵ اکتوبر ۱۸۸۰ء شب کو بارہ دری قیصر باغ (لکھنؤ) میں پارسیوں کا تھیٹر ہمراہ سید فضل حسین صاحب کے معائنہ کیا۔ ٹکٹ درجہ دوئم ایک روپیہ کا تھا۔ صبح کو سندیلہ لوٹ آیا۔

---

[1] بعض لوگوں نے ان کا نام امجد علی خاں لکھا ہے۔ یہ بڑے باا ثر اور جری شخص تھے اور ہراچ کے چکلہ دار بھی تھے۔ غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں سے لڑتے ہوئے لکھنؤ میں بمقام عالم باغ مارے گئے۔ رجب علی بیگ سرور نے ان ہی کے وہاں قیام کر کے "شگوفہ محبت" لکھی تھی۔ (ہاشمی)

Marfat.com

طوائفوں کے تعزیے: ۷، ۸ دسمبر ۱۸۸۰ء۔ مساۃ اچھی طوائف سندیلہ نے کہ بالفعل مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دار اورنگ آباد (تحصیل سندیلہ) سے علاقہ رکھتی ہے اپنا تعزیہ کمال تزک و احتشام سے اٹھایا۔ مرزا صاحب کی جانب سے جلوس بہت عمدہ تھے۔ چوبدار و جھنڈی بردار وغیرہ اورنگ آباد سے آئے تھے۔ مرزا صاحب نے پانچ سو روپیہ اس کام کے واسطے اچھی طوائف بنت گوہر طوائف اشراف ٹولہ کو دیے ہیں۔

اب کی سال بھی محرم سندیلہ میں کمی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اکثر طوائفوں نے بباعث غربت و افلاس کے تعزیہ داری چھوڑ دی ہے۔ لاڈو طوائف جس کا تعزیہ ہر سال دھوم سے اٹھتا تھا اب کی سال اس نے تعزیہ نہیں رکھا۔ صرف محفل عزا پر قناعت کی۔

تعزیہ بسنت: ۲ فروری ۱۸۸۱ء۔ دو سال گزشتہ سے وصی علی شاہ صاحب درگاہ بسنت اٹھاتے ہیں جو فیض بخش نجارہ ان کے مرید کے مکان سے اٹھتا ہے جس میں چند گلدستہ ہائے رنگارنگ کے ایک ظرف گلی میں رکھے ہوتے ہیں اور گاتے بجاتے گشت کرتے ہوئے درگاہ مخدوم صاحب میں لے جاتے ہیں اور کل مریدین کی پوشاک بسنتی ہوتی ہے۔ جب بسنت اندر درگاہ کے پہنچتا ہے تو شاہ صاحب کے مریدوں پر کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اس وقت گانا خوب ہوتا ہے۔ بہت سے اہلِ مذاق شریک ہوتے ہیں۔ مجھے تو کبھی اتفاق جانے کا نہیں ہوا مگر منشی فضل حسین اس مرتبہ شریک ہوئے تھے۔

آتش بازی: ۱۰ ؍ مارچ ۱۸۸۱ء ... شام کو دریائے گومتی کے دونوں طرف اور کشتیوں پر نہایت عمدہ روشنی کی گئی اور آتش بازی چھوٹی۔ یہ دونوں چیزیں قابل دید تھیں جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اہتمام اس کا چودھری خصلت حسین صاحب تعلقہ دار سندیلہ و سکریٹری انجمن ہند سے متعلق تھا اور چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سکریٹری کو بہ حسن کارگزاری کام متعلقہ نمائش اجناس گورنمنٹ سے حسب ذیل خلعت عطا ہوا۔

دوشالہ ایک، رومال شالی ایک، دوپٹہ بنارسی ایک، چوغہ پشمینہ ایک، جملہ ۵ عدد۔ اور یقین ہے کہ ان کی تنخواہ میں بھی اضافہ ہو۔

نواب نور الحسن خاں: ۱۴ ؍ اپریل ۱۸۸۱ء۔ شیخ نور الحسن ولد مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب شوہر رئیسہ بھوپال واسطے بیعت مولوی فضل الرحمٰن صاحب (گنج مراد آباد) معہ مولوی قدرت اللہ سندیلوی وار دمکان منشی سید فضل حسین ہوئے۔

۱۵ ؍ اپریل ۱۸۸۱ء۔ نواب نور الحسن خاں صاحب کہ بطن دختر مدار المہام صاحب بھوپال سے ہیں

Marfat.com

معہ برادرم سید عنایت حسین روانہ مراد آباد ہوئے اور مولوی فضل الرحمن صاحب کی بیعت کی اور بھائی عنایت حسین صاحب بھی مرید ہوگئے۔ واقعی ذات مولوی صاحب اس زمانہ میں بہت غنیمت ہے۔

۱۷ اپریل نواب نورالحسن بعد بیعت مراد آباد سے واپس آئے۔ عمر ان کی قریب ۱۷ برس کے ہوگی۔ چونکہ عقد نواب صاحب کا قصبہ فتح پور ہسوہ میں قرار پایا تھا وہاں سے مولوی فضل رحمن صاحب کی بیعت کو چلے آئے۔

۱۸ اپریل۔ برادرم سید عنایت حسین صاحب و نواب نورالحسن خاں صاحب و مولوی قدرت اللہ روانہ بھوپال ہوئے۔

شادیوں کی کثرت: ۱۸ جون ۱۸۸۱ء۔ آج کل سندیلہ میں شادیوں کی کثرت ہے۔ رات ہوئی باراتیں نکلنے لگیں۔ شاید اب کی سال سال پیوستہ کے مانند زیادہ شادیاں ہوں گی۔

عرس فضل رسول: ۲۰ جون ۱۸۸۱ء شب کو روشنی شب عرس منشی فضل رسول صاحب کے مزار پر ہوئی۔ قوال بیرونجات سے آئے ہیں۔ محفل حال و قال نصف شب تک گرم رہی۔ ضامن علی شاہ لکھنوی کو کیفیت بہت زور و شور سے آئی جس سے لوگ محظوظ ہوئے۔

بارش میں روزہ: ۳۰ جولائی ۱۸۸۱ء۔ چار دن سے برابر بارش ہوتی ہے اور دن بھر ابر محیط بہ آسمان رہتا ہے۔ اس وجہ سے روزہ داروں کو چنداں روزہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ یہ بھی فضل یزدانی کے باعث ہے۔

تیتر کی چوری: ۲۰ اگست ۱۸۸۱ء۔ آج کل ایک مقدمہ چوری تیتر کا اجلاس منشی فضل حسین صاحب میں چالانی پولیس دائر ہے کہ جس میں مسمی سرفراز علی رئیس زادہ شاہ آباد بھی ماخوذ ہیں۔ اور اکثر رئیس قصبہ مذکور مقدمہ مسطورہ کی پیروی کر رہے ہیں۔

پیپر مل لکھنؤ: ۲۷ ستمبر ۱۸۸۱ء۔ بہمراہی سید فضل حسین کارخانہ کاغذ سازی جو متصل دریائے گومتی لکھنؤ کے ہے آج جا کر معائنہ کیا۔ واقعی بہت بڑا کارخانہ ہے۔ جس میں صدہا آدمی ملازم ہیں اور دو انگریز بھی نوکر ہیں۔ بالفعل چھوٹی کل سے کاغذ بنتا ہے اور بڑی کل مرتب ہو رہی ہے۔

مقدمہ جائداد اسیر لکھنؤ: ۱۷ نومبر ۱۸۸۱ء۔ سید افضل علی ولد منشی مظفر علی اسیر لکھنوی نے بابت مداخلت منیجر اراضی افضل پور واقع گرنٹ الیس آباد (تحصیل ہردوئی) بمقابلہ منشی سید فضل حسین تعلقدار نالش حسب دفعہ ۱۰۲ ایکٹ لگان تحصیل ہردوئی میں دائر کی اور مولوی ابوالحسن تحصیلدار ہردوئی نے ان کو ڈگری عطا فرمائی۔ اب فکر نظر ثانی عدالت جوڈیشل میں ہے جس کی منشی کالی پرشاد صاحب سے رائے لی جائے گی۔

تعزیہ داری: ۲۸ نومبر ۱۸۸۱ء ۵ محرم ۱۲۹۹ھ۔ آج نصیبا طوائف کا تعزیہ بڑی دھوم دھام سے

Marfat.com

اٹھا۔ چودھری خصلت حسین صاحب رئیس اعظم قصبہ ہذا اور دیگر رؤسا تعزیہ کے ساتھ تھے۔

۲۹ نومبر۔ آج شب کو حسب معمول قدیم امام باڑہ مُلّا شاہ اور میر قاسم علی میں جاکر شریک ہوا۔ اور گزشتہ شب کو چودھری صاحب کے یہاں گیا تھا۔

۳ دسمبر۔ نیکرو خدمت گار قاضی عابد علی صاحب سے معلوم ہوا کہ اب کے سال ۱۰۴ تعزیے سندیلہ خاص میں رکھے گئے۔ یہ شخص رات بھر تعزیوں کی زیارت کرتا ہے اور کوئی تعزیہ اس کے شمار سے نہیں چھوٹتا ہے اور صبح کو مجھے تعداد سے مطلع کرتا ہے۔

کمیٹی تعلقہ داران اودھ: ۳۰ دسمبر ۱۸۸۱ء۔ کومیٹی تعلقہ داران آج بارہ دری قیصر باغ میں شریک ہوا۔ مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دار اورنگ آباد (سندیلہ) و رگھوبر دیال سیٹھ تعلقہ دار معزالدین پور لسواں سے ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں شخص بہت اشفاق سے پیش آئے۔ ۱۸۶۳ء میں یہ دونوں صاحب میرے مدرسہ سیتاپور میں ہم سبق تھے۔

۳۱ دسمبر۔ آج روشنی و آتش بازی بارہ دری قیصر باغ قابل دید تھی اور ایسی چیزیں نمائش گاہ میں دیکھنے میں آئیں جو کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ عزیزی بشیر الزماں (خلف فہیم الزماں) میرے کمرہ قیصر باغ میں مقیم ہیں۔

مرض دق: ۵ جنوری ۱۸۸۲ء۔ قاضی صمصام علی (مظہر علی صاحب کے ایک خالہ زاد بھائی ہاشمی) کو باوجودیکہ شیر عورت و شیر خر و یخنی سرطان یعنی کیکڑے کی استعمال کرائی گئی لیکن حرارت لاحقہ میں کوئی افاقہ نہیں ہے۔ میں نے بہت سے کیکڑے دریائے گومتی سے منگا دیے تھے (یہ اشیا پرانے زمانہ میں مرض دق سے بچنے کے لیے مفید سمجھی جاتی تھیں۔ ہاشمی)۔

مولوی ضامن حسین: ۱۵ جنوری ۱۸۸۲ء۔ آج مولوی ضامن حسین صاحب سٹی مجسٹریٹ دکھن حیدر آباد سے ملاقات ہوئی۔ پانچ سو روپے ماہواری کے نوکر ہیں اور آدمی خلیق و لئیق ہیں۔ باوجودیکہ میں نے ان سے عربی پڑھی ہے اور ان کا شاگرد ہوں لیکن نہایت تعظیم و تکریم سے بوقت ملاقات پیش آتے ہیں۔

وفات منشی عزیز الدین: ۳۱ مئی ۱۸۸۲ء۔ صبح کے چار بجے منشی عزیز الدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنشن یافتہ نے بعارضہ فالج عمر ۶۳ سال میں قضا کی۔ مرحوم اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ باپ شیخ جمیل الدین تھے جو قبل ولادت بیٹے کے مفقود الخبر ہو گئے تھے۔ لہٰذا مولوی فضل صاحب ماموں حقیقی کے سایہ عاطفت میں پرورش و تعلیم پائی اور رفتہ رفتہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری پر فائز ہوئے۔ زمانہ غدر کی خیر خواہی سے موضع الٹوا، تحصیل بلگرام میں ملا اور بعد حصول پنشن مبلغ دو سو چون روپے کے خانہ نشین ہوئے۔

Marfat.com

قبل وفات آمدنی جناب مرحوم کی بشمول پنشن چھ سو ماہواری تھی۔ زوجہ اولیٰ کی اولاد قائم نہ رہنے سے عقد ثانی قصبہ مسولی، ضلع نواب گنج بارہ بنکی میں کیا جن سے تین فرزند نرینہ اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ آدمی نہایت راست گو، لائق و تجربہ کار تھے۔ اپنی حیات میں کمال عزت و توقیر گورنمنٹ انگلشیہ سے حاصل کی۔

ظہور لکھنوی: ۲۲ اگست ۱۸۸۲ء منشی ظہور الحسن شاعر لکھنؤ کو منشی فضل حسین نے بمشاہرہ مبلغ دس روپیہ ماہواری نوکر رکھا ہے اور شاعر صاحب ان کے واسطے دیوان مرتب کر رہے ہیں۔ کلام اچھا ہوتا ہے۔

مولوی عبد القادر صاحب[1]: ۵ ستمبر ۱۸۸۲ء جلسہ کمیٹی میونسپل مدرسہ سندیلہ میں منعقد ہوا۔ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار و مولوی عبد القادر صاحب تحصیلدار سندیلہ در بارۂ سڑک دہن، بہت بے لطفی سے گفتگو ہوئی۔ راجہ صاحب نے سخت کلمہ تحصیلدار صاحب کی نسبت کہا اور طیش کھا کر جلسہ کمیٹی سے اٹھ جانے کا قصد کیا لیکن چودھری محمد عظیم صاحب نے ان کو فہمائش کر کے روکا مگر تحصیلدار صاحب نے زبان درازی نہیں کی اور سکوت کیا۔ راجہ درگا پرشاد صاحب نے بہ کمال معذرت اور متعدد اشخاص کو درمیان میں ڈال کر عبد القادر صاحب سے صفائی حاصل کی۔ راجہ صاحب مغلوب الغضب ضرور ہیں۔

دنگل: یکم نومبر ۱۸۸۲ء آج سہ پہر کو دنگل کشتی پہلوانوں کا غلہ کے گودام میں ہوا۔ چار آنہ ایک آنہ اور چھ پائی کا ٹکٹ تھا۔ چراغ علی پہلوان اورنگ آباد (تحصیل سندیلہ) مقابلہ فضل پنجابی کی کشتی ہوئی۔ آخرش چراغ زیر ہوا۔

دربار لکھنؤ: ۲۸ نومبر ۱۸۸۲ء۔ شام کی ریل میں واسطے شرکت دربار کے میں لکھنؤ گیا۔ مولوی عبد القادر صاحب تحصیلدار سندیلہ میرے ساتھ ریل میں تھے۔ میں منشی فضل حسین کے پاس قیصر باغ میں ٹھہرا۔

۲۹ نومبر آج گورنر جنرل صاحب (لارڈ رپن) نے صبح کے گیارہ بجے دربار فرمایا۔ تعلقہ دار و دیگر رؤسائے عظام مشرف بہ زیارت ہوئے۔ اور یہ دربار بارہ دری قیصر باغ میں ہوا۔

۳۰ نومبر۔ شب کو تمام قیصر باغ میں روشنی ہوئی اور جب دس بجے گورنر جنرل صاحب تشریف لائے تو نہایت عمدہ قسم کی آتش بازی چھوٹی۔ میں بھی تعلقہ داروں کے ساتھ اندر بارہ دری کے یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا۔ صبح کی ریل میں میں سندیلہ لوٹ آیا اور کار و بار تعلقہ جلال آباد میں مصروف ہوا۔

شیخ حامد حسن: ۲ جنوری ۱۸۸۳ء شیخ حامد حسن (سید فضل حسین تعلقہ دار کے بہنوئی) نے بخانہ حسین باندی طوائف روزمرہ کا قیام اختیار کیا ہے۔ اس سے منشی فضل حسین صاحب و دیگر اعزا سسرالی ناراض ہیں۔

---

[1] عبد الماجد دریابادی صاحب کے والد جو عرصہ تک سندیلہ کے تحصیلدار رہے۔ ہاشمی

Marfat.com

فہرست ووٹ دہندگان: ۴ ؍مارچ ۱۸۸۲ء۔ بہ استعانت چودھری عبدالباقی فہرست اسم نویسی رائے دہندگان ہر چہار محلہ قصبہ سندیلہ کی مرتب کر کے بخدمت مانک چند قائم مقام تحصیلدار سندیلہ کے پیش کی جس سے وہ بہت رضامند اور خوش ہوئے۔

شادی الطاف رسول: ۱۹ ؍اکتوبر ۱۸۸۳ء۔ آج صبح کو تقریب مانجہ برخوردار الطاف رسول (ولد سید فضل حسین) قرار پائی۔ مجمع بہت کثیر تھا اور بتاشے نہایت خوش انتظامی کے ساتھ تقسیم ہوئے۔ کوئی محروم نہیں گیا۔ بیرونجات کے لوگ متعدد مکانوں میں فروکش تھے جن کے واسطے ہر قسم کا سامان ضروری مہیا کیا گیا۔ ہر مہمان کی خبر گیری کے واسطے علیحدہ علیحدہ آدمی مقرر تھے . . .

۲۰ ؍اکتوبر۔ ہزارہا مہمان بیرونجات طوائفان گرد و نواح شادی الطاف رسول میں آئی تھیں اور سب کو وقت معین پر کھانا اور دیگر اشیائے ضروری پہونچتی تھیں۔ مجھے شب و روز دو گھنٹے سے زیادہ آرام کی مہلت حاصل نہ تھی۔ دو کشمیری مسمیان کھلونا و فضل حسین و ایک انگریزی باجا جس میں ۲۲ آدمی تھے اور دو ڈیرہ طوائف مسماۃ نظیر جان و چھوٹی صاحب لکھنؤ سے آئے تھے اور ایک ڈیرہ کشمیری قصبہ سانڈی کا بھی تھا۔ برادری تاشہ نوازان شمار میں آٹھ عدد تھی۔ چھ ہزار بخش مسلمانوں کو علاوہ خوراک ہائے ہنود کے روزمرہ تقسیم ہوتے تھے۔ اشخاص معزز کی اسم نویسی جو شریک شادی تھی درج ذیل کی جاتی ہے۔ اگرچہ ان کے علاوہ بہت سے زمیندار وغیرہ بھی شریک تھے جن کی صراحت اس مقام پر لکھنا طوالت سے خالی نہیں (اس کے بعد اکیس تعلقہ دار رؤسا اور وکلاء کی فہرست ہے جو یہاں حذف کی جاتی ہے۔ ہاشمی)

۲۲ ؍اکتوبر۔ بارات سید الطاف رسول بہ کمال احتشام دو بجے رات کو روانہ ہوئی۔ سامان آرائش بہت خوب تھا لیکن انور خاں و جیجے مالی کی غفلت بلکہ نمک حرامی سے ہمراہ بارات کے سامان روشنی کا کم تھا۔ ان لوگوں نے بخیال اس کے کہ اس ہجوم میں کون بازپرس کرے گا مزدوران بہت کم فراہم کیے اور ان کی اجرت خود چکھ گئے۔ اس ان کی نالائقی سے کمال رنج و باعث بے لطفی کا تھا . . . چار بجے صبح کو بارات منشی شمس الدین کے دروازے پہنچی تو نوشاہ ہاتھی پر سوار اور ان کے ہر چہار جانب ہاتھیوں کا حلقہ تھا آتش بازی علی حسین و محمد حسین و فرزند علی آتش بازان لکھنؤ قابل تعریف تھی جس سے عموماً سب لوگ بہت خوش ہوئے۔

۲۳ ؍اکتوبر۔ صبح کو ایک گھڑی دن چڑھے عقد برخوردار الطاف رسول خلف منشی سید فضل حسین تعلقہ دار جلال پور، مسماۃ شفیق النساء دختر منشی سید عنایت حسین سے بعوض مہر پچیس ہزار کے بمکان منشی شمس الدین صاحب

Marfat.com

نانا دولھن کفیل مصارف شادی تھے اور دولھن کے باپ نے کچھ زیور اور سید کرامت حسین چچا نے ایک گھوڑا مع زیور نقرئی اور کچھ ظروف مسی جہیز میں دیے۔ دس بجے دن کے بارات رخصت ہوئی۔ شام کی ریل میں اکثر مہمان رخصت ہوئے۔

۲۴ تا ۲۷ اکتوبر شادی الطاف رسول میں عموماً انتظام اچھا تھا اور انعام بھی اچھا دیا گیا جس سے سندیلہ اور اس کے نواح میں اس شادی کی بہت شہرت و ناموری ہوئی ...

منشی شمس الدین صاحب نے میرے انتظام شادی الطاف رسول کی بہت تعریف کی اور نہایت درجہ میرا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ مجھے تمہارے انتظام کی نسبت ایسی امید ہرگز نہیں تھی ...

خدا کا شکر ہے کہ شادی الطاف رسول میں میرے انتظام کی بہت شہرت ہوئی اور ہر شخص میرا نام نیکی سے لیتا ہے اور جو اندیشہ مجھے حالی خاطر تھا اس کا انجام بفضل یزداں نیک ہوا۔ منشی شمس الدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بعد فراغت شادی اپنی نواسی کے روانہ نواب گنج (بارہ بنکی) ہوئے۔

راجہ درگا پرشاد: ۱۱ر فروری ۱۸۸۴ء۔ چونکہ راجہ درگا پرشاد صاحب کے ساتھ اتفاق نشست و یکجائی اجلاس بنچ میں روزمرہ ہوتا ہے اس وجہ سے ان کی لیاقت کا حال بخوبی منکشف ہوا۔ آدمی نہایت لائق و فہمیدہ ہیں۔ علم فارسی میں دستگاہ کامل ہے۔ نہایت خوش خط و زود نویس ہیں۔ قانون دانی البتہ کم ہے۔

۲۵ فروری۔ آج راجہ درگا پرشاد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ چند امور میں مجھ سے مشورت کی اور فرمایا کہ ہماری اور آپ کی کومیٹی میونسپل سندیلہ میں ہمیشہ اتفاق رائے ہونا چاہیے۔ جو آپ کو منظور ہوا کرے وہ آپ پہلے سے کہہ دیں۔ میں اس سے اتفاق کروں گا۔

تیترا لڑکا: ۱۲ر مارچ ۱۸۸۴ء۔ کل بخانہ ملک مصطفیٰ حسین دوپہر کو فرزند نرینہ پیدا ہوا۔ چونکہ لڑکا بعد تین لڑکیوں کے پیدا ہوا ہے اس وجہ سے عورتیں اس کو تیترا نامزد کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ البتہ لڑکا ناقص ہوتا ہے باپ اس کو نہ دیکھے۔ اس وجہ سے ملک صاحب سخت متردد ہیں اور اپنے گھر نہیں جاتے۔

منشی شمس الدین[1]: ۱۲ر اپریل ۱۸۸۴ء۔ شب کو منشی شمس الدین صاحب بحصول پنشن از عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹی نواب گنج سے تشریف لائے۔ بانوے روپے ماہوار پنشن مقرر ہوئی۔ بوقت ملاقات کمال عنایت بزرگانہ سے پیش آئے اور میری تعظیم کی اور فرمایا کہ حسب سفارش فوربس صاحب کمشنر فیض آباد میں ریاست بلرامپور میں بہ عہدہ وزیر خزانہ بہ مشاہرہ تین سو روپیہ ماہواری مقرر ہوا ہوں۔

---

[1] منشی فضل حسین کے چچا۔

Marfat.com

بنارسی باغ لکھنؤ: ۹؍اپریل ۱۸۸۴ء۔ بمقام لکھنؤ۔ شام کو بنارسی باغ کی میں نے سیر کی۔ نہایت خوش کیفیت ہے اور سبزہ و گل بوٹے اس کے تازگی بخش ہیں۔ اتفاق سے اس وقت کچھ گوری پلٹن گھنگراوالی (کذا) کی آئی اور انگریزی باجا نہایت عمدگی کے ساتھ بجایا جس سے طبیعت نہایت محظوظ ہوئی۔ شام کو سندیلہ لوٹ آیا۔

ایک امام باڑہ: ۱۳؍مئی ۱۸۸۴ء۔ مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دار اورنگ آباد (تحصیل سندیلہ) کو مسماۃ اچھی طوائف سندیلہ سے اتحاد ہے لہذا حسب خواہش اس کی مرزا صاحب بصرف زر کثیر ایک امام باڑہ طوائف مذکور کے واسطے تعمیر کرا رہے ہیں جس کے مہتمم مولوی محمد امیر موالی حسین رئیس منڈئی کے ہیں۔ چونکہ اس کی تیاری کا جشن ہوگا۔ اس وجہ سے مرزا صاحب تشریف لائے ہیں۔

سندیلہ میونسپلٹی: ۹؍اکتوبر ۱۸۸۴ء۔ آج کومیٹی لوکل سلف گورنمنٹ کچہری پنچ میں ہوئی۔ بمشورت یک دیگر منظوری عہدہ ہائے ذیل کے استحکام کے طور پر تجویز ہوئی جس کی رپورٹ صاحب ضلع کو بھیج دی گئی اور جس کے مستقل ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا۔ مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار (میر مجلس) چودھری محمد عظیم صاحب (نائب میر مجلس) راجہ درگا پرشاد صاحب (نائب میر مجلس) راقم (سکریٹری میونسپل)۔ حکم گورنمنٹ مورخہ ۶؍اکتوبر ۱۸۸۴ء بدیں مضمون موصول ہوا کہ بیس ممبر واسطے کومیٹی میونسپل کے قائم ہوئی۔ منجملہ ان کے پندرہ شخص مجوزہ رعایا اور پانچ شخص مقرر کردہ سرکار ہیں اور وہ پانچوں آنریری مجسٹریٹ سندیلہ کے جن کا تقرر ہمیشہ گورنمنٹ کرتی رہے گی۔ چودھری محمد عظیم منشی فضل حسین، کنور درگا پرشاد، کنور وزیر چند، مولوی سید مظہر علی۔

تعزیے: ۲۹؍اکتوبر ۱۸۸۴ء۔ آج چند مشہور تعزیے میں نے جاکر دیکھے جو اپنی ساخت میں قابل تعریف ہیں۔ خیراتی و بدل منہیار، میر ناظم علی سوداگر، امامی نورباف، سماد ھان بھرجی، لال خاں میر قاسم علی سوداگر، واجد علی نے ایک تعزیہ ٹین کا تیار کیا جیسا کہ قبل اس کے کبھی نہیں بنا تھا۔

۳۰؍اکتوبر۔ تسکر و ملازم قاضی عابد علی نے بیان کیا کہ اب کے سال ۵۲۳ تعزیے سندیلہ میں رکھے گئے۔ مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دار اورنگ آباد (تحصیل سندیلہ) نے ایک تعزیہ قصبہ (بلسواں) سے بہ قیمت پچیس روپے اچھی طوائف کو منگوادیا جو نہایت عمدہ تھا۔

مولوی خلیل الدین[1]: ۴؍نومبر ۱۸۸۴ء۔ کل مولوی خلیل الدین خلف شیخ امین الدین حقانی مکہ شریف سے واپس آئے۔ بہ عمر ۲۵ سال وہ عالم و حافظ و حاجی و طبیب ہوئے۔ ایسا لائق آدمی اب اس محلہ میں نہیں ہے۔

ایک شادی: ۱۳؍دسمبر ۱۸۸۴ء بہ شب کو نو بجے عقد سید نبی احمد خلف مولوی علی احمد وکیل جبل پور مسماۃ سیدآ دختر شیخ حامد حسن سے بعوض ۴ مثقال نقرہ کہ مساوی ایک سو چھپن روپے آٹھ آنے کے ہوتا ہے

---

[1] مولوی مظہر علی کے بھانجے۔ (ہاشمی)

مسجد مولوی فضل علی صاحب میں ہوا۔ مولوی مہدی حسن صاحب کی ممانعت سے اندر و باہر نہ تو ڈھول بجی نہ کسی قسم کا گانا ہوا۔ مولوی علی احمد صاحب وکیل نے کھانا اہل برادری کو اچھا تقسیم کیا تھا۔ نان بہت بڑی تھی جہیز عمدہ ملا۔ منشی فضل حسین نے ایک گھوڑا معہ زیور نقرئی جہیز میں دیا۔

مولوی عبدالقادر: ۱۲ر مارچ ۱۸۸۵ء۔ مولوی عبدالقادر تحصیلدار سندیلہ کی تنخواہ میں پچیس روپے سرکار سے اور اضافہ ہوئے ایک سو پچھتر روپے ماہواری تنخواہ پائیں گے۔

بسمل خیرآبادی: ۱۹ر ستمبر ۱۸۸۵ء۔ محمد حسین خاں بسمل بعد ملاقات حافظ کرم احمد صاحب خیرآباد تشریف لے گئے۔ یہ وہی بسمل ہیں جو حافظ صاحب کے قدموں سے جدا نہیں ہوتے تھے اور ہر وقت لباس گرا پہنے رہتے تھے اور خیرآباد سے سندیلہ پیادہ آتے تھے۔ اب جب سے ریاست ٹونک میں اپنے باپ کی جگہ وکیل ریاست ہو گئے ہیں حافظ صاحب سے کچھ علاقہ ہی نہیں رہا اور خیرآباد میں آئے تو کبھی سندیلہ نہیں آتے اور جب حافظ صاحب خیرآباد جاتے ہیں تو سوائے معمولی دعوت کے نہ وہ خدمت ہے اور نہ وہ اطاعت اور نہ وہ مریدی ہے جس کا ابتدا شور و شغب زیادہ تھا۔

لفٹیننٹ گورنر کی آمد: ۱۹ر نومبر ۱۸۸۵ء۔ آج گبسن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی واسطے انتظام جلوس وغیرہ تشریف آوری لفٹیننٹ گورنر بہادر، ہردوئی سے سندیلہ وارد ہوئے اور بہ کمال مستعدی ہر ایک کام کی دیکھ بھال کی اور مجھ سے بوقت شام کچہری بنچ میں دریافت کیا کہ کس قدر مقدمات ۱۸۸۴ء میں دائر و فیصل ہوئے۔ میں نے بیان کیا کہ دو سو پینتیس ۲۳۵ مقدمے دائر ہوئے۔ ۱۹۰ میں مجرموں کو سزا ہوئی اور ۴۵ مقدمے بذریعہ راضی نامہ و عدم ثبوت جرم کے خارج ہوئے اور کسی کا اپیل نہیں ہوا۔ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور کپتان صاحب سے میری تعریف کی۔

۲۰ر نومبر ۱۸۸۵ء۔ صبح کے ۸½ بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین جناب نواب الفرڈ لائل صاحب لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی (یعنی یو پی۔ ہاشمی) و چیف کمشنر اودھ لکھنؤ سے تشریف لائے۔ اسٹیشن سندیلہ پر فرش باناتی بچھا تھا میں بھی شریک پیشوائی تھا۔ اول اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ بعدہ ۸½ بجے اسکول میں تشریف لائے۔ منجانب میونسپل راجہ درگا پرشاد صاحب نے ایڈریس پڑھا۔ جواب میں کلمات خوش فرمائے اور بنچ مجسٹریٹوں کی تعریف کی۔ مدرسہ سرکاری بھی فرش بانات وغیرہ سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ چودھری محمد عظیم صاحب نے بہت چاہا کہ لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر ان کے مکان پر تشریف لے جاویں جس کے واسطے مکان

Marfat.com

اپنا بہت آراستہ کیا تھا مگر صاحب ممدوح تشریف نہیں لے گئے اور دو بجے کی ریل میں مراجعت فرمائی. بازار بہت خوب آراستہ تھا اور ہر ایک دوکان سفیدی سے پُتی ہوئی تھی۔

ڈائرکٹر تجارت وزراعت : ۳ مارچ ۱۸۸۶ء۔ آج مسٹر پکر صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر تجارت وزراعت سے کہ بہ تقریب دورہ سندیلہ تشریف لائے ہیں میں نے ملاقات کی اور حسب فرمائش ان کی چوڑی لاکھ سا سندیلہ قلم دان ویلنگ پوش سندیلہ کے بنے ہوئے اور آرسی گوپا مئو کی بنی ہوئی ملاحظہ کرائی اور تھوڑے سے لڈو ٹھکری حلوائی کے ان کو بھیجے جس سے نہایت درجہ خوش ہوئے اور ایک یادداشت مجھ کو لکھ کر بھیج دی کہ جس کے مطابق میکو حوالے سے میں پلنگ پوش تیار کرا کے عجائب خانہ لکھنؤ کو بھیجوں۔

منشی غضنفر علی : ۳۰ مارچ ۱۸۸۶ء۔ منشی سید غضنفر علی صاحب خلف منشی مظفر علی صاحب اسیر سے ان کے مکان پر جا کر ملاقات کی اور مقدمہ گرنٹ ہردوئی دیر تک بات چیت رہی اور بوقت رخصت ہونے کے منشی صاحب نے اپنے دروازے تک مشایعت کی۔

ھیضہ : ۳ اگست ۱۸۸۶ء۔ سندیلہ علی الخصوص اشرف محلہ میں شکایت ہیضہ بڑھتی جاتی ہے اور روزمرہ دو چار آدمی ضائع ہوتے ہیں۔

۷ اگست. کل شام سے دو شیشہ گلاب اور ایک سیر آلو بخارا خرید کر کے الٰہی بخش خدمت گار کو تفویض بدیں ہدایت کر دیے ہیں کہ جو شخص عارضہ میں مبتلا ہو کر طالب گلاب وغیرہ کا ہو تو فوراً اس کو دیا جاوے۔ چنانچہ اسوقت تک چند آدمی لے جا چکے ہیں۔

(اس کے بعد کئی تاریخوں میں ہیضہ سے مرنے والوں کے نام درج کیے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بیماری سندیلہ اور اس کے نواح میں بھی پھیل گئی تھی۔ مولوی صاحب کا نواسہ رشیدالدین بھی اسی ہیضہ میں ضائع ہوا۔ اور اہل خانہ موصوف اور بڑی بیٹی افضلاً بھی مبتلائے مرض ہوئی تھیں لیکن بچ گئیں۔ ہاشمی)

۱۵ استمبر۔ شب کو والدہ منشی فضل حسین اور دختر شیخ حامد حسن لکھنؤ سے وارد سندیلہ ہوئیں۔ اب بیماری ہیضہ سندیلہ سے دفع ہوئی۔ اب نہ کوئی بیمار ہوتا ہے نہ ضائع ہوتا ہے۔

بسمل خیرآبادی : ۲۹ نومبر ۱۸۸۶ء۔ سچ ہے کہ حافظ کرم احمد صاحب کو اپنے پیر معشوق علی شاہ صاحب کے عرس میں صرف کرنے سے کوئی آسودگی نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی قرض ودام سے روپیہ لے کر عرس شاہ صاحب کیلئے کل خیرآباد کو تشریف لے گئے۔ افسوس ہے کہ محمد حسین بسمل خیرآبادی (مضطر خیرآبادی کے بڑے بھائی۔ ہاشمی) باوجود عمدہ روزگار ہونے کے کوئی استعانت اس صرف میں نہیں کرتے ہیں۔ میں نے اس وجہ سے یہ بات لکھی کہ بسمل صاحب معشوق علی شاہ کے پوتے اور حافظ کرم احمد صاحب کے مرید ہیں۔

Marfat.com

برھما میں ملازمت: ۶ر فروری ۱۸۸۷ء۔ آج میرے پاس کئی اشتہار ہردوئی سے آئے کہ جس شخص کو ملازمت پولیس برہما کی منظور ہو وہ ہردوئی جائے۔ اس کی تنخواہ چوّن روپے ماہواری سے بچھتر روپے تک ہوگی۔ اور جو شخص زبان برہمی سیکھ لے گا اس کی تنخواہ اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ میں نے اشتہارات جابجا چسپاں کرا دیے۔ جس کو خواہش ہوگی وہ ہردوئی جاکر نوکری حاصل کرے گا۔

حکیم عبدالعزیز دریابادی: ۷ر اپریل ۱۸۸۷ء حکیم عبدالعزیز صاحب برادر چچازاد مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار سندیلہ حسب طلب والدہ منشی فضل حسین واسطے معالجہ کے لکھنؤ سے تشریف لائے اور بعد معائنہ نبض و قارورہ جناب مقدسہ کے ایک اشرفی نذر میں پیش کی گئی لیکن حکیم صاحب نے میری رشتہ داری کی وجہ سے قبول نہیں کی۔ اور میری کوٹھی دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب کوئی مکان قصبہ سندیلہ میں ایسا نہ ہوگا۔

ریل سیتاپور۔ لکھیم پور: ۲۷ر اپریل ۱۸۸۷ء۔ ۱۵ر اپریل سے ریل سیتاپور سے لکھیم پور تک جاری ہوئی جس کا محصول درجہ ادنیٰ فی کس سوا پانچ آنے قرار پائے گا۔

شادی پوتی اسیر لکھنوی: ۲۰ر مئی ۱۸۸۷ء۔ الطاف رسول (پسر منشی فضل حسین تعلقہ دار) واسطے شرکت تقریب شادی دختر منشی غضنفر علی صاحب حکیم شاعر لکھنوی کے صبح کی ریل سے روانہ لکھنؤ ہوئے اور مبلغ دس روپے نیوتہ کے منجانب منشی فضل حسین بالغرض حوالگی شاعر صا[illegible]ان کو دیے گئے۔

حاجی وارث علی: ۲۲ر جولائی ۱۸۸۷ء۔ کل حاجی وارث علی شاہ صاحب سندیلہ میں تشریف لائے۔ نانی صاحبہ برخوردار مصطفےٰ علی ان کی مرید ہیں۔ میری کیفیت بے کاری شاہ صاحب سے عرض کی۔ فرمایا خدا اس کا مالک ہے۔

ہیضہ وبائی: یکم اکتوبر ۱۸۸۷ء۔ بالفعل ہیضہ وبائی سندیلہ میں پھر شائع ہوا ہے۔ اکثر علیل اور ایک آدمی ضائع بھی ہوئے ہیں (اس کے بعد متعدد تاریخوں میں مرنے والوں کے نام درج ہیں۔ ہاشمی)

لفٹیننٹ گورنر: ۷ر نومبر ۱۸۸۷ء۔ سر الفرڈ لایل صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و اودھ نے چارج لفٹیننٹی کا سر آکلینڈ کالون صاحب کو بمقام الہ آباد دیا اور ۲۱ ماہ حال کو روانہ ولایت ہوں گے۔

حکیم بندہ حسن: ۱۵ر دسمبر ۱۸۸۷ء۔ کل حکیم بندہ حسن صاحب جو ملازم موروثی چودھری محمد عظیم کے تھے اور بہ ضرورت ادائے ایک شہادت کے کانپور گئے تھے وہاں درد قولنج اور ضیق النفس میں مبتلا ہو کر بمقام کانپور بعمر ستر سال وفات پائی۔ جس کے سننے سے نہایت درجہ افسوس ہوا کیونکہ حکیم صاحب کی ذات سندیلہ میں نہایت غنیمت تھی۔ مزاج میں خلق و مروت زیادہ تھی۔ اہالی قصبہ کو ان کی ذات سے بہت فیض تھا اور رجو

Marfat.com

شخص بلاتا تھا بلا تکلف وخیال غریب وامیر کے تشریف لے جاتے تھے۔ افسوس کہ اب سندیلہ طبیب سے خالی ہوگیا۔ تیس روپے ماہواری علاوہ کھانے کے چودھری صاحب ان کو دیتے تھے اور حکیم صاحب ان کے چھتیس برس کے ملازم تھے اور اہل قصبہ بھی بوقت معالجہ ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔

کانگریس واھل اسلام : ۲۱ر دسمبر ۱۸۸۷ء محمد باقر خاں صاحب اسسٹنٹ کمشنر ہردوئی نے بمقدمہ کانگریس اہل اسلام جو ۲۷ و ۲۸ر دسمبر سن الیہ کو بمقام لکھنؤ مکان منشی امتیاز علی صاحب وکیل پر منعقد ہوگا۔ مجھ سے سوالات چند متعلقہ طرز وروش اہل اسلام سندیلہ دریافت کیے تھے جس کا جواب میں نے بہ استعانت محمد ذکی (درگاہ) کے لکھ بھیجا۔

نیا گورنر : ۲۳ر جنوری ۱۸۸۸ء۔ آج بارہ بجے دن کے سر آکلینڈ کالون صاحب لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی وچیف کمشنر اودھ کے دربار میں بمقام کیننگ کالج شریک ہوا۔ ڈپٹی کمشنران اضلاع نے اپنے اپنے ضلع کے لوگوں کو پیش کیا۔ مجھے ہارس فورڈ ڈپٹی کمشنر ضلع ہردوئی نے اس اعلان کے ساتھ پیش کیا کہ یہ آنریری مجسٹریٹ وسکریٹری میونسپل بورڈ سندیلہ کا ہے۔ ایک اشرفی میں نے نذر دکھلائی۔ ایک بجے لفٹیننٹ گورنر صاحب نے اسپیچ دی اور عطر و پان کے بعد دربار برخاست ہوا۔

تماشا تھیٹر : ۲۹ر جنوری ۱۸۸۸ء۔ آج شب کو دائم علی کے تماشے تھیٹر میں ۹½ بجے سے دو بجے تک مدرسہ سندیلہ میں شریک رہا۔ ٹکٹ نمبر ایک دو روپے کا لیا تھا اور محمد ذکی کو جو میرے ہمراہ گئے تھے آٹھ آنہ کا ٹکٹ لے دیا تھا۔ اور اپنے تیں خدمتگاروں کو چھ آنے کے ٹکٹ خرید دیے تھے مگر تماشا اچھا نہ تھا۔ کچھ لطف حاصل نہیں ہوا۔

منشی شمس الدین : ۳ر فروری ۱۸۸۸ء۔ منشی شمس الدین صاحب چالیس سال ہوئے جب وہ ریاست گوالیار میں بہ عہد ملازمت ایک مہاجن کے بارہ سو کے مقروض تھے۔ مہاجن مرگیا تھا۔ اس کے لڑکے کو بلا کر کل قرضہ اس کا ادا کر دیا۔ ایسا کام کسی دوسرے سے نہیں ہوسکتا ہے۔

گِل صاحب : ۶ر فروری ۱۸۸۸ء۔ آج گل صاحب اسسٹنٹ کمشنر ہردوئی سے ملاقات ہوئی آدمی بہت خلیق اور نیک مزاج ہیں اور مقدمات فوجداری میں بہت کم سزا دیتے ہیں۔ ایسا انگریز میری یاد میں کبھی ضلع میں نہیں آیا۔ اگر گِل کو لفظ میم گُل سے تشبیہ دیں تو ہوسکتا ہے۔

عبدالقادر صاحب[۱] : ۲۵ر مارچ ۱۸۸۸ء۔ آج پروانہ تبادلہ مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار سندیلہ

---

[۱] عبدالماجد دریابادی صاحب کے والد۔ ہاشمی

Marfat.com

از اجلاس صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی اس مضمون سے موصول ہوا کہ مولوی عبدالقادر صاحب بلگرام کو اور منشی مقبول احمد صاحب تحصیلدار بلگرام سے سندیلہ کو تبدیل ہوئے یہ خبر سن کر مجھے اور کل اشخاص سندیلہ کو بغایت درجہ ملال ہوا مولوی صاحب نہایت نیک مزاج فہمیدہ اور عقیل تھے تحصیل سندیلہ میں کوئی ان سے ناراض نہیں تھا...

تحصیلدار صاحب نے علاوہ نو مہینے قائم مقامی کرنے کے جس کے بعد ہردوئی اپنے عہدہ سر رشتہ داری پر واپس گئے تھے۔ ۲۹ر جون ۱۸۸۱ء کو پھر چارج تحصیلداری کا سید محمد صاحب تحصیلدار سے حاصل کیا اور بعد چند روز کے مستقل ہو گئے اور اس وقت تک اسی عہدہ پر ممتاز رہے۔ اس حساب سے چھ سال نو مہینے انھوں نے تحصیلداری سندیلہ کی کمال نیک نیتی اور تدین کے ساتھ انجام دی اور مجھے ان کی ذات سے ہر طرح کی اعانت ملی اور ملنے کی امید تھی۔ دیکھا چاہیے کہ اب منشی مقبول احمد صاحب سے کس طرح برتاؤ ہوتا ہے۔

۲ر اپریل۔ آج مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار بہ چشم گریاں روانہ بلگرام ہوئے۔ وقت رخصتی اسٹیشن پر ہر قسم کے لوگ مشایعت کو گئے تھے۔ یہ ان کی محض وسعت اخلاق کا نتیجہ تھا...

۲۲ و ۲۳ر اپریل۔ مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار بلگرام ایک ہفتہ کی رخصت لے کر اس غرض سے وارد سندیلہ ہوئے کہ اپنے قبائل کو دریاباد پہنچا دیں۔

مولوی عبدالقادر صاحب مع اپنے اہل خاندان کے روانہ قصبہ دریاباد ہوئے۔ ریلوے اسٹیشن پر مجمع رخصتی کثیر تھا۔ افسوس ہے کہ اب ان کا سردست سندیلہ آنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

<u>وکٹوریہ ہال ہردوئی</u>: ۲۰ر اپریل ۱۸۸۸ء۔ خط ہارس فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی اس مضمون سے موصول ہوا کہ ۲۱ر اپریل سنہ الیہ کو بنیاد وکٹوریہ ہال ہردوئی کی مسٹر ایڈورڈ برن صاحب چیف سکریٹری لفٹیننٹ گورنر ڈالیں گے۔ تم بھی اس جلسہ میں شرکت کرو۔

<u>غم مفارقت</u>: ۲۸ر مئی ۱۸۸۸ء شب کو دختر لالہ دولت رام جس نے اپنے شوہر منسارام کے غم مفارقت دائمی میں کھانا پینا ترک کر دیا تھا اور یاد شوہر میں کیفیت جنون کی پیدا ہو گئی تھی ۱۱ بجے رات کو بعمر ۱۷ سال فوت ہوئی۔ واقعی اس کو عشق حقیقی تھا اور زمانہ سابق میں ایسی ہی عورتیں ستی ہو جاتی تھیں۔

<u>کثرت بارش</u>: ۲۰ر اگست ۱۸۸۸ء۔ کل آدھی رات سے بارش بہ شدت ہوئی۔ ایسی اس طرف کم ہوتی تھی۔ زراعت خریف کو بہت نقصان پہنچا۔ یہ قاعدہ مستمرہ ہے کہ ساون میں ہوا مغربی و بھادوں میں ہوا مشرقی سے بارش ہوتی ہے لیکن اس سال اس کے برعکس محض ہوا بالظاہر آثار اچھے نہیں ہیں۔ صدہا مکان خام گر گئے...

Marfat.com

۳۱؍اگست ـ آج بھی تمام روز بارش رہی ـ مکانات خام و پختہ برابر گر رہے ہیں۔ شاید سندیلہ میں کوئی مکان ایسا نہ ہوگا جو ٹپکنے سے محفوظ رہا ہو۔ اور ہنوز کوئی آثار آسمان کھلنے کے نہیں معلوم ہوتے۔ میرے دیہات کمال پور دگھوگیرہ میں فصل خریف کو بہت نقصان پہنچا کیونکہ یہ مواضع فی الجملہ نشیب میں واقع ہیں ـ

۲؍ستمبر ـ آج بھی چند مکانات پختہ و خام گر گئے۔ واقعی اس بارش سے تمامی خلائق کو بہت نقصان پہنچا یہ ایک قسم کی آفت ہے جو ہمارے افعال قبیحہ کا نتیجہ ہے۔ پروردگار عالم فضل کرے۔ آثار سال کے بہت خراب ہیں ـ

۲۰؍ستمبر ـ اس سال اضلاع مغربی و شمالی و اودھ و کلکتہ وغیرہ میں ایسی بارش ہوئی کہ سیلاب آگیا۔ اور حیدرآباد میں نماز استسقا بہ جمعیت دو دو ہزار کے پڑھی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک شان خدا ہے کہ کہیں ایسی بارش ہو کہ سیلاب آجائے اور پیداوار مفقود ہو جائے اور کہیں ایسی کمی ہو کہ خشک سالی سے آثار قحط نمایاں ہوں ـ

انفلوئنزا: یکم اکتوبر ۱۸۸۸ء آج کل شکایت تپ و لرزہ کی سندیلہ اور اس کے نواح میں زائد ہے۔ اب آدمی بھی ضائع ہونے لگے ہیں۔ (اس کے بعد کی تاریخوں میں متعدد اموات کی خبریں درج کی گئی ہیں۔ ہاشمی ـ)

خط جہنم: ۱۵؍اکتوبر ۱۸۸۸ء۔ آج کل عجب نیرنگیاں سندیلہ میں وقوع پذیر ہیں کہ جن کا اظہار اس موقع پر بے محل نہ ہوگا۔ منشی ... کی عادت ہے کہ بلا وجہ لوگوں کو ستانے و دق کرنے کو اکثر خطوط گمنام ان کے نام بھیجا کرتے ہیں بلکہ اکثر اپنے دست و قلم سے لکھا کرتے ہیں جس کا جواب اسی طریقہ سے ان کو وصول ہوا کرتا ہے۔ بقول شخصے چاہ کندہ را چاہ در پیش۔ چنانچہ کئی روز ہوئے کہ ایک خط منجانب جناب منشی (ان کے والد صاحب مرحوم) از مقام جہنم بنام (اپنے بیٹے) صاحب اس مضمون کا موصول ہوا کہ "انو خاں میرے پاس داخل جہنم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تم لوگوں سے خوش برتاؤ نہیں کرتے اور کل اہل قصبہ کو اپنا دشمن کر لیا ہے جس سے اس جانب کو سخت ملال و تاسف ہے ـ قصد تھا کہ قبر توڑ کر نکل آؤں اور تم کو گوشمالی مناسب دوں لیکن یہ قانون قدرت کے خلاف ہے اس وجہ سے مجبور رہا۔ اگر تم اپنے طریق و عمل و طرز معاشرت درست نہ کرو گے تو دوسرے نہج سے تمہاری تنبیہ و سرکوبی ہوگی" الخ یہ خط بدل ان تحریرات کا ہے جو وہ دوسروں کے دل دکھانے کے واسطے بھیجتے ہیں ورنہ اور رئیس بھی سندیلہ میں ہیں ان کے نام کیوں نہیں ایسے خطوط آتے۔ افسوس ہے کہ منشی موصوف نے اپنے وقار اور حرمت کو ایسا بگاڑ لیا ہے کہ ادنیٰ درجے کے لوگوں کو ان کے نام تحریرات ہزل و تمسخر بھیجنے کی جرأت ہوتی ہے۔ خدا ان کو رائے صائب عطا کرے ـ

راجہ محمود آباد: ۶؍نومبر ۱۸۸۸ء آج ۱۱ بجے دن کے میں قیصر باغ (لکھنؤ) مع برخوردار مصطفیٰ علی کے گیا۔ اوّل چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند سے ملاقات کی۔ بہت خلق سے پیش آئے

اور میری خواہش پر آمادہ ہوئے کہ راجہ امیر حسن خان صاحب سے دلوانے چھٹی میں سعی ضرور کروں گا۔ چنانچہ ۳ بجے راجہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بہ لطف پیش آئے اور میری درخواست پر جناب ممدوح نے وعدہ کیا کہ میں کسی حاکم کو چھٹی ضرور لکھ دوں گا۔ چونکہ دماغ راجہ صاحب کا باعث لاحق ہو جانے عارضہ جنون کے ہنوز جیسا کہ چاہئے صحیح نہیں ہے اس وجہ سے ان کے حرکات و افعال متغیرانہ حالت میں ہیں جس کا شمہ یہ ہے کہ صبح کے تین بجے بعد نماز علی الصباح آرام کرتے ہیں اور بارہ بجے دن کو بیدار ہوتے ہیں۔ اسکے بعد نماز و وظیفہ میں مصروف ہو جاتے ہیں کہ کسی کو نوبت کلمہ و کلام تین بجے شام تک نہیں پہنچتی ہے۔ کوئی کام خود نہیں دیکھتے۔ ہاں ہوں میں شبانہ روز گزرتا ہے۔ آخرش آج ان کے کثرت اوراد سے کوئی موقع مجھے لکھوانے چھٹی مطلوب کا نہیں ملا۔

۷، نومبر۔ بوقت ایک بجے دن کے میں پھر واسطے ملاقات راجہ امیر حسن خاں صاحب بہادر قیصر باغ گیا اور بہ حسن کوشش چودھری نصرت علی صاحب راجہ صاحب نے واسطے سفارش برخوردار مصطفے علی کے ایک چھٹی انگریزی از دست خود بنام بٹس صاحب ڈپٹی کمشنر سیتاپور کے لکھ دی جس کا یہ مضمون تھا کہ سید مصطفے علی نوجوان آدمی میرے ایک دوست کا بیٹا ہے۔ ان کے باپ میرے ساتھ مدرسہ سیتاپور میں انگریزی پڑھتے تھے مصطفے علی نے امتحان انٹرنس کلکتہ یونیورسٹی کا پاس کیا ہے اور اب درجہ ایف۔ اے۔ میں پڑھتے ہیں۔ یہ شخص تعلقدار سندیلہ کا عزیز ہے۔ بہ عہد شاہی و نیز بوقت تسلط عملداری سرکار انگریزی ان کے مورث اعلا اعلا عہدوں پر ممتاز رہے اور بہت ذی عزت ہیں اس وجہ سے میں سفارش کرتا ہوں کہ آپ براہ عنایت مصطفے علی کو کوئی عہدہ ان کی عزت کے موافق عطا کریں گے جس کا میں مشکور رہوں گا۔

بعد واپسی مکان قیام میں نے کل بند و بست جانے برخوردار مذکور کا کر دیا اور مولوی عبد الغنی صاحب وکیل سیتاپور کے نام خط لکھ دیا کہ اپنے مکان میں برخوردار کا قیام کرا دیں اور صاحب ضلع سے ملاقات کرا دیں۔

۱۲، نومبر۔ آج چار بجے شام کو برخوردار مصطفے علی ضلع سیتاپور سے واپس آئے معلوم ہوا کہ بٹس صاحب ڈپٹی کمشنر سیتاپور سے بمقام اسھولی ملاقات ہوئی۔ راجہ امیر حسن خاں صاحب کی چھٹی ملاحظہ کر کے فرمایا کہ بالفعل کوئی جگہ خالی نہیں ہے لیکن تمہارا نام امیدواروں میں لکھ لیا گیا۔ بروقت موقع پرورش کی جائے گی چونکہ صاحب بہادر ممدوح کے پکے ہیں عجب نہیں کہ کسی موقع پر یاد کریں بلکہ برخوردار موصوف سے کہہ دیا ہے کہ کبھی کبھی ملاقات کر جایا کرو۔

انجمن اسلامیہ سندیلہ: ۱۸، نومبر ۱۸۸۸ء ۔ ۳۰، ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ۔ آج جلسہ انجمن اسلامیہ اشراف ٹولہ سندیلہ بوقت ۹ بجے صبح مدرسہ سرکاری میں قرار پایا۔ ایک سو سے زائد باشندگان سندیلہ کا مجمع تھا۔ منشی

Marfat.com

فضل حسین صدرنشیں کیے گئے۔ سید محمود رضا (ولد سید محسن رضا صاحب) امیر حسن، کرامت علی (ولد شیخ سلامت علی صاحب مرحوم) و مولوی حفیظ اللہ مدرس دویم ساکن ساندی، و مولوی فیاض علی مدرس اوّل محلہ منڈی نے مناسب وقت ہمدردی و ترقی دین اسلام کے اسپیچیں کیں۔ یہ جلسہ ۳ گھنٹے تک قائم رہا۔ انجمن مذکور ۱۳۰۱ھ میں قائم ہوئی ہے۔ خدا برکت دے کہ یہ قائم رہے اور کوئی نفاق باہمی پیدا نہ ہو جائے۔ اس انجمن کی دیکھا دیکھی واجد خاں صاحب نے محلہ ملکانہ میں اور ریاض الدین پٹواری، مخدوم پورہ نے محلہ منڈی میں ایک ایک انجمن چندہ سے قائم کی ہے۔ اگر ان میں نفاق نہ ہوا تو خیر ورنہ انجام بخیر نہ ہوگا۔

حافظ کرام احمد: ۱۹ نومبر ۱۸۸۸ء۔ افسوس ہے کہ آج ایک بج کر ۳ منٹ دن کے جناب حافظ کرم احمد صاحب نے بہ عمر ۷۰ سال اس دار ناپائدار سے رحلت فرمائی۔ ان کی مفارقت دائمی سے باشندگان سندیلہ کو عموماً اور ان کے اعزا و مریدین کو خصوصاً از بس صدمہ ہوا۔ جناب مرحوم شیخ صدیقی حافظ محمد حسین صاحب کے بیٹے تھے۔ کتب درس تصوف میں دستگاہ کامل تھی۔ ابتداً بعد تحصیل علم ضروری اضلاع للت پور، وغیرہ میں بہ عہدہ ہائے مختلف ملازم سرکار تھے۔ ۱۸۵۵ء و ۱۸۵۶ء میں ضلع اورئی ملک متوسط میں سرشتہ دار و موضع سراون، میں تھانہ دار رہے۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں سندیلہ تشریف لائے اور بعد رفع غدر و تسلط عملداری برٹش گورنمنٹ ضلع ساگر، میں سرشتہ دار بندوبست، و پیش کاری وغیرہ عہدہ ہائے مختلف پر ممتاز رہے۔ بعد تکمیل ملازمت ۱۸۷۲ء میں بحصول پنشن تیرہ روپے چار آنے خانہ نشین ہوئے۔ حضرت معشوق علی صاحب خیر آبادی کے مرید تھے اور اس طریقت میں معلومات کامل تھی۔ آپ کے صدہا مرد و زن سندیلہ و خیر آباد، گوپامئو، لکھنؤ، ساگر، بھوپال، ٹونک وغیرہ میں مرید ہیں۔ باوصف قلت مداخلت و حالت توکل اپنے دادا پیر حضرت فضل میاں صاحب قدس اللہ سرہٗ کا عرس ۱۲ شوال کو بمقام سندیلہ بہت دھوم دھام سے فرماتے تھے اور ہر سال خیر آباد تشریف لے جا کر ۷ ربیع الاوّل کو اپنے مرشد کا عرس بڑی فیاضی و کشادہ دلی و خوش اعتقادی سے سرانجام دیتے تھے۔ اس مرتبہ علالت در د صدر مانع عزیمت خیر آباد ہوئی اور عرس آخری سندیلہ میں کیا۔ آپ کو کاشتکاری کا بہت شوق تھا۔ اگرچہ اس سے نفع قلیل حاصل ہوتا۔ بباعث وسعت اخلاق و فطری فیاضی و تعلیم علم فقر کے لوگوں کا ہجوم رہتا۔ دوسروں کا نفع اپنے نقصان پر مقدم جانتے۔ کسی سائل کو بے نیل مرام واپس نہیں کرتے اور اس کے فائدے کو بدل معروف ہو جاتے۔ کنبہ پروری میں یکتا تھے۔ دوسروں کے انجام مرام میں کسی نہج سے دریغ نہیں فرماتے اور ان کی راحت کو اپنی تکلیف پر ترجیح دیتے۔ ان کی ذات خیر و برکت سے رونق محلہ تھی اور کل اہل سندیلہ ان کا اعزاز کرتے

Marfat.com

تھے۔ سخت تاسف ہے کہ آج جناب ممدوح نے باتیں کرتے ہوئے دردصدر میں انتقال فرمایا جو کم وبیش دو ہفتہ سے لاحق تھا اور چھ بجے شام کو اپنے احاطہ نشست گاہ میں مدفون ہوئے۔ چار پانچ سو آدمی تجہیز و تکفین میں شریک تھا جناب مرحوم کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ صرف ایک لڑکی یادگار چھوڑی جو قبل اس کے لاولد بیوہ ہو چکی ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آج کے روز سے ان کا نام و نشان بالکل معدوم ہو گیا۔

۲۰ نومبر۔ آج طعام دوجا بہ خانہ جناب حافظ کرم احمد صاحب مرحوم بھیجا۔ چونکہ برخوردار مجتبیٰ علی حافظ صاحب مرحوم کے بہ کمال عقیدت مندی مرید تھے لہٰذا رحلت فرمائی حافظ صاحب سے ان کو نہایت صدمہ ہوا اور چند گھنٹے اوقات عزیز کے گریہ و زاری میں صرف کیے۔

ایک عقد شرعی: ۷ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ آج ۹ بجے رات کو عقد شرعی دختران وصی علی شاہ صاحب درگاہ کا فرزندان حامد علی و مشرف علی سے ہوا۔ میں بھی شریک رہا۔ محمد ادریس خلف حامد علی کا عقد مسماۃ کنیز فاطمہ اور نبی محمد عرف مسیح اللہ خلف مشرف علی کا مسماۃ اللہ بخشی سے ہوا۔ ایک ایک ہزار اور ایک ایک روپیہ مہر قرار پایا۔ دس بجے رات کو فراغت ہوئی۔ بعد نکاح شاہ صاحب اپنے سر پر چکی کے پل رکھ کر اور لڑکیوں کو پا پیادہ لے کر ان کی سسرال پہنچا آئے۔ لڑکیاں سات سات پیوند کی چادریں اوڑھے تھیں اور پیجاموں میں بھی پیوند لگے تھے۔ ایسے شرعی طریقے سے عقد سندیلہ میں کبھی نہیں ہوا۔ بوقت رخصتی دولھن ایک کہرام عظیم تھا۔ کل حاضرین کو رقت تھی۔

اطبائے سندیلہ: ۱۶ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ افسوس کہ سندیلہ طبیبوں سے خالی ہو گیا۔ بعد انتقال حکیم بندہ حسن صاحب اب کوئی ایسا نظر نہیں آتا کہ اس سے رجوع کیا جائے اور پھر بعد تشخیص کامل علاج ہو۔ گرچہ حکیم جاوید علی مہتوانہ شاگرد رشید حکیم صاحب مرحوم علاج بتوجہ کرتے ہیں اور بجانب غرباان کی نظر زیادہ ہے لیکن جو علمیت اور لیاقت حکیم صاحب کو حاصل تھی وہ کہاں۔ میرے خیال میں اب طب یونانی روز بروز معدوم اور علاج انگریزی کو ترقی ہے۔ غالباً اب عموماً علاج انگریزی ہوا کرے گا۔ اور یونانی مطلقاً مفقود ہو جائے گا۔

منشی امتیاز علی و اکرام اللہ خاں: ۲۴ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ سے واضح ہوا کہ منشی امتیاز علی صاحب رئیس کاکوری وکیل عدالت ہائے لکھنؤ ۲۱ ماہ حال کو عازم بھوپال ہوئے اور ۲۲ خواہ ۲۳ دسمبر کو چارج منصب وزارت ریاست مذکور مسٹر وارڈ صاحب مہتمم ریاست سے حاصل کریں گے۔ شکر ہے کہ ہمارے ہم وطن بھائی کو ایسا اعزاز حاصل ہوا جس سے ہر آئینہ موجب فخر قومی متصور ہے۔ اور اسی پرچے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محمد اکرام اللہ خاں صاحب بہادر نواب یار جنگ صوبہ دار گلبرگہ دکن رکن ریاست رام پور

Marfat.com

مقرر ہوئے اور شاید یکم جنوری ۱۸۸۹ء کو ریاست مذکور میں فائز ہو کر کنور لطف علی خاں صاحب سے چارج حاصل کریں۔ سنا گیا کہ منشی امتیاز علی صاحب کی دو ہزار پانچ سو روپیہ اور ڈپٹی اکرام اللہ خاں صاحب کی بارہ سو روپیہ تنخواہ ہوئی۔ صاحب آخر الذکر علاوہ اس تنخواہ کے پانچ سو روپیہ پنشن ماہواری ریاست حیدر آباد سے اور تین سو بیس روپیہ گورنمنٹ انگریزی سے پاتے رہیں گے۔

برادر خورد: ۲۹ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ آج شب کو حسب ہدایت سابقہ جناب حافظ کرم احمد صاحب مرحوم شیخ شجاعت حسین وحیدر حسین وغیرہ ساکنان گوپامئو مریدین حافظ صاحب مرحوم و مغفور نے عزیزی سید اطہر علی کو خلیفہ جناب مرحوم کا قبول کیا اور بعد بندش عمامہ خلافت تو الان نے مبارک بادگائی اور مریدین نے نذریں پیش کیں۔ چوں کہ اس کارروائی میں عجلت بہت ہوئی اس وجہ سے میں شریک نہ ہو سکا۔ واقعی حافظ صاحب عزیز موصوف سے بباعث ان کی سلیم الطبعی وشایستگی کے ازحد خوش تھے اور علم فقر کی تعلیم بوجہ ان کی حاضر باشی لطرز مناسب فرمائی تھی۔ خدا کرے کہ سرانجام اس خلافت کا خوش اسلوبی سے ظہور پذیر ہو۔

انجمن اسلامیہ: ۳۰ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ آج ایک بجے دن کے جلسہ انجمن اسلامیہ مدرسہ سنڈیلہ میں قرار پایا۔ منشی فضل حسین پریسیڈنٹ کمیٹی تجویز ہوئے اور مولوی علی احمد صاحب نے در بارۂ ترقی تعلیم اہل اسلام کے پرجوش اسپیچ بیان کی جس سے حاضرین کو ایک نوع کا اثر ہوا۔ بعدہٗ مولوی مقیم الدین صاحب عالم پنجابی نے چند آیات قرآنی کا ترجمہ لطور وعظ کے فرمایا اور جلسہ برخاست ہوا۔

گورنر کا دربار: ۵ فروری ۱۸۸۸ء صبح کی ریل میں جناب سر آکلینڈ کالون صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی وشمالی وچیف کمشنر اودھ وارد ہردوئی ہوئے۔ چار بجے شام کو بمقام وکٹوریہ ہال دربار ہوا۔ چودھری محمد عظیم صاحب نے ازجانب وکٹوریہ ہال اور راجہ درگا پرشاد نے منجانب تعلقداران ایڈرس پڑھا اور راقم نے منجانب ڈسٹرکٹ بورڈ وحاجی محمد حسین خان شاہ آبادی نے ازجانب میونسپلٹی وسید تقی صاحب (عرف بھیتن میاں) نے ازطرف بلگرام انسٹی ٹیوٹ ایڈرس وشیخ نظیر حسین وکیل ہردوئی نے قصیدہ یکے بعد دیگرے پیش کیا جو قبول ومنظور ہوا۔ بعدہٗ الائچی وپان تقسیم ہو کر دربار برخاست ہوا۔ شام کو آتش بازی وروشنی ورقص جیدن ونگن وغیرہ طوائفان لکھنؤ وفضل حسین کشمیری کا ہوا۔

کتب خانہ وکٹوریہ ہال: ۲۲ فروری ۱۸۸۹ء۔ آج صبح کی ریل میں واسطے شرکت کمیٹی چندہ کتب خانہ کالون صاحب وکٹوریہ ہال ہردوئی کو گیا۔ بارہ بجے کمیٹی ہوئی۔ مبلغ چار ہزار چھ سو روپے کی تعداد کتب خانہ

Marfat.com

تاریخ ہذا تک قرار پائی۔ منشی نولکشور صاحب مالک مطبع اودھ اخبار نے اسپیچ پڑھی اور دو ہزار پانچ سو جلد کتاب کی ایک فہرست پیش کی جو کتب خانہ کالون میں داخل کریں گے اور دو سو روپے نقد واسطے خرید ایک کتاب جامع علوم فنون کی دینا منظور کیے جو کتاب لندن سے خرید ہو کر آوے گی۔ اوّل ہارس فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر بعدہٗ علی بہادر صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس و منشی نظیر حسن صاحب نے اسپیچیں پڑھیں جن کا تعلق فائدہ عام کتب خانہ کالون سے تھا۔ پانچ بجے شام کو فراغت ہوئی اور اسی وقت شام کی ریل میں سندیلہ واپس آیا۔

شادی عزت علی: ۸ مارچ ۱۸۸۹ء۔ شب کو جلسہ رقص شادی عزت علی (خلف چودھری نصرت علی صاحب) میں شریک ہوا۔ حسب ذیل تعلقداران اودھ نے بباعث اسسٹنٹ سکریٹری ہونے چودھری صاحب کے شرکت کی۔ علاوہ تعلقداروں کے اور بھی معزز لوگ شریک ہوئے تھے تفصیل تعلقدار: رام شنکر بخش صاحب تعلقدار کھجور گاؤں ضلع رائے بریلی۔ راجہ تصدق رسول صاحب تعلقدار جہانگیر آباد ضلع بارہ بنکی۔ خان بہادر احمد حسن خان صاحب تعلقدار گدیا ضلع بارہ بنکی، مرزا محمد علی بیگ تعلقدار اورنگ آباد ضلع سیتاپور محمد علی خاں صاحب تعلقدار اسلامؤ ضلع لکھنؤ، داروغہ نظیر حسن تعلقدار ضلع لکھنؤ، وصی حیدر عرف جبی میاں صاحب تعلقدار بلگرام ضلع ہردوئی، ٹھاکر جنگ بہادر صاحب تعلقدار سرورہ ضلع سیتاپور، وصی الزماں تعلقدار اناؤ، راقم جلسہ میں چند منٹ ٹھہرا اور دو روپیے چودھری نصرت علی صاحب اور دو روپیے چودھری محمد عظیم صاحب کو نیوتہ دے کر مکان پر واپس آیا۔

۹ مارچ۔ صبح کو نکاح چودھری عزت علی خلف چودھری نصرت علی صاحب کا مسماۃ مینا دختر چودھری محمد عظیم صاحب سے بعوض مہر چھپتر ہزار کے ہوا۔ حافظ شوکت علی صاحب نے نکاح پڑھا۔ سامان آرائش و آتش بازی بہت خوب تھا چند ڈیرے طوائف کے لکھنؤ سے بھی آئے تھے۔ چودھری محمد عظیم صاحب نے حسب معمول کندوری عام طور سے تقسیم کیا اور جہیز بھی اچھا دیا تفصیل مختصر درج ذیل ہے۔

ظروف نقرہ ۔۵۱، ظروف مسی ۱۵۱، زنجیر فیل یک، اسپ یک، شتر یک۔ زیور کل طلائی تھا۔ صرف چھیپان گوکھرو، نقرئی تھے (کذا) یہاں تک کہ زیور پیر کا بھی مثل کڑے وچھڑے کے طلائی دیا گیا۔ ظروف و زیور مضبوط و وزنی تھا لفافیہ نہ تھا۔ چھ ہزار بخش کندوری میں صرف ہوئے۔ گیارہ بجے رات کو بارات رخصت ہوئی۔ جب بارات بخانہ دولہا پہنچی تو ایک طشت ایک لوٹا نقرئی و ایک بات طلائی قیمتی ۲۲ روپیہ چوری گیا جس کی تفتیش ہو رہی ہے۔

چیچک: ۴ اپریل ۱۸۸۹ء۔ آج کل سندیلہ خاص اور اس کے نواح میں اس قدر شکایت چیچک ہے کہ صدہا لڑکے اس عارضہ میں ضائع ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں مگر ہاں جن لڑکوں کو ٹیکا دیا گیا ہے وہ البتہ اس شکایت

Marfat.com

سے محفوظ ہیں۔ یہ عجب موذی عارضہ ہے کہ صدہا اشخاص کو داغ مفارقت اولاد دے رہا ہے۔

حکیم ظہور الحسن: یکم مئی ۱۸۸۹ء۔ آج میں نے بوقت ملاقات منشی مقبول احمد صاحب تحصیلدار سندیلہ سے حکیم ظہور الحسن نبیرہ میر کرم صفی کی سفارش کی کہ سندیلہ میں حکیم کے نہ ہونے سے عموماً تکلیف سخت ہے۔ اگر ان کا تقرر صیغہ میونسپل سے کیا جائے تو باعث بڑے رفاہ عام کا ہے۔ چنانچہ تحصیلدار صاحب نے سفارش منظور کی اور کومیٹی آئندہ پر اُن کا تقرر و تنخواہ وغیرہ کی بحث کو موقوف رکھا۔

مدرسہ انگریزی: ۲۷ جون ۱۸۸۹ء۔ آج کومیٹی واسطے قائم ہونے مدرسہ انگریزی کے بہ استعانت ارباب سندیلہ قائم ہوئی۔ کثرت رائے سے طے پایا کہ یکم جولائی سن الیہ کو دیوان خانہ چودھری دھوکن میں جو تین روپیہ ماہواری کرایہ پر لیا گیا ہے مستقر ہو۔ بالفعل تین مدرس دو انگریزی اور ایک فارسی داں واسطے تعلیم کے تجویز ہوئے واسطے امور انتظامی کے منشی علی بہادر صاحب تحصیلدار سندیلہ پریسیڈنٹ و کنور درگا پرشاد صاحب و کنور نندر بہادر صاحبان وائیس پریسیڈنٹ اور راقم الحروف سکرٹری تجویز ہوا اور پروانہ جات تقرری بنام مدرسین جاری ہوئے۔ پنڈت آسارام نقل نویس سب ججی ہردوئی مدرس اول تنخواہ بیس روپے، اکبر خاں سندیلہ مدرس دویم دس روپے، لالہ جواہر لال سندیلہ معلم فارسی سات روپے، بھگوان دین چپراسی سندیلہ تین روپے۔ کُل چالیس روپے ماہواری۔ پنڈت آسارام کے نام پروانہ تقرری بھیجا گیا ہے اگر وہ قبول نہ کریں گے تو کوئی دوسرا شخص تجویز ہوگا۔

یکم جولائی۔ آج مدرسہ انگریزی بہ دیوان خانہ چودھری دھوکن مرحوم راقم و کنور درگا پرشاد و کنور نندر بہادر صاحبان نے کھولا۔ بالفعل اکبر خاں و جواہر لال نے کام شروع کیا۔ ہیڈ ماسٹر ابھی نہیں آئے۔

۹ جولائی۔ آج میں نے ایک فہرست مرتب کی اور اس کو شائع کیا کہ روسائے قصبہ ہذا و ممبران میونسپل بروقت تشریف آوری کرنل پچر صاحب جو ۱۱ جولائی کو وارد سندیلہ ہوں گے کھولنے مدرسہ انگریزی میں شرکت کریں۔

۱۱ جولائی۔ آج بارہ بجے دن کی ریل میں کرنل پچر صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی و ڈاکٹر مکریڈی صاحب و برل صاحب کپتان پولیس واسطے کھولنے مدرسہ انگریزی سندیلہ کے رونق بخش سندیلہ ہوئے اور دیوان خانہ چودھری دھوکن میں تشریف لے جا کر جہاں بالفعل مدرسہ تجویز ہوا ہے مدرسہ کو کھولا۔ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سرون بڑا گاؤں نے اسپیچ پڑھی جس کے جواب میں صاحب ضلع نے اپنے ایڈرس میں وعدہ کیا کہ ہم اس مدرسہ کے واسطے سرکاری مدد بھی دیں گے اور میونسپل سندیلہ سے بھی بحالت گنجائش مدد کی تحریک کریں گے راقم و جملہ تعلقداران و روسا قصبہ ہذا موجود جلسہ افتتاح تھے۔

Marfat.com

١٩ر جولائی۔ میر علی حسن ساکن پہانی ہیڈ ماسٹر مدرسہ انگریزی سندیلہ مقرر ہو کر آئے اور چارج اپنے عہدہ کا لیا۔

١٢ر جولائی۔ آج کل بہ منصب سکریٹری مدرسہ انگریزی سندیلہ مجھے کچھ کام زیادہ بڑھ گیا ہے لیکن اس سے مجھے کچھ مجبوری نہیں ہے اور نہایت خوشی سے میں اس کام کو انجام دیتا ہوں جسکی علت غائی صرف رفاہ خلائق وحصول اعزاز ہے۔

١٢ر جولائی۔ آج بغرض ہموار کرنے دیوان خانہ چودھری دھوکن مرحوم (جس میں بالفعل مدرسہ انگریزی قائم ہوا ہے) ایک دروازہ پشت برلب سڑک توڑوا دیا تاکہ معلمین ومتعلمین کو احتباس ہوا سے تکلیف نہ ہو۔

ایک میت: یکم ستمبر ١٨٨٩ء۔ آج مسماۃ شفیق النساء دختر منشی سید عنایت حسین صاحب یعنی اہل خانہ سید الطاف رسول خلف منشی فضل حسین نے بعارضہ تپ دق بوقت ۵ بجے شام کے اس دنیا سے رحلت کی۔

عمر ١٧ سال تھی مرحومہ کے تا مرگ حواس خمسہ درست رہے اور باتیں کرتی رہیں اور کلمہ شہادت پڑھتی رہیں۔

٢٣ر اکتوبر ١٨٨٣ء کو بصرف مبلغ پندرہ ہزار روپیہ شادی ہوئی تھی لیکن بباعث نا اتفاقی مورثان فریقین ایک روز بھی آسائش نصیب نہ ہوئی ... دو باتیں مرحومہ کے انتقال میں جدید ہوئیں جو رواج سندیلہ کے خلاف تھیں۔

اول جب لاش مکان سے لے چلے تو بباعث خفیف ترشح ایک سائبان مختصر بغرض حفاظت لاش چار آدمی تانے لے چلے۔ دوسرے یہ کہ نماز جنازہ مسجد عمر ہرہ کے اندر ہوئی جس کی نسبت علما میں اختلاف ہے۔

مدرسہ انگریزی وحکیم ظہور الحسن: ١٩ر ستمبر ١٨٨٩ء۔ آج میونسپل کمیٹی ماہواری قرار پائی۔ بکثرت رائے مبلغ پندرہ روپے ماہوار واسطے امداد مدرسہ انگریزی کے تجویز ہوئے۔ حکیم ظہور الحسن نبیرہ میر کرم صفی، چوپار ٹولہ، سندیلہ از جانب میونسپل کمیٹی طبیب تجویز ہوئے اور دس روپے ماہوار ان کو کمیٹی میونسپل سندیلہ سے ملیں گے بشرطیکہ حکام بالا اس تجویز کو منظور کریں اور بائیس روپے ان کو چندہ سے ملیں گے جس کو رؤسائے سندیلہ نے منظور کیا ہے اور ایک روپیہ میں نے بھی اس مد میں دینا جائز رکھا۔ ظہور الحسن حکیم نوجوان خوش تشخیص ہیں اور علاج اچھا کرتے ہیں۔

اچھی طوائف: ١٦ر اکتوبر ١٨٨٩ء۔ مسماۃ اچھی طوائف کل بعد حج کعبہ سے داخل سندیلہ ہوئی۔ اس نے گناہوں سے توبہ کی اور اب اس کا قصد اپنے پیشہ کا نہیں ہے۔ عجب نہیں کسی سے عقد کر لیوے۔

ٹیکا چیچک: ٢٢ر اکتوبر ١٨٨٩ء۔ آج کمیٹی خاص میونسپل میں یہ طے ہوا کہ کام لگانے ٹیکا کا ہر ایک ممبر کو تفویض کیا جائے اور وے لوگ ہفتہ وار اپنے اہتمام خاص سے کام ٹیکا کا انجام کرا دیں جس کی بابت ہدایت خاص گورنمنٹ موصول ہوئی ہے چنانچہ میرے متعلق ہفتہ اول دسمبر ١٨٨٩ء کا مقرر ہوا ہے۔

مذبح: ٣٠ر اکتوبر ١٨٨٩ء۔ آج بہمراہی سید علی بہادر تحصیلدار سندیلہ دو گھنٹہ کامل گشت قصبہ ہذا کا کیا

Marfat.com

اور مقامات ذبیحہ کے تجویز کیے۔ آخرش متصل تالاب شراحوض' ایک موقع واسطے ذبیحہ کے قرار پایا۔ بعد تعمیر اس مکان میں گائے بیل وغیرہ ذبح ہوا کریں گے اور جو مقام 'تالاب شاہ دیوان عالم' تجویز ہوا ہے۔ اس میں بکری و بھیڑی وغیرہ ذبح ہوا کریں گی۔ یہ مکانات عنقریب میونسپل سے تعمیر کرائے جائیں گے۔

مرمت نہر: ۲۸ نومبر ۱۸۸۹ء آج کل مرمت نہر تالاب 'بچکوہرہ'، جونڈی 'بیتا' میں منتہی ہوئی ہے میرے اہتمام میں ہوتی ہے۔ ضامن علی سابق خدمت گار راقم بحیثیت میٹ سولہ نفر مزدوروں سے کام لیتا ہے۔ آج میں نے کام معائنہ کیا۔ آج چند جریب تیار ہوا ہے اور اچھا ہوا ہے۔ اب یقیناً زمان بارش میں پانی تالاب 'بچکوہرہ' و 'بھٹریلا' کا جو محلّہ مہتوانہ کے گرد پھیل جاتا تھا بلا تکلف 'بیتا' میں بہتا چلا جائے گا۔

قیمت گوشت: ۸ دسمبر ۱۸۸۹ء۔ آج میونسپل کمیٹی اکتوبر و نومبر سن الیہ کی ایک ساتھ ہوئی۔ ایک امر متعلقہ نامنظوری افزونی قیمت گوشت کے میری رائے کو غلبہ رہا اور منجملہ بارہ ممبران موجودہ کے دس کو مجھ سے اور ایک کو چودھری محمد عظیم سے اتفاق رائے ہوا۔ ان کی رائے تھی کہ قیمت گوشت کی دو آنے سے ڈھائی آنے سیر کر دی جائے۔ آخرش بہ کثرت رائے فیصلہ ہوا اور دو آنہ سیر قیمت قائم رہی۔

فضل حسین واحمد علی شوق: ۲۲ فروری ۱۸۹۰ء۔ غلط بیانی سے بروقت افشائے راز ہمیشہ ندامت ہوتی ہے لیکن کچھ لوگ اس کے ایسے عادی ہو رہے ہیں کہ باوصف زک پر زک اٹھانے کے باز نہیں رہتے۔ چنانچہ آج کل ایک مقدمہ مابین منشی فضل حسین تعلقہ دار و سید علی بہادر صاحب تحصیلدار سندیلہ کے زیر بحث ہے بدیں تفصیل کہ منشی صاحب نے ایک فٹن گاڑی لکھنؤ سے بقیمت نو سو پچاس روپے بذریعہ احمد علی شوق (جن کا اخبار موسومہ 'آزاد' لکھنؤ سے نکلتا ہے) خرید کرا کے سندیلہ منگائی اور خرچ اس کا درج روشن باقی تعلق ہوا۔ اور قبل آنے گاڑی کے منشی صاحب نے راجہ کنور بہادر صاحب تعلقدار خریداری گاڑی اور اس کی قیمت کا اظہار کیا اور محمد یحییٰ مختار عام نے بھی اس کی تصدیق میر الطاف حسین سپرنٹنڈنٹ آکٹرائی سے کی۔ جب سپرنٹنڈنٹ نے محصول طلب کیا تو منشی ساڑھے چار سو قیمت گاڑی قرار دے کر چودہ روپے ایک آنہ محصول بھیج دیا۔ چونکہ سپرنٹنڈنٹ کو اصل قیمت سے اطلاع تھی لہٰذا انھوں نے سید علی بہادر صاحب پریسیڈنٹ میونسپل کو اس صورت حال سے اطلاع دی جس پر تحصیلدار نے بعد استفسار از شوق (جو حسن اتفاق سے بہ تقریب شادی رفیع الزماں ہمراہ بارات آئے تھے) کل کیفیت درج کر کے منشی صاحب سے جواب طلب کیا ہے دیکھیے کہ کیا جواب دیتے ہیں۔

۲۴ فروری۔ جب منشی فضل حسین کو معلوم ہوا کہ احمد علی شوق مالک اخبار 'آزاد' لکھنؤ نے سید علی بہادر

Marfat.com

تحصیلدار سے تصدیق کی ہے کہ بگھی بذریعہ ان کے نوسو پچاس کو خرید ہوئی ہے تب تو منشی صاحب سخت پریشان ہوئے اور ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ مقدمہ بجرم اخفائے محصول قائم کیا جائے لہذا فوراً مبلغ تینتیس روپے بابت قیمت بگھی نوسو پچاس کے محصول بھیج دیا لیکن تحصیلدار صاحب نے اس وقت تک لینے سے انکار کیا جب تک منشی صاحب نے تحریری اقبال خرید گاڑی کا بہ قیمت نوسو پچاس روپے کے نہیں کیا۔ سچ ہے کہ جھوٹ بولنے کا ایسا ہی نتیجہ ہوتا ہے جیسا کہ منشی صاحب نے حاصل کیا ہے جس سے تمام سندیلہ میں مطعون ہو رہے ہیں۔

کالون انسٹی ٹیوٹ: ۱۰ مارچ ۱۸۹۰ء۔ آج ایک ٹکٹ شرکت جلسہ کالون انسٹی ٹیوٹ جس کی بنیاد بادشاہ باغ لکھنؤ میں ۱۱ مارچ ۱۸۹۰ء وقت ۵ بجے شام کے قائم ہوگی مرسلہ چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ موصول ہوا۔ چونکہ کل مقدمات چند فوجداری میری پیشی میں ہیں اس لیے تشکریہ کے ساتھ عذر عدم شرکت کا لکھ بھیجا۔[۱]

شادی میں فضول خرچی: ۱۹ مارچ ۱۸۹۰ء۔ چونکہ دختر مرزا محمد علی بیگ تعلقدار اورنگ آباد ضلع سیتاپور کی تقریب رخصتی بہت دھوم دھام سے قرار پائی ہے.... سنا گیا ہے کہ بہت بڑا مجمع ہوگا۔ کئی لاکھ روپے کا صرف جائز رکھا گیا ہے۔ ہمارے ہندوستانی بھائی ایسی ہی فضول خرچی سے مقروض و پریشان ہیں۔

قانون ٹیکا: ۲ اپریل ۱۸۹۰ء۔ آج شام کمیٹی میونسپل منعقد ہوئی۔ سید علی بہادر صاحب پریسیڈنٹ کمیٹی نے تجویز کیا کہ قانون ٹیکا قصبہ ہذا میں جاری کیا جاوے جس کی تائید بالاتفاق ہوئی اور اس بارے میں ایک روداد خاص بخدمت صاحب ضلع واسطے منظوری گورنمنٹ کے بھیجی گئی۔

مرزا محمد علی بیگ: ۱۵ جون ۱۸۹۰ء۔ مرزا محمد علی بیگ صاحب ولد آغا جان تعلقدار اورنگ آباد (ضلع سیتاپور) سے آج شام کو ملاقات ہوئی۔ بہت تپاک سے پیش آئے اور میرے بعض خیالات کو (جیسے بدمستی سے احتراز اور مظلوموں پر نگاہ کرم) اپنے سے مطابق پا کر بہت خوش ہوئے اور اگلے زمانے کا پورا خیال ان کے قلب پر حاوی ہے جب کہ میں اور وہ ۱۸۶۳ء میں مدرسہ سیتاپور میں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ بالفعل عشق اچھی جان بنت گوہر طوائف سندیلہ میں مرزا صاحب سخت مبتلا ہیں اور اس کو ایک عام باڑہ پختہ بصرف مبلغ چھ ہزار روپیہ سندیلہ میں تعمیر کرا دیا ہے

کثرت انبہ: ۲ جولائی ۱۸۹۰ء۔ آج کل آم کی بہت افراط ہے۔ ہر سڑک گلی میں اس کی خریداری ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ دو پیسہ سیکڑہ فروخت ہوتے ہیں۔ بمقابلہ پر سال کثرت ہے۔

---

[۱] کالون کالج کے نام سے یہ ادارہ اب بھی موجود ہے۔ ہاشمی۔

Marfat.com

نماز بقرعید: ۲۸ جولائی ۱۸۹۰ء۔ مولوی مقیم الدین صاحب ساکن ڈیرہ اسماعیل خان صاحب کی کوشش موفورہ سے آج نماز بقرعید عیدگاہ میں ہوئی۔ دو ہزار سے زائد آدمی شریک تھے۔ کل روساقصبہ بڈا چودھری محمد عظیم صاحب و حافظ شوکت علی صاحب و منشی فضل حسین صاحب وغیرہ باوصف ترشح بارش شریک جماعت ہوئے۔ ایسا مجمع شاید عہد شاہی میں ہوا ہو لیکن اس میں اس قدر روسا کا اجتماع محالات سے ہوگا۔ یہ نتیجہ محض مولوی صاحب کی محنت شاقہ کا ہے۔ مولوی صاحب ایک غریب الوطن شخص ہیں (جن) کا سر دست قیام سندیلہ بباعث تعلیم چودھری حسن جان متبنی چودھری محمد روف صاحب کے ہے۔ جہاں سے چالیس روپے ماہوار علاوہ کھانے کے مقرر ہے) مگر محض حمیت وجوش اسلام سے اس بار عظیم کو اپنے سر لیا جس کا بہ فضل خدا انجام بخیر ہوا۔ اس مجمع سے ایک شمع کا اسلام ظاہر ہوتی تھی۔ خدا ہم لوگوں کو ہدایت کرے کہ ہمیشہ نماز عیدین عیدگاہ میں ادا کریں جس کا چبوترہ چندے سے مرتب کر دیا گیا ہے۔

تین درخت: ۸ اگست ۱۸۹۰ء۔ بالفعل اندرون آبادی قصبہ سندیلہ تین درخت مصرحہ ذیل ایسے بلند ہیں جو قصبے سے تین تین کوس کے فاصلہ پر نمودار ہوتے ہیں اور ایسا بلند کوئی درخت کسی محلہ میں نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ ضرور اس زمانہ میں قابل یادگار ہیں۔ درخت کھجور منصوبہ نظام میاں واقع اشراف ٹولہ دو عدد، درخت املی بخانہ دیا نور باف مملوکہ میر شرف علی وغیرہ برواری محلہ ایک عدد۔

ایک کتاب خواں: ۸ اگست ۱۸۹۰ء میر ہادی کتاب خواں ساکن ملیح آباد نے قضا کی۔ عمر ۶۵ سال تھی۔ یہ شخص بروز چہار رات محرم ہر سال سندیلہ میں آجاتا تھا اور مقامات معروف میں کتاب خوانی مجلس عزا میں کرتا تھا اس سوز وگداز و خوش الحانی سے کتاب پڑھتا کہ حاضرین کو نہایت لطف ملتا تھا اور مقامات غم میں سخت رقت ہوتی تھی۔ اکثر حضرات محض بغرض سماعت کتاب شریک مجلس عزا ہوتے تھے۔ اب ان کے انتقال سے لطف کتاب خوانی جاتا رہا اور محرم سندیلہ کا نصف رہ گیا۔ سنا گیا کہ یہ واقعہ کل بمقام ملیح آباد ہوا۔

ظہور لکھنوی: ۳۱ اگست ۱۸۹۰ء۔ آج گیارہ بجے دن کے منشی ظہور الحسن شاعر ساکن لکھنؤ بعارضہ تپ در مکان منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار بعمر ۴۵ سال فوت ہوئے۔ متوفی اگرچہ قوم کے باورچی تھے لیکن خواندہ فارسی تھے۔ شاعری میں تحقیقات اچھی تھی۔ منشی مظفر علی اسیر لکھنؤ کے شاگرد رشید تھے۔ مزاج میں از بس انکساری تھی لیکن ظاہر وہی ان کی باعث فروغ ہوئی۔ ظہور تخلص تھا۔ منشی فضل حسین تعلقہ دار انھیں کے باعث شاعر مشہور ہوئے۔ دو دیوان اپنی فکر رسا سے ان کے نام سے لکھ دیے ورنہ بذاتہ تعلقہ دار صاحب کو ایک مصرعہ موزوں کرنے کی لیاقت نہ تھی۔ چونکہ شاعر متوفی کو تمنا تھی کہ سندیلہ کے قبرستان امرہرہ میں دفن ہوں پس جب زائد علیل ہوئے تو لکھنؤ سے سندیلہ چلے

Marfat.com

آئے۔ منشی فضل حسین بچلدوے شعر گوئی پندرہ روپے ماہوار متوفی کو دیتے تھے۔ میں اس امر کو بھی فروگذاشت نہیں کرنا چاہتا کہ متوفی کی عقل صائب اور تجربہ کار شخص تھے اور اپنی منکسر مزاجی سے ہر ایک کو راضی رکھا۔

__لاڈو طوائف__: ۱۶ر نومبر ۱۸۹۰ء۔ آج مسماۃ لاڈو طوائف دختر نمولا طوائف جس نے ایک مسجد بازار بزازہ امانی گنج میں تعمیر کی ہے میری عیادت کو آئی۔ اس کا عہد شاہی میں بہت بڑا دور دورہ تھا۔ بوجہ مصاحبت نواب علی نقی خاں وزیر اعظم گل چکلہ دار اس کے مطیع تھے۔ یہ ایک نقل مشہور ہے کہ اس نے اپنی تقریب مسّی میں ... سے گھوئیاں چھلوائی تھیں۔ اب بھی وہ خوش حال ہے۔ اس کے پاس ایک موضع موسومہ 'لاڈو کھیڑا' ضلع اناؤ میں معافی ہے جس کی نکاسی حال ۵۰۰ روپیہ سالانہ سے کم نہیں ہے۔

__وفات منشی فہیم الزماں__: ۷ر دسمبر ۱۸۹۰ء۔ کل ۱۱½ بجے رات کو منشی فہیم الزماں صاحب خلف شیخ ممتاز الزماں صاحب نواسہ دیوان محمد علی صاحب مرحوم نے بعوارض مختلف بہ عمر ۶۴ سال قضا کی۔ مرحوم نے پرسوں بدرستی وحواس جب میں ان کی ملاقات کو گیا تھا اپنے خلف اکبر شیخ بشیر الزماں سے کہا کہ میرا قیام بمقام سندیلہ بباعث مولوی مظہر علی (راقم) کے ہوا۔ تم کو چاہیے کہ ہمیشہ ان سے صلاح لیتے رہو اور ان کے افعال کی تقلید کرو کہ جو باعث تمہاری بہبودی کا ہوگا۔ میں واقعی لکھتا ہوں کہ مرحوم نہایت خوش تقریر تو ار سخن داں، حافظ قوی کے آدمی تھے۔ علوم متعارفہ میں واقفیت تام تھی۔ خوش نیت' خوش خوراک خوش پوشاک تھے۔ دنیاوی جھگڑوں سے بباعث لائق کارندوں کے بے فکر تھے۔ راقم کے نہایت درجہ خیر طلب اور بہ وفور محبت دعائے خیر سے یاد کرتے تھے۔ اکثر عمدہ عمدہ کھانے رکابدار لکھنؤ سے پکواتے' خود کھاتے اور اپنے احباب کو کھلواتے تھے۔ سندیلہ میں اُن کے مقابل دوسرا خوش خوراک کم دیکھا گیا۔ اولاد کی طرف سے بھی خوش نصیب تھے کہ دو فرزند سعادت مند بشیر الزماں و نعیم الزماں اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں جن کے فرائض سے سبکدوش ہو چکے تھے۔ آج ایک بجے دن کے اپنی مادر مرحومہ کے پہلو احاطہ زیر مجلس ایں مدفون ہوئے۔ ان کی مفارقت دائمی کا مجھے صدمہ سخت ہوا۔ پانچ سو بخش کھانے کے جس میں قورمہ قلیہ اور پلاؤ شامل تھا بہ رسم تعزیت میں نے بھیجے ... ایک روز قبل از انتقال جناب مرحوم نے بشیر الزماں کو بلا کر وصیت کی کہ تم دونوں بھائی میری کل جائداد کے بلا تفریق مالک ہو میرے بعد کوئی فساد نہ ہونا چاہیے۔

__چودھری نعمت علی__: ۶ر دسمبر ۱۸۹۰ء۔ آج چودھری نعمت علی صاحب سابق اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ۔ حال اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع بریلی میری ملاقات کو تشریف لائے اور گھنٹہ بھر سے زائد قیام کر کے نہایت لطف وتپاک سے باتیں کرتے رہے۔ یہ خاندان چودھری حشمت علی صاحب مرحوم میں لائق و خوش فکر

Marfat.com

آدمی ہیں اور انھوں نے اپنے ہم چشموں میں کامل ترقی واعزاز حاصل کیا۔

فضل حسین: ۲۶ر جنوری ۱۸۹۱ء۔ آج منشی سید فضل حسین صاحب نے اپنے شیشہ آلات سے میری کوٹھی کو بعنوان شائستہ آراستہ کرادیا کہ تقریب مانجہ نور چشم مجتبیٰ علی اسی مکان میں ہوگی اور ایک لیمپ جو آندھی سے بھی گل نہیں ہوسکتا اور ایک فلٹر سنگ جس سے بہ آسانی پانی صاف ہوجاتا ہے بہ اصرار مجھے دیا اور تہ دل سے اپنی محبت کا میری جانب اظہار کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ضرور صاف دل آدمی ہیں لیکن افسوس کہ بباعث قلت جوہر عقل ان کے مصاحبوں کا ان کے قلب پر بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ اگر صحبت نیک ہوتی تو ان کے مقابل دوسرا آدمی سندیلہ میں نہ ہوتا۔

فوج گورا پلٹن: ۱۳ر فروری ۱۸۹۱ء۔ کل ایک فوج گورا بہ تعداد ۲۰۰۰ بہ قصد جانے گنگا پار کے لکھنؤ سے وارد سندیلہ ہوئی۔ سید علی بہادر صاحب تحصیلدار (ساکن بلگرام) کی کوشش سے انتظام رسد نہایت عمدہ تھا۔ گوروں نے بلا کسی جبر و تعدّی کے اشیائے ضروری خریدیں اور قیمت کامل ادا کی۔

میلہ دھنک جگ: ۱۸ر مارچ ۱۸۹۱ء۔ معلوم ہوا کہ میلہ دھنک جگ حسب اشارہ کرنل ہارس فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی و کوشش مالا لیطاق مولوی سید علی بہادر صاحب تحصیلدار سندیلہ میدان 'شیرہ حوض' (سندیلہ) میں بڑی دھوم دھام سے ہوا جو تاریخ یکم مارچ سے تاریخ امروزہ تک قائم رہا۔ سوائے روسائے قصبہ جات کے بہت سے لوگ شریک ہوئے اور بہ توجہ تحصیلدار تاجروں کی بکری بھی ہوئی۔ ہاتھی، گھوڑے اونٹ بیل بھی بکثرت آئے۔ سنا گیا ہے کہ بیل کی بکری زائد ہوئی۔

عقد مرزا محمد علی بیگ: ۲۵ر مارچ ۱۸۹۱ء۔ تحریر لالہ دیا شنکر سندیلہ سے معلوم ہوا کہ بروز واقعہ ۲۳ر مارچ ۱۸۹۱ء روز دوشنبہ بوقت ۱۱ بجے دن کے بمقام سندیلہ عقد مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دار اورنگ آباد (ضلع سیتاپور) خلف آغا جان صاحب، مسماۃ اچھی بنت گوہر طوائف اشراف ٹولہ سندیلہ سے ہوا اور پانچ ہزار مہر قرار پایا۔ مرزا صاحب بہت روز سے اس کی تمنا رکھتے تھے اور اسی امید پر علاوہ تیاری زیورات قیمتی سات ہزار خرچ کرکے اس کا امام باڑہ پختہ تعمیر کرادیا جیسا کہ اس محلہ میں دوسرا نہیں ہے۔

قافلہ برائے حج: ۱۴ر مئی ۱۸۹۱ء۔ آج ایک قافلہ قصبہ ہذا کے محلہ اشراف ٹولہ سے بغرض طواف کعبہ و زیارت مدینہ منورہ نو بجے صبح کی ریل میں روانہ بمبئی ہوا جس میں اکثر میرے اعزا و بزرگ شامل ہیں جن کے اسمائے گرامی درج ذیل کیے جاتے ہیں (۱۳ نام مردوں اور عورتوں کے درج ہیں جو یہاں حذف کیے گئے۔ ہاشمی) مشتاق احمد کو منشی فضل حسین صاحب نے اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے خرچ دے کر روانہ کیا ہے باقی لوگ اپنے صرف یا باستعانت

Marfat.com

دوسروں کے جاتے ہیں۔ مساۃ فاطمہ (اہل خانہ حافظ اکرم احمد صاحب مرحوم) کو زیارت مدینہ منورہ کے لیے عزم حاصل ہے۔ میں نے بروقت روانگی مبلغ پانچ روپے ان کے نذر کیے۔ خدا سب کی تمنائیں پوری کرے اور بخیر و عافیت معاودت وطن کرے۔ منشی سید فضل حسین صاحب نے اپنے چچا منشی سید شمس الدین احمد صاحب کو مبلغ ایک ہزار پانچ صد روپیہ بغرض سفر بیت اللہ قرضاً دیا جس کی ادائی باقساط ہوگی۔

چودھری نصرت علی: ۱۸ رمئی ۱۸۹۱ء۔ واقع ۱۶ رمئی سن حال کو چودھری نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ واکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع بریلی نے اپنی ملازمت چار سو روپے ماہوار سے مستعفی ہوکر پھر اپنی نوکری سابقہ اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ کو واپس آگئے۔ اگرچہ اس عہدہ کی تنخواہ تین سو روپے ماہوار ہے لیکن اختیارات کو وسعت، اپنی ذات کو آزادی اور ہر طرح سے صورت انتفاع پیدا ہے اور زیادہ تر فائدہ کی بات یہ ہے کہ جب چاہا سندیلہ چلے آئے اور اپنے ذاتی معاملات ریاست کی پورے اطمینان کے ساتھ نگرانی کرلی اور عجب نہیں کہ بباعث عنایت افسران انجمن یہاں بھی کچھ اضافہ تنخواہ کا ہو جاوے۔ آدمی خوش نصیب ہیں۔

راجہ درگا پرشاد: ۱۱ رجولائی ۱۸۹۱ء۔ کل شب کو راجہ درگا پرشاد صاحب نے بڑا جشن واگزاری علاقہ کا کیا جس کو قرض نے کر کورٹ (آف وارڈس) سے چھڑایا ہے۔ بہت سے لوگ اہلکاران ہردوئی سے شریک ہوئے تھے اور علی جان کشمیری اور ایک طائفہ زنانہ علاوہ سندیلہ کے لکھنؤ سے آیا تھا تمام رات بڑی مسرت کا جلسہ رہا۔ چونکہ راجہ صاحب میرے دوست ہیں لہٰذا خدا سے دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو ہدایت کرے کہ ایسی فضولیات سے وہ اپنے کو بچاویں تاکہ علاقہ قائم رہے ورنہ سوا لاکھ روپے کی قرض داری جس کا سود دس آنے فی صدی ہے علاقہ کو اپنے خاندان میں قائم نہیں رکھ سکتے۔ یہ بحث عقلی دلیل سے کی گئی ہے اگر کوئی غیبی تائید ہو جاوے تو اس کا علم نہیں۔

مستی نظیر جان: ۲۵ رجولائی ۱۸۹۱ء۔ کل سے بہ تقریب مستی مساۃ نظیر جان طوائف بڑی دھوم دھام ہوئی ہے۔ کل شام کو پانچ ریل گاڑیوں میں وہ نامور مردانہ و زنانہ طائفے لکھنؤ سے آئے جو بلا اخذ اجرت معقول شہر سے نقل و حرکت نہیں کرتے ہیں لیکن مساۃ مذکور کے ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے بلا لینے کسی اُجرت کے شریک جلسہ ہوئے بلکہ ایک جانب ریل کا کرایہ اپنی جیب خاص سے ادا کیا۔ مسمیان بنیادین و کالا کشمیری جو آج کل لکھنؤ میں گانے و بجانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے و مساۃ نذیر جان چودھری طوائفان لکھنؤ و مساۃ بگن و جدّن جو اپنی خود آپ ہی نظیر ہیں شریک جلسہ ہوئیں اور بڑے بڑے نامی قوال و ستاریے وغیرہ نے بھی شرکت جلسہ مذکورہ کے کی۔ مساۃ نظیر جان سندیلہ نے بڑی عالی حوصلگی کے ساتھ اس جلسہ کو انجام دیا اور آج صبح سے تمام دن رات اور کل صبح تک قیام جلسہ رہے گا۔

Marfat.com

میرے خیال میں شاید کبھی ایسی تقریب اس دھوم دھام سے قصبہ ہذا میں ہوئی ہو اور ایسے لوگ جو اپنے فن میں معروف و کامل ہیں شریک ہوئے ہوں۔ مسماۃ نظیر جان سندیلہ نے کھانا بھی اعلیٰ درجہ کا پخت کرا کے تمامی مہمانوں کو کھلایا اور روسائے قصبہ ہذا کو تقسیم کیا۔ آج کے دن بڑی دھوم دھام ہو رہی ہے جو قابل دید ہے اور یہ جلسہ مرزا محمد علی بیگ صاحب تعلقدار اورنگ آباد کے گنج میں جو متصل ریلوے اسٹیشن ہے قرار پایا۔ اکثر روسا سندیلہ شریک جلسہ ہوئے۔

۲۶ جولائی۔ آج جلسہ رقص مسی نظیر جان طوائف سندیلہ کا ختم ہوا۔ شب کو جلوس کے ساتھ بہ کمال تزک و احتشام بارات نکلی تھی۔ آرائش گٹی اور آتش بازی چھٹی اور شام کی ریل میں مہمان رخصت ہو کر روانہ لکھنؤ ہوئے۔ جس قدر طائفے مردانہ و زنانہ لکھنؤ سے آئے تھے انھوں نے کسی قسم کی تکلیف نظیر جان سندیلہ کو نہیں دی۔ مجھے مسن لوگ کہتے ہیں کہ ایسی مسی عہد شاہی سے اس وقت تک کسی طوائف کی ایسی دھوم دھام سے نہیں ہوئی۔

کثرت بارش: ۱۶ اگست ۱۸۹۱ء ۱۰ محرم ۱۳۰۹ھ - ۲۶ ساون ۱۲۹۸ فصلی۔ شب گزشتہ کو ۱۲ بجے رات سے بشدت بارش ہوئی اور تمام دن اسی حالت سے ہوتی رہی۔ یا تو امساک باراں کی شکایت تھی یا اس کا نزول اس افراط سے ہوا کہ لوگ گھبرا گئے اور کمتر مکانات پختہ ایسے ہوں گے جو ٹپکنے محفوظ رہے ہوں۔ کچے مکانوں کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ بہت سے سرنگوں بھی ہو گئے۔ اکثروں کی دیواریں گر گئیں۔ بعضوں کی چھتیں ..... اس شدت کی بارش کسی سال شاید ہی ہوئی ہو کہ جملہ تالاب گرد و نواح قصبہ الٹے بہہ رہے ہیں۔ اگر نہر 'بردنی ذکربلا' نہ نکلی ہوتی تو نصف قصبہ ڈوب جاتا۔ پیمائش آلہ بارش سے واضح ہوا کہ کل ۸ بجے دن سے ۶ بجے شام تک ایک انچہ و ۲۹ خط اور کل ۷ بجے شام سے آج ۸ بجے صبح تک ۶ انچہ ۵۲ خط اور ۸ بجے سے ۵ بجے شام تک ۴ انچہ ۱۶ خط۔ جملہ ۱۱ انچہ ۷۵ خط بارش ہوئی۔ ضلع ہذا میں ۳۳ انچہ اوسط بارش کا ہے اور یہ بارش بہ لحاظ اوسط سالانہ ۱۱ انچہ یعنی ایک ثلث ۲۴ گھنٹے میں ہوئی۔ دیکھا چاہیے کہ مہینہ بھادوں کیسا اپنا اثر دکھلاتا ہے۔ ہمارے اشراف ٹولہ کے تعزیہ داروں کو شاباشی دینا چاہیے کہ ایسی بارش و ہوا میں وہ اپنے تعزیوں کو مرثیہ پڑھتے ہوئے اسی طریقہ سے کربلا لے گئے جیسے ہمیشہ لے جاتے تھے۔ تعزیوں کا صرف ٹھاٹھ تو رہ گیا تھا اور ابرک و کاغذ کا کوئی نشان نہ تھا جو وقت معمول ساڑھے پانچ بجے "کربلا میراں معز الدین" قدس اللہ سرہٗ العزیز میں دفن ہوئے۔ امسال پورے طور سے شمار تعزیوں میں بارش مانع ہوئی اس وجہ سے صحیح تعداد ان کی میں نہیں لکھ سکتا۔

حج کے مسافر: ۲۰ اگست ۱۸۹۱ء۔ آج رات کی ریل میں مسماۃ فاطمۃ النساء و مسماۃ عزیزا (اہل خانہ و دختر حافظ کرم احمد صاحب مرحوم) بعد حج کعبۃ اللہ براہ 'ساگر' وارد سندیلہ ہوئیں۔ موصوفین ۵ شوال ۱۳۰۸ھ کو ہمراہ

Marfat.com

قافلہ اشراف ٹولہ سندیلہ سے روانہ ہوئی تھیں۔ چونکہ خرچ کافی نہ تھا اور ان کے بھتیجے حافظ نذیر الدین وکیل ساگر نے کچھ استمداد ان کی نہیں کی تھی اس وجہ سے مدینہ منورہ نہ جا سکیں جس کی ان کو بے حد تمنا تھی۔

۲۵ ستمبر۔ آج منشی شمس الدین صاحب مع اہلِ خانہ و اعزہ و قافلہ اشراف ٹولہ کے (جس کی صراحت ۵ شوال ۱۳۰۸ھ کو درج روزنامچہ ہٰذا ہو چکی ہے) حج کعبۃ اللہ سے وارد سندیلہ ہوئے۔ سوائے مسماۃ نکھو اہلیہ منشی عزیز الدین صاحب مرحوم کہ ان کا انتقال بعد حج و طواف کعبہ مکہ معظمہ میں ہو گیا تھا منشی صاحب بباعث علالت خود مدینہ منورہ نہ جا سکے۔

<u>تعزیے پر جھگڑا</u> ۲۵ ستمبر ۱۸۹۱ء۔ آج تعزیہ میر قاسم علی سوداگر ملکانہ کا اٹھا اور گشت کرتے ہوئے جب مدرسہ مولوی حیدر علی صاحب مرحوم کے آگے پہنچا تو کسی ہندو نے سنکھ بجایا جس سے تعزیے رکھ دیے گئے اور ایک کیفیت بلوہ کی پیدا ہو گئی۔ مسلمانوں نے فوراً تار ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع ہردوئی کو دیا کہ سنکھ کے بجنے کی باعث رانی صاحبہ اہلیہ کنور وزیر چند صاحب تعلقہ دار 'سرَدن بڑا گاؤں' کی ہیں کہ انھوں نے پرسوں بھی جب تعزیہ وزیر ولد شہابو کمانگر و دیگر شرکائے چندہ اشراف ٹولہ کا 'گدڑی' میں پہنچا تھا تو رانی صاحبہ نے اس وقت اپنی کوٹھی پر سے سنکھ و گھنٹہ بجوایا تھا۔ اگرچہ شام کو تحصیلدار و تھانہ دار سندیلہ نے مسلمانوں کو سمجھا بجھا کر مسلمانوں کے تعزیے ان کے مکانوں پر واپس کرا دیے لیکن ان کی رائے ہے کہ جب تک صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر موقع پر تشریف لا کر بعد تحقیقات تدارک مناسب نہ کریں گے اس وقت تک ہم تعزیوں کو دفن نہ کریں گے۔ اس مرتبہ مابین اہلِ اسلام و ہنود ایک نزاع جدید پیدا ہوئی ورنہ اب تک کبھی ایسا واقعہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس جھگڑے میں ملکانہ و منڈوئی و بعض اصحاب ہتوانہ کے علی الخصوص اہلِ تشیع شریک ہیں۔

<u>بارش کی کثرت</u>: ۲۷ ستمبر ۱۸۹۱ء۔ تین دن سے برابر بارش ہو رہی ہے اور ہر وقت ابر و باد محیط آسماں رہتا ہے۔ آج کل کی راتیں کیفیت ساون بھادوں کی دکھلا رہی ہیں۔ مہینہ کنوار میں میں نے ایسی کیفیت اپنے ہوش میں کبھی نہیں دیکھی۔ خلق زیادتی بارش سے عاجز ہے۔ نقشہ ذیل سے کیفیت زیادتی بارش جس کا اندراج گزٹ انگریزی سرکاری الہ آباد مطبوعہ ۲۶ ستمبر سن الیہ میں ہوا ہے ضلع ہردوئی کی ہر ایک تحصیل کی واضح ہو سکتی ہے۔

نام تحصیل	اوسط بارش سالانہ	یکم جون تا ۲۰ ستمبر	بیشی
ہردوئی	۳۴ر۷۰	۴۴ر۲۲	۹ر۹۲
شاہ آباد	۳۶ر۴۷	۴۶ر۵۰	۱۰ر۵۳
سندیلہ	۳۳ر۷۹	۳۸ر۲۱	۴ر۵۲
بلگرام	۳۶ر۹۷	۴۴ر۴۴	۷ر۷۷

<u>مولوی خلیل الدین</u>: ۸ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ آج برخوردار مولوی خلیل الدین ولد شیخ امین الدین حقانی

Marfat.com

(عرف ہنگامیاں) جو میرے حقیقی بھانجے ہیں بعد سیاحت بغداد، کاظمین، نجف اشرف و کربلائے معلیٰ وغیرہ براہ بندر کراچی، لاہور، امرتسر وغیرہ ہوتے ہوئے صبح کی ریل سے وارد سندیلہ ہوئے۔ عزیز موصوف نے ۲۷ سال کی عمر میں کلام شریف حفظ کیا، عالم ہوئے، فن طبابت میں دستگاہ کامل حاصل کی اور زیارت کعبہ سے مشرف ہوئے۔ اس لیاقت کا آدمی اب قصبہ ہذا میں کوئی نہیں ہے۔ بالفعل موصوف ریاست جھالرواڑ میں بمشاہرہ مبلغ بلیس روپے ماہوار سررشتہ دار جنگی ہیں لیکن افسوس کہ علم مروجہ زمانہ حال انگریزی قانون سے ناواقف ہیں جو باعث فلاح وبہبودی امور دنیوی متصور ہے۔

<u>ہیضہ</u>: ۱۲ نومبر ۱۸۹۱ء۔ اگرچہ سردی پڑنے لگی ہے لیکن ہنوز آب وہوا قصبہ ہذا کی خراب حالت میں ہے۔ آج بھی دو آدمی بلا کے درماں میں ضائع ہوئے بلکہ جہاں تک اخباروں میں دیکھا جاتا ہے تو عموماً کل ہندوستان میں اسی بیماری ہیضہ کی ازحد شکایت ہے۔ شہر لکھنو بہت پرخطر ہو رہا ہے۔

<u>درخت پیپل</u>: ۲۳ نومبر ۱۸۹۱ء۔ آج شام کو کرنیل کوٹن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی نے شاخ ہائے پیپل بلکہ نصف درخت متنازعہ (جس کی وجہ سے تعزیہ ہائے سوداگران ملکانہ جو چہلم کو دفن ہوتے تھے ہنوز بدستور ان کے گھروں پر رکھے ہیں اور وے لوگ رجوع نالش پر آمادہ ہیں) کٹوا ڈالا۔ یہ پیپل متصل مکان شیخ نثار علی مہتو انہر لب چاہ پختہ واقع ہے اور اس کی شاخیں سڑک پختہ کو گھیرے ہوئے تھیں۔

<u>نئے و پرانے تحصیلدار</u>: ۲۹ نومبر ۱۸۹۱ء۔ آج بابو نوروز علی (نئے تحصیلدار سندیلہ، سابق ہیڈ کلرک ضلع پرتاب گڑھ) میری ملاقات کو تشریف لائے اور تادیر میرے مکان پر نشست رکھی۔ ... میں نے بوقت شب ان کی دعوت کی اور ہر قسم کا کھانا پکوا کر کھلایا۔ بظاہر آدمی صاف گو سچے و مستعد معلوم ہوتے ہیں۔

آج ڈھائی بجے ریل میں سید علی بہادر صاحب سابق تحصیلدار اپنے وطن بلگرام کو تشریف لے گئے جہاں سے اپنی ملاقات جدید منیجری علاقہ جات کورٹ آف وارڈس، سیتاپور کو جائیں گے۔ بروقت روانگی اسٹیشن پر مجمع زائد تھا۔ سید صاحب آدمی مدبر، تیز مزاج و صاحب جرأت تھے۔ قلم پر بہت زور تھا اور حکام کو فوراً راضی کر لیتے تھے اور وہی باعث ان کی اس قدر جلد ترقی کا ہوا۔ اگرچہ خاص خاص لوگ قصبہ کے ان سے رضامند تھے لیکن عوام کچھ شاکی تھے۔ میرے حال پر ان کی عنایت خاص تھی۔ ان کے عہد میں میونسپل سندیلہ کو بہت رونق ہوئی۔ متعدد سڑکیں جدید پختہ تیار ہوئیں۔ بم پولس پختہ بنے۔ لالٹینیں روشنی کی بڑھیں۔ مدرسہ انگریزی چندہ سے مقرر ہوا۔ حکیم ظہور الحسن بصرف میونسپل و نیز چندہ سے مقرر ہوئے۔ نہر بیرونی کربلا کھودی گئی جس سے قصبہ کو بڑا فائدہ ہوا ورنہ امسال کی

Marfat.com

بارش میں زیادہ حصہ اس کا غرق ہو جاتا۔ غرض کہ بہت سے کام رفاہ عام کے اُن کے عہد میں ہوئے۔ انھوں نے دماغ ایسا عالی پایا ہے کہ جو تجویز کرتے تھے وہ مقبول حکام وقت ہوتے تھے۔

ایک ڈپٹی کمشنر: ۲۵ر دسمبر ۱۸۹۱ء۔ آج کل بہ تقریب یوم کلاں (کرسمس۔ بڑا دن۔ ہاشمی) ہمارے کرنل کوتن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی مقیم موضع 'بروا' ہیں جہاں سب سامان عیش مساۃ دلیل کنور ٹھکرائن 'بروا' زوجہ چندر کا پرشاد تعلقدار نے مہیا کیا ہے۔ 'کچھونہ' سے 'بروا' تک ایک سڑک مرتب ہوئی۔ تعلقداروں کی بگھیاں وغیرہ ہر دو جانب سے واسطے لانے و لے جانے احباب صاحب ضلع کے تیار رہتی ہیں۔ سامانِ روشنی کافی ہوا تعلقہ دار رؤسا' حکام و اہل کار ضلع حسب حیثیت خود ہا عمدہ عمدہ ڈالیاں پیش کر رہے ہیں اور صاحب ممدوح معہ اپنے دیگر یوروپین احباب کے نہایت مسرت کے ساتھ جشن میں مصروف ہیں۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے ایسا یوروپین حاکم عیش دوست کامل و طامع اس ضلع میں کبھی نہیں آیا ہے جس سے کل رعایا بباعث عدم دستیابی قیمت کاملہ سخت پریشان ہیں اور نگاہ حیرت سے دیکھ رہے ہیں کہ ایسے لوگ یورپ میں بھی ہوتے ہیں جن کے افعال ظاہری قابل نفرت ہیں۔ سچ یہ ہے کہ جب سے ضلع قائم ہوا ہے ایسا صاحب ضلع کبھی نہیں آیا۔

۲۶ر دسمبر۔ بحکم کرنل کوتن صاحب ڈپٹی کمشنر کل شکاری بٹیروں کے قصبہ ہذا سے موضع 'بروا' کو طلب ہو گئے تاکہ شکار کھیل کر ممدوح الیہ کو تازہ بٹیریں پہنچا دیں اور دام قیمت صفر۔ جو تعلقہ دار بہ جشن یوم کلاں اعلیٰ درجہ کی ڈالی خود لے جا کر پیش کرتے ہیں تو قبول ہوتی ہے ورنہ واپس۔ چنانچہ راجہ درگا پرشاد صاحب و کنور نرند رہادر صاحب تعلقداران کی ڈالیاں اسی وجہ سے نامقبول ہوئیں کہ وہ خود نہ گئے تھے۔ لہٰذا بفور سماعت اس حال کے موصوف الیہم افتاں و خیزاں آج 'بروا' تشریف لے گئے' اور ڈالیاں پیش کر کے شام کو واپس آئے کہ مقدم خوشنودی حاکم ہے۔ دیکھا چاہیے کہ یہ ظالم حاکم کب تک ضلع میں رونق بخش رہیں گے۔

مردم شماری ضلع: ۴ر فروری ۱۸۹۲ء۔ جو مردم شماری ۱۸۹۱ء کو تمامی ممالک محروسہ عملداری انگریزی کی ہوئی تھی تو اس کی رو سے ضلع ہردوئی میں جہاں کا میں باشندہ ہوں حسب ذیل مرد و زن شمار میں آئے۔

نام مقام	مرد	زن	میزان
میونسپل ہردوئی	۶۷۳۳	۴۴۱۹	۱۱۱۵۲
تحصیل ہردوئی	۱۵۸۸۳۱	۱۳۶۰۸۸	۲۹۴۹۱۹
میونسپل سندیلہ	۸۴۷۸	۸۳۲۵	۱۶۸۰۳
تحصیل سندیلہ	۱۳۸۳۳۰	۱۲۲۲۰۶	۲۶۰۵۳۶

نام مقام	مرد	زن	میزان
تحصیل بلگرام	۱۴۵۸۸۶	۱۲۶۲۱۹	۲۷۲۱۰۵
میونسپل سانڈی تحصیل بلگرام	۴۹۱۴	۴۷۲۵	۹۶۳۹
میونسپل شاہ آباد	۱۰۲۹۲	۹۸۶۱	۲۰۱۵۳
میونسپل پہانی تحصیل شاہ آباد	۴۰۶۶	۳۹۲۸	۷۹۹۴
میزان کل ضلع ہردوئی	۵۹۹۴۸۵	۵۱۲۷۰۹	۱۱۱۲۱۹۴

Marfat.com

رام لیلا : ۲۱ر فروری ۱۸۹۲ء۔ آج ۴ بجے شام کو بہ سواری بگھی معہ عزیزی بشیر الزماں بغرض معائنہ میلا رام لیلا کے گیا۔ جماؤ اچھا ہے۔ کچھ دوکاندار بیرونجات کے بھی آئے ہیں۔ بیل گائے کی کثرت ہے۔ پانچ چھ ہاتھی اور بہت سے گھوڑے سوداگری کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ بیلوں کی بکری زیادہ ہو رہی ہے۔ اس میلہ کا نام رام لیلا اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہاں کے ہنود بمقابلہ اہل اسلام زیادہ متمول ہیں جن سے حسب حیثیت چندہ کافی وصول ہو کر امور انتظامیہ میلا میں صرف ہوتا ہے اور دراصل غایت مدد سرکاری یہ ہے کہ چشمہ تجارت قصبہ ہذا میں جاری ہو اور ہر چیز بہ آسانی و بکفایت مل سکے جس سے فروغ و رونق قصبہ متصور ہے۔

۲۴ر فروری۔ امسال میلہ رام لیلا میں اکثر مسلمان بھی جاتے ہیں۔ آج چودھری محمد عظیم صاحب رئیس اعظم سندیلہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ اب کے سال چنداں رکاوٹ مسلمانوں کو نہیں ہے ورنہ پر سال مولوی ہدایت رسول وغیرہ واعظوں نے بہت جھگڑے پیدا کر دیے تھے۔ یہ زمانہ نازک ہے انسان کو چاہیے کہ حالت وقت کی دیکھ کر کام کرے۔

تحصیلدار سندیلہ : ۲۰ر مارچ ۱۸۹۲ء۔ افسوس کہ بابو نور وز علی تحصیلدار سندیلہ عیش دوست ثابت ہوئے جن کو مسماۃ مقصود طوائف بازار سندیلہ سے تعشق پیدا ہو گیا ہے۔ اب میں یقین نہیں کر سکتا کہ ان کی داب حکومت پورے طور سے قائم رہے جب کہ رؤسائے قصبہ سے بھی میل نہیں ہے۔

۲۹ر مارچ۔ بابو نوروز علی صاحب تحصیلدار سندیلہ کی مخالفت اہل قصبہ سے روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ تحصیلدار صاحب علانیہ طور پر لوگوں کو برا بھلا کہا کرتے ہیں اور بدنامی سے نام پیدا کرنے کو مستعد ہیں۔ طریق عمل ظاہری ضرور مقتضی اس کا ہے کہ شاید سندیلہ ان کو جلد چھوڑنا پڑے۔ یہ امر بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ شریف القوم نہیں ہیں . . . . . .

۱۳ر اپریل۔ میں نے اس قسم کا آدمی چھوٹے قد کا نہیں دیکھا کہ وہ اپنے راز کو (یعنی کہ وہ لے پالک ہیں) علانیہ افشا کرے۔ یہ حضرت ایسے عقل مند ہیں کہ ہر وقت سر دربار ہر ایک کو برا بھلا کہا کرتے ہیں حتیٰ کہ چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار سندیلہ کی نسبت کوئی دقیقہ برائی کا اٹھا نہیں رہتا۔ بالمرہ صدہا صلواتیں سناتے ہیں . . . .
یہ سچ ہے کہ غلام لے پالک کسی کا دوست نہیں ہوتا اور نہ اس سے کوئی امید ہو سکتی ہے اور لطف یہ ہے کہ باوجود حکومت سخت حضرت تماش بینی کے بھی شائق ہیں۔ مسماۃ مقصود طوائف بازار والی بوقت شب ہم بستر رہتی ہے۔

وفات مولوی سرفراز علی : ۸ر مئی ۱۸۹۲ء۔ آج ۲ بجے شام کو مولوی سرفراز علی ملکانہ اپنے فرزند علی اصغر کی بارات شرعی دروازہ حافظ محمد اسحاق خلف میر وارث علی مرحوم کے لائے۔ مہر کی کمی و بیشی کی نسبت کچھ خفیف بحث

Marfat.com

فریقین میں ہوئی۔ مولوی صاحب کو غصہ آگیا۔ بدن کنپنے لگا۔ بسم اللہ کہہ کر سر جھکا لیا۔ دفعتاً انتقال ہوگیا۔ اس وقت مصلحتاً یہ راز مخفی کیا گیا۔ اول عقد علی اصغر مسماۃ خلیقاً دختر حافظ اسحاق سے بعوض مہر پانچ ہزار کے کردیا گیا۔ اس کے بعد وفات مولوی صاحب مشتہر کی گئی۔ ایسی واردات کمتر گوش گذار ہوئی اور کبھی دیکھا نہیں گیا کہ خوشی کے ساتھ شادی کرنے کو آئے تھے اور بعوض رخصتی دولھن خود کی لاش گئی۔ رخصتی کی بابت بوقت استفسار میں نے کہا کہ لاش لے جاکر دفن کرنا چاہیے اور بعد سیوم یا جب مناسب ہو رخصتی دولھن کی کرلی جائے جو باتفاق منظور ہوا۔ مولوی سرفراز علی صاحب اس وقت میں نہایت بزرگ و نیک مزاج تھے۔ ابتداً اضلاع متوسط میں ملازم گورنمنٹ رہے اور بتدریج ترقی کرکے سپرنٹنڈنٹ بندوبست مقرر ہوئے جہاں سے مبلغ اڑتیس روپے بارہ آنہ ماہوار پنشن حاصل کرکے سندیلہ آئے۔ پچیس سال سے خانہ نشین تھے اور کچھ اراضی خرید لی تھی۔

<u>بارش</u> : ۲۱ر جولائی ۱۸۹۲ء۔ جمعہ گزشتہ ۱۵ر جولائی سے جو بارش شروع ہوئی اس کا سلسلہ آج تک برابر قائم ہے۔ زمین خشک بخوبی تر ہوگئی۔ اب کاشتکاروں کی خواہش ہے کہ تھوڑے روزوں کے واسطے کھلا ہو جاوے تو کھیت نکائے جائیں۔ ۲۴ر جولائی۔ جیسا کہ ایک ہفتہ ہوا خلائق نہ ہونے بارش سے منتشر تھی ویسے ہی اب اس کی زیادتی سے پریشان ہے کہ نشیبی کھیت ڈوبے جاتے ہیں اور موقع نکونی نہیں ملتا۔

<u>محرم کے تعزیے</u> : ۳۱ر جولائی ۱۸۹۲ء مطابق ۶ر محرم ۱۳۱۰ھ۔ محلہ اشراف ٹولہ کی رونق تعزیہ داری صرف طوائفوں کی ذات سے ہے۔ بالمرہ ان کے تعزیے ۶ محرم تک بہت دھوم دھام بڑے مجمع کے ساتھ اٹھتے ہیں اور بہ استثنائے بعض روسائے معزز کل قصبے کے لوگ ساتھ ہوتے ہیں جس کی رونق زیادہ تر سڑک پختہ بمقابل شفاخانہ و مدرسہ سرکاری کے ہوتی ہے اگر ان کے تعزیے نہ اٹھتے ہوتے تو شاید سوائے سات اور دس محرم کے اور کسی دن مجمع نہ ہوتا۔

<u>وصی علی شاہ</u> : ۲۲ر اگست ۱۸۹۲ء۔ آج بوقت شب میں نے وصی علی شاہ صاحب سجادہ نشین درگاہ مخدوم صاحب سید علاء الدین صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی عیادت کی جو چند روز سے اندرون ناک پھنسی نکلنے کے باعث علیل ہیں۔ بہت خاطر سے پیش آئے۔ چونکہ آدمی خلیق ہیں جو ان کی ملاقات کو جاتا ہے ان کی محبت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ فقرا کے واسطے انکساری ایک بڑا حسن ہے جو ان میں موجود ہے۔ مولوی سید علی اختر صاحب خلف سید غلام حسین صاحب مرحوم مخدوم زادہ سندیلہ اور بہت سے دیگر حضرات ان کے مرید ہیں۔

<u>ہیضہ</u> : ۲۹ر ستمبر ۱۸۹۲ء۔ ہنوز ہیضہ کی چھیڑ چھاڑ قصبہ میں چلی جاتی ہے۔ دو تین آدمی بالمرہ ضائع ہوتے ہیں۔ محلہ مہتوانہ کا کل خاندان چودھری اور محلہ منڈی کے اعلیٰ رئیس سندیلہ چھوڑ کر لکھنؤ وغیرہ مقامات کو چلے گئے۔

Marfat.com

نااتفاقی رؤسا: ۴ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ افسوس کہ ہمارے قصبہ میں باہم رؤسا کے اتفاق نہیں ہے۔ حالانکہ یہ دونوں (راجہ درگا پرشاد و کنور نرندر بہادر) ہنود تعلقہ دار جن کی باہم قرابت ہے اور ایک دادا کی اولاد ہیں باہم رنجش چلی جاتی ہے۔ اگر کاش تعلقہ تقسیم نہ ہوا ہوتا تو نائرۂ فساد کبھی نہ بجھتی۔ وائے بر حال ان تعلقہ داران کے جن کے سلسلہ باہم رشتہ داری قائم نہیں ہے۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ ہمارے قصبہ میں مطلقاً اتفاق کی جڑ قائم نہیں۔ باہم ایک دوسرے کے ہمیشہ فسادات برپا رہتے ہیں اور اسی پھوٹ کے باعث ہر ایک حاکم تحصیل کو پورا موقع ان پر حکومت کا حاصل ہوتا ہے۔

ایک عقیدہ کا: ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ یہ ایک مشہور نقل تھی کہ اس زمانہ میں ہیضہ نہیں رہتا اور اگر ہوتا ہے تو دفع ہو جاتا ہے جب کہ سیار وگدھے بولنے لگتے ہیں اور ابابیلوں کا جھنڈ چہچہاتا ہوا ہوا میں اڑتا ہے۔ لیکن جب اس مرتبہ تجربہ کر کے دیکھا گیا تو بالکل خلاف اس کے وقوع میں آیا۔ یہ سب جانور بولتے رہے لیکن بیماری نہ گھٹی۔ سچ یہ ہے کہ مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں۔

ہیضہ: ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ ۲۶ اگست سن الیہ سے شکایت ہیضہ قصبہ ہذا میں شروع ہوئی جس کی شکایت کچھ نہ کچھ آج تک چلی جاتی ہے۔ موضع 'کدوری' میں چالیس سال کے بعد امسال ہیضہ نے خروج کیا۔ پچاس آدمی ضائع ہوئے۔ زمینداران خوش حال گاؤں چھوڑ کر دوسرے مواضعات کو چلے گئے۔

منشی شمس الدین: ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ منشی شمس الدین احمد صاحب خلف حکیم سید عبدالشکور صاحب مرحوم صرف ہمارے بزرگوں میں بقید حیات ہیں اور بظاہر تجربہ کار ممکن تھا کہ ان کا دباؤ اور رمان خوردوں پر ہوتا اور اُن کی ذات سے مدد ملتی۔ لیکن افسوس کہ وہ ایسے اپنی بی بی (ہماری موہانی صاحبہ) کے قابو میں ہیں کہ بد دن ان کی مشورت کے کام نہیں کر سکتے اور عورتوں کی کج عقلی مشہور ہے... (ان کی) زن مریدی تمام محلہ میں مشہور ہے۔ پس مقام غور ہے کہ ایسی حالت میں کس سے رائے لی جائے۔

گورنر کا دربار ہردوئی: ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ آج ۳ بجے شام کو سر آکلینڈ کالون صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی وشمالی وچیف کمشنر اودھ کا دربار ہوا۔ مسٹر ولیم صاحب قائم مقام کمشنر اضلاع لکھنؤ وغیرہ ہمراہ تھے۔ میری کرسی کا نمبر ۲۲ تھا۔ درباریوں میں جملہ تعلقہ داران ورؤسا ومعزز ممبران میونسپل وڈسٹرکٹ بورڈ شریک تھے۔ منجانب باشندگان ضلع ہردوئی چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار ورئیس سندیلہ نے ایڈریس اردو میں پڑھا جس کا جواب لارڈ صاحب نے اسی زبان میں دیا۔ جملہ درباری حسب ہدایت کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی عمامہ

Marfat.com

باندھے تھے۔ سوائے چند درباریوں کے جنھوں نے پرانے طریقہ کو قائم رکھنے کا عذر کیا تھا۔

کیمیا سازی: ۱۵ر نومبر ۱۸۹۲ء۔ آج قریب نصف شب بوقت ایک بجے مولوی لطف علی صاحب برادر کوچک شیخ مومن علی صدر اعلیٰ کا انتقال ہوا۔ آپ کو کیمیا کا بے حد شوق تھا۔ بعد ترک روزگار اسی عارضہ میں تا بہ زیست مبتلا رہے لیکن کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ دھونکتے اور پھونکتے بصارت بھی جاتی رہی۔ اب بہ عمر ۶۰ سال فوت ہوئے۔ ایک بیٹا محمد اجمل یادگار چھوڑا جو ریاست بھوپال میں تھانہ دار ہے۔

وصی علی شاہ: ۴ر دسمبر ۱۸۹۲ء۔ آج وصی علی شاہ صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت مخدوم سید علاء الدین صاحب قدس اللہ سرہ العزیز میری ملاقات کو تشریف لائے۔ میں نے معمولاً ایک روپیہ نذر دیا اور ایک حقہ چرمی پنجابی جو ہر چہار جانب پترہائے پیتل سے آراستہ تھا اور وہی اس وقت ان کے واسطے بھر کر آیا تھا اور مزے میں نہایت خوشگوار رکھا پس ان کی پسند پر میں نے بہمہ وجوہ مرتب کر کے ان کے ساتھ کر دیا۔ شاہ صاحب بہت خلیق و نیک صفات ہیں اور اس زمانے میں انکی ذات اہالی درگاہ میں غنیمت ہے عمر ۵۵ سال کی ہے۔

مکان چودھری نصرت علی: ۲۲ر دسمبر ۱۸۹۲ء۔ آج میں نے مکان نو تعمیر چودھری نصرت علی صاحب (ولد چودھری عظمت علی صاحب مرحوم) کا دیکھا جو اپنی پھلواری کے میل میں بنایا ہے اور تالاب گیونڈی سے متصل ہے۔ یہ ایک عظیم الشان عمارت ہے ۔ ۔ ۔ بعد تکملہ یہ عمارت بلحاظ وسعت اور باموقع ہونے میں لاثانی ہوگی اور میرے خیال میں تیس ہزار سے زائد اس کی تیاری میں صرف ہوگا۔

نیا بندوبست اراضی: ۳ر جنوری ۱۸۹۳ء۔ آج چار بجے شام کی ریل میں مسٹر ریڈ صاحب صدر بورڈ واسطے ملاحظہ و جانچ کے وارد سندیلہ ہوئے۔ غالباً مواضعات پیمائش شدہ کی پڑتال پرتال کریں گے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوبست سخت ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ نظر آتا ہے کہ کسی خاندان میں کوئی حقیقت (زمینداری) باقی نہ رہے گی۔ شاید فی صدی پانچ زمیندار رہیں گے۔ جنھوں نے اپنے مصارف کو حالت اعتدال پر رکھا ہو اور کچھ خزانہ جمع کر لیا ہو ورنہ عموماً پچانوے مالگزاروں کے مصارف بڑھے ہوئے ہیں جن کا صرفہ آمدنی موجودہ سے بمشکل چلتا ہے اور جب نصف منافع ان کا اس بندوبست میں سرکار لے لیگی تو بجز اس کے کہ اپنے علاقہ موروثی سے ان کو دست برداری لازم آوے اور کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔

تعداد ممبران میونسپلٹی: ۲۲ر جنوری ۱۸۹۳ء۔ حسب ہدایت بابو نوروز علی تحصیلدار سندیلہ راقم نے کمیٹی کر کے بمشاورت چودھری عبدالباقی صاحب وغیرہ ممبران کمیٹی (رکی) فہرست رائے دہندگان و امیدواران

Marfat.com

ممبری کی ترمیم کر کے مرتب کی جس کی تعداد گھٹ کر اب مفصلۂ ذیل ہوئی۔

فہرست رائے دہندگان بقید محلہ		فہرست امیدواران بقید محلہ		فہرست رائے دہندگان بقید محلہ		فہرست امیدواران بقید محلہ	
اشراف ٹولہ	۸۷	اشراف ٹولہ	۳۰	منڈی	۲۹	منڈی	۴
مہتوانہ	۵۶	مہتوانہ	۲۰	ملکانہ	۲۹	ملکانہ	۶

شرکت دربار لکھنؤ: ۶ مارچ ۱۸۹۲ء۔ آج ٹھیک گیارہ بجے بہ ہمراہی منشی فضل حسین صاحب بہ سواری بگھی کوٹھی کیننگ کالج (لکھنؤ) میں واسطے شرکت دربار کے حاضر ہوا۔ بارہ بجے جناب سر چارلس صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر تشریف لائے۔ کرنل کوٹن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی نے جناب محتشم الیہ سے معرفی کرایا۔ ایک شرفی پیش کی جو مس کر کے واپس ہوئی۔ شرکت دربار کے واسطے شرط تھی کہ عمامہ سر پر، دوپٹہ کمر میں اور بوٹ وارنش پیر میں ہو، جس کی پوری تعمیل ہوئی۔ چونکہ مجھے روشنی و آتش بازی سے جو کل رات کو ہوگی چنداں شوق نہیں ہے لہٰذا آج آٹھ بجے رات کی گاڑی میں سندیلہ لوٹ آیا۔

تھیٹر بکاولی: ۲۴ مارچ ۱۸۹۲ء۔ آج شب کو حسب اصرار کنور نرندر بہادر صاحب تعلقہ دار میں ان کے مکان پر تماشائے تھیٹر میں شریک ہوا جو آجکل لکھنؤ سے وارد سندیلہ ہے۔ بکاولی کا تھیٹر ہوا۔ میں رات کے ایک بجے تک شریک تماشا رہا۔ اگرچہ نقالوں کی پوشاک وغیرہ عمدہ تھیں لیکن خوش آواز نہ تھے۔

تحصیلدار نوروز علی: ۴ اپریل ۱۸۹۲ء میں نے ایسا تحصیلدار قبل اس کے کوئی نہیں دیکھا جس کی مختصر نظیر یہ ہے کہ جس شخص کے خلاف مقدمہ لگان یا فوجداری فیصل کرنا چاہتے ہیں تو اول ہی سے علانیہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں کو ڈگری یا سزا دوں گا اور جب مسل کی ترتیب شروع کرتے ہیں تو اپنی مرضی کے موافق اس کا تکملہ کر دیتے ہیں تاکہ اس کے زور سے ڈگری یا سزا میں ایسی قوت پیدا ہو جائے کہ اپیل سے کوئی سقم مقدمہ کی اصلیت میں عائد نہ ہو اور تماش بینی کا یہ حال ہے کہ کوٹھے پر مقصود اطوائف بازاری کو لیے پڑے رہتے ہیں اور نیچے کے مکان میں حضرت کی بی بی صاحبہ ہمشیرہ کلاں اور لڑکے بالے رہتے ہیں لیکن اسکا مطلقاً خیال نہیں رہتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

۱۷ اپریل۔ آج بابو نوروز علی تحصیلدار سندیلہ نے بضرب دُہل منادی کرائی کہ ہر ایک دوکاندار پندرہ روز کے اندر اپنی دوکانوں کے آگے چھپر آہنی ڈالیں اور جس کا چھپر پھوس کا بعد پندرہ دن کے قائم رہے گا وہ مستوجب سزا متصور ہوگا۔ اس حکم سے اکثر دوکاندار پریشان ہیں کہ جن کو استطاعت اس صرفہ کی نہیں ہے کہ جس میں پچیس تیس روپے سے کم خرچ نہ ہوں گے۔ لہٰذا ضرور ہے کہ وہ پھوس کا چھپر اتار کر دھوپ میں تپسیا کریں اور ذکر خیر تحصیلدار کی

Marfat.com

یاد میں بھجن گا دیں۔ یہ نیا حکم نہ تو خلاف ورزی قواعد میونسپل میں ہے اور نہ اس کے واسطے کوئی منظوری کمیٹی سے ہوئی ہے اور نہ گورنمنٹ نے اپنے گزٹ میں اس کا اعلان کیا ہے پس یہ کیسے واجب التعمیل ہو سکتا ہے لیکن چونکہ ہمارے روساے قصبہ میں اتفاق نہیں ہے اور سب نفسی نفسی کا دم بھر رہے ہیں اس وجہ سے ہر ایک حکم تحصیلدار کا چار و ناچار واجب التعمیل ہو جاتا ہے۔ یہ زمانہ عرصہ تک لوگوں کو یادگار رہے گا۔

چودھری محمد عظیم: ۱۹ر اپریل ۱۸۹۳ء۔ آج بھی اکثر لوگ عید ملنے آئے اور میں بھی اپنے اعزہ سے ملنے گیا۔ شام تک اکثر حصہ وقت کا ملاقات احباب میں صرف ہوا۔ چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار و رئیس اعظم سندیلہ وفات اپنے اہل خانہ سے سخت مغموم ہیں کہ ان کا لطف زندگانی بالکل جاتا رہا بلکہ کل عید کو کپڑے بھی نہیں بدلے اور نہ عیدگاہ میں نماز پڑھنے گئے۔ مسجد مخدوم صاحب میں معہ فرزندان خود نماز ادا کی۔ دوسرے بابو نوروز علی تحصیلدار کی دشمنی اور مقدمہ زیادہ ستانی رقم بٹائی 'بینی گنج' جو ہنوز عدالت سے فیصل نہیں ہوا ہے اور بھی ہر وقت سوہان روح ہو رہا ہے۔ گو چودھری صاحب مالا مال ہیں لیکن افسوس کہ ان کی جان کو راحت و چین نہیں اور سخت پریشانی میں زندگی گذار رہے ہیں اور انکا طریق عمل ایسا غیر مستحسن ہے کہ کسی اہل قصبہ سے لطف نہیں ہے حتی کہ چودھری نصرت علی صاحب عزیز قریب اور اپنے خاص فرزندوں سے بھی نہیں۔ اسی وجہ سے کوئی انکو مسرت حاصل نہیں۔ کل بوقت ملاقات اپنا حال زار دیر تک بیان کرتے رہے۔

میلہ صحبت: ۲ر مئی ۱۸۹۳ء۔ آج بہ تقریب میلہ صحبت (صحبتیا باغ کے نام پر اس میلہ کا نام میلہ صحبت پڑ گیا تھا۔ ہاشمی) میں نے مبلغ دس روپے اپنے لڑکوں کو دیے۔ اس میلہ میں سید سالار (مسعود غازی) کا بہت مان دان ہے۔ لڑکوں میں اس کی بہت قدر ہوتی ہے۔ انواع و اقسام کی چیزیں خرید و فروخت ہوتی ہیں جس سے اطفال کی نہایت دلچسپی متصور ہے۔

نتیجہ امتحان الہ آباد یونیورسٹی: ۲ر مئی ۱۸۹۳ء۔ اب کے سال نتیجہ امتحان یونیورسٹی الہ آباد حسب ذیل ہے جس کی تصدیق ۲۹ر اپریل ۹۳ء کے گزٹ سرکاری سے ہوتی ہے۔ ایم اے (۲۰) بی اے (۱۹۱) ایف اے (۳۰۳) انٹرنس (۸۲۹) ایم اے میں کیننگ کالج کا ایک لڑکا اول آیا۔ (پہلے یوپی میں تمام امتحانات انٹرنس تا ایم اے الہ آباد یونیورسٹی ہی کے تحت ہوتے تھے۔ ہاشمی)

موسم: ۸ر مئی ۱۸۹۳ء۔ اگرچہ مہینہ جیٹھ کا رواں ہے لیکن فصل میں کچھ ایسا غیر معمولی انقلاب ہے کہ شب و روز بہ شدت ہوا شرقی چلتی ہے اور شب کو سردی ہوتی ہے چنانچہ آج جب میں بوقت شب زیر سائبان سو رہا تھا تو مجھے لحاف اوڑھنے کی ضرورت داعی ہوئی اور یہی کیفیت تمامی ہندوستان میں دیکھنے اخبارات

Marfat.com

سے ظاہر ہوتی ہے۔ میرے ہوش میں ایسا حال کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

سفر حج: ۳؍جون ۱۸۹۳ء۔ عزیزی حامد حسن ولد مولوی فضل علی مرحوم معہ مساۃ باندی طوائف تو بحصول رخصت از ریاست بھوپال جہاں وہ انسپکٹر پولیس بمشاہرہ یک صد روپے ماہوار ہیں واسطے شرف زیارت کعبہ معظمہ و مدینہ منورہ براہ جبل پور روانہ ہو کر جہاز 'خیوا' پر عازم بیت اللہ ہوئے۔ اس جہاز میں بہت سے حجاج سوار تھے۔ جب چند منازل طے ہوئیں تو دفعتاً جہاز میں آگ لگ گئی جس سے اکثر جانیں تلف اور کل اسباب حاجیوں کا سوخت ہو گیا۔ ان میں سے بعض تن تنہا کشتیوں کے مل جانے سے ایک جزیرہ کے کنارے پہنچے اور اپنی جان بچائی اور مال اسباب سے ہاتھ دھوئے۔ منجملہ ان کے عزیز موصوف بھی معہ اپنی اہلیہ کے اس آفت و مصیبت سخت سے محفوظ رہے۔ صرف اسباب کے ماتھے گئی اور اب اس جزیرہ سے مکہ پہنچنے تک وقت حج کا گزر جائے گا لہذا وارد بمبئی ہوئے ہیں۔

کثرت انبہ: ۳؍جولائی ۱۸۹۳ء۔ آم کی امسال بہت کثرت ہے۔ بعض روز شام کو ایک پیسے سیکڑا فروخت ہوتے ہیں۔

مسخرگی: ۲۵؍جولائی ۱۸۹۳ء۔ ۱۱؍محرم ۱۳۱۱ھ .... میں حسب تحریک تحصیلدار کے ایک بجے (دن) سے چھ بجے شام تک ان کے ساتھ "گذری" سے کربلا میراں معز الدین تک (جہاں قصبہ کے تعزیے دفن ہوتے ہیں۔ ہاشمی) رہا۔ اگرچہ ماندگی محسوس ہوئی۔۔۔ کربلا میں لالہ ہزاری لال ولد بخشی دیال ساکن "منڈی" اور بابو نوروز علی تحصیلدار و پنڈت تنیو رام تھانہ دار سندیلہ سے بہت کچھ مسخراپن ہوا۔ حتی کہ تھانیدار نے ہزاری لال کو بحالت مسخرگی ایک گڑھے میں ڈھکیل دیا جس میں پانی بھرا ہوا تھا جس سے کل کپڑے اس کے بھیگ گئے اور وہ تحصیلدار و تھانیدار کے پیچھے چہلا لیے ہوئے مارتا پھرتا تھا اور یہ دونوں شخص اسی مجمع میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے جس پر بڑے قہقہے ہوتے رہے اور علاوہ محرم کے ایک یہ تماشا جداگانہ تھا جس کو صاحب تہذیب نگاہ حیرت سے دیکھتے تھے اور معزز حکام کی جانب نگاہ کم وقعتی سے نظر کرتے تھے۔ افسوس کہ آجکل زمانہ کچھ عجیب رنگ کا ہو رہا ہے کہ جن باتوں کو دیکھ کر کمال تعجب ہوتا ہے۔

نفاق باہمی: ۷؍اگست ۱۸۹۳ء۔ آج کل حالت سندیلہ نہایت پرآشوب ہے۔ ایک رئیس دوسرے کا دشمن ہو رہا ہے۔ بلکہ باہم خاندانوں میں لطف نہیں ہے۔ جہاں جاؤ سوائے اس تذکرہ کا دوسرا ذکر نہیں ہوتا۔ یہ حالت میری یاد میں شاید کبھی نہ تھی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے باعث بابو نوروز علی تحصیلدار ہیں جو باہم رؤسا میں چڑھاؤ اُتار کر کے ملال پیدا کر رہے ہیں اور ان کی یہ باتیں اس وجہ سے جلد پراثر ہو جاتی ہیں کہ صاحب ضلع کے مزاج میں ان

Marfat.com

اور سوخ کامل حاصل ہے۔ میں ذیل میں تفصیل ان رؤسا کی حوالہ قلم کرتا ہوں جن میں بالفعل مخالفت ہے ریہ فہرست یہاں نظر انداز کی گئی۔ ہاشمی)۔ تحصیلدار صاحب کل رؤسا کے کم و بیش چٹکی لیتے ہیں۔ چودھری محمد عظیم صاحب اور ان کے بیٹوں سے مخالفانہ عداوت ہے۔ منشی فضل حسین صاحب کو نگاہ تیز سے دیکھتے ہیں۔ راجہ درگا پرشاد و کنور نرندبہادر صاحبان چونکہ حاضر باش رہتے ہیں اس وجہ سے بظاہر میل ہے لیکن باطناً ضرور چٹکی لینے کو تیار ہیں جب موقع پا جاویں بے داغ نہ چھوڑیں گے۔ پروردگار عالم ایسے شخص کے سابقہ سے اپنے حفظ میں رکھے۔

<u>خلاف دستور قدیم</u>: ۱۶ اگست ۱۸۹۳ء۔ ہمارے خاندان میں یہ دستور کبھی نہ تھا کہ مستورات پردہ نشین قبرستان میں جاتیں یا سیر باغات کرتیں لیکن اب منشی سید فضل حسین صاحب نے اپنی اہلیہ ثانی (کاکوری) کے واسطے ایسا جائز رکھا ہے کہ وہ اکثر قبرستان 'عمر ہرہ' میں جایا کرتی ہیں اور چمن ہائے باغ میں جہاں ہزارہا مردے دفن ہیں گل گشت کرتی رہتی ہیں اور اکثر کوٹھی 'عمر ہرہ' میں قیام بھی رہتا ہے۔ آج انھوں نے 'بڑے باغ' کی سیر کی جو طرف ہتوانہ میں متصل ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ امور ضرور ہمارے خاندانی اصول کے خلاف ہیں۔

<u>امرود کی کثرت</u>: ۲۸ اگست ۱۸۹۳ء۔ آج کل سندیلہ اور اس کے نواح میں امرود کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید قبل اس کے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جو عام طور پر ڈیڑھ پیسہ پنج سیری فروخت ہوتے ہیں اور غریب لوگوں کے باعث شکم پری ہوتے ہیں۔ نرخ غلہ فصل ربیع سے ارزاں ہے۔ تین پیسے پنج سیری کے حساب سے بجھڑا فروخت ہوتا ہے جس سے ایک آدمی ڈیڑھ پیسے میں بہت آسودگی کے ساتھ شکم پری کر سکتا ہے۔

<u>میلاد شریف</u>: ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ آج ۸ بجے رات کو پنڈت شیورام تھانہ دار پولیس نے محفل میلاد تھانہ میں منعقد کی۔ اکثر رؤسائے قصبہ شریک تھے۔ راقم بھی حسب اصرار شریک ہوا۔ محفل پُر رونق تھی۔ جلیبی بہ کثرت تقسیم ہوئیں۔ تھانیدار صاحب کا یہ فعل مصلحت سے خالی نہیں۔

۹ اکتوبر۔ کل شب کو چودھری محمد عظیم صاحب تعلقدار نے محفل میلاد بڑی دھوم سے کی۔ مجمع کثیر تھا اور ایک ایک رکابی نصف سیر پلاؤ اور ایک ایک ہانڈی بورانی کی ہر ایک کو تقسیم کی۔ اس قسم کی محفل آج تک قصبہ سندیلہ میں میری یاد میں کسی خاندان میں نہیں ہوئی کہ پلاؤ اور بورانی تقسیم ہوئی ہو۔

<u>بنیاد سرائے وشفاخانہ</u>: یکم نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج سرائے 'کوئن' کا بنیادی پتھر مسٹر جے اینڈ منسلی صاحب کمشنر قسمت لکھنؤ نے آٹھ بج کر پچیس منٹ صبح کو اپنے ہاتھ سے رکھا۔ کنی نقرئی جس پر نام صاحب بہادر بقید تاریخ وغیرہ کندہ تھا قیمتی بتیس روپے کی تھی۔ اول راجہ درگا پرساد صاحب تعلقہ دار 'بڑا گاؤں' بانی سرائے نے

Marfat.com

ایڈرس بزبان اردو پڑھا جس کے جواب میں صاحب کمشنر نے ارشاد کیا کہ اس کام خیرات سے تجار و مسافروں کو بہت بڑا نفع ہوگا اور راجہ درگا پرشاد و کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔ دربار میں تعلقہ دار روسا تقریباً ڈیڑھ سو کے کرسی نشین تھے اور میری نشست زمرہ آنریری مجسٹریٹوں میں تھی۔

بوقت ساڑھے چار بجے شام کے کمشنر صاحب ممدوح نے پتھر بنیادی شفاخانہ کا اراضی قدیم مملوکہ چودھری محمد عظیم میں رکھا۔ یہ کنجی بھی قیمتی بتیس روپے کی تھی اور بہ جواب ایڈرس کے جو راجہ صاحب نے منجانب میونسپل بورڈ پڑھا تھا صاحب ممدوح نے بابت اراضی سرائے (یہاں پہلے بھٹیاری سرائے تھی۔ ہاشمی) کے چودھری محمد عظیم صاحب کا اور بابت اعانت چندہ کے روسائے قصبہ علی الخصوص خان بہادر چودھری نصرت علی صاحب کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے پانچ سو اس تعمیر میں دینا منظور کیے ہیں۔ یہ دربار صبح کے دربار سے پر رونق تھا۔ حکام میں کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر مسٹر ہیوم صاحب اسسٹنٹ کمشنر اور شاہزادہ ہمایوں قدر صاحب شریک تھے۔ صاحب ضلع اور اسسٹنٹ صاحب کی کرسی بالائے تخت صاحب کمشنر کے داہنے و بائیں تھی۔

پڑایہ: ۲۵ رنومبر ۱۸۹۳ء۔ آج صبح کو بہ سواری اسپ مادیہ خود 'تالاب کھتری' واقع مہتوانہ پر ایک موقع تیاری پڑایہ کا دیکھا جو انگریزی ساخت کا چمنی دار بنایا جائے گا۔

شفاخانہ ہردوئی: ۲۳ ردسمبر ۱۸۹۳ء۔ آج ۳ بجے شام کے بعد سر چارلس کراس ویٹ لفٹیننٹ گورنر بہادر کا شفاخانہ جدید (ہردوئی) کے صحن میں دربار ہوا۔ اول راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے اپنا تصنیف کیا ہوا قصیدہ فارسی زبان کا پڑھا۔ بعدہٗ منشی نظیر حسن صاحب نے منجانب روسائے ضلع ایڈرس اردو میں پڑھ کر سنایا۔ اس کے جواب میں محتشم الیہ نے انگریزی میں جواب پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ روسائے ضلع کی اعانت سے شفاخانہ مردانہ اور ٹھاکر صورت سنگھ صاحب کی استعانت سے شفاخانہ زنانہ تعمیر ہوا جس کو میں نے آج نہایت خوشی کے ساتھ کھولا۔ وہ ایک نہایت وسیع عمارت ہے۔ جناب لفٹیننٹ گورنر کے ہمراہ ایک کمپنی فوج جنگی اور بائیس سوار رسالہ کے تھے۔ یہ محض خوبی اقبال ہے کہ چار صوبہ کا مالک ایک تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ایسے وسیع ملک کا دورہ کر رہا ہے جس کا حکم ہے کہ کوئی شے ہرگز بلا قیمت نہ لی جاوے لیکن معلوم نہیں کہ وہ قیمت کون حاصل کرے گا۔ جب کہ رسد زمینداروں سے لے کر فراہم ہو چکی ہے۔

بڑے دن کی ڈالیاں: ۲۵ ردسمبر ۱۸۹۳ء۔ میں نے بمقام ہردوئی دیکھا کہ اکثر تعلقداروں کے نائب و بعض اہالکار واسطے پیش کرنے ڈالی جناب نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر اور ان کے سکریٹریوں کو بہ تقریب جشن

Marfat.com

بڑے دن کے وارد ہوئے اور قیمتی ڈالیاں پیش کیں۔ ان میں سے بعض کے نام درج ذیل کرتا ہوں:

۱۔ لالہ بھگوان دیال صاحب نائب ریاست مہاراجہ پرتاپ نرائن سنگھ صاحب تعلقدار اجودھیا۔ ۲۔ شیخ عنایت اللہ صاحب نائب راجہ امیر حسن خاں صاحب محمود آباد۔ ۳۔ خلف الصدق راجہ جنگ بہادر صاحب نانپارہ۔

تبادلہ تحصیلدار: یکم جنوری ۱۸۹۴ء۔ آج نقل حکم صاحب کلکٹر اعظم گڑھ مشعر بدیں مضمون مرسلہ دفتر ہردوئی بنام بابو نور وز علی تحصیلدار سندیلہ کو موصول ہوئی کہ تم ضلع اعظم گڑھ کو تبدیل ہوئے اور بجائے تمہارے شیخ عبدالرحمان صاحب ضلع مذکور سندیلہ کو آویں گے۔ بابو صاحب کو ۵ جنوری تک ضلع مذکور میں پہنچ کر چارج تحصیلداری لینا چاہیے۔ ہمارے کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر کو غالباً اس تبادلے سے بہت افسوس ہوا ہوگا۔ پنڈت شیورام تھانیدار و بابو تپیسری دیال اسٹیشن ماسٹر ریلوے اور بعض دیگر اشخاص کو بہت ہی افسوس ہوگا کہ ان کی حکومت جاتی رہی۔

مولوی فضل رحمان صاحب: ۲۰ جنوری ۱۸۹۴ء۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جناب مولوی فضل الرحمان صاحب ساکن گنج مراد آباد نہایت مقدس بزرگ ہیں جن کے حصول زیارت کی غرض سے ہزاروں مرد و زن ہر فرقہ کے منازل دور دراز بلکہ تمامی ہندوستان سے چلے آتے ہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا کہ دو چار آدمی آپ کا شرف زیارت حاصل نہ کرتے ہوں۔ حتٰی کہ یوروپین بھی آتے ہیں چنانچہ جب ۸ دسمبر ۱۸۹۳ء کو جناب سر چارلس کراس ویٹ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ بہ تقریب دورہ 'ملانواں' سے بانگرمؤ تشریف لے گئے تو آپ کا ذکر خیر سن کر معتمنی ملازمت ہو کر مع سکریٹری وغیرہ ہمراہیاں خود مراد آباد تشریف لے گئے اور آپ سے مصافحہ کیا آپ نے صرف اس قدر صاحب ممتم الیہ سے فرمایا کہ ظلم زیادہ ہوتا ہے اس کا انسداد کرو۔ فی الواقع آپ کی ذات شریف بسا غنیمت ہے۔ مشہور ہے کہ اس وقت آپ کا سن شریف ایک سو چھ سال کا ہے اور بخوبی چلتے پھرتے ہیں اور لکھنے پڑھنے وغیرہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

بابو نور وز علی: ۱۲ فروری ۱۸۹۴ء۔ آج دو بجے کی ریل میں مرزا یعقوب حسن تحصیلدار سندیلہ ہوئے اور بابو نور وز علی تحصیلدار سندیلہ سے چارج تحصیلداری سندیلہ کا لیا۔ بابو صاحب سندیلہ چھوڑنے سے بہت افسردہ خاطر ہیں جہاں دو سال دو ماہ سولہ یوم بوجہ نا اتفاقی روسا بہت تیزی سے تحصیلداری کی۔ مزاج میں عجلت، تلون، ناعاقبت اندیشی، ارذل کا درخور اعتبار پر عمل، تماش بینی، کا بدتہذیبی کے ساتھ شوق مثل بازاریوں کے پھکڑ لانا، عزت و آبرو کسی کی نہ سمجھنا، قبل از وقت بات کہنا، ظلم کو جائز رکھنا، کسی مشرب کا پابند نہ ہونا، ہندوؤں کو مسلمانوں پر ترجیح دینا۔ البتہ صاف دل و صاف معاملہ تھے۔

Marfat.com

سے ظاہر ہوتی ہے۔ میرے ہوش میں ایسا حال کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

سفر حج: ۳؍جون ۱۸۹۳ء۔ عزیزی حامد حسن ولد مولوی فضل علی مرحوم معہ مساۃ باندی طوائف خود مجھول رخصت از ریاست بھوپال جہاں وہ انسپکٹر پولیس بمشاہرہ یک صد روپے ماہوار ہیں واسطے شرف زیارت کعبہ معظمہ و مدینہ منورہ براہ جبل پور روانہ ہو کر جہاز 'خیوا' پر عازم بیت اللہ ہوئے۔ اس جہاز میں بہت سے حجاج سوار تھے۔ جب چند منازل طے ہوئیں تو دفعتاً جہاز میں آگ لگ گئی جس سے اکثر جانیں تلف اور کل اسباب حاجیوں کا سوختہ ہو گیا۔ ان میں سے بعض تن تنہا کشتیوں کے مل جانے سے ایک جزیرہ کے کنارے پہنچے اور اپنی جان بچائی اور مال اسباب سے ہاتھ دھوئے۔ منجملہ ان کے عزیز موصوف بھی معہ اپنی اہلیہ کے اس آفت و مصیبت سخت سے محفوظ رہے۔ صرف اسباب کے ماتھے گئے اور اب اس جزیرہ سے مکہ پہنچنے تک وقت حج کا گزر جائے گا لہذا وارد بمبئی ہوئے ہیں۔

کثرت انبہ: ۳؍جولائی ۱۸۹۳ء۔ آم کی امسال بہت کثرت ہے۔ بعض روز شام کو ایک پیسہ سیکڑا فروخت ہوتے ہیں۔

مسخرگی: ۲۵؍جولائی ۱۸۹۳ء۔ ۱۱؍محرم ۱۳۱۱ھ .... میں حسب تحریک تحصیلدار کے ایک بجے دن سے چھ بجے شام تک ان کے ساتھ "گدڑی" سے کربلا میراں معز الدین تک (جہاں قصبہ کے تعزیے دفن ہوتے ہیں۔ ہاشمی) رہا۔ اگرچہ ماندگی محسوس ہوئی۔ . . کربلا میں لالہ ہزاری لال ولد بکشی دیال ساکن "منڈلی"، اور بابو نوروز علی تحصیلدار و پنڈت تنیو رام تھانہ دار سندیلہ سے بہت کچھ مسخراپن ہوا۔ حتیٰ کہ تھانیدار نے ہزاری لال کو بحالت مسخرگی ایک گڑھے میں ڈھکیل دیا جس میں پانی بھرا ہوا تھا جس سے کل کپڑے اس کے بھیگ گئے اور وہ تحصیلدار و تھانیدار کے پیچھے چھلا لیے ہوئے مارتا پھرتا تھا اور یہ دونوں شخص اسی مجمع میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے جس پر بڑے قہقہے ہوتے رہے اور علاوہ محرم کے ایک یہ تماشا جداگانہ تھا جس کو صاحب تہذیب نگاہ عبرت سے دیکھتے تھے اور معزز حکام کی جانب نگاہ کم وقعتی سے نظر کرتے تھے۔ افسوس کہ آجکل زمانہ کچھ عجیب رنگ کا ہو رہا ہے کہ جن باتوں کو دیکھ کر کمال تعجب ہوتا ہے۔

نفاق باہمی: ۷؍اگست ۱۸۹۳ء۔ آج کل حالت سندیلہ نہایت پرآشوب ہے۔ ایک رئیس دوسرے کا دشمن ہو رہا ہے۔ بلکہ باہم خاندانوں میں لطف نہیں ہے۔ جہاں جاؤ سوائے اس تذکرہ کا دوسرا ذکر نہیں ہوتا۔ یہ حالت میری یاد میں شاید کبھی نہ تھی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے باعث بابو نوروز علی تحصیلدار ہیں جو باہم رؤسا میں چڑھاؤ اتار کر کے ملال پیدا کر رہے ہیں اور ان کی یہ باتیں اس وجہ سے جلد پراثر ہو جاتی ہیں کہ صاحب ضلع کے مزاج میں ان

Marfat.com

لورسوخ کامل حاصل ہے۔ میں ذیل میں تفصیل ان رؤسا کی حوالۂ قلم کرتا ہوں جن میں بالفعل مخالفت ہے۔ یہ فہرست یہاں نظر انداز کی گئی۔ ہاشمی)۔ تحصیلدار صاحب کل روسا کے کم وبیش چٹکی لیتے ہیں۔ چودھری محمد عظیم صاحب اور ان کے بیٹوں سے مخالفانہ عداوت ہے۔ منشی فضل حسین صاحب کو نگاہ تیز سے دیکھتے ہیں۔ راجہ درگا پرشاد و کنور نرند بہادر صاحبان چونکہ حاضر باش رہتے ہیں اس وجہ سے بظاہر میل ہے لیکن باطناً ضرور چٹکی لینے کو تیار ہیں جب موقع پا جاویں بے داغ نہ چھوڑیں گے۔ پروردگار عالم ایسے شخص کے سابقہ سے اپنے حفظ میں رکھے۔

خلاف دستور قدیم: ۱۶ اگست ۱۸۹۳ء۔ ہمارے خاندان میں یہ دستور کبھی نہ تھا کہ مستورات پردہ نشین قبرستان میں جاتیں یا سیر باغات کرتیں لیکن اب منشی سید فضل حسین صاحب نے اپنی اہلیہ ثانی (کاکوری) کے واسطے ایسا جائز رکھا ہے کہ وہ اکثر قبرستان 'عمرہرہ' میں جایا کرتی ہیں اور جن ہائے باغ میں جہاں ہزار ہا مردے دفن ہیں گل گشت کرتی رہتی ہیں اور اکثر کوٹھی 'عمرہرہ' میں قیام بھی رہتا ہے۔ آج انھوں نے 'بڑے باغ' کی سیر کی جو طرف مہتوانہ میں متصل ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ امور ضرور ہمارے خاندانی اصول کے خلاف ہیں۔

امرود کی کثرت: ۲۸ اگست ۱۸۹۳ء۔ آج کل سندیلہ اور اس کے نواح میں امرود کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید قبل اس کے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جو عام طور پر دو ڈیڑھ پیسہ پنج سیری فروخت ہوتے ہیں اور غریب لوگوں کے باعث شکم پُری ہوتے ہیں۔ نرخ غلہ فصل ربیع سے ارزاں ہے۔ تین پیسے پنج سیری کے حساب سے بجھرا فروخت ہوتا ہے جس سے ایک آدمی ڈیڑھ پیسے میں بہت آسودگی کے ساتھ شکم پُری کر سکتا ہے۔

میلاد شریف: ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ آج ۸ بجے رات کو پنڈت شیورام تھانہ دار پولیس نے محفل میلاد تھانہ میں منعقد کی۔ اکثر روسائے قصبہ شریک تھے۔ راقم بھی حسب اصرار شریک ہوا۔ محفل پُر رونق تھی۔ جلیبی بہ کثرت تقسیم ہوئیں۔ تھانیدار صاحب کا یہ فعل مصلحت سے خالی نہیں۔

۹ اکتوبر۔ کل شب کو چودھری محمد عظیم صاحب تعلقدار نے محفل میلاد بڑی دھوم سے کی۔ مجمع کثیر تھا اور ایک ایک رکابی نصف سیر پلاؤ اور ایک ایک ہانڈی بورانی کی ہر ایک کو تقسیم کی۔ اس قسم کی محفل آج تک قصبہ سندیلہ میں میری یاد میں کسی خاندان میں نہیں ہوئی کہ پلاؤ اور بورانی تقسیم ہوئی ہو۔

بنیاد سرائے و شفاخانہ: یکم نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج سرائے 'کوئن' کا بنیادی پتھر مسٹر جے اینڈ منسلی صاحب کمشنر قسمت لکھنؤ نے آٹھ بج کر پچیس منٹ صبح کو اپنے ہاتھ سے رکھا۔ کنی نقرئی جس پر نام صاحب بہادر بہ قید تاریخ وغیرہ کندہ تھا قیمتی بتیس روپے کی تھی۔ اوّل راجہ درگا پرساد صاحب تعلقدار 'بڑا گاؤں' بانی سرائے نے

Marfat.com

ایڈریس بزبان اردو پڑھا جس کے جواب میں صاحب کمشنر نے ارشاد کیا کہ اس کام خیرات سے تجار و مسافروں کو بہت بڑا نفع ہوگا اور راجہ درگا پرشاد و کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔ دربار میں تعلقہ دار رؤسا تقریباً ڈیڑھ سو کے کرسی نشین تھے اور میری نشست زمرہ آنریری مجسٹریٹوں میں تھی۔

بوقت ساڑھے چار بجے شام کے کمشنر صاحب ممدوح نے پتھر بنیادی شفاخانہ کا اراضی قدیم مملوکہ چودھری محمد عظیم میں رکھا۔ یہ کنی بھی قیمتی بتیس روپے کی تھی اور بہ جواب ایڈریس کے جو راجہ صاحب نے منجانب میونسپل بورڈ پڑھا تھا صاحب ممدوح نے بابت اراضی سرائے (یہاں پہلے بھٹیاری سرائے تھی۔ ہاشمی) کے چودھری محمد عظیم صاحب کا اور بابت اعانت چندہ کے روسائے قصبہ علی الخصوص خان بہادر چودھری نصرت علی صاحب کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے پانچ سو اس تعمیر میں دینا منظور کیے ہیں۔ یہ دربار صبح کے دربار سے پر رونق تھا۔ حکام میں کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر مسٹر ہیوم صاحب اسسٹنٹ کمشنر اور شاہزادہ ہمایوں قدر صاحب شریک تھے۔ صاحب ضلع اور اسسٹنٹ صاحب کی کرسی بالائے تخت صاحب کمشنر کے داہنے و بائیں تھی۔

پیڑایہ: ۲۵ر نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج صبح کو بہ سواری اسپ مادیہ خود تالاب کھتری واقع مہتوانہ پر ایک موقع تیاری پڑایہ کا دیکھا جو انگریزی ساخت کا جمنی دار بنایا جائے گا۔

شفاخانہ ہردوئی: ۲۳ر دسمبر ۱۸۹۳ء۔ آج ۳ بجے شام کے بعد سر چارلس کراس ویٹ لفٹیننٹ گورنر بہادر کا شفاخانہ جدید (ہردوئی) کے صحن میں دربار ہوا۔ اول راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے اپنا تصنیف کیا ہوا قصیدہ فارسی زبان کا پڑھا۔ بعدہٗ منشی نظیر حسن صاحب نے منجانب رؤسائے ضلع ایڈریس اردو میں پڑھ کر سنایا۔ اس کے جواب میں محتشم الیہ نے انگریزی میں جواب پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ روسائے ضلع کی اعانت سے شفاخانہ مردانہ اور ریٹھا کر صورت سنگھ صاحب کی استعانت سے شفاخانہ زنانہ تعمیر ہوا جس کو میں نے آج نہایت خوشی کے ساتھ کھولا۔ وہ ایک نہایت وسیع عمارت ہے۔ جناب لفٹیننٹ گورنر کے ہمراہ ایک کمپنی فوج جنگی اور بائیس سوار رسالہ کے تھے۔ یہ محض خوبی اقبال ہے کہ چار صوبہ کا مالک ایک تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ایسے وسیع ملک کا دورہ کر رہا ہے جس کا حکم ہے کہ کوئی شے ہرگز بلا قیمت نہ لی جاوے لیکن معلوم نہیں کہ وہ قیمت کون حاصل کرے گا جب کہ رسد زمینداروں سے لے کر فراہم ہو چکی ہے۔

بڑے دن کی ڈالیاں: ۲۵ر دسمبر ۱۸۹۳ء۔ میں نے بمقام ہردوئی دیکھا کہ اکثر تعلقہ داران کے نائب بعض اہالی واسطے پیش کرنے ڈالی جناب نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر اور ان کے سکریٹریوں کو بہ تقریب جشن

Marfat.com

بڑے دن کے وارد ہوئے اور قیمتی ڈالیاں پیش کیں۔ ان میں سے بعض کے نام درج ذیل کرتا ہوں:

۱۔ لالہ بھگوان دیال صاحب نائب ریاست مہاراجہ پرتاپ نرائن سنگھ صاحب تعلقہ دار اجودھیا۔ ۲۔ شیخ عنایت اللہ صاحب نائب راجہ امیر حسن خاں صاحب محمود آباد۔ ۳۔ خلف الصدق راجہ جنگ بہادر صاحب نانپارہ۔

تبادلہ تحصیلدار: یکم جنوری ۱۸۹۴ء۔ آج نقل حکم صاحب کلکٹر اعظم گڑھ مشعر بدیں مضمون مرسلہ دفتر ہردوئی بنام بابو نور و ز علی تحصیلدار سندیلہ کو موصول ہوئی کہ تم ضلع اعظم گڑھ کو تبدیل ہوئے اور بجائے تمہارے شیخ عبد الرحمان صاحب ضلع مذکور سندیلہ کو آویں گے۔ بابو صاحب کو ۲ جنوری تک ضلع مذکور میں پہنچ کر چارج تحصیلداری لینا چاہیے۔ ہمارے کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر کو غالباً اس تبادلے سے بہت افسوس ہوا ہوگا۔ پنڈت شیورام تھانیدار و بابو تپیسری دیال اسٹیشن ماسٹر ریلوے اور بعض دیگر اشخاص کو بہت ہی افسوس ہوگا کہ ان کی حکومت جاتی رہی۔

مولوی فضل رحمان صاحب: ۲۰ جنوری ۱۸۹۴ء۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جناب مولوی فضل الرحمان صاحب ساکن گنج مراد آباد نہایت مقدس بزرگ ہیں جن کے حصول زیارت کی غرض سے ہزاروں مرد و زن ہر فرقہ کے منازل دور دراز بلکہ تمامی ہندوستان سے چلے آتے ہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا کہ دو چار آدمی آپ کا شرف زیارت حاصل نہ کرتے ہوں۔ حتیٰ کہ یورو پین بھی آتے ہیں چنانچہ جب ۱۲ دسمبر ۱۸۹۳ء کو جناب سر چارلس کراس ویٹ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ بہ تقریب دورہ ملانواں سے بانگرمؤ تشریف لے گئے تو آپ کا ذکر خیر سن کر مع ملازمت ہو کر مع سکرٹری وغیرہ ہمراہیاں خود مراد آباد تشریف لے گئے اور آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے صرف اس قدر صاحب ممتاز الیہ سے فرمایا کہ ظلم زیادہ ہوتا ہے اس کا انسداد کرو۔ فی الواقع آپ کی ذات شریف بسا غنیمت ہے۔ مشہور ہے کہ اس وقت آپ کا سن شریف ایک سو چھ سال کا ہے اور بخوبی چلتے پھرتے ہیں اور لکھنے پڑھنے وغیرہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

بابو نور وز علی: ۱۲ فروری ۱۸۹۴ء۔ آج دو بجے کی ریل میں مرزا یعقوب حسن تحصیلدار وارد سندیلہ ہوئے اور بابو نور وز علی تحصیلدار سندیلہ سے چارج تحصیلداری سندیلہ کا لیا۔ بابو صاحب سندیلہ چھوڑنے سے بہت افسردہ خاطر ہیں جہاں دو سال دو ماہ سولہ یوم بوجہ ناالتفاقی رؤسا بہت تیزی سے تحصیلداری کی۔ مزاج میں عجلت، تلون، ناعاقبت اندیشی، ارذل کا درخور، اخبار پر عمل، تماش بینی کا بد تہذیبی کے ساتھ شوق مثل بازاریوں کے بھکڑ لانا، عزت دار کسی کی نہ کرنا، قبل از وقت بات کہنا، ظلم کو جائز رکھنا، کسی مشرب کا پابند نہ ہونا، ہندوؤں کو مسلمانوں پر ترجیح دینا۔ البتہ صاف دل و صاف معاملہ تھے۔

Marfat.com

__راجہ درگاپرشاد__: ۱۸ر فروری ۱۸۹۴ء - آج بحالت تخلیہ مجھ سے اور راجہ درگاپرشاد صاحب تعلقہ دار سے نہایت صفائی کے ساتھ ہر قسم کی بات چیت ہوئی اور گذشتہ حالات بابو نور وز علی تحصیلدار بیان ہوتے رہے جو ان کے اور میرے ساتھ غیبتاً مخالفانہ طریقے سے برتے جاتے تھے اور باہم ہمارے اور راجہ صاحب کے یہ معاہدہ ہوا کہ ہم دونوں سچے دوست ہو جاویں حتّٰی کہ جو میرا دوست وہ انکا اور جو میرا دشمن وہ ان کا اور اسی پر زور دے کر قول قرار ہوا اور باہم ہاتھ ملایا گیا اور ایک چھڑی ناخ کی قیمتی پندرہ روپئے میں نے بہ یادگار داستحکام اس معاہدہ کے بذریعہ تحریر امروزہ خدمت میں راجہ صاحب ممدوح کے ارسال کی جو تحریری شکرگزاری کے ساتھ قبول ہوئی اور جواب میں یہ بھی کہا کہ انشاءاللہ تعالیٰ میں بھی کسی موقع پر ایسے معاہدہ کی یادگار میں ایسی چیز پیش کروں گا کہ ہر وقت پیش نظر رہے اور میری یاد ہر وقت آپ کو دلاتی رہے۔

__مسہل اور ناچ گانا__: ۲۵ر اپریل ۱۸۹۴ء - آج کل مسماۃ کندن کا کوروی اہل خانہ ثانی منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار نے مسہل لیا ہے اس وجہ سے مسماۃ رانا میراثن ملیح آباد و لکھنؤ کا گانا شب و روز سنا کرتی ہیں - یہ میراثن مثل طوائفوں کے ناچتی گاتی ہے۔ کیا عجب ہے کہ اہل محلہ خوش ہوں کہ ان کو مفت بلا صرف گانا سننے کو ملتا ہے جو بالاخانہ زنانہ پر ہوا کرتا ہے۔ یہ سب باتیں زیادتی روپیہ سے حاصل ہوتی ہیں۔

__خطاب خان بہادر__: ۳۱ر مئی ۱۸۹۴ء - معائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے واضح ہے کہ حسب الحکم گزٹ آف انڈیا محکومہ ۲۶ر مئی مولوی سید علی احمد صاحب خلف مولوی سید غلام حسین صاحب مرحوم اشراف ٹولہ سندیلہ حال وکیل جبل پور کو بہ تقریب جشن سالگرہ ملکہ وکٹوریہ انگلستان کی خطاب خان بہادر بطور زیادتی اعزاز کے عطا ہوا۔ ۲۴ر مئی سن الیہ کو ملکہ کی عمر پورے پچھتر سال کی ہوئی۔

__جلوس مہندی__: ۱۰ر جولائی ۱۸۹۴ء - ۶ر محرم ۱۳۱۲ھ - آج دس بجے رات کو واجد حسین ساکن محلہ اشراف ٹولہ نے مہندی نکالی سامان روشنی و آرائش بہت خوب تھا۔ مومن علی (صدر اعلیٰ) کے مکان کی طرف سے چودھری عبدالباقی کے دروازے ہوتی ہوئی پیارے شہیدوں میں اور وہاں سے بازار منگل ہو کر میری کوٹھی کے نیچے نکلی اور پھر چوراہا سڑک پختہ پر ہو کر اس کے امام باڑہ میں پانچ بجے صبح کو پہنچی - مرثیہ قدم قدم پر ہوتا جاتا تھا اور مجمع بھی زائد تھا۔ میرے خیال میں یہ پہلا موقع اس کے نکلنے کا اس قصبہ میں ہے۔

__ناک کٹی__: ۲۰ر ستمبر ۱۸۹۴ء آج کلو ولد فہیم اللہ نے کلو خلف روح الدین کی ناک دانت سے کاٹ لی جو علحدہ ہو گئی۔ یہ دونوں اشراف محلہ میں رہتے ہیں کچھ معاملہ عاشقی معشوقی کا تھا۔ کلو کچھ ایسا حسین و خوبصورت لڑکا نہ تھا لیکن طبیعت۔

Marfat.com

خاندان چودھری حشمت علی: ۴ دسمبر ۱۸۹۴ء - چودھری حشمت علی صاحب تعلقدار مرحوم کے خاندان میں بالفعل تین شخص محمد عظیم صاحب تعلقہ دار، خان بہادر چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند تعلقداران لکھنؤ و چودھری محمد رؤف صاحب گزارہ دار تعلقہ ٹگرا لی، سربرآوردہ و حکام رس ہیں اور باہم ان تینوں میں قرابت قریبہ ہے اور بظاہر بہ جلسہ یکجائی مثل شیر و شکر پیوستہ رہتے ہیں لیکن دل میں ایسا نفاق پیدا ہے کہ ایک دوسرے کا سخت دشمن ہے اور پیش گاہ حکام ایک دوسرے کی توہین و تذلیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ یہ کیفیت میں نے اسی خاندان میں دیکھی۔ یہ محض نفسانیت ہے جو باعث تخریب ہو رہی ہے۔ اگر باہم ان میں اتفاق ہوتا تو کل قصبہ ان کا مطیع و منقاد رہتا اور کوئی دم مخالفت نہ مار سکتا۔ یہ علامت ادبار ہے جو عموماً مسلمانوں پر مسلط ہو رہی ہے۔

فاقے کے مارے: ۲۶ دسمبر ۱۸۹۴ء - آج میں ایک واقعہ افسوس ناک حوالہ قلم کرتا ہوں جو باعث عبرت ناظرین ہوگا۔ مجھے آج صبح اسسٹنٹ سرجن سندیلہ نے ایک خط بھیج کر اپنے شفاخانہ میں طلب کیا کہ میں ایک ملزم کا بہ حیثیت مجسٹریٹ بیان لکھوں جو جاں بلب ہے۔ اور شفاخانہ میں زیر علاج مسماۃ پاربتی زوجہ خوشحال چمار "جند پور" مزرعہ "بھر میرہ" تھانہ سندیلہ نے بوقت استفسار بیان کیا کہ وہ بیوہ ہے اور اس کے چار خورد سال لڑکے تھے۔ پانچ روز سے کچھ کھانے کو میسر نہیں آیا اور بھوک سے تڑپتے تھے۔ تب وہ اپنے لڑکوں کی ایسی حالت برداشت نہ کر سکی اور مرنے کو زندگی پر ترجیح دی۔ سب سے اول اس نے چاروں لڑکوں کا گلا استرے سے کاٹا اور پھر اپنے گلے پر استرا پھیرا جس سے نیم جان ہے۔ سانس پیٹ کی بذریعہ زخم کچھ منہ سے نکلتی ہے۔ چند ساعت کے بعد لڑکا تو مر گیا تینوں لڑکیاں زندہ ہیں جن کی عمر وغیرہ درج ذیل ہے۔ مسماۃ مہرنیا عمر دس سال، مسماۃ مکونی عمر ۶ سال، مسماۃ دلارہ عمر تین سال۔ مسمی گھانسی پسر متوفی ۵ سال تینوں لڑکیاں غالباً بچ جاویں مگر ماں کی خیریت نہیں جس کی عمر ۴۰ سال ہے۔ یہ فعل محض مجبوری سے ہوا ورنہ اولاد سے دلاری دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔

افتتاح کوٹھی سرائے: ۲ جنوری ۱۸۹۵ء - بہ تقریب کھولنے سرائے سندیلہ کے دور دور سے مہمان راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار کے آرہے ہیں اور سرائے کی بہت آرائش ہو رہی ہے۔ واقعی یہ کام راجہ نے نہایت حوصلہ مندی کے ساتھ باوصف مقروض ہونے علاقہ کے انجام دیا ہے جس کی تیاری آراستگی اور مہمان داری کا خرچہ بیس ہزار سے کم نہیں ہو سکتا۔ میں نے حسب خواہش جناب موصوف ایک تاریخ سنگ مرمر

Marfat.com

پرکندہ کرا کے بطور یادگار و استحکام روابط و اتحاد کے وسط پھاٹک سرائے نوتعمیر میں نصب کروائی ہے۔

۳؍جنوری ۱۸۹۵ء۔ آج تقریب افتتاح سرائے کوئن عمل میں آئی۔ ضلع کے جملہ حکام تعلقہ داران و رؤسا وغیرہ علی قدر مراتب کرسی نشین ہوئے۔ کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی جن کے نام نامی پر یہ سرائے موسوم ہوئی ٹھیک تین بجے شام کو تشریف لائے۔ اول راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار بانی سرائے نے ایڈریس پڑھا۔ بعدہٗ کرنل صاحب نے بہ زبان انگریزی اس کا جواب دیا۔ پھر اسکا ترجمہ شاہزادہ مرزا ہمایوں قدر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے پڑھ کر سنایا۔ ایڈریس پارچہ ریشمی سرخ پر تحریر تھا جو کشتی نقرئی میں لگا کر پیش کیا گیا اور کنجی نقرئی سے صاحب بہادر نے قفل افتتاح کا کھولا۔ صاحب بہادر نے اپنے جواب میں راجہ صاحب کو ہدایت کی کہ کچھ جائداد واسطے مرمت ضروری سرائے کی علٰحدہ کردی جاوے تاکہ وہ ہمیشہ قائم و برقرار رہے شب کو جلسہ چند طائفہ زنانہ سندیلہ و علیجان کشمیری کا ہوا۔ یہ کام راجہ صاحب نے واقعی نہایت حوصلہ کے ساتھ کیا ہے اور اپنے ہمسروں میں سبقت لے گئے۔ میری نشست بائیں جانب صف اول میں آنریری مجسٹریٹوں میں تھی۔

<u>حال و قال</u>: ۱۸؍جنوری ۱۸۹۵ء۔ آج رات سے منشی فضل رسول صاحب کا عرس شروع ہوا اور مشائخ لکھنؤ واسطے زینت محفل کے آرہے ہیں۔ کاش منشی صاحب (یعنی فضل حسین صاحب جو اپنے والد منشی فضل رسول کا عرس کرتے تھے۔ ہاشمی) اس مصنوعی حال و قال کی مجلس موقوف کرکے دو چار ہزار بخش کھانے محتاجوں کو تقسیم کراتے تو شاید روح جناب مغفور کو زیادہ ثواب پہنچتا۔ اس مجلس کا یہی نتیجہ نکلا کرتا ہے کہ شہر کے لوگ حالیوں کا تماشا دیکھ کر قہقہہ لگاتے ہیں اور ان کی شورش سے لطف گانے کا بھی مفقود ہو جاتا ہے اور کچھ عجب نہیں کہ ایسے افعال اور حرکات سے مرحوم کی روح کو صدمہ ہوتا ہو۔

<u>افعال قبیحہ</u>: ۱۸؍فروری ۱۸۹۵ء۔ آج عزیزاز جان بشیر الزماں خلف منشی فہیم الزماں صاحب سے معلوم ہوا کہ آج کل کے تعلیم یافتہ لڑکے اکثر عارضہ زلق میں مبتلا ہیں۔ بعضوں کو شکایت کم اور بعض کو زیادہ ہے۔ جن کی شادیاں ہوگئیں وہ دوا کی تلاش میں سرگرداں اور بے شادی والے ہنوز اس سے غفلت میں پڑے ہیں۔ ان دنوں طریقہ تہذیب تحفظ بدنامی صحبت مستورات یہی قرار پایا ہے۔ تفصیل ابتلائے نوجوانان مجلوق جس کی تصدیق اب تک ہوئی ہے یہ ہیں (یہاں مصنف روزنامچہ نے آٹھ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے نام درج کیے ہیں جن میں ان کا ایک بیٹا بھی شامل ہے۔ ہاشمی) افسوس اگر ابتدائے عمر میں شادی کیجاتی ہے تو اولاد کم زور پیدا ہوتی ہے۔ تعلیم کی طرف چنداں توجہ نہیں رہتی اور اگر اس میں توقف ہوتا

Marfat.com

ہے تو ایسے افعال قبیحہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ کل لڑکے تعلیم یافتہ ہیں۔

مالگذاری میں اضافہ : ۳۱ مارچ ۱۸۹۵ء۔ آج میں نے راجہ درگا پرشاد صاحب کی جمع ثانی معائنہ کی جس کی وہ نقل لائے ہیں تو جمع مالگذاری سابق کے دو چند ہے۔ اس حالت میں کیسے امید ہو سکتی ہے کہ ان کا یا کسی کا علاقہ بحالت موجودہ قائم رہ سکتا ہے چہ جائے کہ راجہ صاحب پر اس وقت قریب دو لاکھ کے قرضہ ہے۔ جس وقت سے میں نے یہ کیفیت دیکھی ہے اور سنی ہے میرے ہوش جاتے رہے کہ میں اپنی کثیر عیال داری کے ساتھ کیونکر بسر کر سکوں گا جب کہ جمع سابق سے دو چند تجویز ہو رہی ہے اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش کا بجز اس کے میسر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عزت و آبرو سے رکھے۔ بجز اس کے افضال کے اب کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

ندوۃ العلما لکھنؤ : ۱۰ اپریل ۱۸۹۵ء۔ بارہ دری قیصر باغ (لکھنؤ) میں جلسہ ندوۃ العلما منعقد ہوا ہے جس میں مشہور و نامی علما تمامی ہندوستان کے شریک ہیں۔ مقاصد جلسہ یہ ہیں کہ اہل اسلام کو ترقی دینی دنیوی میں توجہ و ترغیب ہو جو اور قوموں سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ دونوں وقت صبح و شام وعظ ہوتا ہے اور اس تمامی خرچ کے کفیل حضرت وکیل صاحب ہیں۔ خدا ان کو اپنی کوشش میں کامیاب کرے۔

ہنگامہ محرم میں : ۶ جولائی ۱۸۹۵ء۔ نویں محرم کو تعزیہ چودھری کلو کا معہ دیگر تعزیوں کے 'گڈری' میں زیر محل راجہ صاحب کے پہنچا تو ایک مرتبہ غل ہوا کہ رانی چندر کنور زوجہ راجہ وزیر چند صاحب کے محل سے اینٹ آئی اور کل تعزیے وہیں رکھ دیے گئے اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تحصیلدار و تھانیدار و مرزا ہمایوں قدر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر موقع پر پہنچ کر تحقیقات کرنے لگے حالانکہ اینٹ آنے کی کوئی اصلیت نہ تھی۔ صرف یہ کارروائی واجد خاں بلوچ کی تھی جنھوں نے محمد ولد علی رضا نعتوانہ والہی وغیرہ چند اپنے ملازم افترا پرداز کو اشارہ کر دیا تھا کہ جب تعزیے 'گڈری' میں پہنچیں تو چند پارہ سفالی تعزیوں پر اچھال دیں اور جب رانی کی طرف بدگمانی ہو کہ ہنگامہ برپا ہو جاوے اور تعزیے والے پولس و حکام کا کہنا نہ مانیں تو آپ کو درمیان میں ڈال کر انھیں راضی کریں تاکہ اس کے باعث سے پیش گاہ حکام رسوخ و وقعت پیدا ہو اور پولس ایک فعل ناجائز کے ارتکاب کو مانع نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب تعزیہ والوں نے پولس وغیرہ کا کہا نہ کیا تو حضرت نے اپنی سازباز تخیلہ کے مطابق سب کو رام کر کے تعزیوں کو آگے بڑھایا اور ایک نوع کی ظاہری نمود حاصل کی ورنہ دراصل یہ کوئی بات نہ تھی مگر افسوس یہ فطرت ان کی کھل گئی اور پولس کو بھی معلوم ہو گیا۔ عجب نہیں کہ یہ راز حکام کو بھی منکشف ہو جاوے اور ان کی فطرتی کارروائی کا ثمرہ بد ملے۔ عجب بے ڈھب لوگ ہیں کہ

Marfat.com

حکام وقت سے ان کو مطلقاً خوف نہیں اور ایسے فعل کا ارتکاب کرتے ہیں کہ جس سے نیک رئیسوں کے جسم میں رعشہ پیدا ہوتا ہے۔ خدا ایسے لوگوں کی نزدیکی سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

حصۂ میلاد: ۱۲ر ستمبر ۱۸۹۵ء۔ آج صبح کو چودھری نصرت علی صاحب خاں بہادر رئیس "مہتوانہ" کے مکان پر محفل میلاد شریف منعقد تھی۔ اول پانچ پانچ لڈو جو اسی غرض سے تیار ہوئے تھے تقسیم ہوئے اور جب وہ باعث مجمع کثیر کافی نہ ہو سکے تو مٹھائی بازار سے منگا کر تقسیم ہوئی اور جب وہ بھی غیر کافی ٹھہری تو سو روپے کے پیسے فی کس دو آنے کے حساب سے بانٹے گئے اور جب وہ بھی حساب نہ چل سکا تو ایک آنہ، بعدہٗ چھ پائی فی کس دیے گئے۔ سنا گیا کہ ۱۶۵۰ روپے اس تقریب میں صرف ہوئے۔ اب سندیلہ میں مجلس کرنا بہت مشکل ہو گیا۔ نیکی تو درکنار بُرائی پیش قدمی کو تیار۔ اس وجہ سے متوسط لوگوں نے ایسا کرنا موقوف کر دیا ہے۔ کردن صد عیب و نہ کردن یک عیب۔

تحفہ راجہ صاحب: ۲۶ر ستمبر ۱۸۹۵ء۔ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار "سرون بڑا گاؤں" نینی تال سے آج واپس آئے اور براہ ازدیاد محبت و مراسم دوستانہ ایک قلمدان برنجی ساخت انگریزی وارنش شدہ لائے اور بطور تحفہ کے مجھے لطف فرمایا۔ سچ یہ ہے کہ ایسے طریق عمل سے بنائے محبت و دوستی کو صورت استحکام کی پیدا ہے۔

لکھنؤ کی قفلیاں: ۱۷ر اکتوبر ۱۸۹۵ء۔ مسمّی "ڈھونڈھے" لکھنؤ کی بالائی کی قفلیاں نہایت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہیں جو پاؤ بھر سے کم نہیں ہوتیں اور دو آنہ سے تین آنہ تک بلحاظ کمی و بیشی بالائی کے فی قفلی فروخت ہوتی ہے۔ آج وہ بذریعہ برخوردار مرتضیٰ علی لکھنؤ سے منگائی تھیں اور استعمال میں آئیں جو نہایت پسندیدہ ثابت ہوئیں اور بدرجہ غایت قابلِ تعریف۔ مرتضیٰ علی امسال درجہ الف اے کا امتحان دیں گے۔ خدا کامیاب کرے۔

دربار لفٹیننٹ گورنر: ۳ر فروری ۱۸۹۶ء۔ آج ۸ ½ بجے صبح کی ڈاک گاڑی میں بغرض شرکت دربار لکھنؤ گیا۔ قیصر باغ میں ٹھہر کر اپنے ساتھ کا کھانا بہ معیت منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار کے کھایا اور انھیں کی بگھی پر ۱۱ ½ بجے کیننگ کالج موقع دربار میں بذریعہ ٹکٹ درباری داخل ہوا۔ ٹھیک بارہ بجے جناب سر انٹنی میکڈانل صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ تشریف لائے۔ اول فرمانِ شاہی و تمغہ عطائے خطاب (نائٹ کمانڈر) مہاراجہ پرتاب نرائن سنگھ اجودھیا کو مرحمت ہوا اور فرمان پڑھ کر سنایا گیا پھر ہر ایک درباری کو ضلع کے صاحب ڈپٹی کمشنروں نے ٹکٹ کے ذریعہ سے نام پکار کر پیش کیا اور لفٹیننٹ گورنر بہادر نے ایک اشرفی نذر پیش شدہ مس کی۔ بعدہٗ درباری جو بساط قالین اونی داہنی کنارہ سے پیش ہوا تھا وہ بائیں کنارہ قالین مذکور ہو کر اپنی جائے نشست پر جا بیٹھا۔ اس کے بعد جناب محتشم الیہ نے

Marfat.com

انگریزی میں اسپیچ دی جس کا ترجمہ اردو محمد رفیق صاحب ایڈیشنل جج لکھنؤ نے پڑھ کر سنایا جس کا خلاصہ نسبت تعلقہ داران اودھ یہ تھا کہ اپنی اولاد کو تعلیم دلائیں اور مصارف شادی وغمی میں تخفیف کریں اور بادشاہ وقت کی خیرخواہی میں مصروف رہیں۔ ازاں بعد ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے درباریوں کو عطر پان دیا اور ٹھیک ۱½ بجے کے دربار برخواست ہوا اور پھر بہ معیت منشی صاحب موصوف قیصر باغ میں واپس ہو کر بعد ادائے نماز ظہر ریلوے اسٹیشن کو گیا اور ۴½ بجے شام کی ڈاک گاڑی میں اپنے مکان سندیلہ کو واپس آیا۔

یو پی کی میونسپلٹیاں: ۲؍مئی ۱۸۹۶ء۔ رپورٹ سال تمام گورنمنٹ اضلاع مغربی وشمالی واودھ صیغہ میونسپل ۱۸۹۶ء سے واضح ہوتا ہے کہ انعقاد میونسپل کمیٹی بقید مردم شماری ۱۸۹۱ء ضلع ہردوئی حسب ذیل ہے۔

نام قصبہ	کب میونسپلٹی قائم ہوئی	مردم شماری اندر حدود میونسپل
سندیلہ	۱۴؍جولائی ۱۸۶۸ء	۱۶۸۱۳
ہردوئی خاص	یکم جنوری ۱۸۷۱ء	۱۱۱۵۲
شاہ آباد	یکم نومبر ۱۸۷۲ء	۲۰۱۵۳
سانڈی	یکم اپریل ۱۸۷۷ء	۹۶۲۹
پہانی	یکم اپریل ۱۸۷۷ء	۷۹۹۳

قیام میونسپل ومردم شماری شہر ہائے نامی اضلاع مختلف مغربی وشمالی واودھ

نام قصبہ وشہر	کب میونسپلٹی قائم ہوئی	مردم شماری اندر حدود میونسپل
لکھنؤ	یکم جنوری ۱۸۶۲ء	۲,۶۷,۹۱۰
بنارس	یکم جون ۱۸۶۸ء	۲,۱۳,۱۶۱
آگرہ	۷؍اکتوبر ۱۸۶۳ء	۱,۶۹,۵۰۹
کانپور	۲۲؍نومبر ۱۸۶۱ء	۱,۶۳,۷۷۹
الہ آباد	یکم مارچ ۱۸۶۳ء	۱,۶۲,۸۹۵
میرٹھ	یکم جولائی ۱۸۶۴ء	۱,۱۹,۳۹۰
بریلی	۲۴؍جون ۱۸۵۸ء	۱,۰۷,۷۸۵
فیض آباد	۱۹؍اگست ۱۸۶۵ء	۷۲,۶۹۲
باندہ	یکم نومبر ۱۸۶۵ء	۶۳,۰۷۱

بسمل خیرآبادی: ۴؍جون ۱۸۹۶ء۔ آج محمد حسین بسمل خیرآبادی اپنے مرشد حافظ کرم احمد صاحب مرحوم کی قبر پر واسطے فاتحہ خوانی کے آئے جو ۲۲ سال گزشتہ سے منحرف تھے۔ ابتدا میں ان کو ایسی عقیدت تھی کہ حضرت مرشد کی قدم بوسی کو خیرآباد سے پاپیادہ آتے تھے اور بحالت قیام سندیلہ چارپائی پر نہیں لیٹتے تھے۔ اس وقت ان کی شادی نہیں ہوئی تھی اور نہ کوئی عمدہ روزگار ملا تھا لیکن جب شادی ہوئی اور ریاست ٹونک میں رئیس کے میر منشی مقرر ہوئے تو سندیلہ کا کبھی رخ بھی نہیں کیا۔ جب بی بی لاولد فوت ہوئیں اور روزگار سے پنشن پائی ولولہ سابقہ پھر جوش میں آیا اور حسرت بھری آرزوؤں سے کشاں کشاں سندیلہ آئے اور فاتحہ مزار مرشد کے بعد

Marfat.com

قوالی گانا سنا۔ اگر کاش حیات شدہ میں اپنی عقیدت سابقہ پر قائم رہ کر آمد و شد رکھتے تو بمقابلہ اوروں کے ان کو خلیفہ ہونے کا فخر اور ترجیح ہوتی۔

لفٹیننٹ گورنر: ۲۴ر جولائی ۱۸۹۶ء - سر انٹنی میکڈانل صاحب لفٹیننٹ گورنر نہایت بیدار مغز و منصف حاکم ہیں۔ حکام ماتحت علی الخصوص یورپین ان سے بہت ڈرتے ہیں۔ ان کی رائے عدل و انصاف سے مملو ہے۔ وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ ان کے ماتحت رعایا پر کوئی ظلم و تعدی جائز رکھیں۔ اس وجہ سے ہر شخص کو عام حکم ہے کہ جو کچھ ان پر جبر ہوا ہو جو ان کو کہنا سننا ہو اپنی زبان سے بیان کریں تاکہ اس پر غور مناسب کیا جاوے۔ عمر صاحب محتشم الیہ قریب پچاس سال کے ہو گی۔ پستہ قد جسیم آدمی ہیں۔

ایک تعلقہ دار کی فریاد: ۹ر اگست ۱۸۹۶ء - آج منشی رحمت اللہ تحصیلدار سندیلہ نے بوقت ملاقات مجھ سے بیان کیا کہ... تعلقہ دار کی وجہ ناراضگی میرے ساتھ یہ ہے کہ انھوں نے دو شکایتیں مجھ سے کیں کہ میں ان کا انسداد کرا دوں لیکن وہ ایسے امور تھے کہ میں ان کی تعمیل میں قاصر رہا۔ اول یہ کہ چودھری علی جان خلف دویم چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار جہاں کہیں ملتے ہیں تو مجھے انڈا دکھلاتے ہیں اور قیں کر دیتے ہیں اور جب میں بازار میں نکلتا ہوں تو بازاری لڑکے مجھے منہ چڑھاتے ہیں اور انڈا دکھلاتے ہیں۔ آپ ان کو گوشمالی واجب دیں۔ دوسرے میری آشنا شیرن (طوائف) کے یہاں رات کو ڈھیلے آتے ہیں اور نصف جلے ہوئے کنڈے اور میری کوٹھی و محل سرائے میں اینٹیں آتی ہیں تو میری بی بی کو اس موسم گرما میں صحن میں لیٹنا دشوار ہو گیا ہے۔ اس کا انسداد کر دیں۔ میں نے کہا کہ دونوں باتیں مجھ سے نہیں ہو سکتی ہیں۔ آپ خود اس کا بہ حیثیت تعلقہ دار اپنی دولت مندی کے باعث بندوبست کر سکتے ہیں۔

انتظام بے روزگاری: ۱۴ر اگست ۱۸۹۶ء - بمعائنہ اودھ اخبار ہی روزہ کے معلوم ہوا کہ یکم اگست ۱۸۹۶ء کے گزٹ انتظام عامہ امیدواران ملازمت کے لیے گورنمنٹ نے بذریعہ ریزولیشن ۹۴۵/۷ ج محکومہ ۲۴ر جولائی سن الیہ کے مشتہر کیا ہے کہ جو شخص انگریزی یا اردو کا مڈل پاس ہو گا اس کو ۲۵ر روپے ماہوار تک ملازمت مل سکتی ہے اور جو انٹرنس پاس ہو گا اس کو ۲۵ر روپے ماہوار سے زائد تنخواہ تک نوکری مل سکے گی۔

اسپتال سندیلہ: ۹ر ستمبر ۱۸۹۶ء - آج شفاخانہ جدید سندیلہ کا کھولا گیا اور بابو سوشی بھوشن بنرجی اسسٹنٹ سرجن سندیلہ نے اس میں بیٹھ کر معالجہ شروع کیا۔

ایک رسم: ۲ر اکتوبر ۱۸۹۶ء - چونکہ بخانہ الطاف رسول خلف الصدق منشی سید فضل حسین صاحب امید ولادت فرزند اولین ہے اور اب ساتواں مہینہ ختم ہو رہا ہے لہذا حسب رواج خاندانی آج تقریب ستوائی

Marfat.com

دوپٹہ ڈالنے کی بہ فراہمی مستورات برادری گانے بجانے کے ساتھ ادا ہو رہی ہے۔ خدا کرے فرزند صاحب اقبال پیدا ہو۔

حکیم عبدالعزیز دریابادی: ۳۰ نومبر ۱۸۹۶ء۔ آج تحریر دریاباد سے واضح ہوا کہ ۲۷ نومبر سنہ الیہ جمعہ کو بوقت ۱۲ بجے حکیم عبدالعزیز خلف مولوی نور کریم صاحب نے بعارضہ سل قضا کی۔ عمر ۵۶ سال تھی۔ مرحوم مدرس عربی کیننگ کالج لکھنؤ کے تھے اور پچھتر روپے تنخواہ پاتے تھے۔ علم طب میں بھی اچھی مداخلت تھی اور روز بہ روز ان کی شہرت اور فیس یومیہ بڑھتی جاتی تھی۔ اب پندرہ روپیہ تک یومیہ تھا۔ اپنے سب بھائیوں میں لئیق تھے اور سب لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ صرف دو لڑکیاں یادگار چھوڑیں اور کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ اپنی بیوی کے نام وصیت کر گئے۔

ایک تحصیلدار: ۱۹ دسمبر ۱۸۹۶ء۔ منشی رحمت اللہ تحصیلدار سندیلہ سخت جابر اور رشوت خور ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ جب وہ دورہ پر تشریف لے جاتے ہیں تو اپنے گھوڑے کے واسطے چھ سیر دانہ زمینداروں سے لیتے ہیں۔ چار سیر گھوڑے کو دے کر باقی سندیلہ میں لاکر چند روز تک اسی حساب سے اپنے گھوڑے کو کھلاتے ہیں ان کو خریدنا نہیں ہوتا اور نہ ان کو کوئی اثر قحط سالی کا پہنچا۔ یہ ایک ادنیٰ بات ہے اور باتوں کی نسبت اسی نہج کا خیال کر لیا جاوے اور طرہ یہ ہے کہ یہ سب جلب منفعت عزہ ڈبہ بتلا کر کی جاتی ہے۔ عموماً لوگوں کا خیال ہے کہ اس قماش کا کوئی تحصیلدار سندیلہ میں نہیں آیا۔

امداد محتاجین: ۲۵ دسمبر ۱۸۹۶ء۔ آج مسٹر لاٹوش صاحب صدر بورڈ اضلاع مغربی وشمالی و اودھ سندیلہ آئے اور ایک قطعہ نوٹ پچاس روپے کا منشی رحمت اللہ تحصیلدار سندیلہ کو دیا کہ محتاجوں کو سرمائی بنوادیں چنانچہ حسب تحریک تحصیلدار میں نے چالیس رضائی اور تیس عدد لہنگے بنوادیے جن کی تیاری میں جملہ چوّن روپے آٹھ آنے صرف ہوئے۔

۵ جنوری ۱۸۹۷ء۔ آج ۸۰ رضائی حسب ہدایت تحصیلدار سندیلہ تیار کرا کے محتاجین کو بھیجیں جس کی حاصل تیاری میں مبلغ چھیاسٹھ روپے آٹھ آنہ نو پائی خرچ ہوئے۔ یہ امداد منجانب گورنمنٹ ہے۔ آج بمشکل تمام فہرست مستورات پردہ نشیں قصبہ ہذا حسب ہدایت ڈپٹی انبا سہائے صاحب میں نے مرتب کی جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔ علاوہ اس کے ابھی اور بھی مستورات باقی ہیں جن کا اندراج محلات میں نہ ہو سکا۔
اشراف ٹولہ۔ ۱۲۳، مہتوانہ۔ ۹۱، ملکانہ۔ ۳۸، منڈئی۔ ۲۵ = کل ۲۷۷

۱۵ جنوری ۱۸۹۷ء۔ آج محلہ چوپار ٹولہ و ملکانہ میں بوقت سہ پہر ہمراہ ڈپٹی انبا سہائے صاحب

Marfat.com

رہا اور گزارہ مستورات پردہ نشیں وغیرہ کو شام تک تقسیم کرتا رہا اور اس کے بعد گیارہ بجے رات تک عورات اشراف ٹولہ کی تقسیم ہوتی رہی۔ اگرچہ اس کام سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے کہ کھانے و سونے کا وقت ہو جاتا ہے لیکن محض بغرض رفع تکلیف مردمان پریشان حال جن کو دو دو تین تین وقت کھانا میسر نہیں آتا ہے میں اس تکلیف کو تکلیف نہیں تصور کرتا ہوں بلکہ عین موجب راحت جانتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ نکوئی بہ شراکت تمام ڈپٹی صاحب میری ایک مدت دراز تک رہے گی۔

تماشا کرناٹکی: ۲۶ر جنوری ۱۸۹۷ء۔ آج ۴ بجے شام کو مسٹر ہوٹبل صاحب اسسٹنٹ کمشنر ہردوئی نے اپنے لشکر "باغ چڑاو" میں کرناٹک حیدر آباد دکن کا تماشا کرایا اور حسب طلب منشی رحمت اللہ تحصیلدار قائم راجہ درگا پرشاد و کنور نرندر بہادر شریک جلسہ تھے۔ میں نے ایک روپیہ تماشا کرنے والوں کو دیا۔ اور لوگوں نے بھی بقدر اپنی حیثیت مراتب کے دیا۔ تماشا اچھا تھا۔

ڈپٹی کمشنر ہردوئی: ۴ر مارچ ۱۸۹۷ء۔ کل دوپہر کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی نے مسٹر ہاپکنس صاحب سابق جج ہردوئی کو اپنے عہدہ کا چارج دے دیا اور آج نو بجے کی ڈاک گاڑی میں روانہ ولایت لندن ہوئے میں نے بھی اسٹیشن پر سلام رخصتی کیا۔ بعض روسائے قصبہ ہذا صدر (ہردوئی) کو بھی واسطے ملاقات کے گئے تھے۔ اور لکھنؤ تک بھی ہمراہ گئے۔ صاحب بہادر جبر پسند تھے۔ ہر ایک چیز مفت چاہتے تھے۔ ان کی پنج سالہ ڈپٹی کمشنری میں لوگوں کو کوئی نفع نہیں ہوا بجز رحمت اللہ کے جن کو پیش کاری ضلع اناؤ سے تحصیلدار سندیلہ مقرر کرا دیا۔ باوجودیکہ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار نے اپنی تعمیر کوئن سرائے سے اپنے کو زیر بار قرضہ کر دیا لیکن کوئی رعایت ان کے ساتھ بھی نہیں ہوئی۔ اور چلتے چلاتے یہ دو باتیں ان کے عہد کی یادگار رہیں گی کہ اپنی روانگی کے دو ہفتہ قبل انھوں نے کل روسائے ضلع ہذا کی قرقی کرا کے پورا مطالبہ چھ آنے خریف کا باوجود قحط سالی کے وصول کر لیا حالانکہ منشائے گورنمنٹ فی صدی چالیس لینے کا تھا جس کا اشتہار گورنمنٹ گزٹ مورخہ ۱۲ر جنوری میں درج ہے۔ ۔ ۔ ۔ دوسرے یہ کہ بہت سی پردہ نشیں محتاج اور غیر پردہ دار کے نام خارج کر دیے جن کو گورنمنٹ سے گزارہ ملتا تھا۔ منجملہ ان کے بہتیرے ہلاک ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ عجب نہیں کہ وہ اپنے جانشیں مسٹر ہاپکنس صاحب کو بھی ایسی تعلیم دے گئے ہوں۔

تاریخ شادی: ۲۴ر ستمبر ۱۸۹۷ء .... نور چشم مرتضیٰ علی کی بارات لکھنؤ جاوے گی اور عقد شرعی ہوگا اور ۲۷ر ربیع الثانی کو رخصتی ہوگی اور ۲۸ر کو دونوں (اپنے دو بیٹوں ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی کی شادیاں

Marfat.com

مولوی مظہر علی نے ایک ہی تاریخ کو کی تھیں۔ ہاشمی) کی سندیلہ سے واپسی ہوگی کیوں کہ ۲۶ر کو بعد شام کے تاریخ لگ جاوے گی جو طاق ہوگی اور اس قسم کی تاریخ میں رواجاً عقد نہیں ہوتا ہے۔

نواب یار جنگ: ۲۸ر فروری ۱۸۹۸ء۔ آج منشی اکرام اللہ خاں صاحب نواب یار جنگ واسطے عیادت منشی فضل حسین صاحب کاکوری سے تشریف لائے۔ ان کو اب گورنمنٹ انگریزی اور ریاست حیدرآباد سے بارہ سو پنشن ملتی ہے۔ میں نے اسٹیشن ریل تک پیشوائی کی اور بوقت سہ پہر بہ سواری بگھی مقامات مشہور کی سیر کرائی۔ مجھ سے بہ اخلاق پیش آئے۔ میری ان سے ملاقات سابق کی بھی تھی جب کہ وہ بندوبست میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع ہردوئی میں تھے۔

رسم نیوتہ: ۱۲ر مئی ۱۸۹۸ء۔ برخوردار سید حافظ علی ولد سید ماجد علی مرحوم نے اپنی بیٹی کا عقد محمد عزیز کے ساتھ کیا۔ اس میں کسی کا نیوتہ نہیں لیا اور نہ کوئی رسم ادا ہونے دی حتیٰ کہ کسی قسم کا کھانا بھی سمدھیانے نہیں بھیجا۔ صرف کچھ زیور معمولی اور ایک جوڑا لڑکی کو دے کر رخصت کر دیا جب انھوں نے نیوتہ نہیں لیا ہے تو آئندہ کسی کو نہیں دیویں گے۔ یہ طریقہ انھوں نے جدید اختراع کیا جس کا رواج اس محلہ و قصبہ میں نہیں ہے۔

ممولا و مکڑی: ۷ر ستمبر ۱۸۹۸ء۔ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کھر بچہ (کذا) عرف ممولا پرندا و رجالا مکڑی برسات کے شروع ہونے پر ناپید ہو جاتا ہے یعنی پرند پہاڑوں پر چلا جاتا ہے اور مکڑی جالا لگانا موقوف کر دیتی ہے اور بارش کے خاتمے پر پرند کو پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور مکڑی جالا لگانا شروع کر دیتی ہے اور یہ دلیل اس بات کی ہے کہ اب اور بارش نہ ہوگی۔ چنانچہ آج کل اس قسم کے آثار نظر آرہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بارش اور زیادہ نہ ہوگی کہ جھلے پالے اور کانس بھی پھولنے لگی ہے۔

گراموفون: ۲۹ر مارچ ۱۸۹۹ء۔۔۔۔ اس کے بعد میں کنور نرندر بہادر صاحب سے ملا۔ مجھے اپنی کوٹھی جدید کا معائنہ کرایا اور بہت لطف و محبت سے پیش آئے اور ایک گھنٹہ تک مجھے مسٹر ایڈیسن صاحب امریکہ کا ایجاد کیا ہوا باجہ سنایا جو جدید ایجاد ہوا ہے اور جس میں ہر ایک شخص کی آواز کا فوٹو اتر جاتا ہے جس قسم کی وہ بات چیت کرے اور گانا گاوے فوراً اس کی آواز پیالہ میں اتر جاتی ہے اور جس وقت اس کو کھولیے فوراً اسی قسم کا گانا جیسا گویے نے گایا تھا اسی تال سر سے بولنے لگتا ہے۔ کنور صاحب نے اس باجے کو بقیمت مبلغ تین سو روپے خرید کیا ہے۔

چوہے: ۴ر اپریل ۱۸۹۹ء۔ مدھانا مراؤ ساکن سہنگوان نے اپنے کھیتوں کے ڈھائی ہزار چوہے مارے جس سے ایک کھیت اس کا چوہوں کی ضرر رسانی سے محفوظ رہا اور زیادہ خوب پیدا ہوئی اور وہ

Marfat.com

ترکیب یہ کرتا تھا کہ جس قدر گڑھے اس کے کھیت میں تھے ان میں پانی بھر دیتا تھا اور جب چوہے گڈھوں سے نکلتے تھے تو اس کے بیٹے اور بھائی جو تعداد میں پانچ چھ تھے سب مل کر ان کو مار ڈالتے تھے جس سے فراش چوہوں کی اب کے سال نہ ہو سکی۔ یہ ترکیب میں نے اپنے ہوش میں کبھی دیکھی نہ سنی۔

تھیٹر: ۸ اپریل ۱۸۹۹ء۔ آج شب کو ایک تھیٹر لکھنؤ کا جلسہ احاطہ تقی میاں مرحوم میں شروع ہوا۔ ٹکٹ ۳ روپے سے لے کر بارہ روپے تک تھا۔

شادیوں کی کثرت: ۵ مئی ۱۸۹۹ء۔ آج کل ایک مہینہ سے اس قدر کثرت شادی بیاہوں کی قصبہ ہذا میں ہے کہ اوسط روزانہ بارہ سے پندرہ تک کا ہے۔ اور یہی کیفیت دیہات میں ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے غدر کے بعد ۱۸۵۸ء کی کیفیت یاد آجاتی ہے کہ اس زمانے میں بھی کثرت تھی۔

نیا شوالہ: ۲۴ جولائی ۱۸۹۹ء۔ آج استھاپنا مہادیو کا شوالہ سنگ مرمر میں ہوا۔ شب کو چند طوائفوں کا ناچ ہوا تھا اور سرائے و دھرم شالہ میں روشنی ہوئی تھی۔ راجہ درگا پرشاد صاحب نے اس کام کو بہت دھوم دھام سے انجام دیا۔ یہ فعل دھرم کا راجہ صاحب نے ایسا کیا جو ان کے باپ دادا سے نہ ہو سکا جو عہد شاہی میں بڑے معزز چکلہ دار تھے۔

ایک ڈھاڑی کا ناچ: ۲۱ دسمبر ۱۸۹۹ء۔ آج شام کو مسمی کرج ولد مرج ڈھاڑی گوالیار کا منشی سید فضل حسین صاحب کے مکان پر ناچ ہوا اور بہ اصرار منشی صاحب میں شریک جلسہ ہوا۔ وہ اول تلواروں کی باڑھ پر بلا تکلف پیروں کی تھپکی دے کر ناچا اور کوئی اثر تلوار کی باڑھ کا اس کے پیروں اور تلوؤں پر نہیں پہنچا۔ دوسرے وہ چھوٹے بتاشوں کو بچھا کر ناچا اور ایک بھی بتاشا نہیں ٹوٹا۔ تیسرے وہ گھونگرو پیروں میں نہیں باندھے تھا لیکن وہ منہ سے ایسے صاف گھونگرو بجاتا تھا گویا وہ پیروں کی تھپکی دے کر بجاتا ہے۔ بظاہر اس کی عمر ۳۵ سال کے اندر ہے منشی صاحب نے مبلغ دس روپیہ اس کو انعام دیا۔

چندہ مقتولین جنگ: ۲۴ دسمبر ۱۸۹۹ء۔ آج کو میٹنگ امداد ورثاء مقتولین و مجروحین جنگ ٹرانسوال میونسپل ہال میں منعقد ہوئی کہ جو انگریزی فوج بمقابلہ ڈچ کاشتکاران ٹرانسوال کے قتل ہوئی ہے انکی بیوائوں اور خورد سال لڑکوں کی چندہ سے اعانت کریں۔

حاجی وارث علی شاہ: ۲۵ مارچ ۱۹۰۰ء۔ چونکہ حاجی وارث علی شاہ صاحب رئیس دیوا (ضلع بارہ بنکی) آج چار یوم سے وارد سندیلہ میں اور بر مکان چودھری وقار محمد صاحب مرحوم مقیم ہیں مقامات مختلف سے

Marfat.com

جوق جوق لوگ آپ کی زیارت کے واسطے چلے آتے ہیں۔ روشن چوکی ہر وقت بجتی رہتی ہے اور چندہ مریدین سے لنگر خانہ جاری ہے جہاں سے مہمانوں کو کھانا ملتا ہے۔ دن میں تین تین چار چار مرتبہ نہ بند بجتے ہوئے اٹھتے ہیں (حاجی صاحب کا واحد لباس ایک تہ بند ہوتا تھا جس کو بطور احرام باندھے رہتے تھے۔ ہاشمی) جو شاہ صاحب کو پہنائے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کے ہزاروں مرد و زن مرید ہیں اور آج کل آپ جس مکان میں فروکش ہیں وہاں ایک میلہ سا لگا رہتا ہے اور صدہا آدمی مرید ہوتے جاتے ہیں۔ واقعی آپ کی ذات اس وقت میں بہت غنیمت ہے۔ آج میں نے بھی حضرت سے ملاقات کی۔ اٹھ کر مجھ سے نہایت تپاک سے ملے اور میری لیاقت وغیرہ کی بہت تعریف کی۔

محمد فرنگی محلی: ۲۱ اگست ۱۹۰۰ء۔ کل شب کو مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی لکھنؤ نے بعارضہ ہیضہ وبائی رحلت کی۔ عمر ۷۶ سال تھی۔ آپ نہایت بزرگ شخص تھے اور آپ کی تجہیز و تکفین میں ہزاروں آدمی شریک تھے۔

مقبرہ وصی علی شاہ: ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء۔ آج مسمیان بندو و فیض الدین و عبدالرزاق سنگ تراشان آگرہ مقبرہ وصی علی شاہ بہمہ وجوہ مرتب کر کے روانہ آگرہ ہوئے۔ اس مقبرہ کی تیاری کے واسطے ایک ہزار پانچسو پچیس روپے راجہ جنگ بہادر صاحب نانپارہ نے عطا کیے اور باقی روپیہ کی شاہ صاحب کے مریدین نے امداد کی۔ جملہ دو ہزار خرید سنگ سفید، تیاری مقبرہ و بارہ دری وغیرہ میں صرف ہوئے۔ چونکہ شاہ صاحب مرحوم نہایت خلیق و شہرت گرفتہ شخص تھے ویسی ہی عمدہ آپ کی یادگار قائم ہوئی جو مدت دراز تک قائم و برقرار رہے گی۔

مضطر خیرآبادی: ۱۹ نومبر ۱۹۰۰ء۔ آج ۲ بجے دن کو عقد عزیزی مقصود علی خلف منشی نیاز علی صاحب مرحوم گھندن طوائف ہالی سے بعوض مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ کے ہوا۔ برخوردار بچھے علی نے عقد پڑھا۔ اس طوائف کا عقد اولاً افتخار حسین مضطر خیرآبادی سے ہوا تھا لیکن جب ان کی شادی اہل برادری میں ہوئی تو انھوں نے اسکو طلاق دیدی عمر تخمیناً ۱۲ سال گی۔

سوگ وفات ملک وکٹوریہ: ۷ فروری ۱۹۰۱ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ واضح ہوا کہ اصحاب ذیل نے واقعہ ۲ فروری ۱۹۰۱ء کو بیوم تجہیز و تکفین جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند انگریزی گرجا گھر لکھنؤ میں جا کر نماز پڑھی۔ راجہ تصدق رسول صاحب تعلقدار جہانگیر آباد وائس پریسیڈنٹ انجمن ہند لکھنؤ نے از جانب تعلقہ داران اودھ اور حاجی سید شعبان علی خاں صاحب تعلقہ دار از جانب اہل شیعہ و خان بہادر چودھری نصرت علی صاحب سنڈیلوی منجانب اہل تسنن۔ مسلمانوں کو مسجد میں دعاے مغفرت مانگنی چاہیے تھی۔

۲۳ فروری ۱۹۰۱ء۔ آج صبح کی ڈاک گاڑی میں لکھنؤ گیا اور گیارہ بجے سفید بارہ دری قیصر باغ میں شریک جلسہ تعزیت وفات ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند ہوا۔ اضلاع مغربی و شمالی و اودھ کے تمام معززاشخاص جمع تھے۔

Marfat.com

حتیٰ کہ نواب حامد علی خاں صاحب رام پور بھی تشریف لائے تھے۔ ٹھیک بارہ بجے دن کو سر میکڈانلڈ صاحب لفٹیننٹ گورنر اصلاع مغربی وشمالی رونق بخش ہوئے اور بہ صدارت خود اول اسپیچ اندوہناک پڑھی۔ اس کے بعد تجویز فرمایا کہ کوئی قومی یادگار جناب قیصر ہند کی تجویز کی جائے اور اس کے واسطے چندہ ہونے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اسی وقت صرف چار آدمیوں نے یہ تجویز چندہ ظاہر کی۔

نواب صاحب رامپور۔ ایک لاکھ، مہاراجہ بھگوتی سنگھ صاحب بلرام پور۔ پچاس ہزار، مہاراجہ بنارس پچیس ہزار، راجہ صاحب نانپارہ دس ہزار، جملہ ایک لاکھ پچاسی ہزار۔ اسی وقت چندہ ہوا اور مابقیہ چندہ ضلع وار فراہم ہوگا۔ بعد اس کارروائی کے جلسہ برخاست ہوا اور شام کی ریل میں سندیلہ لوٹ آیا۔

<u>پھوٹ (پھل)</u>: ۲۳ر ستمبر ۱۹۰۱ء۔ امسال پھوٹوں کی ایسی کثرت ہے کہ ایک پیسہ و ڈیڑھ پیسہ کو ایک ٹکڑہ ملتا ہے جس میں تعداد پندرہ بیس پھوٹوں سے کم نہیں ہوتی۔ لوگوں کو اس سے نفرت ہو چلی ہے۔ ستر اسی برس کی عمر والے لوگ کہتے ہیں کہ ہماری یاد میں کبھی ایسی افراط نہیں ہوئی۔ میں نے جہاں تک اس کی افراط کی بابت خیال کیا تو اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پورا مہینہ بھادوں کا بہ حالت خشکی رہا یعنی پانی بالکل نہیں برسا جس کی وجہ سے اسکی کثرت ہوئی۔

<u>فاتحہ چہلم</u>: ۱۱ر اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ آج فاتحہ چہلم نور چشمی جمیلا کا ہوا۔ جس میں ہر قسم کا کھانا زردہ پلاؤ وغیرہ پختہ ہوا اور جس میں مبلغ ۳۲ روپے خرچ ہوئے۔ ہم لوگوں میں عجیب رسم ہے کہ اول تو آدمی مرجائے دوسرا اوپر خرچ مزید ہو جس سے سخت رنج و زیر باری متصور ہے۔ مگر کیا کیا جاوے رسم سے چارہ نہیں۔

<u>اصلاح رسوم</u>: ۳ر جنوری ۱۹۰۲ء۔ آج بعد ختم فاتحہ سیوم ہمشیرہ منشی کرامت حسین صاحب حسب تجویز مولوی احمد علی صاحب امور ذیل بہ اتفاق یک دگر طے قرار پائے۔

۱۔ کسی شخص کی وفات پر گھر والے و نیز اہل برادری جو شریک غم ہوں وہ منہ ڈھانک کر نہ روئیں اور نہ متوفی کے حالات بیان کریں۔ ۲۔ بجز رشتہ داروں کے اور کوئی اہل برادری متوفی کے گھر میں اقل درجہ تین روز سے زائد قیام نہ کرے۔ ۳۔ قریب تر رشتہ دار طعام تقریب بہ خانہ متوفی بھیجیں لیکن اس کی مقدار اسی قدر ہو جو متوفی کے گھر والوں اور اقرب رشتہ داران مقیم کے واسطے کافی ہو۔ ۴۔ طعام مندرجہ ذیل بھیجا جائے: کھچڑی مع دہی وگھی۔ دال و چاول۔ قلیہ و روٹی۔ ۵۔ جب کسی کے گھر واقعہ وفات وقوع میں آئے تو اس کے افسر خاندان کو لازم ہے کہ اطلاع وفات اپنے اعزہ و خاص احباب کو بذریعہ حجام کرا دیوے تاکہ کسی شخص کو عدم اطلاع کا عذر نہ ہو۔

<u>پردہ</u>: ۵ر مارچ ۱۹۰۲ء۔ محمد عربی بیرسٹر نے بالاعلان اس بات کو ظاہر کیا کہ اپنی بیوی کو بے پردہ رکھنا

Marfat.com

نامناسب نہیں سمجھتا ہوں چنانچہ میں اکثر کھلی گاڑی میں اپنے ساتھ ان کو بغرض تفریح لے جاتا ہوں اور جب ۷ مارچ کو میں اپنی بیوی کو لکھنؤ سے سندیلہ سکنڈ کلاس میں لارہا تھا تو اس درجہ میں ایک انگریز بھی بیٹھا تھا لیکن میں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔۔۔ اور اپنی بیوی کو لے کر اسی درجہ میں بیٹھ گیا اور جب سندیلہ اسٹیشن پہنچا ہوں بلا انتظار اس کے کہ کوئی پردہ واسطے اترنے کے کیا جاوے وہ فوراً اتر کر پالکی پر سوار ہو گئیں اور میں اپنے ملازمان ذکور سے بھی چنداں پردہ کرانا پسند نہیں کرتا ہوں۔ ابھی کچھ خفیف حجاب سا ہے بعد چندے وہ ترک کرا دوں گا۔ میں اس پردہ کو بالکل ناپسند کرتا ہوں۔ نوکر چاکر مثل جنگلی درختوں کے ہیں ان سے پردہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

نیا فیشن: ۲۵ مارچ ۱۹۰۲ء۔ مسٹر محمد عرب بیرسٹر ڈاڑھی تو منڈواتے ہی تھے اب انھوں نے مونچھیں بھی منڈوا ڈالیں ان کی صورت بدنما معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک نئی وضع ایجاد ہوئی ہے۔

اپنی وفات کا کھانا: ۱۳ اپریل ۱۹۰۲ء۔ مسماۃ عباد النسا زوجہ غلام حسین ولد منشی فصیح اللہ درگاہ اپنی وفات کا کھانا اپنی حیات میں آج کل قصبہ ہذا میں تقسیم کر رہی ہیں۔ چونکہ لاولد ہیں اس وجہ سے اپنے بعد اس انتظام کا کوئی کرنے والا نہیں دیکھا یہ ایک نئی بات قصبہ ہذا میں ہوئی۔ مسماۃ موصوفہ نے ثواب حج بھی حاصل کر لیا ہے۔

جشن تاج پوشی: ۲۶ جون ۱۹۰۲ء۔ چونکہ شاہنشاہ انگلستان بعارضہ ذات الجنب سخت علیل ہو گئے اس وجہ سے جشن تاج پوشی بموجب ہدایت گورنمنٹ سب مقاموں پر ملتوی ہو گیا اور آج شام کو ہم بعض معزز مسلمانوں نے مسجد اُمرہیرہ پر واسطے درازی عمر شاہنشاہ معظم کے دعائے خیر کی اور ہندوؤں نے دھرم شالہ راجہ درگا پرشاد صاحب میں شاہنشاہ وقت کے واسطے دعائے خیر منائی۔

۹ اگست ۱۹۰۲ء آج انتظام جشن تاج پوشی شاہنشاہ ہندوستان ہمارے قصبہ سندیلہ میں ہوا۔ روشنی ہوئی آتش بازی چھوٹی، تفکہات حاضرین نے نوش کیے اور جلسہ طوائفان سندیلہ مدرسہ اردو سندیلہ میں شب بھر ہوا۔ میں نے ایک روپیہ کا غلہ محتاجوں کو تقسیم کیا اور ہر طرح کا اظہار مسرت کیا گیا۔ جس کہ پانچ بجے شام کو کرنانک والوں کا بھی تماشا ہوا۔ جنھوں نے عمدہ عمدہ کرتب دکھلائے اور یہ تماشا شفاخانہ کے صحن میں ہوا۔

حرص جائداد: ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء۔ سر لاٹوش صاحب گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ نے ۱۳ اگست ۱۹۰۲ء کے جلسہ میں یہ طے کر دیا کہ چودھری محمد جان تعلقہ دار لکرائی کو اس وجہ سے اجازت شرکت کی نہیں دی کہ ان کی نسبت چودھری محمد عظیم اپنے باپ کو زہر دینے کی بدگمانی ہے اور راجہ جنگ بہادر صاحب مرحوم نانپارہ کے بیٹے بدیں وجہ شرکت دربار سے ممنوع کیے گئے کہ ان کی نسبت لفٹیننٹ گورنر کو مخبری ہوئی کہ انھوں نے اپنے باپ کو جوتوں

Marfat.com

سے مارا کہ جس کے رنج سے وہ بیمار ہو گئے۔ آخرش مقام بہرائچ میں انھوں نے قضا کی۔ اب کے سال یہ وارداتیں ایسی ہو گئیں کہ ہلاکت خود اپنے بیٹوں کے ہاتھ سے مسموع ہو رہی ہے۔ سچ یہ ہے کہ جائداد دنیا میں ایسی شے ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بھائی بھائی کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے اور بیٹا باپ کو نگاہ دشمنی سے دیکھتا رہتا ہے۔

خورشید طوائف: ۹ر ستمبر ۱۹۰۲ء - ۳ بجے صبح کو خورشید طوائف نے درد شکم میں قضا کی۔ عمر ۲۰ سال تھی۔ گانے و ناچنے میں مشہور تھی۔ منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار نے بندہ علی خاں و پیغمبر بخش قوالان بدایوں کو بہ مشاہرہ ۲۰ روپیہ ماہوار نوکر رکھ کر چند سال تک تعلیم کرائی تھی۔ متوفیہ کا چوک لکھنؤ میں قیام رہتا تھا اور اس کی آمدنی ...۳ ماہوار تک پہنچ گئی تھی۔ افسوس اس کے کل اعزا کی امیدوں کا خون ہو گیا اور اس کی ہمشیر شیریں جان طوائف منشی صاحب مرحوم اپنی بہن کی وفات سے سڑن سی ہو گئی اور عجب نہیں کہ چند مہینہ میں فور رنج و غم سے فوت ہو جاوے۔

کانپور میں طاعون: ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۲ء - ہفتہ مختتمہ ۱۸ر اکتوبر میں شہر کانپور میں ۹۸۶ آدمی بعارضہ طاعون فوت ہوئے۔ یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ اہل کانپور اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بیرون تجارات کو چلے گئے اور کاروبار تجارت میں بہت کمی ہو گئی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ کام بند ہے۔ خدا اس بلا بے درماں کو جلد دفع فرمائے۔ سخت اندیشہ ہے کہ کہیں لکھنؤ میں اس کا خروج نہ ہو۔

گورنمنٹ ہاؤس میں میلاد: ۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۲ء ... دریں ولا ایک میلاد شریف نینی تال گورنمنٹ ہاؤس میں منعقد ہوئی اور سر لاٹوش صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و اودھ نے معہ اپنے مصاحبوں کے اس میں شرکت کی اور بیس منٹ تک شریک جلسہ میلاد رہے یہ ایک نئی بات لاٹ صاحب نے کی۔

جشن تاج پوشی: یکم جنوری ۱۹۰۳ء - آج دلی میں دربار بہت شان و شوکت سے ہوا اور یہی کیفیت ہر ضلع میں تھی یعنی فرمان پڑھا گیا اور لوگوں کو اعزاز حاصل ہوا۔ آج میں نے نماز عید مسجد اہرہ پر پڑھی اور اسی جانب سے ۱۱ بجے کی ریل میں بنا بر شرکت جشن تاج پوشی شاہنشاہ معظم ہندوستان روانہ ہردوئی ہوا جہاں قریب ۲ بجے کے پہنچا اور سیدھا وکٹوریہ ہال کو جہاں دربار منعقد تھا چلا گیا۔ ٹھیک ۳ بجے دن کو مسٹر ہوپ صاحب ڈپٹی کمشنر و مسٹر سباٹا ڈیر صاحب جج و مسٹر کاکسی صاحب مہتمم بندوبست تشریف لائے۔ ڈپٹی کمشنر نے فرمان شاہی پڑھا اس کے جواب میں من جانب تعلقہ داران و رؤسائے ضلع ہردوئی ایڈریس پڑھا گیا۔ اس کے بعد سندیں تقسیم ہوئیں جو من جانب وائسرائے گورنر جنرل ہند دربار دہلی سے دستخطی سر لاٹوش صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر ضلع متحدہ آگرہ و اودھ سر بمہر آئی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک ٹھاکر مہاراج سنگھ تعلقہ دار بتوہ بجلدوے قائم کرنے ایک

Marfat.com

مدرسے کے عطا ہوئی اور دوسری راقم کو بوجہ انجام دیے کام آنریری مجسٹریٹی وسکریٹری میونسپلٹی سندیلہ کے صاحب ضلع سے عطا ہوئی جس کا مضمون یہ ہے (بموجب ہدایت ہز ایکسیلنسی گورنر جنرل کشور ہندیہ سند بکمال عنایت و مہربانی ایڈورڈ ہفتم شاہنشاہ ہندوستان منشی مظہر علی سندیلہ ضلع ہردوئی کو بہ اعتبار ان کی خدمات آنریری مجسٹریٹی وسکریٹری میونسپل بورڈ سندیلہ عطا کی گئی۔ یکم جنوری ۱۹۰۳ء) .....

<u>طاعون</u>: ۲۰ر فروری ۱۹۰۳ء۔ آج بمعائنہ اودھ اخبار معلوم ہوا جس نے سرکاری گزٹ اضلاع طاعون زدہ کا حوالہ دیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ تمام ہندوستان میں شکایت طاعون پھیلی ہوئی ہے جس کی ترقی اضلاع پنجاب و بنگالہ میں زیادہ ہے خصوصاً ضلع سارن واقع بنگالہ میں ایک ہزار ۲۱۶ آدمیوں نے ایک ہفتہ میں قضا کی۔ اضلاع ناگپور و جبل پور میں غضب ناک طاعون پھیلا ہوا ہے جو ملک متوسط میں واقع ہیں۔ جبل پور میں ایک ہفتہ میں ۵۹۲ آدمی فوت ہوئے اور ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے ۱۲ اضلاع میں طاعون پایا جاتا ہے جس میں الہ آباد کانپور وغیرہ شامل ہیں۔ اب شہر لکھنؤ میں بھی اس کی شدت ہو چلی ہے اور بالفعل مفصلہ ذیل محلوں میں ہے۔ مقبول گنج، فتح گنج، امین آباد، برازہ، گنیش گنج، ٹیڑھی بازار، مولوی گنج، ناٹھی، کھجوا، حضرت گنج (باوجودیکہ اس محلہ میں صفائی بہت زیادہ ہے)۔ اناؤ کے عموماً کل باشندے بیرونجات کو اپنے حسبیتے کے مقامات کو چلے گئے۔ چنانچہ خاندان مولوی صفی اللہ و عطاء اللہ، حافظ کرم احمد صاحب مرحوم و چودھری عبدالباقی صاحب مرحوم کے مکان پر سندیلہ آکر قیام گزین ہیں۔ یہ عارضہ طاعون ہیضہ سے بہت بڑھا چڑھا ہوا ہے۔ اس کا قیام دو تین ہفتہ سے زیادہ نہیں ہوتا لیکن طاعون کا قیام جس شہر میں وہ آتا ہے مہینوں رہتا ہے بلکہ ایک دفعہ جاکے بعد پھر دوسرے سال بھی زور کرتا ہے۔ اللھم احفظنا من البلاء الدنیا و عذاب الآخرۃ

<u>عبدالوہاب فرنگی محلی</u>: ۳ر اپریل ۱۹۰۳ء۔ معائنہ اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ یکم اپریل ۱۹۰۳ء کو مولوی عبدالوہاب فرنگی محلی لکھنؤ نے قریب عصر کے مرض طاعون سے انتقال فرمایا۔ جناب مرحوم اپنے علم و فضل و جمیع حیثیات کے اعتبار سے ایک ممتاز عالم باعمل تھے۔ خدا مغفرت کرے۔

<u>طوطے</u>: ۲۲ر مئی ۱۹۰۳ء آج میلہ صحبت[1] کا ہوا۔ بمقابلہ اور چیزوں کے برف زیادہ بکا۔ ایک شخص باہر سے چند طوطے تعلیم یافتہ لایا تھا جو ایک پیسہ فیس کا ہر شخص سے لے کر ان کا تماشا دکھاتا تھا۔ تماشا یہ تھا کہ طوطے گدڑ دبنیٹھی ہلاتے، توپ داغتے اور چند ٹکڑے کاغذوں میں سے جس کو پوشیدہ طور پر چھوڑ

---

[1] مجتبیٰ باغ سندیلہ میں یہ میلہ ہوتا یا ہوتا ہے میلہ لالہ مغانہ کہلا دیا گیا تھا۔ اسی لیے یہ نام پڑا۔ اس میں ہندو مسلمان دونوں شریک ہوتے تھے۔ ا کی

Marfat.com

وہی اٹھالاتے۔ غرضکہ انواع اقسام کے تماشے کرتے تھے۔

فاؤنٹن پین: ۲۶ ر اگست ۱۹۰۳ء۔ آج ایک قلم انگریزی اعلیٰ درجہ کا جس کے اندر روشنائی بھر کر ایک شخص گھنٹوں لکھ سکتا ہے اور برخوردار مصطفےٰ علی بقیمت تین روپیہ ولایت لندن سے لائے تھے اور التفات رسول کو دینا تجویز ہوا تھا آج میں نے ان کو بھیج دیا۔ بہت خوش ہوئے۔

شادی کا شوق: ۱۸ ر اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ آج سید حسین احمد اشراف ٹولہ سے واضح ہوا کہ مہینہ ستمبر گزشتہ میں سید کرامت علی پنشنر ڈپٹی کلکٹر نے اپنا عقد چہارم اپنی منجھلی سالی سے کیا۔ یہ تین بہنیں تھیں۔ بڑی کا عقد اپریل میں ہوا اور چھوٹی کا ڈپٹی صاحب سے جو یکم فروری ۱۹۰۲ء کو فوت ہوئیں اور منجھلی سے چوتھا عقد کیا۔ عمر ڈپٹی صاحب اکسٹھ سال ہے۔ چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہیں۔ بازوؤں کی کھال لٹکتی ہے۔ کمر خمیدہ ہے۔ غذا بہت قلیل ہوتی ہے۔ دُبلے وضعیف ازحد ہیں۔ تند ہوا کے جھونکے سے اڑ جا سکتے ہیں۔ حرارت عزیزی کم پائی جاتی ہے۔ بظاہر یہ عقد ایام زندگی گھٹانے والا گویا پیغام اجل ہے۔ خدا مبارک کرے۔

محمد احمد خاں صاحب: ۲۲ ر اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ محمد احمد خاں صاحب تعلقہ دار کسمنڈی خورد (ملیح آباد) ولد فقیر محمد خاں صاحب مرزا گنج تحصیل ملیح آباد نے ۱۵ ر ستمبر یوم سہ شنبہ کو قضا کی۔ عمر ۷۲ سال تھی۔ مرحوم نے ۱۴ عقد کیے اور قریب ایک سو کے اولاد ہوئیں۔ منجملہ ان کے اب حسب ذیل بیبیاں اور لڑکے لڑکیاں موجود ہیں۔ ازواج۔ ۱۰ عدد، فرزندان نرینہ۔ ۱۵ عدد، دختران۔ ۲۲ عدد علاوہ اس کے پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں بکثرت ہیں اور خاں صاحب ایسے پُرقوت تھے کہ سال گزشتہ تک انھوں نے عقد کیے ہیں۔

طاعون: ۸ ر دسمبر ۱۹۰۳ء۔ بوقت ۳ بجے شام کے بصدارت مسٹر گرے صاحب کمشنر لکھنؤ تحصیل سندیلہ میں کمیٹی طاعون قرار پائی اور ایک گھنٹہ تک صاحب بہادر نے اسپیچ دی کہ بیماری طاعون لاعلاج ہے لیکن اس کا انسداد حسب ذیل صورتوں سے ہو سکتا ہے۔

۱۔ ایسے مکان میں قیام کیا جائے جو ہوادار ہو اور جس میں دھوپ آتی ہو۔ ۲۔ نیب کی پتی کو ئلہ اور گندھک مکان میں سلگانا چاہیے۔ ۳۔ جب آدمی طاعون میں مرجائے تو اس کے کپڑے و چارپائی جلوا دے۔ ۴۔ مکان بالکل چھوڑ دیا جائے اور دوسرے مقام پر قیام کرے۔ ۵۔ صفائی مکان باضابطہ کرائی جائے۔ ۶۔ اوّل بیماری چوہوں سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا جس گھر میں وہ مریں اس گھر کی بخوبی صفائی کرائی جاوے۔ ۷۔ کوٹھے کا قیام بہ نسبت نیچے کے اچھا ہوتا ہے۔ ۸۔ جس مکان میں اینٹوں کا فرش ہو وہ خام فرش سے بہتر ہے۔

Marfat.com

۹ جنوری ۱۹۰۴ء - کل مسمی گنیش ولد منشی کلوار موضع 'مہسونہ' طاعون سے فوت ہوا۔ وہاں کے باشندوں نے اس کی لاش متوفی کے مکان پر بھیج دی۔ لاش پہنچنے پر اس کے چچا متوفی نے ممانعت کی کہ گھر کے اندر نہ ڈالی جائے جو تمام شب چبوترے پر پڑی رہی۔ جب آج صبح کو مولوی ضامن علی محرر رجسٹری و دیگر ہمسایہ مسلمانوں کو اطلاع ہوئی تو وہ لوگ موقع پر گئے اور مالک مکان سے استدعا کی کہ اگر وہ اجازت دیوے تو وہ لوگ قبر کھدوا کر لاش کو دفن کرائیں۔ بوجہ اس کے کہ متوفی کے اعزہ و اقارب کوئی شریک تجہیز و تکفین نہیں ہوئے تھے۔ آخرش بحالت مجبوری تین ہندو (دو دھوبی) اور ایک اہیر لاش اٹھانے کو بہم پہنچے۔ تب مادر متوفی نے چوتھا پایہ خود اٹھایا اور جو قبر مسلمانوں نے کھدوائی تھی اس میں جا کر دفن کر دیا۔ یہ مقام عبرت کا ہے کہ عزیز شریک نہ ہوں اور ماں اپنے بیٹے متوفی کی لاش خود لے جا کر دفن کرے اور جلوانے کا کوئی سو بیتا نہ ہو سکے۔ اس بیماری کی نسبت جہاں تک غور کیا گیا نوجوان، خواہ مرد ہو یا عورت، و لڑکے لڑکیاں زائد مرے اور مرتے ہیں۔

۱۱ جنوری ۱۹۰۴ء - آج آٹھ بجے صبح کو ہمارے محلہ کے چاروں طرف سورہ یٰسین اس طور پر گشت کر کے پڑھی گئی کہ چوراہے ٹادن ہال سے لوگوں نے پڑھنا شروع کیا اور جہاں پر "مبین" آیا وہاں سات نمازیوں نے سات سات اذانیں کہیں۔ اور اس طور پر سات روز تک گشت ہوگا۔ خدا کرے اس سورہ یٰسین کی برکت سے طاعون سارے قصبہ ہذا سے دفع ہو جائے۔

۱۶ جنوری ۱۹۰۴ء - مکا بری (پان فروش) کی لاش بذریعہ میونسپل گڑھوا دی گئی۔ اس کے اعزا نے متوفی کی مدد نہیں کی جو طاعون میں مرا تھا۔ یہ زمانہ ایسا ہے کہ عزیز قریب بھی طاعون کے ڈر سے لاش کے قریب آنا پسند نہیں کرتے۔

وقف حسین آباد لکھنؤ: ۱۸ فروری ۱۹۰۴ء - وقف امام باڑہ حسین آباد کی ابتدا اس عطیہ سے ہوئی جو محمد علی شاہ سابق شاہ اودھ نے ۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۱ء تک کیا تھا اس کی کل مقدار چھتیس لاکھ ۷۳ ہزار تھی۔ یہ سب رقم کاغذ زر سرکاری کی حیثیت سے جمع تھی جس کی ایک لاکھ ۱۸ ہزار آمدنی ہے اور دکانوں وغیرہ کے کرایہ کی بھی آمدنی ہے پس اس امانت کی کل آمدنی ایک لاکھ ۳۰ ہزار سال ہے۔ اس روپیہ میں سے نصف روپیہ خاص کام یعنی ان وظائف میں صرف ہوتا ہے جو شاہ کے نام بردہ اشخاص کو پنشنوں میں اور زائرین کربلا معلیٰ کو دی جاتی ہیں۔ (۳۰ ہزار) اور امام باڑہ نواب آصف الدولہ کے عملہ کے مصارف اور اخراجات مذہبی ہوتے ہیں۔ آمدنی کا دوسرا نصف حصہ ضروری مرمت و عمارتوں کے قائم رکھنے اور مفید عام اور خیرات میں صرف ہوتا ہے۔ مفید عام صیغوں میں متولیوں نے جامع مسجد کی مرمت کرائی اور شہر سے امام باڑہ تک وکٹوریہ باغ لگایا۔ یہ چمن بن گئی

Marfat.com

مسٹر مول صاحب کمشنر لکھنؤ کی تجویز سے ہوئی تھی اس سے امانت کی عمارتیں خوشنما معلوم ہوتی ہیں اور اہل شہر کی تندرستی اور تفریح کا باعث ہے جو اس مقام کے سبزہ کے خوشنما میدانوں کی بڑی قدر کرتے ہیں۔

آندھی: ۱۲رجون ۱۹۰۴ء۔ آج ۲½ بجے دن کو ایک ایسی گرد آلودہ آندھی آئی کہ دو منٹ تک ایسا اندھیرا رہا کہ میں اپنا ہاتھ دو فٹ کے فاصلہ پر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میری یاد میں ایسی کوئی آندھی قبل اس کے نہیں آئی۔

نرخ آم: ۲۰رجون ۱۹۰۴ء۔ اب کے سال انبخی دو پیسہ سیکڑہ فروخت ہوئے جس کی از حد افراط تھی۔

بکریا پیر: ۱۹رستمبر ۱۹۰۴ء۔ بکریا پیر اصلی جو قلعہ پر مشہور ہے وہ ایک صیغہ دار بھگو میاں چودھری کے عزیز تھے جن کو کسی عامل نوابی نے بعلت بقایا مالگزاری زندہ دفن کرا دیا تھا جن کا نام طہٰ تھا۔ اس امر کی تصدیق مولوی مہدی حسن صاحب ولد مولوی فضل علی صاحب سے آج ہوئی لیکن صیغہ دار متوفی اب بکریا پیر مشہور ہیں اور بعض جاہل لوگ محلہ کے ان پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔[1]

عجیب الخلقت لڑکا: ۸راکتوبر ۱۹۰۴ء۔ شب گزشتہ کو ایک لڑکا محلہ کسانوں[2] میں عجیب الخلقت بخانہ فجو ولد جمن کسان پیدا ہوا، جس کا منہ لانبا تھوتھنی نکلی ہوئی۔ بجائے آنکھ کان کے گٹھی لگی ہوئی ہے۔ ٹھڈی ناک نہیں۔ ہاتھ پیروں کی انگلیاں ندارد، پاؤں کے گٹوں میں ناخن نکلے ہیں اور چار دانت اوپر کے نمایاں ہیں۔ زبان نکلی ہوئی ہے۔ بدن مثل مچھلی کے سفنوں کے چپٹا ہوا ہے۔ جسم موٹا ہے جس کے مقابلے میں ہاتھ پیر پتلے ہیں۔ بکری کا دودھ اس کو پلایا جاتا ہے۔ تمام دن وہ زندہ رہا اور آٹھ بجے رات کو مر گیا۔

سید سالار مسعود غازی: ۲۷راکتوبر ۱۹۰۴ء۔ سید مسعود غازیؒ ۱۷رشعبان ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء کو بہرائچ میں داخل ہوئے اور ۱۸ررجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء کو سہیر دیو نے ان کو معہ ان کی تمامی فوج کے قتل کیا اور سید سالار بہرائچ کے تالاب کے قریب جس پر سورج کا مندر تھا اور جس کو سالار اپنی آرام گاہ کیلئے بہت پسند کرتے تھے مدفون ہوئے۔ سید سالار ساہو کے بیٹے اور سلطان محمود کے بھانجے تھے۔[3]

---

[1] مولوی مظہر علی صاحب کے مکان سے کچھ دور ایک مرتفع میدان ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں بہت پہلے ایک قلعہ تھا۔ اس لیے یہ میدان ابھی تک قلعہ کہلاتا ہے۔ اس کے مغربی جنوبی کنارے پر ایک برج لکھوری اینٹوں کا بنا ہوا تھا جس پر ایک بکریا کا پرانا پیڑ لگا تھا۔ یہ بھی مشہور تھا کہ اس میں کوئی شہید مدفون ہیں اسلیے وہ بکریا پیر کے نام سے موسوم ہو گئے تھے۔ ۱۹۵۰ء تک یہ برج خستہ حالت میں موجود تھا۔ اب وہاں کچھ نہیں ہے اور قلعہ کی زمین پر مکانات بن گئے ہیں۔ ہاشمی

[2] اب یہ محلہ کسان ٹولہ کہلاتا ہے۔

[3] بیل نے اپنی اورینٹل بایوگرافیکل ڈکشنری (انگریزی) میں سالار مسعود غازی کی شہادت کی تاریخ ۱۵رجون ۱۰۳۳ء مطابق ۱۴ررجب ۴۲۴ھ لکھی ہے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے کئی ساتھی (تمامی فوج نہیں) شہید ہوئے تھے۔ اور یہ کہ ان کی عمر اس وقت صرف ۱۹ رسال کی تھی۔ ہاشمی

Marfat.com

<u>سخت سردی</u>: ۲ فروری ۱۹۰۵ء - آج کل برف بہت گر رہی ہے اور ہوا بہت تند چلتی ہے جس سے بے حد سردی ہے اور کثرت برف سے مٹر، چنا، ارہر اور آلو جاتا رہا۔ جو ظروف پانی سے بھرے رکھے تھے ان میں بھی برف جم گیا اور گڑھا تالاب 'مخدوم پورہ' کا ایک حصہ اس سے منجمد ہو گیا۔ آج کل نہایت شدت کی سردی ہے۔ میری کوٹھی کے اندر انگلیاں ٹھٹھری جاتی ہیں اور صبح و شام دونوں وقت اپنی کوٹھی میں انگیٹھی روشن کرایا کرتا ہوں تب چین پڑتی ہے۔

۵ فروری ۱۹۰۵ء چار روز برابر برف گرنے سے حسب ذیل پیداوار فصلی کو سخت نقصان پہنچا جس کا تخمینہ صحیح طور پر بعد ایک ہفتہ کے تحریر کروں گا۔

"نخود، مٹر، گندم، پوستہ، تمباکو، جو، آلو، ارہر، درختان میوہ دار، درختان انبہ خورد سال مہوہ و جامن، کچھیا نہ"۔

میرے قلمی باغ اشرف طور کو جو چند سال سے پھلتا تھا بہت ضرر پہنچا۔ برف بہت دبیز گرا حتیٰ کہ تالاب ہائے اجمیر و آگرہ منجمد ہو گئے۔ خیال ہوتا ہے کہ تمامی ہندوستان میں یہ بلا نازل ہوئی کیوں کہ تحریرات باندا، الہ آباد اور دیوا ضلع بارہ بنکی سے اس کی تصدیق ہوئی ہے۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تو میرے ہوش میں نہ ایسا پالا پڑا اور نہ ایسی سردی ہوئی۔ (شاید برف گرنے سے مراد مولوی صاحب کی مراد پالا پڑنے سے ہے۔ کیونکہ یو پی کی وادی میں برف گرنے کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سخت پالا پڑنے سے پانی منجمد ہو گیا ہو ورنہ انجماد آب بھی میری یاد میں کبھی نہیں ہوا تھی)

<u>رویت ہلال</u>: ۵ فروری ۱۹۰۵ء - آج لکھنؤ کے علمائے سنت و جماعت نے نماز بقرعید پڑھی لیکن شیعہ مذہب والوں نے نہیں۔ اور اضلاع میں بھی آج بقرعید ہوئی۔ سندیلہ میں نہیں ہوئی۔ اگر رویت ہلال کی قبل سے تحقیقات کر لی جاتی تو یہ اختلاف ہرگز نہ ہوتا۔

<u>میر جدید کا مرثیہ</u>: ۶ مارچ ۱۹۰۵ء - آج شب کو میر جدید پوتے میر انیس لکھنوی نے چودھری محمد جان صاحب تعلقدار کے امام باڑہ میں مرثیہ تصنیف خود پڑھا جن کا یومیہ ایک رات کے پڑھنے کا پچاس روپے قرار پائے تھے۔ باوصف طلب میں شریک مجلس نہیں ہوا کہ اب مجھے خوشی دنیاوی کا کوئی لطف باقی نہیں رہا اور بحالت افسردگی ایام زندگی بسر کیے جا رہا ہوں۔ برخورداران مصطفیٰ علی و مجتبیٰ علی شریک ہوئے تھے سنا گیا کہ کچھ اچھا نہیں پڑھا۔

<u>وفات حاجی وارث علی</u>: ۱۰ اپریل ۱۹۰۵ء - آج خط برخوردار سید مجتبیٰ علی مورخہ ۸ اپریل ۱۹۰۵ء قصبہ دیوا سے واضح ہوا کہ جناب حاجی وارث علی شاہ نے بتاریخ ۷ اپریل سن الیہ یوم جمعہ کو علی الصباح بمقام دیوا

Marfat.com

رحلت فرمائی اور بوقت ۴ بجے شام کے اپنے سہ درہ نشست گاہ میں مدفون ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور بعد سیوم سید ابراہیم شاہ صاحب نواسہ حاجی صاحب مرحوم سجادہ نشین قرار دیے گیے اور تہ بند معروف شاہ صاحب مرید حاجی صاحب نے سید صاحب کو پنہایا۔ سید صاحب کے سامنے نذریں برسم جانشینی گزریں اور اکثر لوگ مرید ہوئے اور بعض ہنود مسلمان ہوکر مرید ہوئے۔ جناب مرحوم کے لاکھوں مرد و زن دُور دُور کے مرید تھے اور سن شریف ۹۲ سال تھا۔ آپ کی ذات اس زمانہ میں لبسا غنیمت تھی۔

<u>میڈیکل کالج لکھنؤ</u>: ۲۱ نومبر ۱۹۰۵ء۔ آج ۹½ بجے صبح کی ریل میں واسطے شرکت کمیٹی چندہ ڈاکٹری کالج لکھنؤ کے ہردوئی گیا۔ وقت ۲ بجے دن کے بصدارت مسٹر ٹرنر صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی کمیٹی منعقد ہوگی۔ چونکہ میرا نام اعزاز کے ساتھ لیا گیا لہذا میں نے بہ نظر مناسب ۲۵ روپے چندہ دینا منظور کیا اور منشی قبول احمد نے ایک سو۔ غرضکہ اسی طور پر ہر ایک شخص کی مقدار چندہ بڑھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس وقت تقریباً ۲۲ ہزار کا چندہ ہوا۔ بعض تعلقداران تحصیل سندیلہ کی مقدار ذیل میں درج کرتا ہوں۔

راجہ درگا پرشاد صاحب۔ ایک ہزار، چودھری محمد جان صاحب۔ ایک ہزار، رانی چندر کنور صاحبہ زوجہ راجہ وزیر چند صاحب۔ ایک ہزار، سید التفات رسول صاحب۔ ایک ہزار۔ اہلیہ کنور نرندر بہادر صاحب مرحوم۔ ۵ سو، مادھو سنگھ صاحب بھرواں، ایک ہزار، ٹھاکر مہاراج سنگھ صاحب بھورہ، دو ہزار، ٹھاکر سرب جیت سنگھ صاحب پوایاں، ٹھاکر سرب جیت سنگھ صاحب پوایاں بعد فراغت میں ۶ بجے شام کی ریل میں سندیلہ واپس آیا۔

۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ نولاکھ تینتیس ہزار پانچ سو ستر کا چندہ واسطے تیاری ڈاکٹری کالج لکھنؤ ہو چکا ہے اور ابھی اور ہوگا اور شاخ تعلیم نسواں کے لیے ۶۲ ہزار ۵۳۳ روپیہ چندہ ہوا ہے۔ ان دونوں کی مجموعی تعداد ۹ لاکھ ۷۰ ہزار ایک سو تین روپے ہے۔

۲۲ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ آج ۹½ بجے صبح کی ریل میں شہزادہ و شہزادی بیگم ویلز داخل لکھنؤ ہوئے اور وقت ۳½ بجے دن کے موصوف الیہ نے سنگ بنیادی ڈاکٹری کالج میدان شاہ مینا میں رکھا اور ۱۰ بجے شب کو بارہ دری قیصر باغ میں تشریف لائے۔ روشنی و آتش بازی کو ملاحظہ کیا اور سنا گیا کہ حضرت گنج میں بہت عمدہ روشنی تھی علی الخصوص بابو پراگ نرائن مالک اودھ اخبار نے بہت اعلیٰ درجہ کی روشنی کرائی تھی جس کی تعریف عموماً ہو رہی ہے۔

<u>طاعون اور چوہے</u>: ۱۶ جنوری ۱۹۰۶ء۔ حکم ٹرنر صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہردوئی مشعر بدیں خلاصہ موصول ہوا کہ بنام ممبران میونسپل یادداشت بھیجی جاوے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں باشندگان کو ترغیب دیں کہ جو

Marfat.com

مُردہ چوہے وہ پیش کریں گے ان کو فی چوہا ایک پیسہ اور جو زندہ لادیں گے ان کو فی چوہا دو پیسہ انعام دیا جاوے گا۔ چنانچہ بموجب اس حکم کے اسی وقت بنام ممبران یادداشتیں جاری کی گئیں اور اس کی اطلاع صاحب ضلع کو کردی گئی اور یہ بھی اطلاع دی گئی کہ ۱۵ر جنوری ۱۹۰۶ء تک حسب ذیل چوہے ہلاک کیے گئے۔

" من ابتدا سے ۱۲ر نومبر ۱۹۰۵ء لغایۃ ۱۵ر جنوری ۱۹۰۶ء بذریعہ چوہے دان میونسپل ۱۵۰۱ من ابتدائے ۱۲ر جنوری سن الیہ لغایۃ ۱۵ر ماہ مذکور بہ ادائے انعام ۲۳۶" یہ سلسلہ تقریباً پورے سال تک چلتا رہا جس کا اندراج وقتاً فوقتاً روزنامچہ میں ہوتا رہا۔ ہاشمی)

<u>کُنبھ کا میلہ</u>: ۲۶ر جنوری ۱۹۰۶ء۔ میلہ کنبھ الہ آباد میں جو ابھی ختم ہوا ہے بیس لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا۔ ۲۴ر جنوری ۱۹۰۶ء کو کثرت ازدہام سے دس آدمی ہلاک ہوئے اور اٹھارہ سخت مجروح ہوئے۔

<u>عقد ثانی بیوہ</u>: ۱۰ر مارچ ۱۹۰۶ء۔ چونکہ نور دیدہ انجمن (نواسی) دختر برخوردار سعیدالدین کم عمری یعنی ۱۹ سال میں بیوہ ہوگئی لہٰذا برخلاف رسم قدیمہ یہ تجویز کیا ہے کہ اس کا عقد ثانی کرایا جاوے۔

<u>شیعہ سُنّی جھگڑا</u>: ۱۸ر مارچ ۱۹۰۶ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ لکھنؤ کے شیعوں نے سنیوں اور ہندوؤں سے یہ کہا کہ وہ برہنہ سر و پا بغیر پان کھائے کربلا 'تال کٹورہ' میں آئیں اور اپنے اپنے تعزیے دفن کریں لیکن یہ بات دونوں فرقوں نے منظور نہیں کی اور اپنے تعزیے جنوں کی مسجد کے قریب ایک میدان میں دفن کیے جہاں اہل تعزیہ و تماشائیوں کا ہجوم تھا اور دوکانداروں وغیرہ کو بھی کوئی ممانعت نہیں تھی اور جا بجا شربت کی سبیلیں رکھی ہوئی تھیں۔ لنگر جاری تھے اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی تھی کہ جو مولوی مقبول احمد شیعہ پر بعلت کہنے تبرا کے ایک ہزار روپیہ جرمانہ اور تین ہزار روپیہ کی ضمانت نیک چلنی حبیب اللہ سُنّی کے استغاثہ پر عدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع فیض آباد کے اجلاس سے حال میں ہوئی ہے اسی وجہ سے لکھنؤ کے شیعوں نے سُنیوں کی نسبت شرائط قائم کیے۔ جہاں تک خیال جاتا ہے تو سُنیوں کی جا۔ یہ کربلا کو بہت جلد نمایاں ترقی اس وجہ سے ہو جائیگی ان کی میں کسی قسم کی قید یا شرط وقت داخلہ کربلا کے نہیں ہے جس کا آغاز عمدہ نظر آرہا ہے۔

<u>مدرسۂ نسواں</u>: ۱۲ر مارچ ۱۹۰۶ء۔ آج میں نے کمیٹی خاص میونسپل سے مدرسہ نسواں اشرف ٹولہ کا نفاذ کرادیا اور مولوی عبدالرزاق صاحب ہتوانہ کا تقرر بمشاہرہ پندرہ روپے ماہوار منظور ہوا جو کل ۱۳ر مارچ سن الیہ سے مکان صدر اعلا میں جاری ہوگا۔

<u>حافظ انور علی قلندر</u>: ۱۷ر مارچ ۱۹۰۶ء۔ آج معلوم ہوا کہ شام کو حافظ علی انور صاحب سجادہ نشیں

Marfat.com

تکیہ شاہ تراب علی صاحب کاکوری نے قضا کی۔ عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔ مرحوم نہایت ذی علم باوضع و مقدس بزرگ تھے اور بہت سے مرد و زن علی الخصوص مستورات کاکوری مرید تھیں اور آپ ہفتہ میں ایک مرتبہ ہر ایک اپنے مرید کے گھر جاتے تھے اور وہیں کھانا کھاتے تھے۔

۱۹ر مارچ ۱۹۰۶ء۔ آج حافظ علی انور صاحب مرحوم کاکوری کا سیوم تھا اور ان کے بیٹے حبیب حیدر بعد تقریب سیوم اپنے باپ کے سجّادہ نشین منتخب ہوئے۔

شیعہ سُنّی تعزیہ داری: ۱۷ر اپریل ۱۹۰۶ء۔ لکھنؤ کے چہلم کی خبر جو ۱۵ر اپریل ۱۹۰۶ء کو تھا یہ معلوم ہوئی کہ سُنّیوں اور ہندوؤں کے تعزیے زیادہ دھوم دھام سے اٹھے اور گشت کیا۔ منشی احتشام علی ولد منشی امتیاز علی مرحوم کی آراضی میں دفن ہوئے جو اب 'پھول کٹورہ' کے نام سے موسوم ہوئی ہے۔ راستہ میں شربت و پانی کی سبیلیں قائم تھیں۔ مجمع ہمراہ تعزیوں کے اس قدر تھا کہ ایسا 'تال کٹورہ' میں شاید کبھی نہ ہوا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ سے سوا لاکھ تک آدمیوں کا مجمع تھا۔ اثنائے راہ کربلا میں جان محمد نے ایک مطبخ قائم کیا تھا جہاں ہر شخص کو کھانا مفت تقسیم ہوتا تھا۔ گھوسیوں نے چھ سو من دودھ کا بندوبست کیا جو شربت میں ملایا گیا تھا۔ منشی احتشام علی نے کربلا پھول کٹورہ میں تقسیم طعام کا بندوبست کیا تھا جو ہر ایک کو دیا جاتا تھا۔ 'گول دروازہ' لکھنؤ سے پھول کٹورہ کربلا تک تین کوس کا فاصلہ ہے اثنائے راہ میں بیسیوں سبیلیں ہر قسم کی تھیں جس میں برف پڑا ہوا تھا۔ کربلا میں ہر قسم کے فرقے و طبقے کے لوگ اور رؤسا تفریح کناں تھے۔ برخلاف اس کے "تال کٹورہ" شیعوں کی کربلا میں سناٹا تھا حتیٰ کہ غلام حسین عرف پُتّن صاحب کا تعزیہ جو بارہ بجے نہایت مجمع کے ساتھ اٹھتا تھا وہ چار بجے شام تک بوجہ نہ ملنے مزدوروں کے نہیں اٹھ سکا۔ لکھنؤ اہل تشیع سے یہ بڑی غلطی ہوئی جو انھوں نے قید لگائی تھی کہ سُنّی و ہندو جو اپنے تعزیے تال کٹورہ کی کربلا میں لے جائیں وہ ننگے سر برہنہ پا ہوں۔ ایسی قیدیں جاری کرنا ان کو شکست فاش ملی کہ سُنّی و ہندو متفق ہو گئے اور انھوں نے بالاتفاق یہ کارروائی کی۔

کنکوا بازی: ۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ آج اجودھیا ولد گوردیا کلوار ساکن 'گدڑی' و محمود علی خاں خلف اکبر واجد علی خاں بلوچ میں صبح سے کنکوا بازی شروع ہوئی اور نماز مغرب تک برابر ہوتی رہی۔ اجودھیا چھت اصطبل سید التفات رسول تعلقہ دار پر تھا اور محمود علی خاں قلعہ پر۔ ۲۶ پیچ لڑے۔ محمود علی خاں پانچ بڑھے رہے اور بالا ان کے ہاتھ رہا اور پانچ روپیہ اجودھیا کلوار سے جیتے کہ ایک روپیہ بازی تھی۔ محمود علی خاں نے اپنی دلی خوشی اس نہج سے منائی کہ موجود لوگوں کو بتاشے تقسیم کیے اور گاتے بجاتے چلے اور اجودھیا کی دکان

Marfat.com

کی طرف ہو کر چادر درگاہ مخدوم صاحب میں لے جاکر چڑھائی۔ راستہ میں آتش بازی چھوٹتی جاتی تھی۔ کنکیے وپیچکے (کذا) ساتھ تھے۔ محمود علی خاں کی طرف قلعہ پر کرسیوں اور فرش پر نشست تھی۔ پانی پان اور حقہ کا پورا بندوبست تھا

نینی تال میں محفل میلاد: ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ۴ اکتوبر ۱۹۰۶ء وقت شب کو ہز آنر سر لاٹوش صاحب لفٹینٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ واودھ کی جانب سے بمقام نینی تال ان کی کوٹھی کے سامنے محفل میلاد شریف منعقد ہوئی اور اس جلسہ کا اہتمام صاحب بہادر کے حکم اور ان کے اہتمام سے ہوا تھا۔ محفل کی آراستگی وشیشہ آلات کی روشنی اور آدمیوں کا ہجوم قابل دید تھا۔ مولانا حاجی حافظ ولایت حسین صاحب جوالہ آباد سے بلوائے گئے تھے جب آپ جلسہ میں تشریف لائے تو لاٹ صاحب نے اٹھ کر ہاتھ ملایا اور تخت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور سب اہل مجلس کو تاکید فرمائی کہ کوئی ہماری تعظیم کو نہ اٹھے۔ مولوی صاحب نے تین گھنٹے کے قریب مولود پڑھا۔ لاٹ صاحب نے ایک گھنٹے سے کچھ زائد بہت دلچسپی سے بیان سنا۔ اس کے بعد اٹھ کر مولوی صاحب سے ہاتھ ملایا اور یہ کلمات فرمائے کہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس جلسہ میں شریک کیا۔

لفٹینٹ گورنر: یکم جنوری ۱۹۰۷ء۔ آج گیارہ بجے دن کو ہز آنر سر ڈگس لاٹوش صاحب بہادر نے اپنا چارج گورنری اضلاع متحدہ آگرہ واودھ جے بی ہیوٹ صاحب جدید لفٹینٹ گورنر کو دے کر روانہ ولایت لندن ہوئے۔ جو نہایت نیک مزاج حاکم تھے۔ اب دیکھنا ہے کہ ہز آنر ہیوٹ صاحب بہادر کیسا کام کرتے ہیں۔

قیصر باغ: ۹ مارچ ۱۹۰۷ء۔ قیصر باغ (لکھنؤ) کی تعمیر ۱۸۴۸ء میں شروع ہوئی اور ۱۸۵۰ء میں ختم ہو گئی۔ اس کی تیاری میں اسی لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ کم سے کم چار میل کے دور میں تھا۔ بادشاہ منزل روشن الدولہ کی کوٹھی، مقبرہ سعادت علی خاں گھسیاری منڈی، اردلی بازار، چولکھی، حضرت گنج یہ سب مقامات اس باغ میں داخل تھے۔ اس کے اندر قلعہ در قلعہ تھا۔

نواب منجھو صاحب: ۱۹ مارچ ۱۹۰۷ء۔ آج نواب منجھو صاحب لکھنؤ سے ملاقات ہوئی جو بوجہ شدت طاعون لکھنؤ چھوڑ کر سندیلہ کو تشریف لائے ہیں اور راجہ درگا پرشاد کے گوشہ محل سرا بالائے پھاٹک میں مقیم ہیں۔ عمر نواب صاحب ۵۴ سال ہو گی۔ ان کی کیفیت اس طور پر ہے کہ جب والٹن صاحب لندن سے آئے تو ان کے ہمراہ ایک فرزند (پدر نواب صاحب) اور ان کی ایک بیٹی بھی موصوف الیہ کے ساتھ آئیں۔ مس صاحبہ منظور نظر نصیر الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ ہوئیں اور ان کا عقد مسلمان ہونے پر بادشاہ کے

Marfat.com

ساتھ ہوگیا اور ولایتی بیگم کے نام سے موسوم ہوئیں - اس وقت ان کا پورا خاندان مسلمان ہوگیا۔ نواب صاحب کے باپ بڑے امیر کبیر تھے - اب منجھو صاحب بھی خوش حال ہیں اور ان کا گزر وثیقہ وغیرہ سے ہوتا ہے ۔

طاعون: ۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء - آج دو آدمی محلہ اشراف ٹولہ کے طاعون میں فوت ہوئے ۔ لکھنؤ میں طاعون کی بہت زیادہ شکایت ہے ۔ حضرت گنج جو اپنی صفائی میں بوجہ سول لائن ہونے کے مشہور ہے وہ بھی اس شکایت سے بری نہیں - دو قسم کا طاعون سخت مہلک ہے اوّل جن کے بخار یا گلٹی نکل آنے کے ساتھ دست آنے لگتے ہیں دوسرے نمونیہ کی نوعیت کا طاعون یعنی جب پسلی میں درد بحالت طاعون ہوتا ہے - ان دونوں میں مریض جاں بر نہیں ہوتا ۔

محمد ابراھیم شاہ: ۹ جون ۱۹۰۷ء - آج ۶ بجے شام کو محمد ابراہیم شاہ صاحب نواسہ و جانشین جناب حاجی وارث علی شاہ صاحب مرحوم قصبہ دیوا، جو آج صبح کی ریل میں وارد سندیلہ ہوئے تھے حسب خواہش اہل خانہ برخوردار مصطفےٰ علی میرے مکان پر تشریف لائے اور مجھ سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور کمال عنایت و اخلاق سے پیش آ کر چند مرتبہ مزاج پرسی فرمائی اور بعد نماز مغرب اندر تشریف لے گئے اور نور دیدہ منتظم حسین پر جو شکایت دق میں مبتلا ہیں پھونک ڈالی اور دعا حصول صحت فرمائی ۔ چونکہ ان کی والدہ جناب حاجی صاحب مرحوم کی مرید تھیں لہٰذا وہ اور ان کی دونوں ہمشیر منجھلی و چھوٹی شاہ صاحب کے سامنے آئیں جس کی اجازت مجھ سے حاصل کر لی تھی - مبلغ بیس روپے میرے گھر میں عورتوں نے بطور نذر پیش کیے ۔

۱۰ جون ۱۹۰۷ء - آج ۷ بجے صبح کی ڈاک گاڑی میں محمد ابراہیم شاہ صاحب روانہ قصبہ دیوا ہوئے اسٹیشن پر بہت بڑا مجمع تھا - چودھری محمد جان صاحب راجہ درگا پرشاد صاحب بنا بر رخصتی تشریف لے گئے تھے - اور بہت سے اہل قصبہ اور ان کے مریدین کا اسٹیشن پر مجمع تھا ۔

نرخ غلہ: ۹ ستمبر ۱۹۰۷ء - نرخ غلہ آج کی تاریخ میں حسب ذیل ہے ۔

گندم قسم اوّل ۹ سیر، گندم قسم دوم ۹½ سیر، آرد گندم ۸ سیر، نخود ۱۲ سیر، دانہ نخود ۱۱½ سیر، ماش ۱۰ سیر دال ماش ۹ سیر، مونگ ۱۰ سیر، دال مونگ ۹ سیر، ارہر ۱۲¾ سیر، دال ارہر ۱۰ سیر، چاول باریک ۶ سیر، چاول موٹے ۷ سیر دھان ۱۰ سیر، شکر چینی ۳½ سیر، شکر قسم اوّل ۲¾ سیر، شکر قسم دوم ۴ سیر، نمک سانبھر ۲۰ سیر، روغن زرد ۱۵ چھٹانک روغن ارنڈی ۲½ سیر، لکڑی ۴ من، روئی ۲¾ سیر، قند سیاہ ۷ سیر، سرسوں ۶½ سیر، روغن سرسوں ۲½ سیر، چوکر ۶ سیر -

رفاہ عام: ۱۲ نومبر ۱۹۰۷ء - آج میرے مکان پر کمیٹی خاص میونسپل بورڈ منعقد ہوئی جس میں پنڈت گرجا دت تحصیلدار اور راجہ درگا پرشاد صاحب و ممبران شریک تھے اور بکثرت رائے مبلغ ڈھائی ہزار روپے میونسپل

Marfat.com

کھدائی تالاب بیرونی، وغیرہ کام رفاہ عام میں تجویز ہوئے اور کمیٹی مقامی قحط سے یہ بھی طے ہوا کہ آبادی سندیلہ ۳ حلقوں میں تقسیم کی جائے اور ذی اثر اشخاص کے نام نوٹس دیا جائے کہ وے اپنے حلقوں میں ان اشخاص کو امداد ملنے کی سفارش کریں جو شرم و عزت و ضعیفی و علالت و پردہ نشینی اور اسی قسم کی وجہ سے کوئی کام کرنے کے قابل نہ ہوں اور ان کو کسی اپنے عزیز وغیرہ سے امداد نہ ملتی ہو۔

گوشت ۲ پیسے سیر: ۲۱ نومبر ۱۹۰۷ء۔ چونکہ زمانہ قحط سالی ہے جس سے ہر ایک شے گراں کمیاب ہے، اور سب سے بڑی کمیابی گھاس کی ہے جو بالکل میسر نہیں آتی اور مویشی مرے جاتے ہیں لہذا ہندو مسلمان دونوں اپنے مویشی قصائیوں کے ہاتھ فروخت کر رہے ہیں اور گوشت کا نرخ آج کل سستا یعنی دو پیسے سیر فروخت ہوتا ہے اور ان کا چرسہ معمول سے زیادہ قیمت پر بکتا ہے۔ آج کل قصائیوں کی اس قدر تعداد بڑھ گئی ہے کہ ہر ایک ادنی قسم کے مسلمان نے یہ پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ آج کل مویشیوں کی وبا ہے۔

تالاب بیرونی: ۱۸ دسمبر ۱۹۰۷ء۔ آج ۲ بجے دن کو میں نے تالاب بیرونی کو دیکھا میرے ساتھ سید حسن احمد مخدوم زادہ اور قاضی نقی حسن ممبر میونسپل ساکن شاہ آباد تھے۔ تالاب میں ۲۰۰ نفر میٹ کام کرتے ہیں جن کو فی کس ۲ مر یومیہ ملتا ہے اور عبدالرحیم ٹائم کیپر کو دس روپے ماہوار اور مزدوران وغیرہ کو حسب تفصیل ذیل اجرت دی جاتی ہے جس کی بابت حکم تحریری ڈپٹی کمشنر بہادر سے میں نے حاصل کر لیا ہے۔

بیل دار جو پھاوڑہ چلاتے ہیں ۲ آنہ یومیہ، مزدور ڈلیا ڈھونے والے ۱½ آنہ یومیہ، عورت مٹی ڈھونے والی ۱¼ آنہ یومیہ، لڑکی دس سال کی عمر سے زائد ایک آنہ یومیہ: افسوس ہے کہ یہ کام عنقریب بند ہونے والا ہے اور ۲۵۰ آدمی جو میرے ذریعے سے رازقہ پا رہے ہیں وہ عنقریب بند ہو جائے گا۔

نرخ غلہ بازار سندیلہ: ۲۶ دسمبر ۱۹۰۷ء۔ آج نرخ غلہ بازار سندیلہ میں حسب ذیل ہے:

گندم ۷ سیر، دانہ نخود ۸½ سیر، مونگ ۶¾ سیر، دال ارہر ۶½ سیر، آرد باجرہ ۷¼ سیر، آرد گندم ۶¾ سیر ماش ۵ سیر، دال مونگ ۶¼ سیر، جوار ۹ سیر، چاول ۶ سیر، نخود ۸ سیر، دال ماش ۴¼ سیر، ارہر ۹ سیر، باجرہ ۸½ سیر جو ۹ سیر، آرد جو ۸ سیر، مکائی ۱۰ سیر، دھان ۱۱ سیر، نمک ۱۰ سیر، قند سیاہ ۶ سیر، گھی ۱ سیر ۲ چھٹانک، سرسوں ۵¼ سیر، روئی ۲¼ سیر، روغن سیاہ ۲ سیر ۲ چھٹانک۔

محتاج خانہ: ۸ جنوری ۱۹۰۸ء۔ آج کل محتاج خانہ میں مرد و عورت و لڑکوں کے ۹۴ نفر ہیں۔ یہ کمی و بیشی روزانہ ہوا کرتی ہے۔ آج کئی نفر بحکم ڈپٹی کمشنر صاحب سندیلہ میونسپل کو بھیجے گئے کہ وہ قصبہ سے نکلتا جا…

Marfat.com

کے ساتھ خیرات پایا کریں اور ان کا نام درج بموجب محتاجان سندیلہ کیا جائے ۔ بظاہر صاحب بہادر کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ محتاج خانہ کے لوگ شامل محتاج سندیلہ کیے جاویں کہ ان کی تقسیم خیرات کے روپے سے ہوئی۔ (بوجہ قحط امداد دینے کا کام سال بھر چلتا رہا تالاب و کنوئیں بھی بغرض رفاہ عام کھدوائے گئے تھے۔ ہاشمی۔)

۲۶ فروری ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ تمامی ہندوستان میں منجانب سرکار نو لاکھ دو ہزار آٹھ سو پچیس آدمیوں کی رفع تکلیف ہوتی ہے ۔ واقعی گورنمنٹ رعایا کی ایسے زمانہ قحط میں بہت مدد کر رہی ہے ۔

مدح صحابہ و تبرا: ۱۳ فروری ۱۹۰۸ء۔ سنا گیا کہ چوک لکھنؤ میں شیعہ و سُنّی میں سخت مقابلہ ہو گیا۔ سنت جماعت لوگ حسب الحکم ڈپٹی کمشنر لکھنؤ چار یاری مرثیہ پڑھتے جاتے تھے اور خلاف اجازت شیعہ لوگوں نے تبرا کہنا شروع کر دیا۔ پولس نے مزاحمت کی۔ باہم پولس اور شیعوں کے لڑائی شروع ہو گئی۔ سنت جماعت نے موقع پا کر شیعوں کو خوب مارا حتیٰ کہ ان کا ایک آدمی مر گیا اور پولس کے لوگ شیعوں کے حملے سے مجروح ہوئے۔ حکام وقت فوراً موقع پر پہنچ گئے۔ ایک سو سے زائد شیعہ گرفتار ہو کر زیر حراست پولس ہوئے۔ اب تحقیقات ہو رہی ہے ۔ دیکھا چاہیے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے ۔

شبیہ ملکہ: ۹ اپریل ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ شبیہ ملکہ وکٹوریہ ۲ اپریل ۱۹۰۸ء کو لکھنؤ میں متصل مقبرہ سعادت علی خاں بادشاہ بوقت ۵ بجے شام کو قائم ہوئی ہے اس کو سر جان ہیوٹ صاحب لفٹینٹ گورنر نے کھولا جس کی تیاری میں حسب ذیل روپیہ خرچ ہوا۔

تیاری چھتری۔ ۸۸ ہزار سات سو پچیس روپے ۱۳ آنہ ۲ پائی / تیاری شبیہ۔ ۴۱ ہزار پانچ سو روپے ۸ آنہ ۲ پائی = میزان کل ایک لاکھ ۳۰ ہزار ۲۲۸ روپے ۶ آنہ۔

مسٹر ٹرنر صاحب: ۲ ستمبر ۱۹۰۸ء۔ آج صبح کی ڈاک گاڑی میں مسٹر ٹرنر صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہردوئی سے تشریف لائے اور مدرسہ دارو سندیلہ میں کمیٹی کر کے جناب لفٹینٹ گورنر بہادر کی اسپیچ پڑھانے کی تجویز کی جو صاحب محتشم الیہ نے لکھنؤ میں فرمائی تھی جس کا ترجمہ راجہ درگا پرشاد صاحب نے اہالی کمیٹی کو پڑھ کر سنایا جو اخبار میں شائع ہوا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ کے لوگ بنگالیوں کے مفسدہ پردازی نہ کریں جس کا کوئی فائدہ بجز نقصان کے نہیں ہے ۔

.... ازاں بعد ڈاک بنگلہ میں یکے بادیگرے رؤسائے قصبہ ہٰذا کی ملاقات کی اور سید التفات رسول صاحب سے وقت ملاقات فرمایا کہ تم مولوی مظہری علی سے کہہ دینا کہ ہم ان کے کام میونسپل سکریٹری سندیلہ سے

Marfat.com

بہت خوش ہیں جو انھوں نے ایک مدت دراز تک اپنے متعلقہ کام کو نیک نیتی سے انجام دیا۔ چونکہ اب وہ ضعیف ہوگئے ہیں اس وجہ سے ہم نے پیڈ سکریٹری مقرر ہونا تجویز کیا اور مولوی صاحب ہمیشہ منجانب گورنمنٹ ممبر میونسپل مقرر ہوتے رہیں گے۔ جب میں نے صاحب بہادر کی ملاقات کی تو مجھ سے فرمایا کہ آپ کتنی مدت سے سکریٹری میونسپل کے ہیں۔ میں نے کہا کہ قریباً ۲۶ سال تک میں سکریٹری میونسپل کا رہا ہوں۔ فرمایا کہ ہم تمہارے واسطے بنا بر حصول اعزاز گورنمنٹ کو لکھیں گے۔ آپ ضرور اس کے مستحق ہیں اور اس کے متعلق ایک یادداشت لکھ لی۔

تپ ولرزہ: ۲ اکتوبر ۱۹۰۸ء۔ آج کل سندیلہ کا کوئی گھر خالی نہیں جس میں دو چار آدمی شکایت تپ ولرزہ میں مبتلا نہ ہوں۔ میرے تجربے میں یہ سال مطابق ۱۸۷۹ء کے ہے جس سال نہایت سخت تپ ولرزہ کی تھی اور ہزارہا آدمی اسمیں ضائع ہوا تھا۔

تراویح: ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۸ء۔ کل رات کو مسجد چوراہا ٹاؤن پولس میں شبینہ ہوا اور ایک قرآن شریف حافظ تجو (تاج الدین) جولاہے نے پڑھا تھا۔ ایک رکعت میں ۱۸ سی پارے حافظ نے پڑھے۔ صرف فیفو (مقیم چاہ بچہ) کھڑے رہے باقی کل مقتدی بیٹھ اور لیٹ گئے۔

لرزہ بخار: یکم نومبر ۱۹۰۸ء۔ روزنامچہ میونسپل سے واضح ہوا کہ مہینہ اکتوبر ۱۹۰۸ء میں ۱۹۸ نفر تپ ولرزہ وغیرہ سے قصبہ ہذا میں ضائع ہوئے۔ یہ تعداد بہت زیادہ ہے اور دیہات میں بہ لحاظ مردم شماری اس سے زیادہ تعداد میں لوگ مر رہے ہیں۔ سندیلہ کی مردم شماری ۱۸۸۴۹ آدمیوں کی ہے۔

دیوان حافظ: ۱۱ نومبر ۱۹۰۸ء۔۔۔۔ راجہ صاحب (راجہ درگا پرشاد سندیلوی۔ ہاشمی) نے مجھے ایک کتاب دیوان حافظ مطلا مع تصویر بادشاہان سابق دکھلائی جو ایک سو برس کی لکھی ہوئی ہے۔ نواب بنگش فرخ آباد کے کتب خانہ کی ہے جس کو موصوف الیہ نے بہ قیمت ایک سو تیس روپے خرید کیا ہے۔

مالیخولیا: ۱۱ نومبر ۱۹۰۸ء۔ آج ساڑھے چھ بجے صبح کو مساۃ محمودن اہلیہ بابو معز الدین اشرف تولہ نے بعوارض چند بعمر ۵۰ سال قضا کی۔ متوفیہ کے مزاج میں جھنک اور مالیخولیا پیدا تھی۔ ایک روز متوفیہ مجھ سے کہنے لگیں کہ دنیا میں ڈیڑھ عقل ہے۔ ایک مجھ میں ہے اور نصف تم میں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ ذی ہوش عورت تھیں اور معاملہ کی بہت صاف۔

وائسرائے لارڈ منٹو: ۱۷ نومبر ۱۹۰۸ء۔ آج صبح کو لارڈ منٹو وائسرائے ہند بذریعہ اسپیشل ٹرین لکھنؤ جاتے ہوئے اسٹیشن سندیلہ سے گزرے۔ پولس کی ایسی سخت نگرانی تھی کہ کوئی شخص ڈاک خانہ تک جو اسٹیشن سے تھوڑی دور ہے۔ ہاشمی) نہیں جانے پاتا تھا۔ اسٹیشن پر جانا تو ہرگز ممکن نہ تھا۔ چونکہ بنگالیوں نے نعرہ لگایا

Marfat.com

کو لفٹیننٹ گورنر بنگال پر تمنچہ سر کرنا چاہا تھا اور مہاراجہ بردوان درمیان قاتل اور لفٹیننٹ گورنر کے گئے تھے اور قاتل کو ہٹا بھی دیا تھا اس وجہ سے اب سخت دیکھ بھال اور نگرانی ہو رہی ہے۔

۲۳ نومبر ۱۹۰۸ء - آج لارڈ منٹو صاحب وائسرائے کشور ہند ایک نہایت عمدہ رام بہج ہاتھی بلرام پور سوار ہو کر لکھنؤ مچھی بھون کی راہ سے گزرے۔ ہاتھی مذکور کو ہر ایک قسم کا طلائی و نقرئی زیور پہنایا گیا حتیٰ کہ اس کے پیروں میں چاندی کی پازیب بھی تھی اور اس کے عقب میں ۶۰ تعلقہ دار ہاتھیوں پر سوار تھے۔ ہر ایک ہاتھی خوب سجا ہوا تھا۔ یہ اسی قسم کا جلسہ تھا جب کہ یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو وائسرائے لارڈ کرزن صاحب سابق گورنر جنرل کے عہد میں بمقام دہلی ہوا تھا اور بہت بڑے بڑے والیان ملک بموجب درجہ و مرتبہ کے وائسرائے کے ہاتھی کے عقب میں تھے۔ اگرچہ اس جلوس میں بڑے بڑے نامی گرامی والیان ملک شریک تھے لیکن یہ ۲۳ نومبر ۱۹۰۸ء کا جلوس بھی قابل دید ضرور تھا۔

راجہ درگا پرشاد: ۱۳ جنوری ۱۹۰۹ء - آج سہ پہر کو راجہ درگا پرشاد صاحب نے بہ اظہار خوشی جیتنے مقدمہ استقرار حق کے درگاہ مخدوم صاحب میں چادر چڑھائی۔ ہاتھی پر چودھری مقبول حسن صاحب وکیل سوار تھے جس کا ہودج گنگا جمنی اور عمدہ پوشش سے آراستہ تھا اور اس کے پیچھے بگھیوں کا سلسلہ تھا جس پر راجہ صاحب کے صاحبزادگان و منشی عبدالودود صاحب و جمیل الدین کارندہ چودھری علی جان صاحب سوار تھے۔ وکیل صاحب کو ایک جبہ جامہ وار قیمتی دو سو روپے عطا ہوا اور محمد حسین مختار عام کو بھی ایک دوشالہ ملا۔ لیکن افسوس پانی برسنے کی وجہ سے کچھ زیادہ لطف تماشائیوں کو حاصل نہیں ہوا۔

شبیہ مہاراجہ بلرام پور: ۲۵ جنوری ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سر ہیوٹ صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ نے سر دگبجے سنگھ صاحب مہاراجہ بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن تعلقہ داران کی شبیہ کا افتتاح فرمایا جو بارہ دری قیصر باغ میں رکھی گئی ہے۔ اس شبیہ کی تیاری میں چوبیس ہزار روپیہ خرچ ہوا جس کو مسٹر کاسکوب جان نے بنایا اور اس کی بیٹھک کی تیاری میں چار ہزار روپے صرف ہوئے جس کو بابو درگا پرشاد سنگ تراش لکھنؤ نے تیار کی۔

مدح صحابہ: ۲۰ جنوری ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ گورنمنٹ نے مخالفت کی ہے کہ چار یاری مرثیہ سنی لوگ راستہ وغیرہ میں نہ پڑھیں اور اگر پڑھیں گے تو قابل تدارک ہوں گے۔

مقامی مسلم لیگ: ۳ فروری ۱۹۰۹ء - آج چار بجے دن کو ایک کمیٹی مسلم لیگ مکان منشی قبول احمد

Marfat.com

پر منعقد ہوئی جو کمیٹی آل انڈیا علی گڑھ کی امداد میں تھی کہ مسلمانوں کے حقوق کا گورنمنٹ خیال رکھے۔ اس کمیٹی کے پریسیڈنٹ منشی التفات رسول اور وائس پریسیڈنٹ چودھری علی جان اور سکرٹری مقبول احمد اور جوائنٹ سکرٹری عبدالودود تجویز ہوئے۔ قصبہ ہذا کے بہت سے لوگ شریک تھے۔ منجملہ ان کے ایک میں بھی تھا۔

مدح صحابہ: ۱۳ مارچ ۱۹۰۹ء۔ آج لکھنؤ میں تعزیہ چہلم عیش باغ سے اٹھا جس کے آگے مرثیہ چار یاری پڑھا جاتا تھا جس کی گورنمنٹ نے قبل آغاز مہینہ محرم ممانعت کر دی تھی کہ تعزیہ کے سامنے چار یاری مرثیہ نہ پڑھا جاوے مگر برخلاف اس کے جب سنی لوگ چار یاری مرثیہ پڑھتے ہوئے چوک لکھنؤ سے گزرے تو پولس کے لوگوں نے گول دروازہ کے پاس سب کو گرفتار کر کے کوتوالی میں کر دیا اور جس شخص نے دس روپے کی ضمانت پیش کی اسے چھوڑ دیا گیا۔ باقی لوگ حوالات بھیج دیے گئے۔ پولس کے ساتھ مجسٹریٹ و ڈپٹی کمشنر لکھنؤ اور بابو سری رام آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس کارروائی میں کسی بڑے شخص کی تحریک ہے ورنہ ادنیٰ کم بضاعت لوگوں کو ایسی جرأت نہ ہوتی جو حکم گورنمنٹ کے خلاف کارروائی کرتے۔ مجمع کی تعداد سات آٹھ سو سنی جاتی ہے۔ میرے خیال میں یہ فعل سنیوں کا بالکل جاہلانہ ہے۔ ان کو خلاف ورزی و سرتابی گورنمنٹ کے حکم سے ہرگز نہ کرنا چاہیے۔

یکم اپریل ۱۹۰۹ء۔ جو سنیان لکھنؤ نے حکم گورنمنٹ کی خلاف ورزی کی اور چہلم کے روز تعزیہ کے ساتھ چار یاری مرثیہ پڑھتے ہوئے چوک سے گزرے ان کو مسٹر جاننگ صاحب سٹی مجسٹریٹ لکھنؤ نے تین تین مہینہ قید سخت کی سزا دی۔ ۲۹ مارچ سن الیہ کو ان لوگوں کے خلاف حکم سنایا گیا۔

۸ اپریل ۱۹۰۹ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ۵ اپریل کو مسٹر وارٹن صاحب سیشن جج لکھنؤ نے اپیل سنیوں کا جنھوں نے چار یاری مرثیہ پڑھا تھا خارج کر دیا اور تین ماہ کی سزا مجوزہ سٹی مجسٹریٹ صاحب لکھنؤ بحال رکھی۔

کیننگ کالج لکھنؤ: ۴ اپریل ۱۹۰۹ء۔ ۳۱ مارچ ۱۹۰۹ء وقت ۵ بجے شام کے ہز آنر لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ نے کیننگ کالج واقع بادشاہ باغ لکھنؤ کا بنیادی پتھر نصب کیا[1] اس تعمیر کے لیے سر بھگوتی پرشاد والی بلرامپور نے تین لاکھ روپیہ عنایت کیا اور اگر جاننا اس میں کچھ کمی پڑے گی تو غالباً کچھ اور بھی امداد کریں۔

مقامی مسلم لیگ: ۲۶ اپریل ۱۹۰۹ء۔ آج ۴ بجے دن کو جلسہ مسلم لیگ کوٹھی امیرہ سید التفات رسول صاحب پر منعقد ہوا۔ سندیلہ ہردوئی، شاہ آباد اور بلگرام کے معززین شریک تھے اور بہ کثرت آراء سید التفات رسول

[1] پہلے یہ کیننگ کالج قیصر باغ لکھنؤ کی ایک عمارت میں قائم تھا جہاں اب محکمہ آثار قدیمہ قائم کر دیا گیا ہے۔ ہاشمی۔

Marfat.com

صاحب پریسیڈنٹ کمیٹی منتخب ہوئے۔ انھوں نے ایسی تقریر کی جو الجھی ہوئی تھی اور بہت آہستہ آہستہ کہ سامعین ان کے مطالب سے فیض یاب نہ ہو سکے۔ اشخاص ذیل نے رزولیوشن تجویز کیے: نواب عبدالکریم خاں صاحب تعلقہ دار شاہ آباد۔ سید امجد علی بلگرامی وکیل ہردوئی۔ محمد علی خاں طبیب ہردوئی۔ منشی حامد حسین صاحب بلگرامی ڈپٹی انسپکٹر مدارس پنشن یافتہ، حکیم خادم حسین صاحب شاہ آباد۔ منشی مقبول احمد صاحب سندیلہ۔ منشی نورالحسن صاحب کاکوروی وکیل ہردوئی۔ آخرالذکر کی تقریر نہایت شستہ تھی دوران جلسہ میں آندھی کے ساتھ بارش ہوئی اور دیر تک مثل برسات پانی برستا رہا۔

<u>ایک چودھری</u>: ۱۱ر جولائی ۱۹۰۹ء۔ معتبر ذریعہ سے دریافت ہوا کہ چودھری . . . خلف . . . صاحب مرحوم نے اپنے مکان بیرونی کے بر دکھے میں کتھا، ڈلی، ہلدی مرچ وغیرہ کی دوکان رکھی ہے۔ چونکہ خود نابینا ہیں اس وجہ سے بڑا بیٹا تول ناپ اشیا کرتا ہے اور خریداروں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے . . . چودھری . . . مرحوم سندیلہ کے چکلہ دار تھے اور ان کی سخت حکومت زمینداروں پر تھی اور ایک بہت بڑا لشکر سوار و پیادوں کا ان کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ آج ایک وہ دن ہے کہ چودھری صاحب مرحوم کے بیٹے اپنے بر دکھے میں نمک مرچ فروخت کر رہے ہیں۔

<u>آبادی شیعہ</u>: ۸ر نومبر ۱۹۰۹ء۔ اڈیٹر روزگار آگرہ نے اضلاع متحدہ آگرہ اودھ کا دورہ کر کے کل شیعہ آبادی کی مردم شماری کی۔ اسکا قیاس ہے کہ کل شیعہ آبادی تین لاکھ بانوے ہزار ہے جس میں شہر لکھنؤ میں انتیس ہزار دو سو ہیں۔ اسکی تصدیق آجکے اودھ اخبار سے ہوئی۔

<u>ایک تقریب ختنہ</u>: ۱۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء۔ آج اعزاز رسول و افضال رسول (پسر و بھتیجا سید التفات رسول تعلقہ دار) کا مانجا پہننے کا بلاوا تھا۔ ایسے لڑکوں نے مانجا پہنا۔ انتظامی حالت مجلس کی ٹھیک نہیں تھی . . . ۲ بجے دن کو دونوں لڑکے مخدوم (علاؤالدین) صاحب کی درگاہ میں واسطے سلام کے گئے۔ انگریزی و ہندوستانی باجہ آگے آگے بجتا تھا۔ جھنڈیاں بھی تھیں۔ علی محمد خاں تعلقہ دار محمود آباد بھی لکھنؤ سے آکر شریک جلسہ ہوئے۔ ختنہ افضال رسول و اعزاز رسول کا بوقت ۳ بجے شام کو ہوا۔ مبلغ پانچ روپے میں نے نیوتہ دیا۔

۲۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء . . . دریافت ہوا کہ ایک کشمیری (طائفہ) لکھنؤ کے علاوہ حسب ذیل طوائف زنانہ کا ناچ ہوا۔ مسماۃ زہرہ طوائف پٹنہ۔ جانکی بائی عرف چھپن چھری طوائف کلکتہ، مسماۃ مجیدی طوائف لکھنؤ۔ منجملہ ان کے زہرہ طوائف کا گانا بہت تعریف کے ساتھ سنا گیا۔ سندیلہ کے بھی چند ڈیرے تھے . . . . واقعی یہ ہے کہ یہ تقریب بہت بڑے پیمانہ پر کی گئی۔ بہت زیادہ مہمانان شریک تقریب ہوئے جیسی قبل اسکے کوئی نہیں ہوئی تھی طلبیدہ تعلقہ داروں کے اسما ذیل میں درج ہیں۔

"علی محمد خاں تعلقہ دار محمود آباد۔ راجہ شعبان علی خاں تعلقہ دار بارہ بنکی۔ شیخ شاہد حسین تعلقہ دار گدیا، ٹھاکر شنکر بخش سنگھ تعلقہ دار کچھوا، ضلع ہردوئی۔ محمد (؟) تعلقہ دار بلگرام"۔ علاوہ ان کے بہت سے وکلا و بیرسٹر تشریف لائے تھے لیکن انتظامی حالت اچھی نہیں تھی (بدانتظامی کی تفصیل حذف کی گئی۔ ہاشمی)

Marfat.com

۲۱؍دسمبر ۱۹۰۹ء..... چونکہ منتظم نوجوان لوگ زہرہ طوائف پٹنہ کے گانے میں مصروف رہے لہٰذا کسی اہل محفل کی حقہ پان و پانی کی خبرداری نہیں کی گئی۔ سنا ہے کئی لوگوں کو کھانا نہ ملنے کی شکایت رہی۔

۲۲؍دسمبر ۱۹۰۹ء..... مسماۃ زہرہ طوائف پٹنہ جو بہت اچھا گاتی ہے اس کا یومیہ تین سو روپیہ تھا۔ وہ کل دو ہزار بائیس روپیہ انعام پاکر رخصت ہوئی۔

محمد نسیم صاحب وکیل: ۲۴؍دسمبر ۱۹۰۹ء۔ آج خط مولوی عبدالقادر پنشنر ڈپٹی کلکٹر حال سکریٹری میونسپل سیتاپور موصول ہوا۔ لکھتے ہیں کہ انتخاب پراونشل کونسل ہز آنر لفٹیننٹ گورنر میں مفصلہ ذیل امیدواران انتخاب کے آئے:
محمد نسیم صاحب وکیل لکھنؤ ۱۳۸، مسٹر نبی اللہ بیرسٹر ۸۹، منشی احتشام علی کاکوردی ۸۱، راجہ نوشاد علی ۴۲، محمد یوسف بیرسٹر ۱۲۔ چونکہ کثرت رائے ممبران کی محمد نسیم کی نسبت آئی لہٰذا وہ ممبر کونسل منتخب ہوئے۔ میں نے انھیں کی نسبت رائے دی تھی۔

راجہ درگا پرشاد: ۷؍جنوری ۱۹۱۰ء۔ آج صبح میں نے راجہ درگا پرشاد صاحب سے ملاقات کی بہت اخلاق سے پیش آئے اور اپنے کچھ اشعار سنائے۔ جہاں تک میں غور کرتا ہوں راجہ صاحب موصوف تمام تر خدائے پاک کی ذات پر بھروسا رکھتے ہیں اور اسی کی درگاہ میں اپنے حوائج رفع کرنے میں دست بدعا رہتے ہیں اور اسی کی شان میں مناجات وغیرہ بالمرہ تصنیف کر کے پڑھا کرتے ہیں۔ میں نے اہل ہنود کو کم تر ایسا عقیدت مند پایا۔

چیرمینی میونسپلٹی: ۱۴؍جنوری ۱۹۱۰ء۔ آج دو بجے دن کو منشی علی ضامن صاحب تحصیلدار سندیلہ بغرض مشورت بعض امور ضروری میرے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ بروئے اسکیم جدید گورنمنٹ کا منشا ہے کہ میونسپل کے پریزیڈنٹ وائس پریسیڈنٹ گورنمنٹ کے حکام نہ رہیں بلکہ غیر ملازم سرکار کام میونسپل انجام دیں۔ چنانچہ میری نسبت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کا آج حکم صادر ہوا ہے کہ میں وائس پریسیڈنٹی میونسپل سندیلہ سے استعفا دیدوں۔ لہٰذا میں کل سے استعفا کمیٹی میں پیش کردوں گا اور صاحب ڈپٹی کمشنر بھی چیرمین نہیں رہیں گے اور انھوں نے مجھ پر اپنا منشا ظاہر کیا کہ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار چیرمین تجویز ہوں اور سید التفات رسول وائس چیرمین۔ لہٰذا آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ میں نے جواب میں کہا کہ اگر ایسا انتظام ہوا تو کام میونسپل ابتر حالت میں ہو جاوے گا۔ ایسے کام کے واسطے نہایت محنتی و مستعد اشخاص ہونے کی ضرورت ہے۔ لیکن خیر بالفعل یہی بہتر ہے کہ حکم کے مطابق عملدرآمد کیا جاوے۔ چنانچہ تحصیلدار صاحب اولاً التفات رسول کے پاس گئے اور ان سے تذکرہ کیا۔ انھوں نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ میں وائس پریسیڈنٹ ہونا ایسی حالت میں نہیں چاہتا ہوں جب کہ راجہ صاحب چیرمین ہوں گے۔ پھر تحصیلدار صاحب مجھے اپنے ہمراہ راجہ درگا پرشاد صاحب کے یہاں لے گئے اور ان سے چیرمین ہونے کا ذکر کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے

Marfat.com

نام بھی ایک چٹھی صاحب ضلع کی آئی ہے جس میں بھی چیرمین ہونے کی بابت لکھا ہے جس کا جواب میں نے شکریہ کے ساتھ آج ہی بھیج دیا کہ مجھے چیرمین ہونا تحصیل کا منظور ہے اور تحصیلدار صاحب کے سوال پر انھوں نے کہا کہ اگر ڈپٹی کمشنر چیرمین رہیں گے تو میں واپس چیرمین بننا منظور کر لوں گا۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ اس نفسا نفسی کا انجام کیا ہوگا جب کہ ابھی سے مخاصمت پیدا ہے۔ سچ یہ ہے کہ بدون اعانت کسی سرکاری افسر کے کام میونسپل کا ہرگز نہیں چل سکتا ہے جس کا نتیجہ بدنامی ہوگا۔

۲۱ر جنوری ۱۹۱۰ء۔ آج کمیٹی خاص سے عہدہ چیرمین میونسپل بورڈ سے استعفا مسٹر ڈوے صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی و چیرمین میونسپل سندیلہ کا منظور ہوا اور بجائے ان کے راجہ درگا پرشاد صاحب چیرمین میونسپل مقرر ہوئے۔ اس کے بعد راجہ صاحب میرے مکان پر تشریف لائے اور مجھے اپنے ساتھ بگھی پر لے جا کر چوکی اکڑائی عیدگاہ کا معائنہ کیا اس کے بعد میں اور وہ ایک ساتھ تالاب دیکھنے گئے۔

عطیات: ۱۷ر فروری ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ منشی التفات رسول تعلقہ دار جلالپور و رئیس سندیلہ نے بہ تقریب خوشی ختنہ اپنے فرزند اعزاز رسول و بھتیجے افضال رسول میں جو ۱۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء کو منعقد ہوئی تھی عطیات ذیل مدرسہ علی گڑھ وغیرہ کو دیے۔

علی گڑھ۔ پانچ سو روپیہ، انجمن حمایت اسلام لاہور۔ یک صد روپیہ، ندوہ لکھنؤ۔ یک صد روپیہ، انجمن اسلامیہ سندیلہ۔ یک صد روپیہ، مدرسہ اسلامیہ اٹاوہ۔ دو صد روپیہ = جملہ ایک ہزار روپیہ۔

سوگ ایڈورڈ ہفتم: ۱۱ر مئی ۱۹۱۰ء۔ آج ۸ بجے صبح کو مدرسہ اردو سندیلہ میں بصدارت راجہ درگا پرشاد صاحب جلسہ اظہار غم والم وفات ملک معظم بادشاہ ایڈورڈ ہفتم قرار پایا۔ بعض لوگوں نے تاریخ ہائے وفات تصنیف کردہ پڑھیں لیکن جو مضمون اندوہگین قصیدہ راجہ درگا پرشاد نے پڑھا وہ نہایت اعلیٰ درجے کا تھا اور جو فقرے پنڈت گیا پرشاد نے سنسکرت کے پڑھے وہ مقبول ہوئے۔ ایک تار ملفوف وائسرائے ہند دوسرا لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ کو بھیجا گیا۔ تیسرا اخبار پائنیر انگریزی کو بنابر اطلاع۔ وقت نو بجے جلسہ برخاست ہوا۔ ۲۰ر مئی چونکہ آج ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہندوستان دفن ہوں گے لہٰذا آج عام تعطیل ہو گئی۔ قصبہ ہٰذا کی بھی دوکانیں بند کرا دی گئیں۔ گانا بجانا رقص و رنگ وغیرہ موقوف کرا دیا گیا جو آجکل قصبہ ہٰذا میں بہت سے ہو رہے ہیں۔ ان میں صرف ضروری مراسم ادا ہوئے۔ باجن وغیرہ نہیں بجے۔

عقد ثالث: ۲۴ر جولائی ۱۹۱۰ء۔ بعد نماز مغرب عقد مسماۃ وراثت فاطمہ عزیزی سید حافظ علی سے

Marfat.com

بہ قرارداد مہر ۴۵ ہزار روپے بمقام لکھیم پور ہوا۔ لڑکی محمد عسکری وسیم یعنی ریاض احمد ریاض شاعر خیر آباد کے بھائی کی ہے (اس کے شوہر اول نے طلاق دیدی تھی۔ باوجودیکہ عزیز موصوف بہت ضعیف اور گراں گوش ہیں۔ بصارت میں بھی کمی ہے۔ بال بالکل سفید ہوگئے ہیں۔ عمر ۶۲ سال ہے لیکن ان کا اعتدال عورت کی نسبت اتنا زبردست ہے کہ تیسرا عقدان کا آسانی کے ساتھ ہوگیا۔

سلیمان قدر: ۵ / اگست ۱۹۱۰ء یکم اگست کو صاحب عالم پرنس مرزا سلیمان قدر خلف الصدق واجد علی شاہ اودھ نے انتقال کیا۔

۹ / اگست ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲۷ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء واجد علی شاہ تخت نشین ہوئے اور ۷ / فروری ۱۸۵۶ء کو سلطنت اودھ کا انتزاع عمل میں آیا۔ پرنس سلیمان قدر ۱۱ دسمبر ۱۸۳۹ء کو پیدا ہوئے تھے اور یکم اگست ۱۹۱۰ء کو فوت ہوئے۔ اس حساب سے ان کی عمر ۷۱ سال ۷ مہینے کی ہوئی۔

ایک کاریگر: ۳ / اکتوبر ۱۹۱۰ء۔ آج ۷ بجے شام کو میکو جولاہا نواسہ حافظ جمن اشراف ٹولہ نے بعارضہ بخار وغیرہ قضا کی۔ عمر ۵۰ سال تھی۔ متوفی اپنے پیشہ میں بہت ہوشیار تھا اور پلنگ پوش اور فرش بنائے اس کے دور دور جاتے تھے اور اس نے اپنے پلنگ پوشوں کی بدولت نمائش گاہوں سے اکثر انعامات پائے تھے بلکہ میں نے اس کے بنائے ہوئے پلنگ پوش بکثرت عجائب خانہ لکھنؤ کو بھیجے تھے۔

کمیٹی چندہ: ۱۷ / اکتوبر ۱۹۱۰ء۔ آج کمیٹی چندہ یادگار بادشاہ ایڈورڈ ہفتم بصدارت منشی علی ضامن صاحب تحصیلدار مدرسہ اردو میں منعقد ہوئی کہ ان کی تصویر دہلی میں قائم ہوگی اور ایک شفاخانہ عارضہ دق کا الموڑہ پہاڑ پر قائم ہوگا۔ میں نے پندرہ روپیہ چندہ دینا منظور کیا۔

طاعون: ۶ / نومبر ۱۹۱۰ء۔ چونکہ بیماری طاعون ترقی پر ہے اس وجہ سے ہمارے بھائی بند اشراف ٹولہ سے باہر دیہات کو بخوف طاعون چلے جارہے ہیں میں صرف اس وقت تک ثابت قدم ہوں۔ خدا میرے استقلال کو قائم رکھے اور اس کا انجام بخیر ہو (اس کے بعد کئی صفحات پر طاعونی ہلاکتوں کا ذکر ہے۔ ہاشمی)

۳ / دسمبر ۱۹۱۰ء۔ آج میں نے مدرسہ انگریزی سندیلہ ایک ہفتہ کے واسطے بند کر دیا کہ کل ۲ / دسمبر ۱۹۱۰ء کو ۱۳ آدمی طاعون سے ضائع ہوئے تھے۔ چونکہ سردی ترقی کرتی جاتی ہے اس وجہ سے طاعون کو بھی ترقی ہے۔ اب تو محلہ منڈی میں بھی بیماری کی ترقی ہوتی جاتی ہے اور اس وجہ سے لوگ مقامات بیرون کو جارہے ہیں۔ صرف میں مع اپنے خاندان کے حق تعالیٰ شانہ پر بھروسا کیے پڑا ہوں۔

Marfat.com

۱۳ر دسمبر ۱۹۱۰ء - آج کل کثرت اموات طاعون ہے اور گورکن نہیں ملتے ہیں لہذا اشخاص ذیل نے کام گورکنی کا اختیار کر رکھا ہے جن کو بمقابلہ ان کے اپنے پیشہ کے زیادہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ دیانت شیخ جو پیشہ کہاری یعنی ڈولی ڈھونے کا کرتا تھا۔ جان علی وبدھو جلاہے۔ مکا بھشتی۔ یہ چاروں آدمی اشرف ٹولہ میں رہتے ہیں۔

۱۵ر جنوری ۱۹۱۱ء - جدید لوگ برابر بیمار ہو رہے ہیں جب تک یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ بیماری طاعون قصبہ ہٰذا سے دفع نہیں ہو سکتی۔ دیکھنا چاہیے کہ کب تک وہ قصبہ کو چھوڑتی ہے۔ مستقل مزاج والے اس کی طوالت سے بحالت پریشانی میں ہیں۔ سچ ہے کہ یہ مرض لا دوا ہے۔ اگر مریض کی زندگی ہے تو وہ اچھا ہو جاتا ہے ورنہ کوئی بیمار ہو کر اچھا نہیں ہوتا۔ گزٹ مورخہ ۱۴ر جنوری سے واضح ہوا کہ ہفتہ مختتمہ ۷ر جنوری میں ضلع ہردوئی میں بیماری طاعون سے ۵۵۳ مبتلا ہوئے اور ۴۳۰ مرے اور اضلاع متحدہ کی سب سے بڑی تعداد ضلع اعظم گڑھ کی ہے جس میں ۶۴۹ مبتلا ہوئے اور ۵۰۴ فوت ہوئے۔ سندیلہ میں آج صرف دو آدمی ملکانہ و اشرف ٹولہ میں طاعون سے فوت ہوئے (اموات کا یہ سلسلہ بعد کی کئی تاریخوں میں مندرج ہے۔ ہاشمی)

۲۴ر فروری ۱۹۱۱ء ہمارے موضع گھوگیرہ میں چوہے بکثرت مر رہے ہیں لہذا گاؤں والوں نے اپنے مکانات خالی کر کے اسکے باہر بازمیں ٹٹیاں لگا کر سکونت پذیر ہیں اور گاؤں کے اندر کوئی نہیں جاتا۔ امسال اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ میں بیماری طاعون کا اس قدر زور ہے کہ بظاہر کوئی گاؤں قریہ باقی نہیں بچا جس میں اس نے خروج نہ کیا ہو۔

<u>جوالا پرشاد برق</u>: ۲۱ر مارچ ۱۹۱۱ء - ۲۶ر مارچ ۱۹۱۱ء یوم یکشنبہ کو منشی جوالا پرشاد جج عدالت خفیفہ لکھنؤ جن کا تخلص برقؔ تھا عارضہ طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔ ایک ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پاتے تھے۔ انھوں نے دو لڑکے یادگار چھوڑے۔ ایک امتحان بی اے پاس کر چکا اور دوسرا ابھی نیچے کے درجوں میں پڑھتا ہے۔

<u>برائے یونیورسٹی علی گڑھ</u>: ۳ر اپریل ۱۹۱۱ء۔ کل ایک جلسہ بنا بر قیام محمڈن یونیورسٹی علی گڑھ بر مکان چودھری سرفراز علی ہوا۔ اگرچہ مجمع کم تھا تاہم سنا گیا کہ ایک ہزار ایک روپیہ کے چندہ کا وعدہ ہوا۔

<u>خاتمہ طاعون</u>: ۲۸ر مئی ۱۹۱۱ء۔ معائنہ گزٹ دہ روزہ سے واضح ہوا کہ تعداد اموات اضلاع متحدہ کی بہت گھٹ رہی ہے۔ میں نے ضرورت نہیں سمجھی کہ اس کی تفصیل درج روزنامچہ ہٰذا کروں۔

<u>جشن تاج پوشی</u>: ۲۲ر جون ۱۹۱۱ء - آج جارج پنجم ملک معظم انگلستان و ہندوستان کا جشن تاج پوشی بمقام لندن ہوا اس وجہ سے ہندوستان کے ہر ایک شہر اور قصبہ میں جشن خوشی منایا گیا۔ چنانچہ ہمارے قصبہ سندیلہ

Marfat.com

میں عیسائیوں نے بمقام شفا خانہ سرکاری نمازیں بوقت ۷ بجے صبح طول عمری ملک معظم کی پڑھیں اور منشی سید التفات رسول صاحب نے اپنی مسجد 'اُمرہرہ' وراجہ درگا پرشاد صاحب نے اپنے شوالہ میں دعائے خیر بہ درگاہ لم یزل واسطے درازی عمر ملک معظم کی بوقت ۹ بجے دن کے مانگی اور من جانب ممبران میونسپل بورڈ و رؤسائے قصبہ ہذا میونسپل ہال جدید میں امورات ذیل بہ آسانی تمام ذریعہ رقم چندہ طے ہوئے یعنی چار بجے سے پانچ بجے تک محتاجوں کو خیرات تقسیم ہوئی اور آتش بازی چھوٹی اور نوبت بجی اور ایک منادی کے ذریعہ سے جو میونسپلٹی کی طرف سے ہوئی کہا گیا کہ ہر شخص شام سے اپنے اپنے مکان پر بارہ بجے رات تک چراغ جلائے۔ اس کی بھی تعمیل کی گئی۔ آج جو اودھ اخبار آیا وہ بھی مطلا اور سُرخ کاغذ پر تحریر تھا جس میں ملک معظم کی تاج پوشی لندن کے حالات درج تھے۔

مشاعرہ سندیلہ : ۱۹ جولائی ۱۹۱۱ء۔ آج صحبت مشاعرہ مقبرہ منشی سید فضل رسول صاحب پر بروقت گیارہ بجے دن منعقد ہوئی اور رات تک شعرا اپنا کلام پڑھتے رہے۔ لکھنؤ، سیتاپور، ہردوئی، شاہ جہانپور وغیرہ سے شاعر لوگ آئے ہوئے ہیں اور اپنا کلام آبدار سنا رہے ہیں۔ چونکہ بعض شاعروں نے سید التفات رسول تعلقہ دار کو اپنے ڈھنگ پر لگا لیا ہے اس وجہ سے یہ مشاعرہ ایام عرس میں بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے اور بعض شاعروں کو خرچ آمد و شد بھی دیا جاتا ہے۔ ایک شاعر لکھنوی[۲] مستقل طور پر ملازم تعلقہ جلال پور ہیں جو پندرہ روپیہ ماہوار علاوہ کھانے کے تنخواہ پاتے ہیں۔ وہ تعلقہ دار صاحب کی جانب سے غزلیں تصنیف کر دیا کرتے ہیں اور وہ غزلیں مشاعرہ میں پڑھی جاتی ہیں...... جہاں تک مجھے علم ہوا ہے جو شعرا بیرونجات سے آئے ہوئے ہیں وہ قصبہ ہذا میں مختلف مکانات میں ٹھہرائے گئے ہیں اور باورچی خانہ باغ اُمرہرہ میں ہے تو وہاں سے اوقات مقررہ پر کھانے کا پہنچانا خالی از دشواری نہیں اور عجب نہیں کہ ان کو موقع شکایات کا ملے۔

۲۱ رجب کی رسم : ۱۹ جولائی ۱۹۱۱ء۔ آج مجھے ایک نئی رسم دریافت ہوئی۔ جو میرے اور دوسرے گھروں میں رائج ہوئی جو پہلے میری سماعت میں نہیں آئی تھی۔ وہ یہ ہے کہ ۲۱ رجب کو بوقت شب میدہ شکر گھی اور دودھ ملا کر ٹکیاں پکائی جاتی ہیں اور اس پر حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فاتحہ ہوتا ہے اور ۲۲ رجب کی صبح کو وہ عزیز و اقارب کو بلا کر کھلائی جاتی ہیں اس طرح سے ہر ایک گھر میں بلا کر کھلائی جاتی ہیں ٹکیاں باہر نکلنے نہیں پاتی ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہوا ہے اس کا عام رواج ہر ایک مقام پر ہے۔ میری یاد میں کبھی اس کا تذکرہ بھی سماعت میں نہیں آیا اور یہ فاتحہ ہر ایک گھر میں نہایت عقیدت کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور یہ رسم برابر بڑھتی جاتی ہے۔

---

۲ رند لکھنوی (حاشی)

Marfat.com

الیکشن میونسپلٹی: ۲۲ اگست ۱۹۱۱ء - آج کل قصبہ ہٰذا کے ہندو مسلمانوں میں سخت تعصب پھیلا ہوا ہے۔ مسلمان لوگ چاہتے ہیں کہ چودھری محمد جان بجائے منا لال مستعفی کے ممبر میونسپل بورڈ سندیلہ منتخب ہوں اور راجہ درگا پرشاد صاحب کی یہ خواہش ہے کہ شیو شنکر لال کھتری ممبر ہو جس کا شمار ہماری جماعت میں ہے۔ لہٰذا باہم بڑی کوشش ہو رہی ہے اور کمیٹیاں ہو ہو کر رائے دہندوں کو فہمائش ہوتی ہے کہ وہ ہماری خواہش کے مطابق رائے دیں جس کے واسطے ۶ ستمبر مقرر ہے۔ میرے خیال میں ہندو مسلمان کے درمیان اب تعصب بڑھتا جاتا ہے جس کا انجام بخیر نظر نہیں آتا۔ چونکہ میرے راجہ درگا پرشاد صاحب دوست ہیں میں نے بوجوہ مصلحت وقت ان کو آج یہ شعر ملا نظامی کا لکھ بھیجا تاکہ ان کے دل میں میری طرف سے گنجائش رہے۔

ع سرے کز تو گردد بلندی گرائے بیفگند نیفتد ز جائے

یہ شعر پڑھ کر راجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور اس کے جواب میں ایک شعر اسی وقت تصنیف کر کے مجھے لکھ بھیجا اور آئندہ خط سے کہلا بھیجا کہ میرا جی آپ کی ملاقات کو بہت چاہتا ہے لیکن اس زمانہ شورش میں مناسب نہیں کہ میں آپ کے پاس آؤں۔

برقی پنکھا: ۲۳ اگست ۱۹۱۱ء - شب گزشتہ کو برقی پنکھا سید التفات حسین صاحب تعلقدار کا ۷ بجے شب سے آج ۶ بجے صبح تک میری کوٹھی میں متصل میرے پلنگ کے چلتا رہا۔ ہوا کافی ملتی ہے۔ شب میں اسی کی ہوا میں سویا اور نہایت غرق نیند آئی اور ڈیڑھ آنے کا تمام رات میں روغن مٹی کا جلا - یہ جدید برقی پنکھا بہت عمدہ ہے جس کی قیمت چھیانوے روپیہ ہے۔ میرا قصد تھا کہ میں بھی ایک پنکھا لکھنؤ سے منگاؤں لیکن چونکہ اب سردی پڑنے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں لہٰذا امسال اس کا منگانا ملتوی رکھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ سال آئندہ بشرط حیات منگاؤں گا۔

ایک واقعہ: ۲۵ اگست ۱۹۱۱ء - منڈئی اور مہتوانہ میں ابھی تک شکایت ہیضہ وبائی پیدا ہے چنانچہ دو تین روز کا عرصہ ہوا کہ ضامن علی خلف میر محمد حسن منڈئی ہردوئی سے ہیضہ میں بیمار ہو کر سندیلہ آئے تھے۔ کل شب کو ان کو سرسام ہو گیا اور چارپائی سے اٹھ کر بھاگتے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ چارپائی سے اٹھ کر بھاگنے لگے تو ان کی مادر مہربان 'ہائے ہائے میرے لڑکے' کہہ کر ضامن علی کے پیچھے دوڑی اور وفور محبت سے دوڑنے کی حالت میں زمین پر گر پڑی اور دم نکل گیا۔ ایسا واقعہ بھی کمتر ظہور میں آیا ہوگا۔ آج صبح کو اس کی تجہیز و تکفین ہوئی اور ضامن علی کی حالت بھی اچھی نہیں ہے۔ شاید وہ جانبر نہ ہو سکے۔

الیکشن میونسپلٹی: ۶ ستمبر ۱۹۱۱ء - آج ۷ بجے صبح کو کارروائی انتخاب بجائے منا لال مستعفی ممبر میونسپل صدر چوکی میں شروع ہوئی۔ سید ضامن علی تحصیلدار اور بابو شیام لال مہتمم سب انسپکٹر سندیلہ موقع پر

Marfat.com

موجود تھے اور تجویز قرار پائی تھی کہ چھ چھ آدمی اندر ہال کے جا کر پرچہ انتخاب کا لکھ کر گولک میں ڈالیں اور کل معززین قصبہ ہذا و رؤسائے عظام صدر چوکی کے گرد و پیش جمع تھے اور ۹½ بجے تک اسی نہج سے پرچے پڑتے رہے اور بہت سے مسلمان اور ہندوؤں نے چودھری محمد جان کے حق میں پرچے ڈالے اور شیو شنکر کے نام کم پرچے پڑے۔ جب راجہ درگا پرشاد صاحب نے یہ دیکھا کہ چودھری صاحب کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں اور شیو شنکر کے نام کم پرچے پڑتے ہیں تو انھوں نے مہتمان کے پاس صدر ہال میں جا کر اطلاع دی کہ کارروائی بے ضابطہ ہو رہی ہے لہذا انتخاب ملتوی کیا جاوے۔ یہ کہہ کر باہر نکلے اور ریلوے اسٹیشن پر جا کر صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی کو تار دیا کہ میں نے کارروائی انتخاب اس وجہ سے بند کر دی کہ بے ضابطگی ہو رہی تھی اور جب التفات رسول کو یہ معلوم ہوا وہ فوراً اسٹیشن ریلوے پر گئے اور علاوہ چودھری محمد جان اور جو لوگ نامزد ہوئے تھے ان کی طرف سے ایک ایک تار صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی کو بھیجے اور ایک تار کمشنر صاحب لکھنؤ کو روانہ کیا اور ایک لفٹیننٹ گورنر کو بھی جس کا مفہوم یہ تھا کہ بلا وجہ راجہ درگا پرشاد چیرمین میونسپل نے کارروائی انتخاب روک دی۔ اس کا تدارک ہونا چاہیے اور جس قدر پرچے گولک میں پڑے وہ گولک سربہ مُہر کرا کے اور مہتمان انتخاب چودھری عبدالباسط، منشی عبدالودود، لالتا پرشاد کے دستخط کرانے کے لیے محفوظ کر دیے گئے۔ عجب بات ہے کہ اکثر ہندوؤں نے چودھری محمد جان کے حق میں پرچے ڈالے اور راجہ صاحب کی کوئی فہمائش کارگر نہیں ہوئی اور مسلمان اور ہندو دونوں راجہ صاحب کو برے نام سے یاد کرتے ہیں...... اور کیفیت مزاجی یہ ہے کہ کسی معزز شخص قصبہ ہذا کو نگاہ وقعت سے نہیں دیکھتے ہیں بلکہ انھوں نے اہل درگاہ مخدوم صاحب کو کہلا بھیجا کہ اگر تم میری رائے کے مطابق شیو شنکر کھتری کے نام پرچہ نہ ڈالو گے تو میں مخدوم صاحب کے مزار پر چادریں چڑھانا بند کر دوں گا۔ یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ مخدوم صاحب کی نسبت ایسا جملہ استعمال کیا جائے جو بدرجہ اتم ثقیل و نافرجام ہو۔

۱۰ ر دسمبر ۱۹۱۱ء کل محمد جان تعلقہ دار نے بذریعہ محمد عربی بیرسٹر ڈپٹی کمشنر ہردوئی کو درخواست پیش کی ہے کہ انتخاب ممبری میونسپل میں بہت بڑی بے ضابطگی ہوئی کہ راجہ درگا پرشاد صاحب چیرمین نے کارروائی پرچہ اندازی رائے دہندگان قبل از وقت ۶ ستمبر ۱۹۱۱ء کو روک دی۔ اس کی تاریخ پیشی صاحب ڈپٹی کمشنر نے ۱۲ ستمبر یوم شنبہ مقرر فرمائی ہے جس کی پیروی تاریخ مقررہ پر ہوگی۔ یہ مقدمہ بہ اجلاس چودھری مہاراج سنگھ رائے بہادر ڈپٹی کمشنر ہردوئی دائر ہوا ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

۱۳ ر ستمبر ۱۹۱۱ء۔ جو درخواست من جانب چودھری محمد جان صاحب محمد عربی بیرسٹر نے باجلاس چودھری

Marfat.com

مہاراج سنگھ صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی پیش کی تھی اس کی کارروائی کل ہوئی۔ صاحب بہادر نے یہ حکم صادر فرمایا کہ از سر نو جلد انتخاب ممبر کا کیا جاوے لیکن جو قواعد حال میں جاری ہوئے ہیں اس کے مطابق کارروائی ہونا چاہیے۔

<u>حکیم عبد العزیز لکھنوی</u> ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء - ۱۲ اکتوبر یوم پنج شنبہ کو حکیم عبد العزیز صاحب لکھنؤ کے مشہور طبیب نے انتقال کیا۔ عمر ۶۵ سال تھی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ وہ حج کر کے واپس آئے تھے۔

<u>ایک قوال</u> : ۹ نومبر ۱۹۱۱ء شب گزشتہ کو اور آج عرس برادر عزیز سید اظہر علی مرحوم بہت اچھی طرح پر ہوا۔ قدّن قوال کو اس کے گانے پر نقدی و کپڑا بہت کچھ ملا۔ قدرت اللہ عرف قدّن قوال خیرآباد جو کاکوری میں بوجہ سسرال خود رہا کرتا ہے اور جس نے جناب حافظ کرم احمد صاحب مرحوم کی مسہری مزار شریف بصرف مبلغ تین سو چودہ روپے دو سال ہوئے تعمیر کرائی ہے اس کا گانا قوالی نہایت عمدہ قابل تعریف ہے اور محض تنہا گاتا ہے۔ چونکہ میں بوجہ علالت خود شریک فاتحہ سالانہ نہ ہو سکا لہذا آج میں نے ۷ بجے رات کو قدرت اللہ کو اپنے مکان پر بلوا کر اس کا گانا سنا تھا۔ مولوی حیدر حسین صاحب و دیگر اعزا شریک جلسہ تھے۔ واقعی اس کا گانا نہایت عمدہ اور صاف اور بخوبی ہر ایک جملہ اس کا سمجھ میں آتا ہے اور ہندی کی چیزیں بھی بہت عمدہ گاتا ہے اس کے گانے سے حاضرین جلسہ سب خوش ہوئے اور میں نے مبلغ دو روپیہ اس کو انعام دیے۔

<u>ویدک اور طب</u> : ۱۲ نومبر ۱۹۱۱ء حکیم عبد العلی لکھنوی اور حکیم محمد اجمل دہلوی یہ چاہتے ہیں کہ ویدک اور طب یونانی کی شرکت ہو اور حافظ عبد الرشید خلف حکیم عبد العزیز صاحب لکھنوی کا یہ منشا ہے کہ دونوں کی شرکت نہ ہو۔ اسی وجہ سے یہ جلسے بارہ دری قیصر باغ لکھنؤ میں ہو رہے ہیں شرکت کے متعلق بہتوں کو اصرار ہے۔ اب دیکھنا چاہیے اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

<u>جشن تاج پوشی</u>: ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء - ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء کو اعلیٰ حضرت جارج پنجم مع ملکہ میری جہاز مدینہ پر لندن سے روانہ ہندوستان ہوئے تاکہ ۱۲ دسمبر کو بمقام دہلی رسم تاج پوشی ادا کریں جس کا سامان سال گزشتہ سے برابر دہلی میں ہو رہا ہے اور ۲۵ میل کے رقبہ میں ہر قسم کے کاروبار ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ اکثروں کو خطابات عطا ہوں گے جو قابلیت اس کی رکھتے ہیں۔

۳ دسمبر ۱۹۱۱ء ۔۔۔۔ ہمارے قصبہ کے سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار بطور سیر و تفریح آج چھ بجے شام کی ریل میں مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ دہلی ہوئے۔ سنا ہے کہ شہر میں کوئی مکان کرایہ پر لیا ہے اور ۵۹۰ روپے پر ایک گاڑی فٹن کرایہ پر لی ہے جو تا قیام دہلی ہر وقت ان کے دروازہ پر حاضر رہے گی۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ آج سندیلہ و دیگر مقامات قصبہ دیہات میں رسم تاج پوشی ملک معظم روشنی ہوئی اور طلبائے مدرسہ کو انعام و تحفہ جات و کتب وغیرہ تقسیم ہوئیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بوجہ علالت نہ تو صدر ہردوئی میں تقریب مراسم تاج پوشی میں شریک ہو سکا اور نہ میونسپل ہال جدید سندیلہ کی کسی رسم مسرت و خوشی میں جا سکا اور طبیعت میری آج بوجہ کھانسی کے ایسی بے لطف ہے کہ ایک حالت سے نہ تو بیٹھا

Marfat.com

جاتا ہے اور نہ لیٹا جاتا ہے۔ لہذا بحالت مجبوری اپنا دل بہلانے کیلئے گراموفون باجا سنا کرتا ہوں یا دو ایک اخبار پڑھ کر اس سے دلچسپی حاصل کرتا ہوں۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کل ۱۲ دسمبر کو دربار بہ صدارت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ہردوئی میں منعقد ہوا۔ اکثر روسائے قصبہ سندیلہ حسب الطلب شریک ہوئے۔ اسمیں ذیل کو خطاب و سارٹیفکٹ بجلدوے ان کی کارروائیوں کے عطا ہوئے۔

منشی قبول احمد اشراف محولہ کو بہ سفارش فری منٹل صاحب رجسٹرار کہ انھوں نے دیہی بینک سندیلہ کو بہت ترقی دی 'خاں صاحب' کا خطاب عطا ہوا لیکن یہ خطاب ان کو پسند نہ آیا کہ وہ خان بہادر کا خطاب چاہتے تھے اور یہ ان کی ناپسندیدگی حق بجانب ہے کہ اس زمانہ میں گلی پٹھان اور ان کے چیلے چاپڑ اور عوام پٹھان بھی خاں صاحب کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ قوال لوگ بھی وہ کہ جسی اکثر بلقب بخاں صاحب ہیں) ایک سارٹیفکٹ سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار کو اور ایک رانی صاحبہ بھراون کو ملا کہ انھوں نے ایک شاخ اربن بینک سندیلہ و جاتوں میں قائم کی اور ایک سارٹیفکٹ بجے شنکر وکیل وچیرمین میونسپل ہردوئی کو عطا ہوا۔

۱۷ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ آج صبح کو برخوردار مولوی خلیل الدین سے ملاقات ہوئی جو شب گذشتہ کو دربار دہلی سے واپس آئے ہیں۔ جہاں تک دریافت سے معلوم ہوا کہ ان سے بڑھ کر کسی تعلقہ دار در ئیس نے بھی سیر و تفریح نہ کی ہوگی۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک فتوہی فلالین پہنتا تھا اس کے اوپر ایک موٹا کرتا فلالین کا اس کے اوپر ایک کمل کی اچکن اور سر پر ایک دوپٹا اور کمر میں ایک رضائی دبا کر چھ بجے صبح سے آٹھ بجے رات تک دربار وغیرہ کی اور ہر مقام دلچسپ کی سیاحت کرتا تھا۔ میری آٹھ دس گھنٹہ یومیہ پیادہ پائی سے کم نہ ہوتی تھی جس وقت احتیاج پاخانہ کی ہوتی تھی تو کسی بم پولس میں جا کر ایک پیسہ دیتا اور فراغت کر لیتا اور جب خواہش غذا کی ہوتی تو ہر مقام پر باورچیوں کی دوکانیں قائم تھیں۔ وہاں ہر مقام پر قورمہ، قلیہ، پلاؤ و زردہ فروخت ہوا کرتا تھا اور جس چیز کی مجھے رغبت ہوتی تو فوراً کھا لیتا تھا۔ اگرچہ ظاہری طور پر میرا قیام سید التفات رسول کے مکان پر تھا لیکن کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ میں نے ان کے یہاں کھانا کھایا ہو اور جب آٹھ بجے رات کو بعد سیر و تفریح واپس آتا تھا تو چارپائی پر اوڑھ کر سو رہتا تھا اور صبح کو اسی نہج سے پھر سیر و تفریح کرتا جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں اور خوب میں نے دربار کی کیفیت دیکھی جیسا کہ ایک بڑا آدمی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اگر رات کو ایسا اتفاق ہوا کہ درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں پہنچ گیا تو وہیں سو رہا۔ غرض کہ میں جہاں تک غور کرتا ہوں تو متوسط الحال امرا نے بھی باوجود مصارف کثیر کے ایسا لطف مراسم تاج پوشی حاصل نہ کیا ہوگا جیسا میں نے اپنی پیادہ پائی کی روش سے حاصل کیا۔ یہ حالات ان سے دریافت کر کے بہت جی خوش ہوا۔

Marfat.com

Marfat.com

باب پنجم

ذاتی حالات و واقعات

Marfat.com

Marfat.com

ٹوپی کی قطع : ۱۹ نومبر ۱۸۶۷ء۔ آج میں نے ٹوپی گول مخملی اودی خدا بخش خیاط سے تیار کرائی جو نہایت خوشنما اور قابل محفل ہے۔

الطاف برادرانہ : ۲۳ ستمبر ۱۸۶۸ء۔ زبانی اکبر علی معلوم ہوا کہ کرامت حسین آج کل مجھ سے ناخوش ہیں۔ بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، شاید الطاف برادرانہ ہو۔

احساس کم لیاقتی : ۷ نومبر ۱۸۶۸ء۔ مجھے آج کمال افسوس رہا کہ باوصف اس قدر سن آنے کے میں نے اب تک کوئی لیاقت حاصل نہیں کی لہذا کمال عاجزی سے درگاہ خدا میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے لیاقت عطا فرمائے تاکہ میں اپنے ہم چشموں سے شرمسار نہ ہوں۔

طمانچہ : ۷ فروری ۱۸۶۹ء۔ غلام علی کاشتکار موضع مخدوم پورہ نے بلاوجہ مجھ سے گستاخی کی لہذا ایک طمانچہ اس کے مارا لیکن تھوڑی دیر کے بعد اپنے اس فعل سے نادم ہوا کہ خلاف تہذیب میں نے ایسا کیا۔

صفات حمیدہ : ۲۵ دسمبر ۱۸۶۹ء۔ آج میں حسب تحریک منشی فضل رسول صاحب بوقت شام لکھنؤ پہنچا۔ وقت ملاقات کے منشی صاحب نے فرمایا کہ میں تم کو بمقابلہ عنایت حسین کرامت حسین و فضل حسین و حامد حسین کے چند وجہوں سے اچھا جانتا ہوں۔ اول تم جھوٹ نہیں بولتے ہو۔ دوسرے مزاج میں جہالت نہیں، تیسرے مغلوب الغیض نہیں ہو، چوتھے معاملہ فہم ہو، اس وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاقہ کا جو کورٹ ہونے والا ہے تم کو سربراہ کار مقرر کراؤں اور اس میری خواہش کو ضرور حکام منظور کریں گے۔

محکمہ ریل میں ملازمت : ۶ مئی ۱۸۷۰ء۔ آج کل محکمہ ریل میں کام کی کثرت ہے اس وجہ سے آٹھ بجے رات کو مجھے مہلت ملتی ہے۔ ۱۰ بجے سے رات تک کام کرتے کرتے طبیعت مضمحل ہو جاتی ہے۔

تقریب میں اسراف : یکم جولائی ۱۸۷۰ء تقریب ختنہ میں میں نے عمدہ ہندوستانی کھانا پکوا کر دونوں وقت مارٹن صاحب کو بھیجا جس کو تناول فرما کر بہت خوش ہوئے، مجھ سے کہا کہ اس تقریب میں کتنا

Marfat.com

روپیہ صرف ہوا میں نے ایک ہزار روپیہ از روئے حساب بتلایا۔ بہت تاسف کیا کہ تم نے ایک سال کی تنخواہ ایک چھوٹی سی تقریب میں خرچ کر ڈالی یہ طریقہ ناپسندیدہ ہے۔

نجوم: ۳۰ ستمبر ۱۸۷۰ء آج میں نے پنڈت گوردیال کو پانچ روپے دیے کہ جو قمر نحس زائچہ میں بیٹھا ہے اس کی نحوست کے انسداد کے لیے کچھ جپ کریں۔

ہر دل عزیزی: ۱۱ دسمبر ۱۸۷۰ء آدمی ہر دل عزیز اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب خود غرضی اس کی ظاہر نہ ہو اور ہر ایک کے ساتھ بخلق پیش آئے اور ان کے اغراض کے پورا ہونے میں ساعی رہے۔

فال: ۱۱ جون ۱۸۷۲ء۔ خبر برخاستگی دفتر ریل دریافت کر کے مجھے کمال تشویش لاحق ہوئی۔ نہیں معلوم کہ اب آب و دانہ کہاں لے جائے گا۔ اور اس حالت پریشانی میں خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ کے دیوان میں فال دیکھی۔ اشعار ذیل برآمد ہوئے۔ جس سے ہر گونہ آئندہ امید کامیابی کی پائی جاتی ہے۔

گرچہ از جلوۂ بروں است ولیکن بخدا — کہ شب و روز درونِ دل ما جا دارد
عاقبت چہرۂ دلدار عیاں خواہد بود — ہر کہ آئینہ ز زنگار مصفا دارد
حسن آں ماہ چو خورشید پدید است معین — محرم آں است کہ او دیدۂ بینا دارد

ہردوئی تک ریل: ۱۵ جولائی ۱۸۷۲ء۔ آج سندیلہ سے ہردوئی تک ریل جاری ہوئی۔ پانچ آنہ تین پائی محصول مقرر ہوا۔ اس ریل پر برخوردار مصطفیٰ علی میرے پاس چونسہ آئے۔

ٹکیٹ رانے کی مسجد: ۲۶ جولائی ۱۸۷۲ء آج بمعیت احباب منڈولی مسجد ٹکیٹ رائے واقع کاکوری سے سیر کرنے گیا۔ یہ مقام پُر فضا ہے۔

رشوت: ۲۳ جون ۱۸۷۳ء۔ آج جان صاحب کو ٹھیکے دار ایجنٹ نے شہر کانپور میں دو ہزار روپے دیے۔ بعد لینے روپے کے صاحب موصوف نے کمرے کو اڑبند کر لیے۔ جہاں سوائے میرے اور ان کے دوسرا شخص نہ تھا۔ مبلغ دس روپے بطور نذر کے پیش کیے اور اس کے قبول کرنے میں اصرار کیا میں نے کہا یہ امر میری عادت کے خلاف ہے اور میں ایسے نذرانے کسی حالت میں جائز نہیں رکھتا لیکن اس نے نہ مانا جبریہ زر مذکور دیکر بہت شائستگی کے ساتھ رخصت کیا۔ میں صرف اس خیال سے کہ بحالت سخت انکار ناراض ہو کر کوئی شکایت حاکم سے کر دے تو اسکا کوئی ثبوت میرے پاس نہیں ہے۔ چار و ناچار قبول کر کے ایک ربع اسکا محتاجوں کو تقسیم کر دیا۔

حکم حاکم: ۱۳ اگست ۱۸۷۳ء۔ بول صاحب نے ایک یہ حکم جاری کیا ہے کہ ملازمان پھاٹک نعوی

Marfat.com

اپنے پھاٹک کے ہر دو جانب پانچ پانچ جریب گھاس چھیلا کریں۔ چونکہ ان نوکروں میں اکثر شریف لوگ بھی ملازم ہیں بعضوں نے نوکری چھوڑ دی اور جو لوگ کام کر رہے ہیں اگر وہ پورا کام ختم نہیں کرتے تو ان کو تنخواہ نہیں دیتے ہیں۔

حکم برخاستگی: یکم ستمبر ۱۸۷۳ء۔ آج منا دولی آیا۔ مرجن چپراسی دفتر ریل سے معلوم ہوا کہ ٹول صاحب نے چپراسیان محافظ خزانہ متعلقہ راقم کو حکم برخاستگی کا دیا ہے۔ بدریافت اس حال کے ایک طرح کا ملال ہوا کہ یہ بچارے کہاں تلاش معاش میں سرگرداں پھریں گے۔

علی حسین خان: ۹ ستمبر ۱۸۷۳ء۔ آج ریل پر سیف الدولہ علی حسین خاں صاحب بہادر نائب مدار المہام ریاست بھوپال رئیس ساڈی سے ملاقات ہوئی۔ یہ بہ حصول رخصت وطن کو جاتے ہیں آدمی خلیق ہیں روزہ نماز کے پابند معلوم ہوتے ہیں۔ پانچ سو روپے کی تنخواہ ہے۔

سر نارتھ بروک: ۲ دسمبر ۱۸۷۳ء۔ دریافت ہوا کہ سر نارتھ بروک صاحب نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند لکھنؤ میں تشریف لانے والے ہیں اس وجہ سے ہر مقام پر صفائی ہو رہی ہے۔ جلسہ قابل دید ہوگا۔

۷ دسمبر ۱۸۷۳ء۔ پانچویں دسمبر کو نارتھ بروک صاحب گورنر جنرل ہندوستان نے لکھنؤ میں بڑے کر و فر کے ساتھ دربار کیا۔

۸ دسمبر ۱۸۷۳ء۔ جو خاص گاڑی گورنر جنرل صاحب کو کانپور پہنچا کر لوٹی آتی تھی جب قریب شام کے اسٹیشن ہردوئی کو پہنچی تو اس کے ۲۰ منٹ قبل سواری گاڑی ہردوئی سے لکھنؤ کو روانہ ہوئی تھی۔ چونکہ خاص گاڑی میں حکام ریل سوار تھے اسٹیشن ماسٹر ہردوئی نے پاس روانگی خاص گاڑی کا دے دیا۔ جب خاص گاڑی متصل اسٹیشن لکھنؤ پہنچی تو سواری گاڑی سے لڑ گئی جس سے پانچ چھ گاڑیاں سواری کی ٹوٹ گئیں اور بہت سے مسافر مجروح ہوئے۔ ایک فوت ہوا۔ یہ واقعہ ساڑھے سات بجے شام کو ہوا تحقیقات غفلت پیش ہے۔ دیکھیے کون کون سزایاب ہوتا ہے۔

زنجیر طلائی: ۱۳ دسمبر ۱۸۷۳ء۔ آج ایک زنجیر طلائی اپنی گھڑی کی سیتارام سونار (سنار) سے تیار کرائی جس میں ۹۶ روپے ۱۲ آنے حسب ذیل خرچ ہوئے۔

طلا: ۱۳ تولہ ۴ رتی۔ فی تولہ ۱۷ روپے آٹھ آنے۔ اجرت ۲ روپے۔ اور زنجیر مذکور کو بتاریخ امروزہ زیب گلو کیا۔ یہ زنجیر نہایت خوشنما بنی ہوئی ہے۔ انگریز بھی اس کو پسند کرتے ہیں اور جب سندیلہ کی ساخت سنتے ہیں تب ان کو نہایت تعجب ہوتا ہے۔

Marfat.com

شب دیگ: ۲۸ دسمبر ۱۸۷۳ء- آج منشی فہیم الزماں صاحب نے سرفراز علی رکابدار لکھنؤ سے شب دیگ تیار کرا کے بعض مشاہیر اشراف ٹولہ و مہتوانہ کو طلب کر کے دعوت کی۔ واقعی شب دیگ نہایت نفیس تیار ہوئی تھی اور یہ امر منشی صاحب کی عالی حوصلگی پر دال ہے کہ بلا کسی خاص وجہ کے ایسا صرف گوارا کر کے ہم لوگوں کو طعام لذیذ سے متلذذ فرماتے ہیں۔

ریل: ۵ جنوری ۱۸۷۴ء- کل بنارس سے شاہ گنج تک ریل جاری ہوئی۔ میں والی صاحب کے ساتھ ٹالی (ٹرالی) میں سندیلہ سے کاکوری کو آیا۔

الف لیلہ: ۱۸ جون ۱۸۷۴ء- چونکہ قیام دفتر مندولی میں محض بے شغلی رہتی ہے اور یہاں جنگل میں کوئی ایسا آدمی نہیں کہ جس سے گھڑی دو گھڑی دل بہلے لہٰذا بالفعل واسطے رفع پریشانی کتاب الف لیلہ انگریزی اور اردو کی مطالعہ کیا کرتا ہوں۔

حدائق الانظار: ۲۴ اگست ۱۸۷۴ء- آج کل میرے مطالعہ میں کتاب 'حدائق الانظار' مؤلفہ خواجہ بدر الدین دہلوی رہتی ہے۔ اس سے دلچسپی ہے۔

بدر الآثار: ۹ نومبر ۱۸۷۴ء- مکان قیصر باغ (لکھنؤ) میں مطالعہ کتاب 'بدر الآثار' کا اتفاق رہتا ہے۔ قصہ دلچسپ ہے اس سے طبیعت بہلی رہتی ہے۔

بنیاد مکان ذاتی: ۱۹ نومبر ۱۸۷۴ء- آج منشی فضل رسول صاحب و قاضی وجیہ الدین صاحب نے بموجودگی جملہ احباب برادری یکے بادیگرے بنیاد میرے مکان کی رکھی۔ پنڈت بشمبھر ناتھ تحصیلدار سندیلہ اس وقت شریک تھے۔ مجمع کثیر ہونے سے ۱۲ روپے آٹھ آنے کی مٹھائی تقسیم ہوئی۔ خداوند کریم اس کا تکملہ بخیر و خوبی کرائے۔ آج گیارہ معمار و ۲۲ مزدور کام کرتے ہیں۔ زائچہ مکان جس ساعت پر بنیاد قائم ہوئی تھی حسب ذیل ہے (زائچہ نقل نہیں کیا جا رہا ہے۔ ہاشمی)

۲۰ نومبر ۱۸۷۴ء ہر ایک معمار سے ایک گز مکسر کام لیا جاتا ہے (کام لکھوری اینٹ سے لیا جاتا تھا۔ ہاشمی) اور میں خود نگراں تعمیر کا ہوں۔ لالہ مہانند کو واسطے تحریر حساب مد مکان بہ مشاہرہ دو روپیہ و مرزا حسین بیگ کو بکار نگرانی مکان تین روپیہ ماہواری کا نوکر رکھا۔

۲۶ نومبر ۱۸۷۴ء- آج کل اکیس معمار و تینتیس نفر مزدور میرے مکان میں کام کرتے ہیں شرح حسب ذیل ہے۔

رام دین معمار، سوا تین آنے یومیہ۔ رام پرشاد مستری تین آنے، ہدایت معمار تین آنے، درگا معمار،

تین آنے باقی اور معمار ایک اور دو آنے یومیہ پاتے ہیں۔ اور جوان مزدور کو ڈیڑھ آنہ یومیہ سے زاید نہیں دیا جاتا ہے اور لڑکے کو تین پیسے ساڑھے بارہ دام یومیہ ملتے ہیں۔

۲۷ نومبر ــــ اینٹ کا نرخ بالفعل ستائیس روپے لاکھ کا ہے (لکھوری اینٹ۔ ہاشمی) اور اسی حساب سے کئی لاکھ میں نے خریدیں اور جو اینٹ موٹی ولایتی ہے اس کا نرخ بتیس روپے لاکھ کا ہے۔ کڑیاں مہوا و جامن پنج گزی ایک روپے کی دو خریدیں اور آنبہ کی کڑیاں پنج گزی ایک روپے کی ڈھائی ملتی ہیں۔

فسانہ معقول: ۱۹ جنوری ۱۸۷۵ء۔ آج اتفاق قیام مکان قیصر باغ (لکھنؤ) کا ہوا۔ کتاب فسانہ معقول "من تصنیف غلام حیدر خاں صاحب" میرے مطالعہ میں ہے۔ واقعی یہ کتاب خوب دلچسپ صاحب نے لکھی ہے۔

فال: ۸ مارچ ۱۸۷۵ء۔ آج بہ حالت کمال پریشانی میں نے دیوان حافظ میں فال دیکھا۔ اشعار ذیل برآمد ہوئے جن سے امید کامیابی متصور ہے۔

کلکِ تبارک اللہ بر ملک دل کشادہ ‏ ‏ ‏ ‏ صد چشمہ آب حیواں از قطرۂ سیاہے

غافل مکن شکایت گر وصل دوست خواہی ‏ ‏ ‏ ‏ زیں بیشتر نیاید بر ہجرت احتمالے

ستی: ۷ اپریل ۱۸۷۵ء۔ کل ایک برہمنی موضع رسول پور میں اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ ستی ہو گئی۔ بدریافت اس حال کے اہلِ کار فوجداری و تحصیلدار سندیلہ موقع پر پہنچے اور بعد تحقیقات ۲۰ آدمیوں کو گرفتار کر کے لائے

اجازت حقہ نوشی: ۸ اپریل ۱۸۷۵ء۔ آج شب کو منشی فضل رسول صاحب نے مجھے و سید کرامت حسین و ابوالقاسم و سید فضل حسین کو اپنے سامنے اجازت حقہ پینے کی دی پہلے مجھے پلایا بعدہٗ دوسروں کو۔

بدر الآثار: ۱۱ مئی ۱۸۷۵ء۔ آج صبح کی ریل میں لکھنؤ گیا۔ کتاب "بدر الآثار" میرے مطالعہ میں رہتی ہے۔ واقعی یہ کتاب بہت دل بہلاؤ ہے۔

مکان ذاتی: ۱۰ جولائی ۱۸۷۵ء۔ چونکہ میرا مکان زنانہ بہ ہمہ وجوہ مرتب ہو گیا ہے لہٰذا اکثر باشندگان و رؤسائے سندیلہ واسطے معائنہ کے آتے ہیں۔ اور دیکھ کر کمال اظہار مسرت کا کرتے ہیں کہ ایسا خوش قطع مکان اب تک سندیلہ میں تعمیر نہیں ہوا ہے۔ اس مکان میں چند باتیں نئی ہیں۔ اول چھت بلند دوسرے غسل خانہ بنایا گیا تیسرے باورچی خانہ کو الگ دار ہے۔

چند مشاہدات: ۱۴ جولائی ۱۸۷۵ء۔ یہ مجھے بخوبی تجربہ ہے کہ قبل از وقت معینہ کوئی کام نہیں ہوتا اور تمامی کوششیں فضول ہوتی ہیں پس انسان کو لازم ہے کہ اس وقت کے انتظار کے لیے صبر کرے

Marfat.com

در وقت مقررہ کے لیے انتظار۔

آج کل مداخل سے مخارج زیادہ ہیں اور یہ علامت خوش نہیں ہے۔ انسان جب تک بقید حیات رہے کچھ نہ کچھ تدبیرات از دیاد بہبودی و فلاحیت کی سوچتا رہے۔

شمس الانوار: ۲۸ جولائی ۱۸۷۵ء آج کل شیخ سلامت علی صاحب و شیخ فیضو وغیرہ میرے مکان پر دونوں وقت آتے ہیں کتاب شمس الانوار پڑھی جاتی ہے اس کو بکمال اشتیاق سنتے ہیں۔ واقعی یہ کتاب بلاغت کا نمونہ ہے۔

تعمیر کوٹھی ذاتی: ۱۸ اگست ۱۸۷۵ء منشی مظفر علی صاحب اسیر لکھنوی و آفتاب الدولہ لکھنوی نے محل سرا نو تعمیر کا ملاحظہ کیا اور ہر ایک چیز کو بغور دیکھا اور پسند فرمایا یہ دونوں صاحب منشی فضل رسول صاحب کے ان دنوں مہمان ہیں۔

ایک مذاق: ۲۲ ستمبر ۱۸۷۵ء آج سید فضل حسین نے میرے مکان پر مسہل لیا۔ چونکہ یہ مکان ہوادار ہے اس وجہ سے تفریح زیادہ ہوئی۔ اتفاقاً براہ ہنسی سید فضل حسین و قاضی واجد علی نے سید عبدالرحمن کی داڑھی میں ایک جانب وسمہ لگا دیا اور دوسری جانب داڑھی کو اسی حالت پر رکھا جس کی وجہ سے سید صاحب مجھ سے زیادہ ناخوش ہوئے اور کہا کہ اس مکان میں آنے سے میری یہ گت ہوئی۔ اب کبھی اس مکان میں نہ آؤں گا۔

اہل خانہ کا ورود: ۲۵ نومبر ۱۸۷۵ء آج والدہ مصطفیٰ علی حویلی نو تعمیر میں آئیں۔ لیکن قبل آنے کے اولاً مسجد قدیم بھی گئیں اور درگاہ بندگی شیخ حسن میاں صاحب میں واسطے حصول برکت کے دعا مانگی۔ اس کے بعد مکان میں آئیں۔ زائچہ آنے مکان کا درج ہے سر زائچہ نہیں دیا جا رہا ہے۔ ہاشمی)

ایک رسوائی: ۲۰ فروری ۱۸۷۶ء میر معصوم علی تھانہ دار سندیلہ نے حسب الحکم رائے شیو سہائے صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع ہردوئی کے مسماۃ علیما زوجہ محمد اجمل دربارۂ تکلیف دہی شوہر وخسر کے دریافت کیا۔ مسماۃ مجیب ہوئی کہ میں اصالتاً ڈپٹی صاحب کے اجلاس میں مقدمہ متدائرہ کی پیروی و جواب دہی کروں گی۔ اس حال سے تمام شرفائے سندیلہ کو تاسف ہوا کہ عورت پردہ نشین کو ایسی جرات ہے کہ جس سے بدنامی و ناموسی متصور ہے۔ خدا غارت کرے۔

۲۷ فروری ۱۸۷۶ء آج کل ہر گلی و کوچہ میں تذکرہ مقدمہ مسماۃ علیما النسا و محمد اجمل کا ہوتا ہے اور کمال درجہ فضیحتی ہو رہی ہے یہ مقام کمال عبرت کا ہے کہ جس شخص کا باپ عہدہ صدر اعلیٰ پر بہ مشاہرہ ۶۰۰ روپیہ ماہواری ممتاز ہو اس کی لڑکی بمقابلہ اپنے شوہر کے عدالت میں روبکاری کرتی پھرے۔

Marfat.com

۶ مارچ ۱۸۷۶ء۔ آج مسماۃ علیماً النسا کا مقدمہ ہردوئی میں پیش ہوا۔ بیانات قاضی وجیہہ الدین صاحب، قاضی عابد علی و مولوی کریم الزماں تحریر ہوئے۔ حکم تاریخ آئندہ سنایا جائے گا۔

۹ مارچ ۱۸۷۶ء۔ مسماۃ علیم النسا کے مقدمہ میں اجلاس رائے شیو سہائے صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ضلع ہردوئی سے حکم مچلکہ لینے پانچ سو روپے کا بمیعاد ایک سال محمد اجمل شوہر مدعیہ سے نافذ ہوا۔ اگر مابین سال کے محمد اجمل پھر اپنی زوجہ کو تکلیف دیں گے تو پانچ سو روپیہ تاوان کا ان کو دینا پڑے گا۔

رہس: ۲۴ اپریل ۱۸۷۶ء۔ آج شب کو رہس جواہر طوائف کا چندہ سے ہوا۔ جس میں اشخاص ذیل شریک تھے اور یہ جلسہ تقی میاں صاحب کے مکان پر قرار پایا۔ چودھری اعظم علی، محمد تقی صاحب، سید فضل حسین۔ شیخ حامد حسن، سید ابوالقاسم، حافظ سراج الدین، منشی رضی الدین اسیونی، حسن علی خاں کاکوری۔

حاجی وارث علی: ۲۲ ستمبر ۱۸۷۶ء۔ آج والدہ مصطفیٰ علی (اہل خانہ مولوی مظہر علی راقم روزنامچہ ہاشمی) نے بیعت حاجی وارث علی شاہ صاحب حاصل کی۔

ریل گاڑی لڑی: ۳۰ ستمبر ۱۸۷۶ء۔ آج شب کو عجب اتفاق ہوا کہ غفلت رام دین کلید بردار اسٹیشن سندیلہ سے سڑک آہنی قینچ مال گاڑی کی کھلی رہ گئی اور مسافر گاڑی بباعث کھلی ہونے قفل قینچ کے اسی سڑک آہنی پر جس پر مال گاڑی کھڑی تھی چلی آئی اور ایک ضرب شدید مال گاڑی کو دی کہ کل گاڑیاں اس کی اسٹیشن کے چبوترہ پر چڑھ آئیں اور چند گاڑیاں پٹری سڑک کے نیچے اتر گئیں۔ اس صدمہ سے اکثر مسافر مجروح ہوئے۔ کلید بردار مفرور ہو گیا صبح کو بمشکل تمام مسافر گاڑی لکھنؤ کی شاہ جہاں پور کو روانہ ہوئی۔ دیکھا چاہیے کہ اس جرم میں کتنے آدمی سزایاب ہوں۔

چیچک گھر میں: ۲۲ فروری ۱۸۷۷ء۔ سندیلہ میں آج کل چیچک کی شدت ہے۔ اکثر لڑکے اس عارضہ میں فوت ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔

۲۸ فروری۔ برخوردار مقتدیٰ علی (بیٹا) کے تین دن سے چیچک نکلی ہے۔ ہر وقت رویا کرتا ہے۔ حالت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

۴ مارچ۔ برخوردار مقتدیٰ علی کو چیچک سے ازحد تکلیف ہے۔ شب و روز گریہ وزاری سے بسر کرتا ہے۔

۹ مارچ۔ برخوردار مقتدیٰ علی کی طبیعت روز بروز مضمحل ہوتی جاتی ہے اور رونا کسی وقت بند نہیں ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دانے بیٹھ گئے۔

۱۴ مارچ۔ برخوردار مقتدیٰ علی کا اطبائے یونانی و ڈاکٹر کا بہت علاج ہوا لیکن کوئی نفع نہیں ہوا۔ ۲۱ جولائی

Marfat.com

۱۸۷۵ء یوم چہار شنبہ کو پیدا ہوا تھا اور آج دم صبح عارضہ چیچک میں ۱۷ دن کی علالت کے بعد فوت ہوا۔ چونکہ یہ لڑکا باوجود صغر سنی اپنے بھائیوں سے ذی ہوش معلوم ہوتا تھا اس وجہ سے اس کی مفارقت کا کمال صدمہ ہوا۔

۱۵ مارچ برخورداران ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی و اصغر علی کو ڈاکٹر سندیلہ سے ٹیکہ لگوا دیا۔

۱۷ مارچ برخوردار مقتدیٰ علی کی قبر پختہ بنوا دی۔ بیماری چیچک کی سندیلہ میں بہت شدت ہے اور صدہا اطفال اس عارضہ میں فوت ہوئے۔

۱۹ مارچ۔ برخوردار مرتضیٰ علی کے بھی چیچک برآمد ہوئی۔ چونکہ مقتدیٰ علی کا انتقال ہو گیا ہے اس وجہ مرتضیٰ علی کی علالت سے زیادہ تشویش ہے اس محلہ میں چیچک کی شدت ہے کہ کوئی گھر اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

۵ اپریل عارضہ چیچک میں اب کمی ہو چلی ہے مگر اس مرتبہ صدہا لڑکے سندیلہ کے اس عارضہ میں ضائع ہوئے۔

دو بیٹے: ۲۴ اکتوبر ۱۸۷۷ء۔ برخوردار مصطفیٰ علی کو شوق تحصیل علم انگریزی زیادہ معلوم ہوتا ہے اور محنت بھی خوب کرتے ہیں غالباً اس علم میں لیاقت مناسب حاصل کریں۔ برخوردار مجتبیٰ علی اگرچہ ہنوز خورد سال ہیں لیکن مزاج میں صلاحیت معلوم ہوتی ہے۔ خود رائی بالکل نہیں ہے اور مزاج میں محبت لوگوں سے بدرجہ غایت ہے اور ہر ایک کی تعمیل حکم میں ان کو دریغ نہیں ہوتا اس وجہ سے ہر ایک کا میلان طبیعت براہ محبت ان کی جانب ہے

امتحان وکالت: ۱۳ نومبر ۱۸۷۷ء۔ جو درخواست میں نے شرکت امتحان وکالت کی عدالت ہائی کورٹ الہ آباد میں بھیجی تھی اسکنی صاحب رجسٹرار الہ آباد نے منظور کر کے مجھے مطلع کیا کہ شریک امتحان ہو۔

۱۶ جنوری ۱۸۷۸ء۔ پانچ بجے صبح کو میں بغرض دینے امتحان وکالت ریل سندیلہ پر سوار ہوا۔ لکھنؤ پہنچ کر تمام دن وہاں قیام کیا اور شام کی ریل میں الہ آباد روانہ ہوا۔ صبح کو الہ آباد پہنچ کر سرائے گڑھی میں قیام کیا۔ علی محمد خاں ضلع دار میرے ہمراہ تھے۔

۱۷ جنوری ۱۸۷۸ء۔ منشی حسن رضا منصرم محکمہ بندوبست نے براہ عنایت مولوی وہاج الدین صاحب کا ایک مکان خالی کرا دیا جس میں میں نے قیام اختیار کیا اور میرے ساتھ میر تفضل حسین فیض آبادی بھی مقیم ہوئے۔ مولوی وہاج الدین حیدر صاحب عزیزی قاضی ابوالحسن کے خسر ہیں اور محمد شاہ گنج میں رہتے ہیں۔ مولوی وہاج الدین صاحب نے فرش مکان کے واسطے بھیج دیا۔ یہ مکان مختصر میری گزر کے موافق کافی ہے۔

۱۸ جنوری۔ آج چودھری محمد عظیم صاحب و چودھری نصرت علی صاحب و سید ابوالقاسم و شیخ نیاز علی و شیخ محفوظ علی و شیخ حافظ علی خلف مولوی باقر علی و میر محمود علی سوداگر ملکانہ بھی واسطے دینے امتحان کے

Marfat.com

(سندیلہ سے) وارد الہ آباد ہوئے اور شاہ گنج کی ایک سرائے میں مقیم ہوئے۔

۲۶ جنوری۔ اس پنج روزہ امتحان وکالت میں سوائے دو تین وقتوں کے اکثر اوقات میرے اور عبدالقادر صاحب کی یکجائی رہی اور مدد مناسب ملی مگر افسوس ہے کہ میر تفضل حسین فیض آبادی کا ساتھ میری معیت میں نہ ہوسکا کیونکہ اوّل روز جب امتحان دیوانی کا ہونا تھا اسی روز ایک محافظ نے میرے پاس سے ان کو اٹھادیا اور میں ضابطہ دیوانی میں ان کو مدد نہ دے سکا جس سے وہ ناراض ہوگئے۔ محمود علی سوداگر بڑے چالاک نکلے کہ اوّل روز جب کہ ضابطہ دیوانی میں امتحان ہوتا تھا میرے اکثر پرچہ سوالات کے اٹھاکر نقلیں کرلیں جس سے اسوقت نہایت خوف طاری تھا کہ مبادا کوئی نگراں یہ حالت دیکھ کر مجھے اور انھیں بدرنہ کردے۔

۲۷ جنوری۔ کل میں بارش کی وجہ سے نیز بہ خیال اس کے کہ میں قلعہ الہ آباد کی سیر کروں عازم وطن نہ ہوا۔ آج صبح کو الہ آباد سے روانہ ہوکر صبح ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچا اور قیصر باغ میں قیام کیا۔ لکھنؤ تک کا کرایہ ریل گاڑی فی کس دو روپے چھ آنہ ہے۔

<u>ایک سرود نواز</u>: ۸ مارچ ۱۸۷۸ء۔ الہ آباد۔ میرا قصد آج واپسی وطن کا تھا لیکن غلام علی خاں سرود یا جو گوالیار میں بمشاہرہ تین سو روپے ماہوار نوکر ہیں اور میرے مکان کے قریب سرائے گڑھی میں اترے ہیں بوقت ملاقات مجھے سرود سنانے کا وعدہ کیا اور روکا اور شب کو سرود بجایا کہ جس کی تعریف نہیں ہوسکتی اور ان کا بیٹا ننھے خاں کہ جس کی عمر ۱۲ سال ہے سرودنوازی میں اچھی مہارت رکھتا ہے۔

<u>نتیجہ امتحان وکالت</u>: ۲۳ جولائی ۱۸۷۸ء۔ تحریر مولوی عبدالقادر صاحب سررشتہ دار ہردوئی سے معلوم ہوا کہ گزٹ مطبوعہ ۲۰ جولائی ۱۸۷۸ء میں درج ہے کہ اشخاص ذیل امتحان وکالت منصفی میں پاس ہوئے۔

"مظفر کریم سکنہ دریاباد، مولوی عبدالقادر سکنہ دریاباد، سید مظہر علی ساکن سندیلہ، شیخ نثار علی (سندیلہ) چودھری محمد عظیم (سندیلہ) منشی نظیر حسن ساکن کاکوری، چودھری نصرت علی مختاری میں پاس ہوئے اور مولوی عبدالقادر صاحب علاوہ امتحان وکالت درجہ دویم اسیسی میں بھی پاس ہوئے"

۲۴ جولائی۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ تصدیق میری کامیابی امتحان وکالت کی ہوئی اور منجملہ ایک ہزار پانچ سو امیدواران امتحان کے حسب تفصیل ذیل لوگ کامیاب ہوئے۔

عدالتی ججی - ۴۵، منصفی - ۲۱۰، مختاری - ۱۴۹، ریونیو ایجنٹ - ۵ = جملہ ۴۰۹

مجھے اپنی کامیابی امتحان کے باعث نہایت درجہ خوشی حاصل ہوئی اور منشی فضل رسول صاحب نے خوش ہوکر

Marfat.com

پیہم اظہار اپنی خوشنودی کا کیا۔ سید ابوالقاسم کو امتحان میں کامیابی نہیں ہوئی۔

شکایت پسینہ: ۱۵ اکتوبر ۱۸۷۸ء۔ بعد نماز صبح بالمرہ لبطور تفریح اپنی پھلواڑی واقع 'بچکانی' جاتا ہوں اور ۷ بجے واپس آکر بعد حصول ملازمت منشی فضل رسول صاحب اپنے مکان پر آتا ہوں لیکن چونکہ میرے اعضائے چپ میں پسینہ نکلنے کی شکایت زیادہ ہے اس وجہ سے نہایت درجہ مضمحل ہو جاتا ہوں اور جو شخص اس وقت میری صورت دیکھتا ہے مجھے چھ مہینے کا بیمار بتاتا ہے۔

مولوی ضامن علی: ۱۹ نومبر ۱۸۷۸ء۔ مولوی ضامن حسین صاحب سٹی مجسٹریٹ ریاست حیدرآباد وارد سندیلہ ہوئے۔ مولوی صاحب کی تنخواہ چار سو روپے ہے۔ چونکہ میرے استاد ہیں اور شرح جامی میں ان سے پڑھتا تھا ان کی ملاقات کو گیا۔ کمال عنایت سے پیش آئے۔

علی گڑھ سے واپسی: ۲ جولائی ۱۸۷۹ء۔ چونکہ امیر حسن کو منشی فضل رسول صاحب نے علی گڑھ جانے سے روکا ہے اور صرف تنہا برخوردار مصطفےٰ علی وہاں رہ نہیں سکتے اور نہ ان کی تنہائی طبیعت کو گوارا ہے لہذا ان کو لکھا گیا کہ اپنا نام مدرسۃ العلوم سے خارج کرا کے سندیلہ چلے آؤ۔ چنانچہ برخوردار مسطور معہ قاضی صمصام علی علی گڑھ سے آج وارد سندیلہ ہوئے۔

وفات فضل رسول: ۱۴ جولائی ۱۸۷۹ء۔ آج شب کو بوقت ایک بجے جناب منشی سید فضل رسول صاحب نے عارضہ بخار و سرسام میں انتقال فرمایا جس سے بغایت درجہ ملال و رنج ہوا۔ ایسا شخص عالی مرتبہ مخدوم زادوں میں کوئی نہیں ہوا تھا۔ اپنی لیاقت ذاتی سے جناب مرحوم نے بہت کچھ پیدا کیا کہ تعلقدار ہو گئے اور بہت بڑا اعزاز گورنمنٹ انگریزی میں حاصل کیا۔ ان کے ہمسر خاندانی تعلقدار حسد کرتے تھے۔ جناب مرحوم نے جنگل 'جونسہ' کی آبادی سرانجام دیگر اہم امور میں ایسی ناموری حاصل کی کہ چند پشتوں تک ایسا شخص پیدا ہوتا نظر نہیں آتا۔ جناب مرحوم اعزہ و اکابر سے بوقت ضرورت مسلوک ہوتے اور ان کی احتیاجوں کو پورا کرتے تھے اور اپنے اخلاق وسیع سے ہر ایک کو مطیع کر لیا تھا۔ اختیارات فوجداری درجہ دویم و اختیارات دیوانی و مال قصبہ سندیلہ اور اپنے علاقہ کے ان کو حاصل تھے اور امورات پولٹیکل میں اچھی لیاقت رکھتے تھے اور جس امر کو کرنا چاہتے تھے اس کو پیشتر سے غور کر لیتے تھے۔ علوم فارسی، عربی، نجوم و حکمت میں بہت اچھی لیاقت حاصل تھی۔ فن شاعری میں صاحب دیوان تھے اور منشی مظفر علی اسیر لکھنوی کے شاگرد رشید تھے۔ انکی تعریف خارج از امکان ہے اور اس کے واسطے ایک کتاب مطول چاہیے۔ عمر شریف ۷۶ سال دو ماہ پانچ دن کی ہوئی۔

Marfat.com

۱۹ رجمادی اوّل ۱۲۲۸ھ روز جمعہ پیدا ہوئے تھے اور آج ۲۳ رجب ۱۲۹۶ھ میں انتقال کیا۔ خدا غریق رحمت کرے۔

۱۷ر جولائی ۱۸۷۹ء۔ شام کو قبر منشی فضل رسول پر گانا ہوا۔ قوالوں نے مرحوم کی غزلیں گائیں جس سے ہر ایک کو کمال رقت ہوئی منشی مظفر علی صاحب اسیر لکھنوی استاد مرحوم بھی شریک جلسہ تھے۔ بعد گانے کے شیرینی تقسیم ہوئی۔

ایک نصیحت: ۴ر ستمبر ۱۸۷۹ء آج یہ نصیحت "سوچ سمجھ کر بات کرو کہ پشیمان نہ ہو" مصطفےٰ حسین سے لکھا کر شیشہ کے چوکھٹے میں رکھ کر اپنے کمرہ نشست گاہ میں آویزاں کی تاکہ ہر وقت کے دیکھنے سے مجھے اور دوسروں کو نصیحت نیک حاصل ہو۔

تعین تاریخ شادی: ۲ر جنوری ۱۸۸۰ء۔ عزیزی سید اظہر علی و قاضی صمصام علی کو خدمت میں منشی فہیم الزماں واسطے تعین تاریخ عقد نور چشم سید مصطفےٰ علی کے بھیجا۔ بعد معائنہ جنتری کے منشی صاحب نے تاریخ شادی ۲۵ر ربیع الاوّل ۱۲۹۷ھ ہجری مطابق ۸ مارچ ۱۸۸۰ء روز دوشنبہ قرار دی۔ (لیکن بعد کو یہ تاریخ بڑھا کر ۱۷ مارچ کر دی گئی تھی۔ ہاشمی)

شادی پسر: ۱۷ر مارچ ۱۸۸۰ء روبرو حافظ کرم احمد صاحب و مولوی عبدالقادری صاحب اور دیگر ارباب برادری پارچہ شادی اور اپنے نوکروں و چوکیداران و بسراران دیہات کو بہ تعداد ۲۵ جوڑے کی تقسیم کی اور ۴۰ جوڑے گھر میں مستورات کو جملہ ۷۵ جوڑے شادی میں صرف ہوئے۔ تیسرے پہر کو دو ہزار آدمی تقریب مانجہ میں اہل برادری وغیرہ سے شریک تھے۔ تقسیم بتاشوں کی خوب اچھی ہوئی۔ کوئی متنفس باقی نہیں رہا۔ جس سے عوام میں بہت تعریف ہوئی۔ مساۃ بوٹا و منا جان طوائف، جونسہ، و حسین باندی طوائف سندیلہ کا رقص ہوا۔ انگریزی باجہ بھی لکھنؤ سے منگوایا تھا۔ برات کے جانے کے وقت تک بہت بڑا مجمع رہا اور کل ارباب برادری اعلیٰ و ادنیٰ شریک ہوئے۔ تین بجے بہ جمعیت کثیر بارات در دروازۂ منشی فہیم الزماں صاحب کے گئی۔ برخوردار مصطفےٰ علی تامجان پر سوار تھے۔ گھوڑے کی شوخی سے اس پر سوار نہ ہو سکے۔ چھ بجے صبح کو بہ مہر ۸۵ ہزار کے قاضی عابد علی صاحب نے نکاح برخوردار موصوف کا مساۃ نسیما دختر منشی فہیم الزماں صاحب کے پڑھا۔ مولوی عبدالقادر صاحب و دیگر ارباب سندیلہ نے میرے انتظام و وسعت ہمت کی تعریف کی۔ بہ تقریب سلامی ایک سو اکیس روپیہ حاصل ہوا۔

تقرری منیجری: ۲ر اپریل ۱۸۸۰ء۔ آج پھر برادرم سید فضل حسین نے مجھے بلایا اور باصرار اسی گفتگو کا اعادہ کیا جو انھوں نے کل کی تھی۔ جواب میں میں نے کہا کہ آپ کو مدد دینے میں مجھے کوئی عذر نہیں لیکن باعث توقف کا یہ ہے کہ میری خیر خواہانہ کارروائی سے عموماً لوگ ناراض ہوں گے اور آپ سے وقتاً فوقتاً شکایت کریں گے جس سے میرے اور آپ کے درمیان میں ناحق سبب ملال و رنجش کا ہوگا۔ چنانچہ اسکے جواب میں کہا کہ میں کل تعلقہ کا انتظام تمہارے تفویض کرتا ہوں اور جو تم نیک و بد کرو گے اس میں کبھی کسی کی شکایت نہ سنوں گا اور

Marfat.com

اسس قول کی تائید میں اقرار نامہ تحریری اسٹام پر لکھے دیتا ہوں کہ کسی حالت میں اس سے منحرف نہ ہوں گا چنانچہ اُسی وقت کاغذ اسٹام قیمتی پانچ روپے کا منگا کر کل اختیارات مثل ذات خاص خود اس پر تحریر کر دیے اور ایک روبکار کل اپنے کارندگان و ضلع داران و مختاران اضلاع ہردوئی و لکھنؤ و اناؤ و لکھیم پور و سیتا پور کے نام جاری کیا کہ میں نے اپنا نائب سید مظہر علی کو مقرر کیا ہے۔ کل تحریرات ان کے نام بھیجی جائیں اور جو وہ جواب لکھیں اس کی تعمیل پوری پوری کی جائے۔ اگرچہ اس کام کو میں نے اپنے ذمہ لیا ہے لیکن مجھ کو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے کہ کیونکر میں اس کو انجام دے سکوں گا۔ خدا سے دعا ہے کہ جب تک اس تعلقہ میں رہوں نیک نامی اور سرخ روئی حاصل ہو۔

برکھ پھل: ۱۰ ستمبر ۱۸۸۰ء۔ آج برکھ سن ۱۲۸۷ فصلی ختم ہوا۔ کیفیت مختصر اس کی درج کی جاتی ہے:
اوّل جو فرزند گھر میں پیدا ہوا تھا وہ ایک ہفتہ کے اندر فوت ہوا۔ مقدمہ جاجمو (ایک گاؤں کا نام ہے ہاشمی) میں کامیابی حاصل ہوئی۔ کل زر رہن وصول ہو گیا۔ اکثر مقدمات میں کامیابی حاصل ہوئی جس سے قصبہ ہذا میں میری شہرت ہوئی۔ برخوردار مصطفےٰ علی کی شادی خوشی سے کی جس سے ناموری ہوئی۔ یکم اپریل سے تعلقہ جلال پور میں نوکر ہوا۔ اکثر بڑے بڑے لوگ میری ملاقات کے واسطے مکان پر آئے اور میرے ہاتھ سے ان کی بہبودی ہوئی۔ تعلقہ جلال پور میں اکثر مقدمات پیچیدہ بہ آسانی طے ہوئے۔ اب دیکھیے برکھ پھل ۱۲۸۸ فصلی کا کیا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے جو آج سے شروع ہوا۔

بیٹی کی شادی: ۱۶ ستمبر ۱۸۸۱ء۔ بارات برخوردار سعید الدین خلف حافظ نذیر الدین ایک بجے رات کو میرے دروازے آئی۔ آتش بازی و آرائش اچھی تھی۔ ۳ بجے رات کو عقد سعید الدین مسماۃ افضلاً میری لڑکی کلاں سے بعوض ۸۵ ہزار مہر کے ہوا۔ منشی فہیم الزماں صاحب و مولوی عبد القادر صاحب تحصیلدار تمام رات میرے مکان پر رہے اور ہر ایک امر میں مجھے صلاح مناسب دیتے رہے۔ کھلونا و فضل کشمیریوں کا ناچ ہوتا تھا۔ حافظ نذیر الدین صاحب کشمیریوں کو ہر ایک ان کی نقل اور گانے پر دو دو روپیہ انعام دیتے رہے۔ میرے خیال میں ساٹھ روپیہ سے زائد میرے مکان پر انعام دیا گیا۔ اس وجہ سے کشمیری لوگ نقل بہت اچھی کرتے تھے اور خوب جی توڑ کر گاتے تھے جس سے اہل جلسہ بہت محظوظ و خوش تھے۔

۱۷ ستمبر ۱۸۸۱ء گیارہ بجے صبح کے بارات سعید الدین کی رخصت ہوئی میں نے حسب ذیل جہیز دیا:
زیور طلائی مرصع کار۔ ۳۳ عدد، زیور نقرئی۔ ۳۸ عدد، پارچہ جوڑا۔ ۴۱ عدد، ظروف مسی و آہنی۔ ۴۵ عدد، بینس و صنادیق رنگین وغیرہ۔ ۵ عدد، جملہ۔ ۱۵۸ تفصیل زر نقدیہ ہے:

Marfat.com

منگنی ۔ ۳۰ روپے سلامی ۔ ۵۱ روپے چوتھی ۔ ۲۵ روپے، رو کھائی ۔ ۱۵ روپے

۲۸ دسمبر ۱۸۸۱ء ۔ شادی نورچشمی افضل اگیں مبلغ دو ہزار سرسٹھ روپے ایک آنہ نو پائی صرف ہوا اور جن جن لوگوں کا یا فتنی تھا دے دیا گیا ۔ اب کسی کا مجھ سے یافتنی نہیں ہے ۔

ماء الجبن: یکم نومبر ۱۸۸۱ء ۔ استعمال ماء الجبن سے اگرچہ عارضہ پسینہ (جسم کے بائیں جانب پسینہ کثیر نکلنے کی شکایت ہو گئی تھی ۔ ہاشمی) میں ابھی فائدہ نہیں ہے لیکن قوت جسمانی بڑھتی جاتی ہے اور طبیعت کو اضمحلال کم ہے اور طبیعت بہت خوش رہتی ہے ۔ اس لیے یقین ہے کہ چند روز میں اصل عارضہ کو بھی فائدہ ہوگا ۔

۷ نومبر ۔ ماء الجبن کے استعمال سے ایک یہ فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ صاف ہوتا جاتا ہے ۔ جو شخص آج کل مجھے دیکھتا ہے وہ بلا تکلف کہہ اٹھتا ہے کہ تمہارے چہرے کی پژمردگی بالکل جاتی رہی اور ایک نوع کی رونق آتی جاتی ہے ۔

ملازمت تعلقہ جلال پور: ۸ مارچ ۱۸۸۲ء ۔ چونکہ میں تعلقہ جلال پور سے سوائے تنخواہ کے نذر تک نہیں لیتا ہوں اور کوئی چیز فصلی باغات و دیہات کی اپنے مکان پر آنے نہیں دیتا ہوں اس وجہ سے میری طبیعت کو کسی وقت کسی قسم کی پژمردگی و تردد لاحق نہیں رہتا اور نہایت بے خوفی اور مستقل مزاجی سے کام تعلقہ جلال پور انجام دیتا ہوں ۔

مجسٹریٹی: ۱۱ جولائی ۱۸۸۲ء ۔ بموجب ڈاکٹ نمبری ۱۱۷۱ مورخہ ۳ جولائی ۱۸۸۲ء مرسلہ صاحب لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و اودھ مجھے اختیارات مجسٹریٹی درجہ سوئم اندر حدود میونسپل قصبہ سندیلہ حاصل ہوئے اور میرے ساتھ میں کنور وزیر چند صاحب و کنور درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سرن بڑا گاؤں کو بھی اختیارات مثل میرے گورنمنٹ سے حاصل ہوئے ہیں بلکہ ایک ہی ڈاکٹ میں ہم تینوں آدمیوں کے نام درج ہیں بالفعل لائل صاحب لفٹیننٹ گورنر ہیں ۔

نظام اوقات خود: ۷ فروری ۱۸۸۴ء ۔ میری کارروائی روزمرہ حسب ذیل ہے :

علی الصباح بیدار ہو کر نماز صبح و انفراغ حوائج ضروری ماء الجبن استعمال کرتا ہوں اور پندرہ سو قدم چہل قدمی کے بعد بخدمت جناب خالہ صاحبہ (والدۂ فضل حسین) بوقت ۷ ½ بجے حاضر ہو کر تسلیم بجا لاتا ہوں اور منشی فضل حسین صاحب کے پاس جا کر ایک گھنٹہ تک امور ضروریہ متعلق علاقہ جلال پور کے تذکرہ و استفسار کرتا ہوں اور پھر وہاں سے قریب ۸ ½ بجے بنچ میں جا کر مقدمات فوجداری دس بجے تک فیصل کرتا ہوں اور پھر مکان پر آکر بعد تناول طعام کچہری علاقہ جلال پور میں جا کر کام متعلقہ اپنا پانچ بجے تک انجام دیتا ہوں ۔

بعدہٗ مکان پر آکر اکثر احباب وغیرہ سے ملاقات رہتی ہے اور بعد نماز مغرب محل سرا میں جا کر کھانا کھاتا ہوں

Marfat.com

اور بعد پینے وکھانے حقہ پانی کے نماز عشا کی پڑھ کے جاڑوں میں ۹ ½ بجے اور گرمیوں میں ۱۰ بجے سو رہتا ہوں اور اگر احیاناً کسی روز کوئی اہم مقدمہ تعلقہ کا پیش ہوگیا تو گیارہ و بارہ بجے تک اس کے سوچنے اور غور کرنے میں نیند نہیں آتی ہے اور اس وقت تک طبیعت کو بے چینی رہتی ہے جب تک کہ کوئی رائے مناسب نسبت مقدمہ پیش پا کی تجویز نہیں کر لیتا ہوں۔

منشی فضل حسین: ۲۹ مارچ ۱۸۸۴ء منشی فضل حسین کی ناقہمی سے ہر وقت طبیعت کو ملال رہتا ہے کام کرنے کو جی نہیں چاہتا اور دل بھی کام میں کم لگتا ہے کیونکہ صحبت ان کی روز بہ روز ناقص ہوتی جاتی ہے اور مزاج میں ایسی ضد آچلی ہے کہ جو بات خیال میں آئے چاہے اس کا انجام بد ہو لیکن اس کے کرنے سے باز نہیں رہتے اور کوئی فہمائش کارگر نہیں ہوتی۔ پس میرا خیال اور ارادہ ہے کہ اس تعلقہ سے علیحدگی اختیار کروں کیونکہ ایک روز نتیجہ اس کا بدنامی ہوگا۔

رقص: ۲۵ اپریل ۱۸۸۴ء۔ شب کو جلسہ فضل حسین کشمیری (لکھنوی) کا منشی فضل حسین کے مکان پر ہوا یہ اچھا ناچتا ہے۔ میں بھی ۱۲ بجے تک شریک جلسہ رہا۔

راجہ درگا پرشاد: ۱۸ نومبر ۱۸۸۴ء۔ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سروان بڑا گاؤں میرے مکان پر آج پہلی مرتبہ تشریف لائے اور ان کی مدارات ضروری کی گئی۔

متفرق ذمہ داریاں: ۲۳ اپریل ۱۸۸۵ء۔ آج کل تین قسم کے کام میں انجام دیتا ہوں۔ کار مجسٹریٹی متعلقہ سندیلہ، خاص انتظام تعلقداری جلال پور کا، کارروائی میونسپل سندیلہ۔ اس وجہ سے مجھے بہت کم فرصت رہتی ہے تاہم کام سے میں گھبراتا نہیں ہوں اور کمال مستقل مزاجی سے ان کو انجام دیتا ہوں۔

فوٹو: ۱۵ اگست ۱۸۸۵ء۔ آج راجہ وزیر چند کے مکان پر امیر علی فوٹوگرافر لکھنؤ سے تصویر کھنچائی۔ میں اور راجہ وزیر چند صاحب اور راجہ درگا پرشاد صاحب اور میر عاشق حسین محرر پنچ و لالہ امبکا پرشاد محرر میونسپل و میر وچپراسی اور ایک ایک خدمتگار ہم لوگوں کا اس مجمع میں شریک تھا۔ تصویریں بہت عمدہ منعکس ہوئی ہیں۔

خواب خوش: ۵ اکتوبر ۱۸۸۵ء۔ آج کل خواب خوش میرے معائنہ میں آتے ہیں۔ خدا ظہور نیک فرمائے کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ جب میں اچھے خواب دیکھتا ہوں تو اس کا ظہور اچھا ہوتا ہے اور جب برے دیکھتا ہوں تو برا۔

ممبری ڈسٹرکٹ بورڈ: ۲۷ جنوری ۱۸۸۶ء۔ ڈپٹی عنایت اللہ خاں صاحب واسطے انتخاب ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ ہردوئی سندیلہ تشریف لائے اور کثرت رائے سے میرا اور منشی فضل حسین کا انتخاب ہوا۔ ایکس رائے

Marfat.com

میری جانب تھیں اور دس بجانب منشی فضل حسین اور باقی لوگوں کی نسبت اس سے کم تھیں۔ میں نے منشی فضل حسین کے انتخاب کی نسبت بڑی کوشش کی ورنہ کسی رائے دہندہ کو ان کی نسبت منظور نہ تھا کہ منتخب ہوں۔

زمانہ تعمیرات: ۱۴ مئی ۱۸۸۶ء۔ مجھے اس بات کا تجربہ حاصل ہو گیا ہے کہ فصل ربیع میں کوئی تعمیر شروع نہ کراوے۔ اول تو زمانہ بارش قریب ہوتا ہے دوسرے کاریگر وغیرہ کم دستیاب ہوتے ہیں کیونکہ اس فصل میں بباعث تیار ہونے فصل ربیع و قریب بارش کے ہر متنفس کو ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اول تو کاریگر و مزدور بمشکل ملتے ہیں دوسرے مزدوری زیادہ دینا ہوتی ہے۔ ہر صاحب عمارت کو چاہیے کہ بعد ختم بارش مہینہ کنوار میں کام تعمیر کا شروع کراوے۔

اپنی کوٹھی: ۱۴ مارچ ۱۸۸۷ء۔ جب سے میری کوٹھی تیار ہوئی ہے جو شخص اجنبی ادھر سے گزرتا ہے تو اسکے ارتفاع اور نمائش ظاہر کو کہ بنظر تحیر دیکھتا ہے اور بعد دریافت نام مالک کے آگے بڑھتا ہے۔ واقعی طرز تعمیر اسکی اسی قابل ہے۔

منشی فضل حسین اور ان کی ملازمت: ۲۵ مئی ۱۸۸۷ء۔ بمعائنہ روبکار مسٹر ہارس فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی محررہ ۱۹ مئی ۱۸۸۷ء سے واضح ہوا کہ صاحب ضلع نے تھانہ سندیلہ، بگھولی، میں حکم بھیج دیا ہے کہ کسی مقدمہ کا چالان منشی فضل حسین کے اجلاس میں ہرگز نہ بھیجا جائے۔ کل چالان ہردوئی جاویں وہاں سے صاحب ممدوح جیسا مناسب سمجھیں گے وہ منشی فضل حسین کے اجلاس میں بھیج دیں گے۔ اس حال کے دریافت کرنے سے تردد ہوا کہ یہ امر باعث توہین کا ہم چشموں میں متصور ہے جس کی منسوخی کے واسطے شاید بہت کوشش کرنا پڑے۔

۲۷ مئی ۱۸۸۷ء۔ آج صبح کو ہارس فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی اور منشی فضل حسین کی نسبت استفصواباً دریافت کیا۔ صاحب نے فرمایا کہ سر رشتہ دار فضل حسین کا رشوت لیتا ہے اور فضل حسین بباعث اپنی کم فہمی کے اس کا تدارک نہیں کرتا ہے اور جو کچھ وہ لکھ دیتا ہے اس پر فضل حسین دستخط کر دیتا ہے۔ اس سے انصاف میں بڑا خلل آتا ہے اور فضل حسین نے ہم کو لکھا کہ انور خاں اور حسین خاں ہمارا نوکر نہیں ہے۔ یہ اس کی غلط بیانی ہے۔ ضرور وہ لوگ اس کے نوکر ہیں۔ ہم اس کے اس جھوٹ بولنے پر نہایت ناخوش ہیں۔

۳ جون ۱۸۸۷ء۔ آج کل حسین خاں و انور خاں اور ملک مصطفےٰ حسین کی مصاحبت منشی فضل حسین میں گرم بازاری ہے۔ بحضور حضور کر کے جو بات یہ لوگ کہتے ہیں وہ پذیرا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے میں بحالت سکوت ہوں اور کوئی امر مفید یا مضر کسی کی نسبت نہیں کہتا ہوں۔ بظاہر حالات خوش معلوم نہیں ہوتے ہیں۔

۲۷ جون ۱۸۸۷ء۔ آج استعفا لکھ کر بوقت صبح میں منشی فضل حسین کے پاس گیا لیکن وہ پاخانہ نہ جانے

Marfat.com

کے حیلے سے اٹھ کر والدۂ الطاف رسول کے پاس دوسرے کمرے میں چلے گئے اور میں دیر تک بیٹھا رہا لیکن نہ آئے۔ تب مجبور ہو کر اپنے مکان پر آگیا اور بعد تناول طعام وقت معمول پر کچہری جلال پور میں گیا اور دن بھر کام متعلقہ انجام دیا لیکن نہایت ملال و تکدر کے ساتھ کہ جس کا تحریر کرنا اس موقع پر ممکن نہیں اور جب شام کو بعد فراغت کار میں مکان پر آیا تو اس وقت ملک مصطفےٰ حسین کے مسودے کے مطابق منشی فضل حسین نے یادداشت میری موقوفی کی صاف کی جو میرے پاس ۵ بجے آئی جس کا مفہوم یہ تھا کہ تعلقہ جلال پور کی آمدنی قلیل اور مصارف کثیر ہیں اور وہ ہرگز متحمل سو روپیہ ماہواری نائب کی تنخواہ کا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عہدۂ نائب تخفیف کیا جاتا ہے اور میں اپنی ذات خاص سے کام تعلقہ کا انجام دوں گا جس وقت یہ یادداشت میرے پاس آئی تو میں نہایت خوش ہوا اور بالکل مجھ کو ملال نہیں ہوا اور تین مہینہ کی پریشانی و کشاکش سے نجات ہوئی کہ شخص ناقدرداں کی صحبت سے ہر آئینہ علاحدگی اولیٰ ہے کیوں کہ دوست ناداں سے ہمیشہ احتمالات ضرر متصور ہیں۔

۲۸ جون ۱۸۸۷ء۔ سات برس دو مہینے ۲ یوم میں نے کام تعلقہ جلال پور کا کمال عزت و حرمت کے ساتھ انجام دیا اور جملہ ملازمین تعلقہ کو اپنی حکمت عملی سے راضی و خوش رکھا اور اپنی مستعدی و خیر خواہی سے بہت جدید علاقہ پیدا کر دیا کیوں کہ جب میں نے اپریل ۱۸۸۰ء میں تعلقہ جلال پور کا انتظام شروع کیا تھا تو اس کی سال کی نکاسی خام اڑتالیس ہزار کی تھی اور بابت ۱۲۹۴ فصلی (۱۸۸۷ء) اس کی نکاسی اکہتر ہزار کی ہے تو اپنی سات برس کی کارکردگی سے تیس ہزار سالانہ کا منافع بڑھا۔ (اس کے بعد تفصیل کارکردگی دی گئی ہے جو یہاں حذف کی گئی۔ ہاشمی)

آج صبح میں منشی فضل حسین کے پاس بموجودگی منشی ظہور الحسن وغیرہ کے گیا۔ مجھے دیکھ کر متعجب ہوئے۔ میں نے کہا کہ کوئی محل استعجاب نہیں ہے۔ میں صرف اس غرض سے آیا ہوں کہ چند باتیں مصلحت وقت کہوں۔ اول میں اپنی برخاستگی سے ناراض نہیں ہوں بلکہ شکر گزار ہوں کہ آپ نے عہد ملازمت میں دیکھا میرا اعزاز اور وقار قائم رکھا جس کا حق مجھ کو آپ سے حاصل تھا۔ دوسرے میری علیحدگی کے بعد اکثر آپ کے ملازم میرے اور آپ کے درمیان میں پیچیدگیاں پیدا کریں گے تو اس سے ناحق موجب ملال کا پیدا ہوگا۔ اس وجہ سے میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ جب کوئی نئی بات آپ میری جانب سے سنیں تو اولاً آپ مجھے بلا کر اس کی کیفیت دریافت کر لیں اور اگر جواب شافی دیا جائے تو اس پر اطمینان حاصل کیا جائے ورنہ جو تدارک مناسب وقت ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ تیسرے اگر کوئی مقدمہ نازک تعلقہ میں پیش ہو اور اس کی صلاح و مشورت کی بابت کوئی ضرورت داعی ہو اور میرے امکان میں اس کا سلجھانا ممکن ہو تو مجھے آپ فوراً طلب کر کے کیفیت واقعی

Marfat.com

بیان کریں تو میں حتی الامکان اس پیچیدگی کو سلجھانے میں اسی طور سے کوشش کروں گا جیسا کہ بحالت ملازمت کرتا تھا۔ بہرحال مجھ کو اپنا خیر طلب مثل سابق کے تصور کرنا چاہیے۔ میں کوئی دقیقہ آپ کی بہبودی کا حتی الامکان کسی حالت میں فروگذاشت نہ کروں گا۔

اہل خانہ منشی فضل حسین: ۹ راگست ۱۸۸۷ء۔ والدۂ الطاف رسول (اہل خانہ منشی فضل حسین) کو بباعث ضعف وافراب اٹھنا بیٹھنا محال ہے اور بدون مدد دوسرے کے چوکی پر بھی نہیں بیٹھ سکتی ہیں۔ شاید زمانہ ان کی مفارقت دائمی کا قریب ہے۔ مجھے کمال افسوس ہے .... مریضہ نے جب میری علاحدگی کا حال کئی دن کے بعد سنا تو افسوس کے بعد کہا کہ جہاں اور چھتن برائی کے پیدا ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اور اگر اتفاقاً میں کئی دن واسطے عیادت کے نہیں جاتا ہوں تو بہ شکایت معمول کے یہ کہتی ہیں کہ تم کو میں اپنے بھائی حقیقی سے کم نہیں جانتی ہوں اور جب تک تم نہیں آتے ہو تو میں منتظر رہتی ہوں اور جس وقت جاتا ہوں تو کل سرگزشت اپنی شب و روز کی مجھ سے بیان کر دیتی ہیں اور کسی تیماردار سے بات بھی نہیں کرتیں۔

۲۰ راگست ۱۸۸۷ء۔ آج ایک بجے دن کو مسماۃ نجیباً اہل خانہ منشی فضل حسین نے عارضہ دق میں بہ عمر ۳۵ سال انتقال کیا۔ بوقت انتقال شدت سے بارش ہوئی تھی اور بمشکل لاش مکان بیرونی سے گھر میں آئی شام کو تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی۔ مرحومہ نے تین لڑکے یادگار چھوڑے۔ ان میں سے الطاف رسول کی شادی ہو گئی ہے۔ میں نے طعام تقریب بھیجنا چاہا۔ ملک مصطفے حسن ہارج ہوئے۔ لیکن منشی فضل حسین و منشی شمس الدین صاحب نے منظور کیا۔ رات کو بھی بھیجی گئیں پندرہ روز کے بعد ختم ہوئیں مرحومہ کے مزاج میں متانت زیادہ تھی اور اپنے شوہر کی محل مد تھیں۔

۲۲ راگست ۱۸۸۷ء۔ اس وجہ سے اہل قصبہ ہذا کو ازحد شکایت ہے کہ جب اہل خانہ منشی فضل حسین کی لاش واسطے دفن قبرستان عمر برہ کو جاتی تھی سب لوگ تو پیادہ پا گئے۔ لیکن منشی صاحب بگھی پر سوار ہو کر واسطے دفن کے تشریف لے گئے جس سے سب لوگ خندہ زنی کرتے تھے۔ دوسرے آج جب لوگ بہ تقریب سیوم مرحومہ کے آئے تو حضرت شریک سیوم نہ تھے۔ دوسرے کمرہ میں حلقہ طوائفان میں بیٹھے تھے۔ جو اشخاص جو واسطے ادائے تعزیت اعلیٰ حضرت کے پاس گئے تو ایسے جلسہ کی شرکت سے ان کو کمال ندامت و تاسف ہوا۔

والدۂ فضل حسین: ۱۸ ستمبر ۱۸۸۷ء۔ جس تاریخ سے اہل خانہ منشی فضل حسین نے انتقال کیا میں جناب خالہ صاحبہ (والدہ فضل حسین) کے پاس واسطے سلام کے نہیں گیا۔ آج ایک مہینہ کے بعد باصرار انھوں نے طلب فرمایا اور بکمال لطف سے پیش آئیں۔ وہ مثل اپنے فرزند کے مجھ سے محبت رکھتی ہیں جب وقت میں گیا۔

Marfat.com

بہت روئیں اور فرمایا کہ میری حیات میں اپنی آمد و شد ترک نہ کرو جس کو بخوشی میں نے منظور کیا۔

ایک افیونی: ۱۸ دسمبر ۱۸۸۷ء۔ محمد حسین عرف چھوٹن ساکن درگاہ بعمر ۷۰ سال فوت ہوئے اور کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ اپنی معہ خانہ سکونت بیچ کھائی۔ افیون کا استعمال زیادہ تھا۔ ایک مرتبہ عطاری کی دکان کی تھی اور کل اشیائے شیریں بجائے بیچنے کے خود ہی چکھ گئے تھے۔

کچھ اپنا حال: ۳۱ دسمبر ۱۸۸۷ء۔ ابتدائے میری جائداد آبائی و موروثی کچھ نہ تھی حتیٰ کہ مکان سکونت بھی مشترک تھا جس میں چند اعزا کے گھروں سے کھڑکیاں تھیں۔ اس سے مکان غیر محفوظ اور موجب تکلیف کا متقولہ تھا۔ ابتدائے میری ملازمت مدرسہ سندیلہ میں ہوئی اور اسی وقت سے مجھے شوق حصول ریاست کا پیدا ہوا اور میں نے معاملات رہن و بیع کرنا شروع کیے۔ اولاً ۱۲ مارچ ۱۸۶۷ء کو ایک قطعہ اراضی زرعی موسومہ کسہا تعدادی ۵ بیگھہ واقع موضع مخدوم پورہ ملوکہ میر احمد بخش صاحب مرحوم مخدوم زادہ درگاہ مبلغ ۱۵ روپے پر رہن رکھا جس کا حاصلات مبلغ چار روپیہ سالانہ تھا۔ اس کے بعد جوں جوں میری تنخواہ میں ترقی ہوتی گئی میں ریاست پیدا کرتا گیا اور اس کے حصول میں بباعث کمی زر کے اپنے اوپر بہت تکلیف گوارا کی لیکن شوق کو کسی نہج سے کم نہیں کیا اور اس بات کا ہمیشہ خیال ملحوظ خاطر رکھا کہ اس قدر جائداد غیر منقولہ پیدا کرلینا چاہیے کہ بوقت بیکاری معین اپنے مصارف روزینہ کی ہوسکے اور قیام سندیلہ بحالت بیکاری مجبوراً ترک نہ کرنا پڑے ہزار ہزار شکر پروردگار عالم کا کہ اس نے اپنے فضل سے میرے ان خیالات کو پورا کیا اور بقدر میرے صرف کے جائداد غیر منقولہ مجھے حاصل ہوئی جس سے ایام بیکاری بہ آسانی بسر ہو رہے ہیں۔ میں نہایت مناسب تصور کرتا ہوں کہ جس قدر جائداد غیر منقولہ علاوہ زر نقد و زر زیور جو اس وقت میرے قبضہ میں ہے حوالہ رقم کروں اور جس قدر تمتع منافع زر تمسکی سے حاصل ہوتا ہے اس کو بھی لکھوں تاکہ میرے جانشینان کو معلوم ہو کہ ہمارے مورث نے اکیس سال کی مدت میں کس قدر ترقی کی جس سے اکثر رؤسائے قصبہ ہذا وغیرہ خوش روزگار کو باعث حسد متصور ہے۔ دس پندرہ برس قبل جائداد غیر منقولہ کی اتنی قدر نہ تھی جیسی کہ اس وقت ہے اسی وجہ سے اس زمانہ میں بہت کم قیمت پر حاصل ہوئی۔ اگر وہ زمانہ حال بہ نرخ بازار فروخت کی جائے تو محل شک کا نہیں ہوسکتا کہ دو چند قیمت اس کی ملے۔ میزان جملہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ۔ چوالیس ہزار پانچ سو ترسٹھ روپے سات آنہ چار پائی۔ (اس کے بعد اس آمدنی کی تشریح دو صفحوں میں لکھی ہے۔ ہاشمی)

نولکشور کو خط: ۲۵ جنوری ۱۸۸۸ء۔ میں نے جو خط مبارک باد حصول خطاب منشی نولکشور مالک مطبع

Marfat.com

اودھ اخبار محررہ ۱۳ر جنوری ۱۸۸۸ء کو بھیجا تھا وہ اودھ اخبار ۲۴ر جنوری ۱۸۸۸ء نمبر ۱۳۹ میں طبع ہوا ہے۔

متعلق چاہات و باغ: ۲ر فروری ۱۸۸۸ء۔ کو کل یکم فروری کے اودھ اخبار میں بعنوان 'ہمدردی' میرے کنویں بنانے اور باغ لگانے موضع 'برکاپور' کا نہایت عمدہ مضمون جو مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب مدرس سندیلہ نے شائع کرایا ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔

۱۲ر فروری ۱۸۸۸ء۔ اخبار 'خیر خواہ عالم' دہلی محررہ ۸ر فروری ۱۸۸۸ء اور اخبار 'دبدبہ سکندری' رام پور محررہ ۶ر فروری ۱۸۸۸ء میں میرے باغ و کنواں واقع موضع برکاپور کی بہت تعریف لکھی ہے میں نے یہ دونوں چیزیں محض واسطے رفاہ عام کے بنوائی ہیں۔

فال: ۱۷ر فروری ۱۸۸۸ء۔ آج میں نے فال اپنی بہبودی کی کتاب سکندر نامہ میں دیکھی جس کا جواب نکلا۔ شعر مبارک بود فال بر رخ زدن نہ بر رُخ زدن بلکہ شہ رُخ زدن

خواب خوش: ۱۵ر مارچ ۱۸۸۸ء۔ صبح کے وقت خواب دیکھا کہ نازنین اہل فرنگ نازک اندام کمرہ نفیس میں بہ التفات مجھ سے پیش آئیں اور اپنے دونوں رخساروں پر بجوشی بوسے دیے۔ یہ خواب ایسا ہے کہ کبھی مجھے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن حصول کامرانی اور دولت اس کی تعبیر ہے۔

شبرات کی آتش بازی: ۲۷ر اپریل ۱۸۸۸ء۔ چونکہ برخورداران ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی اس مرتبہ ہردوئی سے نہیں آئے (جہاں وہ زیر تعلیم تھے۔ ہاشمی) لہٰذا میرے یہاں تقریب شبرات میں سناٹا رہا۔ تھوڑی آتش بازی میں نے نور دیدہ منتظم حسین (پوتا) کو منگا دی تھی۔ جو محل سرا میں چھوڑی گئی ورنہ چند روپوں کی آتش بازی چھوڑی جاتی تھی۔

شادی جنگ بہادر: یکم مئی ۱۸۸۸ء۔ آج شب کو جلسہ شادی کنور جنگ بہادر خلف راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار 'سرَوَن بڑاگاؤں' میں شریک ہوا۔ افضل حسین کشمیری لکھنؤ کے ناچ میں جو بیالیس روپیہ یومیہ علاوہ خرچ خوراک و کرایہ ریل آمد و شد کے لکھنؤ سے آیا تھا میں چند گھنٹے تک بوفورعنایت راجہ صاحب شریک رہا اور مبلغ دو روپے نیوتہ دے کر نصف شب کو مکان پر واپس آیا۔ راجہ صاحب نہایت صاحب حوصلہ ہیں اگرچہ علاقہ کورٹ ہونے سے حسب خواہش خود اس تقریب میں صرف نہ کر سکے لیکن تاہم فرض و دام سے بہت کچھ عالی ہمتی کو دخل دیا۔

'مونس غم گسار': ۲۷ر مئی ۱۸۸۸ء۔ کل سے میں کتاب "مونس غم گسار" مرسلہ برخوردار سید حافظ علی معائنہ کرتا ہوں۔ واقعی انھوں نے اس کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں اچھا کیا ہے، قصہ دلچسپ ہے جس کو شاید برخوردار

Marfat.com

موصوف عنقریب طبع کرادیں گے۔ (یہ کتاب ۱۸۸۹ء میں لکھنؤ میں طبع ہوئی۔ میرے پاس موجود ہے۔ ہاشمی)

دوانبہ: ۷؍ جولائی ۱۸۸۸ء۔ مسماۃ .... منکوحہ چودھری محمد رؤف نے ایک دوانبہ براہ مذاق مجھے بھیجا جس کے معاوضے میں میں نے ۳۰ انبہ تخمی اور ۳ عدد قلمی بھیجے جسکو شاؔد الیہا نے بکمال مسرت قبول کیے اور شکریہ کہلا بھیجا۔

شیخ رعایت حسین: ۷؍ جولائی ۱۸۸۸ء۔ اس حالت انقلاب میں جب کہ زمانہ میرے موافق نہیں ہے شیخ رعایت حسین وکیل ہردوئی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے برخورداران ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی اور ان کے ہم راہیوں کو بباعث نہ ملنے مکان کے ۲؍ جولائی سے آج تک اپنے مکان پر رکھا اور ان کے خورد و نوش کا بار اپنے ذمہ لیا اور ہر طرح سے تلاش مکان میں مدد کافی دی۔ واقعی میں وکیل صاحب اس زمانہ میں بے نظیر ہیں اور میرے ساتھ ان کا برتاو ۲۳ سال سے بحالت مساوی چلا آتا ہے۔

۸؍ جولائی ۱۸۸۸ء مکان پختہ رام سرن مستری ہردوئی بغرض قیام برخورداران ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی تین روپیہ کرایہ ماہواری پر لیا گیا اور اس پر چھپر وغیرہ ڈلوا کر آج وزیر علی داروغہ شام کی ریل میں ہردوئی سے واپس آیا قیام لڑکوں کا آج سے اس میں ہوا۔ دو مہینہ کا کرایہ پیشگی ادا کیا گیا اور چھ سات روپے جو تیاری چھپر میں صرف ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ مگر شکر ہے کہ لڑکوں کو بغرض قیام مکان تو مل گیا۔[1]

توقیر ذاتی: ۱۹؍ جولائی ۱۸۸۸ء۔ آج کل چودھری محمد عظیم صاحب و چودھری نصرت علی صاحب میرا اعزاز کمال کرتے ہیں اور بہت محبت و تپاک سے آتے ہیں اور جو تحریر میرے نام بھیجتے ہیں وہ ایسی عزت و وقعت کی ہوتی ہے جس سے دوسروں کو تحیر ہوتا ہے۔ میں بہر حال شکر پروردگار ادا کرتا ہوں کہ خداوند کریم تا زیست میری عزت اور آبرو ایسی ہی قائم رکھے اور ترقی مدارج فرمائے۔

ایک تجربہ: ۲۴؍ اگست ۱۸۸۸ء۔ تجربہ سے ظاہر ہوا کہ دھبہ ہائے ذیل اشیائے مندرجہ تحت سے اگر دھوئے جائیں تو معدوم ہو جاتے ہیں۔ اگر گھی کا دھبہ پڑ جائے تو سجی سے جاتا رہتا ہے۔ تیل کا دودھ سے، روشنائی کا دہی سے اور پان کی پیک کا شکر سے۔

خالہ خود: ۲۵؍ ستمبر ۱۸۸۸ء۔ اگرچہ ماں کو اپنے فرزند سے جس قدر محبت ہوتی ہے اس قدر دوسرے سے چاہے جیسا کہ وہ عزیز قریب ہو ممکن نہیں ہے لیکن جناب خالہ صاحبہ والدۂ سید فضل حسین کی ہمدردی کا میں

---

[1] مولوی صاحب کے یہ دونوں بیٹے ہردوئی میں پڑھتے تھے۔ پہلے فضل حسین تعلقہ دار کے ایک مکان میں رہتے تھے لیکن مظہر علی سے ناچاقی کے باعث اب انھوں نے اپنا مکان لڑکوں سے خالی کرالیا تھا۔ ہاشمی

Marfat.com

شکریہ ادا نہیں کرسکتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے فرزند سے کسی حال میں کم نہیں چاہتیں اور یہ اُلفت ان کی انتہا درجہ کی ہے کہ جب سید فضل حسین نے بلاوجہ مجھ پر ضلع 'کھیری' میں دعوا دائر کیا تو جناب مقدسہ کو اس سے ازبس رنج و ملال ہوا اور اسی حالت میں انھوں نے درگاہ ایزدی میں دعا مانگی کہ جس وقت مقدمہ میں منظہری علی کو کامیابی ہوگی تو مسجد میں نیاز کروں گی۔ جنانچہ جب خبر میری کامیابی کی جناب مقدسہ نے سنی تو مسجد میں طاق بھرا اور رحافظ کرم احمد صاحب کے تعزیہ پر شربت وغیرہ ۹ محرم کی رات کو چڑھایا۔ یہ نظیر ایسی صاف ہے کہ اس سے ان کی محبت اور جوش مادری کا ثبوت کامل ہوتا ہے اور چونکہ جناب مقدسہ ہمیشہ میری نیک روشی چال چلن اور اطاعت سے خوش تھیں اور ہیں اس وجہ سے وہ تمام تر اپنے فرزند کو میرے مقابلہ میں ملزم اور خطاوار جانتی ہیں اور کسی قسم کا کوئی شک میری نسبت ان کو نہیں ہے۔ بحمد اللہ کہ ایسی پاک طینت اور منصف مزاج عورتیں بھی دنیا میں ہیں۔ ایسی حالت میں جس قدر شکریہ جناب مقدسہ کا ادا کیا جائے کم ہے جن کو اپنے فرزند اکلوتے کے مقابلہ میں مجھ سے کہیں زیادہ محبت ہے۔ یہ محض تائید ایزدی ہے ورنہ اس قسم کی محبت اور ہمدردی اس زمانہ میں نایاب ہے۔

بیٹوں کی تعلیم: ۳۰ ستمبر ۱۸۸۸ء۔ آج برخورداران مجتبیٰ علی وارتضی علی و مرتضی علی کو گیارہ بجے دن کی ریل میں لکھنؤ بھیجا کہ مدرسہ جوبلی میں انگریزی پڑھیں اور مکان منشی گنج محلہ کہ مشیر الزماں میں جو مدرسہ سے قریب ہے قیام رکھیں اور علاوہ مصارف پارچہ و جوتا و خرید کتب وغیرہ مبلغ ۳۵ روپے ماہواری ان کے صرف خورد و نوش کے واسطے بشمول صرفہ برخوردار مصطفےٰ علی (جو کیننگ کالج میں لا لیکچر سنتے ہیں) مقرر کر دیے۔ چونکہ چاروں بھائی ایک ہی مقام پر رہیں گے غالباً خرچ میں کفایت ہو.... اللہ تعالیٰ حصول علم سے ان کو فیض یاب کرے۔ اگرچہ میں ایک سال زائد سے بیکار ہوں لیکن تعلیم اطفال کے واسطے مجھے صرف کرنے میں ہرگز کوئی دریغ نہیں۔ آئندہ اللہ مقدم برخوردار مصطفےٰ علی کی ترک ملازمت اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ ضلع ہردوئی سے مجھے اب تک تاسف ہے کیونکہ جو شخص ان کی جگہ مقرر ہوا ہے وہ اس نوکری پر مستقل ہوگیا اور چالیس روپے ماہواری پاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اب ان کا مقدر کب یاوری کرتا ہے۔ تجربہ ہے کہ از خود روزگار چھوٹنے سے بمشکل روزی ملتی ہے۔

کھنکھجورا: ۲۷ اکتوبر ۱۸۸۸ء۔ دو بجے رات میں سو رہا تھا۔ ایک کھنکھجورے نے میری بائیں پنڈلی میں ایسا کاٹا کہ خواب مفقود اور سوزش سے پریشان ہوگیا۔ وہ موذی اسی وقت مارا گیا جو رضائی میں لپٹا تھا۔ یہ پہلا مرتبہ ہے کہ مجھے اس سے ضرر پہنچا۔ اس کی سوزش مساوی نیش بھڑ کی ہوتی ہے۔ مقام ماؤف پر استعمال عرق پیاز سے افاقہ ہوا جو اس کا مجرب علاج ہے۔

Marfat.com

ہردل عزیزی: ۱۰؍اکتوبر ۱۸۸۸ء - آج کل منشی فضل حسین کسی کو نوکر رکھتے ہیں تو اوّلاً اس سے اقرار لیتے ہیں کہ مظہر علی (یعنی راقم) کے مکان پر نہ جانا اور نہ اس سے کوئی تعلق رکھنا یا ملاقات کرنا۔ ان کا یہ ظنِ غالب ہے کہ ان کے ملازمین موقوف شدہ علانیہ اور اکثر خفیہ مجھ سے رسم رکھتے ہیں اور میرے خیرخواہ ہیں اور عموماً کل باشندگان سندیلہ کی نسبت انھیں خیال میری ہمدردی کا ہے اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ مرتبہ باوصف تعلقہ دار ہونے کے مجھے کیوں حاصل نہیں ہے۔ یہ خیالات منشی صاحب بجائے خود درست نہیں ہیں۔ یہ بات صرف تعلقہ دار یا صاحبِ دولت ہونے سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ یہ رنگ ہی دوسرا ہے جو ہر شخص کو سرسری طور سے نصیب نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اپنے نفس پر اس قدر قابو نہ ہو کہ لوگوں سے بہ لحاظ ان کی منزلت و مرتبہ حال کے پیش آنا۔ ان کے مقاصد متوجہ ہو کر سننا اور انجاح مرام میں دریغ نہ کرنا۔ اس کے حق میں بوقت موقع کلمۂ خیر بولنا۔ بوقت استفسار ان کو صلاح نیک دینا۔ کسی حاجت مند کو بہ ترش روئی جواب نہ دینا اور خاص خاص حالتوں میں ان کی دردمندی کرنا۔ اکثر موقع پر ضبط و تحمل کو روا رکھنا۔ دشمن کے ساتھ حتی الامکان دوستی کا برتاؤ کرنا اور جب عاجز و معذور ہو تو انتقام نہ لینا۔ بعض محل پر مصلحتاً اپنا نقصان جائز رکھنا۔ ہر ایک سے بلا کسی قید کے بہ اخلاق و محبت پیش آنا۔ نیک نیتی و خوش چلنی اختیار کرنا۔ ایفائے وعدہ میں کوشش کرنا۔ غلط بیانی سے احتراز کرنا۔ امور معاملاتی میں لغویت کو راہ نہ دینا۔ سوچ سمجھ کر بات کہنا۔ بلاوجہ کسی کی غیبت یا ہجو نہ کرنا۔ دشمنوں کے گھٹانے میں توجہ بلیغ رکھنا۔ اپنے اختیار و اقتدار پر مغرور نہ ہونا۔ مسلک صلح کل اختیار کرنا۔ جب یہ باتیں اختیار کی جائیں تو اس وقت مرتبۂ ہردل عزیزی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ان سب پر میں ہنوز قادر نہیں ہوں لیکن کوشش کرتا ہوں کہ اپنے نفس کو اس جانب راغب کر سکوں۔

مفید العدالت: یکم نومبر ۱۸۸۸ء - آج ایک کتاب قانون فوجداری موسومہ 'مفید العدالت' مولفہ منشی غلام حیدر خاں صاحب جائسی، سب جج ضلع سلطان پور جس میں علاوہ نظائر مجموعہ تعزیرات ہند و ضابطہ فوجداری وغیرہ بھی شامل ہیں اور کارروائی عدالتی کو اس سے بہت مدد مل سکتی ہے مطبع نولکشور لکھنؤ سے منگائی (قیمت دو روپے خرچہ آٹھ آنے)۔ جہاں تک بادی النظر میں دیکھا گیا یہ کتاب کارروائی عدالت کے لیے بہت مفید ہے جس کی روزمرہ احتیاج رہتی ہے۔ علاوہ حوض کے ضروری قانون حاشیہ پر درج ہیں۔

مجتبیٰ علی: ۲۸؍نومبر ۱۸۸۸ء طبیعت برخوردار مجتبیٰ علی کو ہنوز عارضہ لاحقہ بول فی الفراش سے افاقہ نہیں ہے۔ ہرچند معالجہ میں زر کثیر صرف کیا گیا اور ہو رہا ہے لیکن ہنوز روز اوّل ہے۔ اب حکیم حیدر علی

Marfat.com

صاحب لکھنؤ نے تجویز کیا ہے کہ اگر پندرہ روپے نقد دیے جائیں تو ایک چہارم نسخہ کا دضماد کا تیار کرا دیا جاوے تو اس کے استعمال سے بالضرور فائدہ ہوگا اور یہ نسخہ مجرب ہے جس کے استعمال سے ایک شاہزادے کو نفع معتد بہ حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے برخوردار موصوف کو پندرہ روپے دیے اور ہدایت کی کہ لکھنؤ جا کر نسخہ تیار کرا دیں اور استعمال کریں شافی مطلق اس نسخہ سے شفا کامل عطا کرے۔ چونکہ لڑکا نہایت سعید، نیک بخت مطیع و ہر دل عزیز ہے اس وجہ سے میری طبیعت کو اس سے زیادہ اُنس ہے اور عموماً کل اہل محلّہ اس سے ازبس محبت رکھتے ہیں۔

<u>ایک رمال</u>: ۲۱ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ آج گلاب شاہ رمال ساکن پاک پٹن و جاروب کش درگاہ حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ سرہٗ ملک پنجاب میری ملاقات کو آئے اور بعد جفر نے زائچہ کے مجھ سے کہا کہ تمہارا مقصد یاور ہے۔ تا بہ زیست خوش حالی سے بسر کروگے اور مدت دو مہینہ میں تمہاری بہبودی حسب خواہش ہوگی اور تمہارا چھوٹا لڑکا مرتضیٰ علی بہت بڑا خوش نصیب ہوگا اور تمہارے اعزاز و ثروت سے اس کا مرتبہ بلند ہوگا[1] لہٰذا یہ مضمون بطور آزمائش حوالہ قلم کرتا ہوں کہ ان احکام کا کہاں تک ظہور ہوتا ہے لیکن جو حالات گزشتہ رمال صاحب نے میری اور دوسروں کی نسبت بیان کیے وہ سب صحیح معلوم ہوتے ہیں۔

<u>خواب خوش</u>: ۳۰ جنوری ۱۸۸۹ء۔ آج کئی روز سے بہ شب خواب ہائے خوش نظر آتے ہیں۔ دو روز سے تو اپنے کو بمقام بلند اور گھوڑے پر سوار دیکھا اور آج صبح ہاتھی عماری دار پر سوار اور ہمراہی میں بہت سا مجمع اور جلوس نظر آیا۔ دیکھیے کہ اس کا ظہور کب ہوتا ہے۔ میں اپنی عقیدت سے لکھتا ہوں کہ میرے خوابوں کا ظہور کبھی دیر کبھی جلد ضرور ہوتا ہے جس کے امتحانات اور تجربے متواتر ہو چکے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں لیکن ابھی تک یہ امر امتحان طلب ہے کہ کس موسم و تاریخ و دن کا خواب سریع الظہور اور بطی الظہور ہوتا ہے۔

<u>اثر آہ</u>: ۱۸ مارچ ۱۸۸۹ء۔ جو عرضی بندگان خدا کی طرف سے بہ شکایت منشی مقبول احمد تحصیلدار سندیلہ بذریعہ صاحب کمشنر بحضور صاحب ضلع ہردوئی پیش ہوئی اس کی نسبت صاحب ضلع کو فضل حسین اور ان کے مختار محمد یحییٰ پر شک ہوا۔ لہٰذا صاحب بہادر نے بعد اظہار ناراضگی محمد یحییٰ کو عرائض نویسی تحصیل سندیلہ سے برخاست کر دیا۔ یہ عجیب کارروائی ہوئی کہ بندہ خدا کی عرضی اور معزولی محمد یحییٰ۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تو یہ نتیجہ محمد یحییٰ کے اس ظلم کا ہے جو انھوں نے حافظ باسط علی واجب الرحم کو ۱۰ مارچ سن الیہ کو صدمہ پہنچایا اور اس ظلم و ستم رسیدہ نے آہ سرد کھینچ کر اور سنگ شکیبائی اپنے سینہ بے کینہ پر خواہاں دادرسی اپنے منتقم

---

[1] یہ بات بعد میں صحیح ثابت ہوئی۔ مرتضیٰ علی صاحب ریاست بھوپال میں جج ہائی کورٹ ہو گئے تھے۔ ہاشمی

حقیقی سے ہوا جو استدعا فوراً مستجاب ہوئی جس کی تصدیق اس شعر سے ہوتی ہے ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن　　اجابت از در حق بہر استقبال می آید

وصیت نامہ: ۵ مئی ۱۸۸۹ء - آج میں نے ایک وصیت نامہ بنام اپنے جانشین کے تحریر کیا کہ بعد میرے اسی کے بموجب عمل درآمد ہونا چاہیے اور جو وصیت نامہ میں نے ۷ ؍ جولائی ۱۸۷۹ء کو تحریر کیا وہ قابل نفاذ نہیں رہا - وصیت نامہ بنام میری اہل خانہ مساۃ شمس النساء ہے جو لبعد میرے مالک جائداد ہوں گی۔

شجرۂ خود: ۱۴ ؍ مئی ۱۸۸۹ء - شجرہ مندرجہ ذیل سے راقم کی سولھویں پشت مخدوم سید علاؤ الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز سے ہے - آپ ہی کے صرف ذاتی کے لیے موضع مخدوم پورہ معاف ہوا تھا جب سے اسی حالت میں چلا آتا ہے - پشت نامہ:

"سید مظہر علی بن سید مظفر علی بن مولوی سید الٰہی بخش (عرف میر جیون) بن سید محمد بخش بن سید محمد اعلم بن سید محبوب عالم بن مولوی سید موسیٰ بن سید ابوالمعالی بن سید عبدالحی بن سید بندگی شیخ حسن بن سید احمد بن سید لاڈ بن سید مصطفیٰ بن سید سجن بن سید مجیرالدین بن مولوی سید علاء الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز"

مجتبیٰ علی پسر خود: ۲۹ ؍ مئی ۱۸۸۹ء - آج برخوردار مجتبیٰ علی نے اپنے ہم سنوں کو روزہ کھلوایا۔ افطاری بہت تیار ہوئی تھی - اس لڑکے کے مزاج میں صلاحیت اخلاق عامہ ہے - کل ہمسن اس سے محبت رکھتے ہیں اور سلسلہ آمد و رشد جاری رہتا ہے اور ان کے وسعت اخلاق سے کوئی ناخوش نہیں جاتا - علاوہ بریں اہل محلہ کے تمام مرد و زن ان کی روش و چلن کا اعتبار کرتے ہیں اور بدرجہ غایت رضامند ہیں - خدا نصیب و رکرے - یہ مرتبہ ہر دل عزیزی کا برخوردار مصطفےٰ علی کو حاصل نہیں ہے۔

مجسٹریٹی درجہ دوم: ۱۴ ؍ جون ۱۸۸۹ء - آج ڈاک سکریٹری گورنمنٹ محکومہ ۸ ؍ جون ۱۸۸۹ء نمبری ۱۲۶۱ بدیں مضمون موصول ہوا کہ راقم اور راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار کو اختیارات مجسٹریٹی درجہ دوم اندر حدود میونسپل سندیلہ عطا ہوئے - بدریافت اس حال کے شکر خدا بجالایا کہ اس نے اپنے حبیب کے طفیل سے مجھ ناقابل کو ایسے اختیارات جس کی بڑے بڑے لوگ تمنا رکھتے ہیں عطا فرمائے اور میرے ہم چشموں میں مجھے تفاخر بخشا یہ نتیجہ کرنیل بیچر صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی کی عنایت کا ہے - آج حاسدوں کو میرے اس حصول اعزاز سے نہایت درجہ قلق اور ملال ہوا۔

چند کتب: ۳ ؍ جولائی ۱۸۸۹ء - آج کتاب "مطلع العلوم و مجمع الفنون" و سر کلرات صاحب جوڈیشیل

Marfat.com

من ابتداے ۱۸۶۲ء لغایت ۱۸۷۱ء و نظائر قانون فوجداری بابت ۱۸۷۸ء مطبع نولکشور لکھنؤ و نظائر ہند الہ آباد سے جن کی قیمت حسب ذیل ادا کی گئی منگائے۔ مطلع العلوم و مجمع الفنون ایک جلد ڈھائی روپے سرکلرات سوا روپے۔ نظائر سوا روپے محصول وغیرہ۔ بارہ آنے۔ جملہ پانچ روپے بارہ آنے۔

عید الضحیٰ: ۸ راگست مطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ۔ آج بہ تقریب عید الضحیٰ میرے مکان پر باشندگان سندیلہ کا مجمع کثیر رہا اور مجھے اپنے عنایات و اشفاق سے مشکور کیا۔ مبلغ گیارہ روپے سوا تیرہ آنے انعام وغیرہ میں صرف ہوئے اور میں اس بات کا نہایت شکر گزار ہوں کہ باوجودیکہ میں نہایت ناچیز و کم سرمایہ آدمی ہوں لیکن روسائے قصبہ ہذا مجھے نہایت نگاہ وقعت سے دیکھتے ہیں اور میرا اعزاز کرتے ہیں۔ پروردگار عالم تاحیات میری عزت اور وقعت برقرار و قائم رکھے!

اودھ اخبار: ۱۰ اگست ۱۸۸۹ء۔ اودھ اخبار منشی نولکشور کی خریداری کے لیے بعوض مبلغ بیس روپے سالانہ میونسپل کمیٹی سے منظور ہوئے۔ لہٰذا آج زر مذکورہ بذریعہ منی آرڈر بخدمت صاحب مطبع لکھنؤ بھیجا گیا کہ ۱۲ اگست سن الیہ سے روزانہ پرچہ بھیجا کریں جو میرے نام سے آیا کرے گا۔

گھڑیاں: ۳۱ اگست ۱۸۸۹ء ۔ آج چھ گھڑیاں دوکان فیور لو با کمپنی بمبئی سے اپنے اور اپنے احباب کے واسطے بہ قیمت ننانوے روپے منگائیں جس پر خرچہ حسب ذیل واجب ہوا۔ قیمت گھڑی ۔۹۰ روپے محصول ڈاک و فیس منی آرڈر۔ دو روپے محصول اکڑائی۔ ایک روپیہ دو آنہ آٹھ پائی۔ تفصیل خریداران گھڑی۔ راقم، راجہ درگا پرشاد کنور رنر نار بہادر صاحب تعلقدار (دو گھڑیاں) چودھری جاوید علی صاحب، مولوی عبد القادر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نواب گنج۔

۱۰ محرم ۱۳۰۷ھ: ۷ ستمبر ۱۸۸۹ء بخلاف معمول آج میں واسطے زیارت و دفن تعزیوں کے کربلا نہیں گیا۔ اول تو گرمی تھی دوسرے طبیعت بالکل متوجہ نہ ہوئی۔ تذکرۃً منکار قاضی عابد علی صاحب سے معلوم ہوا کہ امسال قصبہ ہذا میں ۶۹ تعزیے رکھے گئے۔

تلفظ زبان انگریزی: ۸ اکتوبر ۱۸۸۹ء۔ میں کثرت کام میونسپل سے بہت عدیم الفرصت ہوں۔ حتیٰ کہ اگر تھوڑا سا وقت ضائع ہوتا ہے تو کمال افسوس معلوم ہوتا ہے۔ اور جس وقت کام سے فرصت ملی تو فوراً نوشت و خواند انگریزی میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ شب کو میر حسن علی ماسٹر انگریزی واسطے تعلیم انگریزی زبان کے بالمرہ آتے ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ تلفظ انگریزی میں ایک مہینہ کی محنت سے بہت کچھ ترقی حاصل ہوئی۔ اگر چندے یہی شغل رہا تو مجھے انگریزوں سے زبان انگریزی میں گفتگو کرنا

Marfat.com

دشوار نہ ہوگا۔ خدا میری خواہش کی تکمیل کرے۔

قاضی ابوالحسن: ۶ نومبر ۱۸۸۹ء۔ آج قاضی ابوالحسن ولد قاضی اقتدار علی جو میرے حقیقی خالہ زاد بھائی ہیں اور میں ان کا ہر حالت میں ان کا دوست اور بہی خواہ رہا) میری عیادت کو آئے اور برسم ظاہری خیریت دریافت کی۔ جب سے مفسدوں نے میرے اور منشی افضل حسین کے درمیان میں ملال پیدا کرا دیا اور میں تعلقہ جلال پور سے علحدہ ہوا تو قاضی صاحب نے بھی میرے یہاں کی آمد و رفت و شرکت شادی و غمی ترک کردی تھی۔ آج نہیں معلوم کہ کیا دنیا گزرتے دیکھی جو انھوں نے ایسا ارادہ کیا۔

نقشہ ہندوستان: ۴ جنوری ۱۸۹۰ء۔ آج ایک نقشہ جس میں انگریزی فارسی ہندی میں نام شہر و قصبہ وغیرہ درج ہیں بہ قیمت ڈھائی روپے و بہ صرف تین آنہ تین پائی خرچہ محصول وغیرہ مطبع الٰہ آباد سے منگایا۔ یہ نقشہ عمدہ ہے، رنگ و روغن سے آراستہ و مرتب اور جس قدر ریلیں اس وقت تک جاری ہوئی ہیں ان سب کا سلسلہ اس میں موجود ہے اور اسی قسم کا ایک نقشہ راجہ کنور نرندر بہادر صاحب اور ایک منشی فہیم الزماں صاحب کو منگا دیا۔

گھوڑا کمیت: ۱۰ جنوری ۱۸۹۰ء۔ آج راقم اپنے گھوڑے کمیت پر اوّل مرتبہ سوار ہوا اگرچہ چال درست نہیں ہے لیکن بہت شائستہ چالاک، مادہ قدم بازی اس میں موجود ہے۔ شاہ گام بہت تیزی سے چلتا ہے۔ سائیس وغیرہ دوڑے بغیر اسکے ساتھ نہیں پہنچ سکتے۔ اگر چندے کوئی چابک سوار اسے درست کریگا تو بہت خوش رفتار ہوگا۔

رشتہ پسر خود: ۲۱ جنوری ۱۸۹۰ء۔ آج خط مولوی نصیر الدین تعلقہ دار میرپور ضلع بارہ بنکی بجواب تحریر راقم مورخہ ۲ جنوری سن الیہ بمقام لکھنؤ محلہ دنیا گاؤں سے بدیں مضمون موصول ہوا کہ بوجہ قرابت قدیم نسبت برخوردار سید مجتبیٰ علی اپنی لڑکی سے بدل منظور ہے اور بمقابلہ رشتہ داری جدید کے رشتہ قدیم کو ترجیح ہے۔ چونکہ میرا قیام لکھنؤ میں رہتا ہے اس وجہ سے آپ ایک روز آکر مجھ سے ملاقات کریں جس کی اطلاع پیشتر سے دیں۔ چنانچہ بوصول تحریر ہذا کماہی اطمینان ہوا اور آج بشام کی ریل میں منشی وزیر علی اپنے داروغہ خاص کو معہ تھوڑی شیرینی کے بغرض استدراک خیریت تعلقہ دار صاحب لکھنؤ روانہ کیا۔

توصیفی سند: ۲۰ اپریل ۱۸۹۰ء۔ سید علی بہادر صاحب تحصیلدار سندیلہ و پریسیڈنٹ میونسپل سندیلہ نے وقت تحریر رپورٹ سال تمام میونسپل کے میری نسبت یہ لکھا کہ سید مظہر علی سکرٹری میونسپل کام سکرٹری کا شخص ملازم سے زیادہ مستعدی سے کرتا ہے۔ ایسا ایمان دار و معتبر شخص ممالک متحدہ میں کوئی نہ ہوگا۔ حکام ضلع کو ان کی کارروائیوں کی قدر کرنا چاہیے۔

Marfat.com

حاجی وارث علی شاہ: ۵ رمئی ۱۸۸۹ء - آج صبح کو حاجی وارث علی شاہ صاحب رئیس دیوا نے بطیب خاطر خود مجھے یاد کیا۔ میں فوراً مکان عبدالعلی موسیٰ پور میں جاکر قدم بوس ہوا۔ شاہ صاحب نے خلاف عادت خود سرو قد میری تعظیم کی اور نہایت تپاک سے اپنے قریب مجھے بٹھلایا اور بعد دریافت خیریت و امور معمولی کے رخصت کیا۔ وجہ طلب میری سمجھ میں نہیں آئی۔ شاہ صاحب نہایت مکرم و محترم بزرگ ہیں۔ ہزارہا مرد و زن دیہہ بدیہہ، شہر بہ شہر آپ کے مرید ہیں۔ آپ سوائے مریدوں کے اور کسی سے ملاقات کم کرتے ہیں۔ یہ محض آپ کی توجہ و عنایت خاص ہے جو اس صورت سے راقم کو اعزاز بخشا۔

ٹھاکر کھڑگ سنگھ: ۷ رمئی ۱۸۹۰ء - آج صبح کو ٹھاکر کھڑگ سنگھ ولد بھوپ سنگھ زمیندار موضع ہیا' بعارضہ پیچش شفاخانہ سندیلہ میں فوت ہوئے۔ عمر ۵۲ سال تھی۔ ابھی بہت تندرست و توانا تھے۔ راقم سے ازبس ربط تھا۔ جب کبھی سندیلہ آتے تو بدون میری ملاقات کے واپس نہیں جاتے تھے اور ان کو بھی مجھ سے ازبس تقویت تھی۔ جب کل گاؤں سے سندیلہ آئے تھے تو میں نے ٹٹی خس و دیگر سامان ضروری ان کی آسائش کے واسطے بھیج دیا تھا۔ افسوس کہ دنیا کو مطلق ثبات نہیں۔ دم زدن میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔

تعلقہ دار بھرآون: ۲۰ رمئی ۱۸۹۰ء - آج صبح کو راجہ مادھو سنگھ تعلقہ دار 'بھراون' (تحصیل سندیلہ) میری ملاقات کو تشریف لائے اور قریباً دو گھنٹہ نشست رکھ کر ہر ایک امر متعلقہ ریاست مجھ سے مشورت کرتے رہے ..... راجہ صاحب میری ملاقات سے بہت اظہار مسرت کرتے رہے اور بوقت ضرورت نیک صلاح دینے کا اقرار لیا۔ شب کو میں نے بھی 'باغ پڑاؤ' ملاقات باز دید کی۔

ایک حادثہ: ۲۷ رمئی ۱۸۹۰ء - آج بوقت شام راقم واسطے معائنہ نہر جدید کے گیا۔ جس وقت نہر مذکور کو موقوعہ باغ نثار علی وکیل عقب مسجد 'کفر توڑ' معائنہ کر رہا تھا دفعتاً میرا گھوڑا پچھلے پیروں سے نہر میں پھسل پڑا اور اس کے ساتھ میں نہر میں گرا جو سطح زمین سے پانچ چھ فٹ گہری تھی لیکن شکر ہے کہ میں بالکل ضرر جسمانی سے محفوظ رہا اور گھوڑے کو بھی کوئی آسیب نہیں پہنچا اور پھر اسی وقت سوار ہو کر اور ہر ایک کام متعلقہ کو دیکھتا ہوا قریب آٹھ بجے مکان پر آیا۔ جب تک یہ غلغلہ تمام قصبہ میں پھیل گیا اور ہر ایک احباب و اعزہ کی جانب سے پیغام استدراک خیریت گیارہ بجے رات تک آئے۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔

انگریزی الف لیلہ: ۳۰ رمئی ۱۸۹۰ء - آج کل دو ہفتہ سے انگریزی الف لیلہ میرے مطالعہ میں ہے۔ بعد تناول طعام دوپہر کو اس کے دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ منظور ہے کہ ایسی کتب کی مداولت سے اس قدر استعداد ہم

Marfat.com

پہنچاؤں کہ بلا توقف حکام وقت سے ذکلم (خط و کتابت) کر سکوں۔ ہر زمانہ کی لیاقت اسی پر موقوف ہے کہ حکام وقت کی زبان سے وقوف رکھے۔

تیاری نہر و پل : ۲ر جون ۱۸۹۰ء۔ آج کل مجھے کام تیاری نہر و پلوں سے سخت تکلیف ہے۔ باوصف شدت گرمی ایک دو میل واسطے معائنہ کام کے جاتا ہوں اور بہ مستعدی کمال حساب و کتاب اس کا جانچتا ہوں۔ خدا تکملہ ان کا بخیر کرے۔ میری ذات کو اس مشقت سے بجز اس کے اور کوئی فائدہ نہیں کہ بندرہ بیس شریف آدمی بہ زمرۂ میٹان کام میں متعلق رہتے ہیں اور مجھے دعائے خیر سے یاد کرتے ہیں۔

ملازمت میونسپلٹی : ۱۴ر جون ۱۸۹۰ء۔ اگرچہ سلسلہ ملازمت میونسپل سندیلہ مجھے حاصل نہیں ہے لیکن اس کام کو اس قدر مشقت و دیانت سے سرانجام کرتا ہوں کہ شاید کوئی ملازم بھی نہ کرتا اور کام کی کثرت بوجہ تیاری نہر کربلا و برونی کے اس قدر ہے کہ کوئی وقت فرصت نہیں ملتی۔ اکثر میرے اعزہ و باشندگان قصبہ معترض ہیں کہ یہ مفت زحمت اپنے سر کر لی گئی جس کا بظاہر کوئی نفع نہیں۔ لیکن میرے خیالات ان کے بالکل مخالف ہیں۔ اگرچہ یہ مسلم ہے کہ اس کام کو کرنے سے میرا سردست کوئی ذاتی فائدہ نہیں لیکن یہ بہت بڑا نفع خیال کرنے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسی کام کی بدولت روسائے قصبہ ہذا خصوصاً و تمامی باشندگان سندیلہ عموماً مجھے نگاہ عزت سے دیکھتے ہیں اور اکثر ان کے مقاصد میری توجہ سے طے ہوتے ہیں۔ بہت سے اشخاص میرے ذریعہ سے متفرق کاموں پر مقرر ہیں جن کا تمام خاندان میرے حق میں دعائے خیر کرتا ہے اور میری ان پر حکومت کامل ہے۔ قصبہ ہذا میں عام طور پر و نیز ملازمان میونسپل و پولس پر میری حکومت ہے جو رتبہ کسی رئیس اعظم کو بھی حاصل نہیں۔ یہ کام بہت بڑا ذریعہ ملاقات حکام وقت ہے جس سے توسط کی کوئی ضرورت نہیں اور جب کام بلا امر دکیا جاتا ہے تو ہر خواہش کا تکملہ بمقابلہ دیگر روسائے قصبہ بہ آسانی ہو سکتا ہے۔ جو ضرورتیں بہ زمانہ قریب میں پیش آمدنی ہیں اگر میری رائے غلطی پر نہ ہو تو ایسے کار سرکاری کا انصرام بوجوہ مفصلہ صدر میں اپنے ذمہ فرض تصور کرتا ہوں۔

وزن : ۲۰ر جولائی ۱۸۹۰ء۔ آج اسٹیشن سندیلہ پر تفریحاً ہم لوگوں نے اپنے اجسام کو تک (کذا) میں وزن کرایا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

چودھری محمد روف صاحب ولد چودھری حشمت علی تعلقہ دار۔ دو من ۳۶ سیر۔ شیخ اعظم علی ولد کرم کریم صاحب مرحوم۔ دو من ۲۷ سیر۔ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سرون بڑا گاؤں۔ دو من ۳ سیر۔ منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار جلال پور۔ دو من۔ شیخ رعایت حسین صاحب وکیل ہردوئی۔ ایک من ۲۴ سیر۔ کنور جوالا پرشاد صاحب ولد راجہ دھنپت رائے صاحب تعلقہ دار حال بیشن کار سندیلہ ایک من ۱۸ سیر۔ راقم روزنامچہ ہذا۔ ایک من ۱۲ سیر۔

Marfat.com

متعلقین خود: ۵ راگست ۱۸۹۰ء - بالفعل ۲۵ مرد و عورت کا دو وقتہ صرف کھانے و پینے کا میرے متعلق ہے اور ملازمین جو خشک تنخواہ پاتے ہیں ان سے کوئی علاقہ نہیں۔ اس قدر صرف میرے عہد ملازمت میں بھی نہیں تھا۔ گھٹانے کی کوئی فکر نہیں ہو سکتی۔ اگر کی جائے تو بدنامی ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ ایسا صرف جس کے آئندہ گھٹانے میں نتیجہ بُرا پیدا ہونے والا ہو اس کا انسداد اوّل ہی سے ملحوظ رکھے ورنہ سخت دشواری ہوگی۔ بقول سعدی ؎ مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست۔

راجہ درگا پرشاد: ۹ ستمبر ۱۸۹۰ء - آج صبح کو راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار، سرون برہاگاؤں، کی میں نے ملاقات کی۔ بڑی محبت سے پیش آئے۔ راجہ صاحب کے مزاج میں از بس تہذیب ہے اور اپنے وقار موروثی کا بدرجہ غایت لحاظ جب میں ملاقات کو جاتا ہوں تو بہ وقت رخصتی اپنے دیوان خانہ سے تا لب چبوترہ بیرونی میری مشایعت کرتے ہیں۔

شکایت ضعف معدہ: ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۰ء - علاوہ شکایت ضعف معدہ اب دو روز سے مجھے حرارت بھی محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ علاج ڈاکٹری کرتے کرتے تنگ آگیا لہذا رائے جمہور خاندان راقم یہ قرار پائی کہ کچھ علاج بغرض استعانت طبع کرنا ضروری ہے لہذا حکیم ظہور الحسن طبیب میونسپل کا آج علاج یونانی شروع کیا۔ بوجہ پیدا ہونے گرمی کے معدہ میں خواہش بھوک بالکل مفقود ہوگئی۔ کسی چیز کی رغبت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی لقمہ مونہہ میں رکھا گیا تو اس کا حلق سے اُترنا دشوار ہو جاتا ہے۔

۲ نومبر ۱۸۹۰ء - آج سید علی بہادر تحصیلدار سندیلہ و کنور جوالا پرشاد پیشکار و جملہ اہلکاران تحصیل و مہاجنان وغیرہ و راجہ درگا پرشاد و چودھری محمد رؤف صاحب میری عیادت کو تشریف لائے اور ممنون کیا۔

۷ نومبر ۱۸۹۰ء - آج ۱۱½ بجے دن کے منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار میری عیادت کو آئے اور قریب دو گھنٹے کے نشست کی اور نہایت تپاک و محبت سے پیش آئے گویا کبھی کوئی ملال ہی نہ تھا۔ یہ رسم مکرر منشی صاحب سے بعد تین سال چار ماہ دس دن کے قائم ہوئی۔ بھلا لے کہ قائم رہ سکے کیونکہ ملک مصطفےٰ حسین ملکانہ وامیر حسین پسر خوش رنگ کو (جو بالفعل مصاحب خاص ہیں) سخت ناگوار ہوگا اور بجدے کوشش کریں گے کہ بار دیگر ملال کرا دیں اور حسین علی قلتبان مصاحب خاص داروغہ کا قریباً یہی حال ہوگا۔ دیکھا چاہیے کہ اس میل کا کیا نتیجہ نکلے۔ چونکہ منشی فضل حسین کو اپنی طبیعت پر قابو نہیں ہے اور دوسروں کی رائے کے محتاج ہیں اس وجہ سے ان کے خیالات پر بھروسا نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

۱۳ر نومبر ۱۸۹۰ء۔ میرا مزاج صفراوی ہے اور گرمی مزاج میں رہتی ہے اور علاج ڈاکٹری عموماً گرم ہوتا ہے اسی وجہ سے باوصف توجہ خاص بابو سالک رام اسسٹنٹ سرجن سندیلہ مجھے افاقہ نہیں ہوا اور مادہ ناقص معدہ وغیرہ میں محتبس ہوکر باعث لحوق اشتہا ہوا جس سے حرارت و پیچش پیدا ہوگئی۔ اب بالآخر علاج یونانی مجوزہ حکیم ظہور الحسن طبیب میونسپل سندیلہ سے افاقہ ہوا اور اب بعنایت و بفضل یزداں شکایت ضعف معدہ بھی دور ہوتی جاتی ہے۔

مصاحبین فضل حسین: ۲۶ر نومبر ۱۸۹۰ء۔ جب سے منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار نے مجھ سے میل کیا ہے ان کے مصاحبین کو ازحد ملال ہے علی الخصوص ملک مصطفےٰ حسین ملکانہ و امیر حسن پسر توش رنگ کنیز و حسین خان قلتبان کے دلوں میں ہول پیدا ہو گیا ہے۔ کوئی وقت چین نہیں آتا مصطفےٰ حسین تو ہر وقت دعا تعویذ کراتا پھرتا ہے اور عاملوں کی تلاش میں سرگرداں ہے کہ کوئی ایسا عمل کرادے کہ مجھے ضرر پہنچے اور منشی صاحب کا رجحان میری جانب نہ ہو۔ مجھے تو پورا بھروسا اپنے خالق پر ہے کہ بدون اس حکم کے کوئی ذرہ حرکت نہیں کر سکتا۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے گا وہ ہوگا۔

خالہ خود: ۲ر دسمبر ۱۸۹۰ء۔ آج جناب خالہ صاحبہ والدہ منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار نے مجھے معتبر ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ شادی الطاف رسول خلف منشی صاحب کی بارات میں جو ۱۰ر جمادی الاول ۱۳۰۸ھ (مطابق ۱۱ر دسمبر ۱۸۹۰ء) کو خیرآباد جائے گی تو اس میں ضرور شرکت کرنا۔ سب سامان تمہارے آرام کا مہیا کر دیا جائے گا۔ میری زندگی کی اب امید قلیل ہے میری تمنا ہے کہ تمہاری اور برخوردار فضل حسین کی مصالحت کامل ہو جائے تاکہ وہ ملال جو تمہارے اور ان کے درمیان بدکرداروں نے ڈال رکھا ہے اپنے ساتھ قبر میں نہ لے جاؤں۔ سچ یہ ہے کہ جناب ممدوحہ کو میرا خیال ازحد اور بدرجہ غایت مجھ سے الفت ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم ہیں۔

توصیف سرکاری: ۱۰ر دسمبر ۱۸۹۰ء۔ ایک قطعہ ڈاکٹ محکمہ جات سرکاری اضلاع مغربی و شمالی اودھ نمبری ۱۱۷۱ محکومہ ۱۱ر نومبر سنہ الیہ مقام الٰہ آباد بدیں مضمون بنام راقم موصول ہوا کہ منشی سید مظہر علی نے بصرف مبلغ ۲ ہزار روپیہ باغ و کنواں بغرض رفاہ عام تعمیر کرایا اس وجہ سے حسب ہدایت جناب لفٹیننٹ گورنر بہادر ان کا نام دفتر سرکاری میں درج کیا گیا۔ یہ وہ باغات و کنویں ہیں جو میں نے 'برکا پور' ڈطرف اشرف تولہ و موضع بیگم گنج میں تعمیر کیے ہیں۔ یہ ڈاکٹ آج موصول ہوا۔

علالت: ۱۴ر دسمبر ۱۸۹۰ء۔ آج مجھے چھ دست آئے۔ جس سے جس قدر طاقت ہفتہ گزشتہ میں آئی تھی سب زائل ہو گئی ضعف بے حد ہو گیا۔ یہ عارضہ ضعف معدہ کا مجھے ایسا لاحق ہو گیا ہے کہ غذا قلیل بھی ہضم

Marfat.com

نہیں ہوتی۔ اب بظاہر اس عارضہ کا دفع ہونا دشوار معلوم ہے۔ ایسی طویل بیماری ابتدائے ہوش سے مجھے کم لاحق ہوئی۔ بہر حال رضی خدا پر راضی ہوں۔ جو منظور ہوگا وہی پیش آئے گا۔ اس بارہ میں کوئی محل تردد و کاوش کا نہیں ہے۔

بینچ مجسٹریٹی: ۳۰ دسمبر ۱۸۹۰ء۔ میں بہ باعث علالت و ضعف مزاج خود عدالت بنچ فوجداری سندیلہ میں شرکت نہیں کرتا اس وجہ سے میرے ساتھی ممبران بنچ انفصال مقدمات میں بباعث عدم واقفیت قانون کے نہایت تامل کرتے ہیں اور اگر احیاناً ایسا ہوا بھی تو بدون میرے استصواب کے کوئی حکم نہیں دیتے اور بالفعل شرکائے بنچ مجسٹریٹی راجہ درگا پرشاد صاحب و راجہ کنور نرندر بہادر صاحب تعلقہ داران سروان بڑا گاؤں، و چودھری محمد رؤف صاحب خلف چودھری حشمت علی صاحب مرحوم ہیں۔

بہ تقریب شادی: ۱۰ جنوری ۱۸۹۱ء۔ میں بہ تقریب شادی نور چشم سید مجتبیٰ علی اپنے کل لڑکوں عزیزی سید اظہر علی (برادر خورد) و نور چشم اصغر علی (بھتیجا) و برخوردار سعید الدین (داماد) کے انگرکھا ہائے گرنٹ پھول دار ریشمی کے تیار کرائے جس کی قیمت فی درعہ ایک روپیہ ہے اور ہر ایک انگرکھے میں سات سات درعہ صرف ہوا اور ٹوپی گول مخمل اودی کامدار قیمتی چار چار روپیہ خریدیں۔ علی ہذا پائجامہ مشروع چار روپیہ تھان والے کا نصف۔ اور کل اپنے ملازمین کے انگرکھے چکن پائجامہ مشروع حسب ان کی حیثیت کے بنواتے۔

۱۴ جنوری ۱۸۹۱ء۔ آج حسب تحریر حکیم عبدالعزیز صاحب ولد مولوی نور کریم صاحب مرحوم دریابادی حال مدرس کیننگ کالج لکھنؤ کو لکھا گیا کہ آپ سواری ذیل کا بمقام نواب گنج (اسٹیشن بارہ بنکی) ۹ فروری سن الیہ کو بروقت پہنچنے بارات کے بندوبست کر رکھیں جس کا کرایہ و انعام دیا جائے گا۔

تسکرم ۴ عدد، ایکہ ۳ عدد، بہل ۴ عدد، اونٹ گاڑی ۳، ہاتھی ۳، گھوڑے ۴، اونٹ ۴، چھکڑہ۔ ایک

علالت خود: ۲۵ جنوری ۱۸۹۱ء۔ چونکہ غذا کے دیکھنے سے بھوک بھاگتی ہے اور جو بہ مقدار قلیل ہوتی ہے وہ بھی ہضم نہیں ہوتی اور حرقت بول سے سخت تکلیف ہے لہٰذا حسب تجویز حکیم ظہور الحسن صاحب آج عمل لیا اور بباعث ابر و باد ہوا کا انسداد لٹکانے پردوں وغیرہ سے کیا گیا اور تین چار انگیٹھیاں روشن ہوئیں تاکہ سردی سے کوئی ضرر نہ پہنچے۔ دو بجے تیسرے عمل کے بعد بوجہ اشتداد گرمی و حبس ہوا کے غشی طاری ہوئی اور دو گھنٹہ تک کسی طرح سے آنکھ نہیں کھولی۔ ہذیان بکنے کا اتفاق ہوا۔ تمام اہل محلہ براہ ہمدردی جمع ہو گئے۔ جب پردے کھولے گئے اور آگ دور کی گئی اور رشافیں لگائی گئیں تو حواس درست ہوئے۔ میری اس کیفیت سے ایک تلاطم پیدا ہو گیا تھا۔ نو بار اجابت ہوئی جس سے بہت سا مواد خارج ہوا اور بہ استثنائے حرقت بول اور سب

Marfat.com

شکایتیں اسی روز دفع ہو گئیں۔ ایسی صورت میں خیال ہوسکتا ہے کہ اگر مسہل لیے جاویں تو ضرور فائدہ معتد بہ حاصل ہوسکتا ہے۔

۲۶ جنوری ۱۸۹۱ء۔ میری طبیعت کو آج افاقہ ہے۔ بظاہر کوئی شکایت معلوم نہیں ہوتی۔ اگر اسی طور سے افاقہ قائم رہا تو خدا سے امید ہے کہ ۶ فروری کو میں قابل جانے بارات نور چشم مجتبیٰ علی کے ہو جاؤں گا۔ اگرچہ فی الجملہ ضعف مسہل سے پیدا ہوا لیکن فائدہ کی امید زیادہ پائی گئی۔

<u>تقریب شادی</u>: ۲ فروری ۱۸۹۱ء۔ آج تقریب بہیر (کذا) نور چشم مجتبیٰ علی بہ فراہمی اعزا خاص محلہ قرار پائی۔ صرف رنگ قلیل نوشاہ پر بطور شگون ڈالا گیا اور رنگ کھیلنے کی رسم بباعث موسم سرد کے جائز نہیں رکھی گئی۔ آج نوید شرکت تقریب حسب معمول قدیم اور پہنانے جوڑا ہائے مکلف کے بذریعہ نائن و بھاٹن اہل برادری کو بھیجی گئی۔

۵ فروری ۱۸۹۱ء۔ آج شام کو اول بہ تقریب مکتب نور دیدہ منتظم حسین (پوتا) ولد برخوردار <u>مصطفےٰ علی</u> قرار پائی اور مولوی مہدی حسن صاحب ولد مولوی فضل حسین مرحوم نے مسجد قدیم میں بسم اللہ پڑھائی۔ بعدہٗ برخوردار مجتبیٰ علی کو کوٹھی راقم نو تعمیر میں مانجھے بٹھایا گیا جس تقریب کو منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار نے ادا کیا۔ تقسیم بتاشا بہت عنوان بایستہ سے ہوئی و باوصف مجمع کثیر کوئی متنفس حصہ پانے سے محروم نہیں گیا۔ صبح کو حسب ذیل جوڑے تقسیم ہوتے تھے (۷ اعداد، تفصیل حذف کی گئی۔ ہاشمی) شب کو جلسہ رقص احاطہ راقم میں ہوا جس میں دو شامیانہ کلاں استادہ تھے اور تمامی روسائے قصبہ مسلمان و ہنود کا مجمع کثیر تھا۔ اکثر زمیندار وغیرہ دیہات سے بھی آئے تھے۔ طائفہ ذیل کا ناچ ہوا۔

فضل حسین کشمیری لکھنؤ بیس روپیہ یومیہ مسماۃ مقصود طوائف سندیلہ۔ سات روپیہ یومیہ مسماۃ احمدی جان طوائف سندیلہ۔ سات روپے یومیہ۔ جلسہ بہت اچھا ہوا جس سے حاضرین مسرور ہوئے اور اہل برادری کو طعام اعلیٰ درجے کا کھلایا گیا۔

۶ فروری ۱۸۹۱ء۔ یوم جمعہ علی الصباح عمدہ قسم کا کھانا بطور ناشتہ اصحاب ہمراہی بارات کو تقسیم کیا۔ گیارہ بجے دن کو بذریعہ ریل بہ جمعیت ڈھائی سو ہمراہیوں کے بارات روانہ ہوئی اور تین بجے شام کو اسٹیشن نواب گنج (بارہ بنکی) پہنچی۔ براتیوں میں منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار و دیگر اشخاص معزز قصبہ و بیرونجات کے تھے جس سے ایک نوع کا وقار راقم منظور تھا۔ نواب گنج سے بذریعہ شکرم ایکہ و اونٹ گاڑی و چار زنجیر فیل و اسپ ہائے متعدد بہ جمعیت تین سو آدمیوں کے بوقت شام بارات قصبہ دیوا پہنچی۔ بعد پہنچنے بارات کے بطور ناشتہ اصحاب بارات کو میں نے کھانا کھلوایا جس کا انتظام قبل سے کر رکھا تھا۔ اس کارروائی

Marfat.com

سے میری بہت ناموری ہوئی ڈھائی بجے شب کو بارات بہ دروازۂ دولھن برمکان مولوی نصیر الدین احمد صاحب تعلقہ دار پہنچی۔ آتش بازی و آرائش عمدہ تھی۔ ۳ بجے رات کو نور چشم سید مجتبیٰ علی کا مساۃ ظہیر اختر دختر مولوی صاحب موصوف سے بعوض ایک لاکھ زر مہر عقد ہوا اور قاضی صاحب 'دلوا' کو مبلغ دس روپے نکاح دیا گیا جن کا نام محمد بشیر ہے۔

۷ر فروری ۱۸۹۱ء۔ بوقت صبح مولوی نصیر الدین صاحب نے طعام کندوری براتیوں کو دیا جس کی تقسیم بہت عنوان بالیستہ سے ہمارے منتظم سید محمد زکی صاحب نے کی۔ طعام اچھا و بھاری تھا۔ شب گزشتہ کو و نیز صبح کو فضل حسین کشمیری و مساۃ بیگن طوائف لکھنؤ اور ایک طائفہ نواب گنج نے رقص کیا۔ فضل حسین و بیگن کا بیس بیس روپیہ یومیہ اور نواب گنج والی کو چودہ روپے دیے گئے۔ انگریزی باجا لکھنؤ سے اور تاشہ نواز و روشن چوکی والے نواب گنج سے شریک ہوئے تھے۔ جہیز حسب تفصیل ذیل ملا:

"زیور طلا خورد و کلاں ۔۱۶ عدد، زیور نقرہ۔ ۱۰ عدد، ظروف نقرہ خورد و کلاں ۔ ۲۶ عدد، ظروف مسی خورد و کلاں ۴۶ عدد، ظروف آہنی ۔۶ عدد، قمقم طلا معہ اسپ و ساز۔ ایک عدد، قرآن مجید۔ ایک عدد، جوڑا زنانہ و مردانہ ۲۴ عدد، صندوق و پٹارہ و بینس ۔ ۵ عدد۔ دری و قالین و چاندنی ۔ ۳ عدد، رخصتی ۱۵ روپے۔"

۳ر بجے شام کو بارات 'دلوا' سے رخصت ہوئی۔ تعداد مرداں تین سو تھی۔ دو گھنٹہ میں نواب گنج پہنچے اور ۸ بجے رات کی ریل میں وہاں سے روانہ ہو کر ۱۲ بجے رات کو داخل سندیلہ ہوئے۔ انتظام بارات قابل تحسین تھا۔ منتظموں نے بہت دل سوزی ظاہر کی مگر میں اپنی علالت سے بہت پریشان رہا۔ غذا کا بہت ہی تقلیل اتفاق ہوا۔۔۔ اس تقریب میں میرا صرف زائد ہوا جو شادی نور چشم مصطفےٰ علی اور دختر کلاں میں نہیں ہوا تھا جس کی صراحت کسی تاریخ آئندہ میں درج ہوگی۔

علالت خود: ۲۵ر فروری ۱۸۹۱ء (بمقام لکھنؤ) آج بہ عطائے فیس دو روپیہ حکیم سید عابد علی صاحب خلف حکیم حیدر علی صاحب چوک جدید (لکھنؤ) کو بذریعہ مولوی نصیر الدین احمد صاحب وکیل طلب کر کے کل کیفیت علالت کی بیان کی اور نسخہ مجوزہ ان کا استعمال کیا۔ ان کی یہ رائے ہے کہ مادہ برقابیت سے حرارت جگر میں پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے شکایت ضعف ہضم و کمی اشتہا و سوزش بول وغیرہ کی ہے۔ سنا گیا کہ حکیم صاحب سمجھ دار آدمی ہیں اور علاج اچھا کرتے ہیں۔

۱۳ر مارچ ۱۸۹۱ء (بمقام لکھنؤ) آج رات کو جلسہ اطبا بمکان حافظ عبد العلی صاحب برنسبت تشخیص مرض راقم فراہم ہوا جس میں حافظ صاحب و حکیم عبد العزیز صاحب جھوائی ٹولہ و مولوی عبد العزیز صاحب دریابادی

Marfat.com

شریک تھے۔ باہم بحث ہوئی اور کیفیت مزاج بست سالہ مرتبہ راقم پیش ہوئی جس کو نورچشم سید مصطفٰے علی نے بہ توضیح تمام پڑھا۔ اور اس پر غور کامل ہوا۔ آخرش بالاتفاق یہ طے ہوا کہ راقم کو تپ نہیں ہے۔ عارضہ لاحقہ میں شرکت گرمی و سردی کی ہے اور اس وجہ سے علاج اجزائے معتدل سے ہونا چاہیے۔ حکیم عبدالعزیز صاحب دریابادی نے اپنی رائے میری نسبت یہ ظاہر کی کہ حافظ عبدالعلی صاحب پرانے حکیم ہیں اور ان کا تجربہ بمقابلہ حکیم عبدالعزیز صاحب جھوائی ٹولہ بڑھا ہوا ہے اور اس شہر لکھنؤ میں بہت نامور ہیں ان کا علاج شروع کیا جاوے۔ لہٰذا قصد ہے کہ کل بعد معائنہ نبض وقارورہ ان کا علاج شروع کروں۔ بعد کو بہ حالت عدم حصول صحت حکیم عبدالعزیز صاحب کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

۲۲ مارچ ۱۸۹۱ء۔ آج لالہ لالتا پرشاد ولد مول رام (محلہ بردنی) و جگن ناتھ پرشاد ولد گیا پرشاد (سرائے کالیستھ) و کیدارناتھ ولد مہاراج شیو سہاے (مہتیانہ) واسطے عیادت راقم کے سندیلہ سے آئے اور اپنی تکلیف دہی سے مجھے ممنون کیا۔ میں نہایت خوش نصیبی کے ساتھ شکریہ اس خدائے عالم یزل کا ادا کرتا ہوں کہ ہندو و مسلمان ہر دو فریق میری ہمدردی کرتے ہیں۔

۲۳ مارچ ۱۸۹۱ء۔ میں نے بمقام لکھنؤ (بوجہ علالت خود) محلہ پنجابی ٹولہ مکان برکت علی صاحب میں قیام جائز رکھا اس لیے کہ اس مکان میں برخورداران ارتضٰی علی و مرتضٰی علی بباعث تعلیم انگریزی مقیم ہیں اور ڈھائی روپیہ کرایہ مکان دیا جاتا ہے۔ اگرچہ پہلے سندیلہ سے ایک روز کی علیحدگی طبیعت کے خلاف معلوم ہوئی تھی لیکن یہاں آج ۲۸ روز سے مقیم ہوں اور علاج حکیم عبدالعلی صاحب جھوائی ٹولہ کر رہا ہوں لیکن طبیعت کو دلچسپی ہے اور کوئی گھبراہٹ نہیں معلوم ہوتی اور آج آٹھ روز سے طبیعت کو بھی افاقہ نظر آتا ہے اگر دورہ مرض بار دیگر اعادہ نہ کرے۔

مولوی شیخ نصیرالدین وکیل درجہ اول و کارندہ شیخ فہیم الزماں صاحب سندیلہ بہ متعلقہ امور خود دیکھ بھال ادویہ تیاری نسخہ جات وغیرہ میں بہت مدد دیتے ہیں اور بالمرہ تشریف لاتے ہیں جس کا میں ممنون ہو رہا ہوں۔

سید مرتضٰی علی: ۲۴ مارچ ۱۸۹۱ء۔ بباعث علالت بہ حالت قیام لکھنؤ مجھے برخوردار سید مرتضٰی علی فرزند اصغر سے برابر یکجائی رہی اور میں نے ان کے عادات و خصائل کو جو بہ نظر غور دیکھا تو فہم و فراست، ذہن و عقل و ہوش اس کے نہایت درجہ اعلیٰ کے ہیں اور طبیعت لکھنے پڑھنے و مادہ انتظامی خانہ داری میں ایسی مناسبت ہے کہ جس کا حصہ ان کے برادران اعظم میں نظر نہیں آتا۔ مزاج میں سہولت کے

Marfat.com

ساتھ تیزی اور ہر ایک کام میں دلچسپی و مادہ ہر دل عزیزی حاصل ہے۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں تو میرے حواس اس عمر میں ایسے صحیح نہ تھے۔ یہ لڑکا ضرور ہونہار ہے اور ترقی کامل کرے گا اور بعد میرے یہ میرے خاندان اور اولاد میں جو ناموری و افتخار پیدا کرے گا وہ دوسرے سے امید نہیں ہو سکتی اور اپنے ہم چشموں میں بیں جو گوے سبقت لے جائے گا وہ یہی لڑکا ہو گا اور زائچہ ولادت بقاعدۂ نجوم بھی اس کا اس کے ذی اقبال ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خدا میرے خیالات راست لاوے اور اس کی عمر میں برکت دے۔ میں اس سے ازبس خوش ہوں۔

کتبۂ قبر: ۱۰ اپریل ۱۸۹۱ء۔ آج شیخ عبدالوہاب مہر کن لکھنؤ حسب خواہش میری سنگ مرمر پر قطعۂ ذیل باغذ اجرت دو روپے کندہ کر کے لایا جو بعد انتقال راقم میری قبر پر نصب ہو گا۔ قطعہ

چو کردۂ بہ سر تربتم قدم رنجہ۔ عنایت از من بے دست و پا دریغ مدار
دلے کہ کار نہ باید بجز دعائے خیر دعائے خیر برائے خدا دریغ مدار

متعلق علالت خود: ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء۔ آج منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار سندیلہ میرے خالہ زاد بھائی نے براہ کمال محبت اپنی تحریر ڈاک محررہ ۱۹ اپریل میں مجھے لکھا کہ آپ کو مکان پنجابی ٹولہ میں بباعث گرمی تکلیف ہوتی ہو گی۔ میرے مکان قیصر باغ میں آپ اٹھ آویں۔ وہاں سامان ٹٹی خس و پنکھا موجود ہے اور میں واسطے تفریح طبع کے اپنا گھوڑا گاڑی لکھنؤ بھیج دوں گا۔ اس کا صرف میرے متعلق رہے گا۔ آپ اس پر سوار ہو کر بالمرہ تفریح کیا کریں جس سے طبیعت کو نہایت فرحت حاصل ہوتی رہے گی۔ اس میں کوئی تکلف نہ ہونا چاہیے۔

آج تین دن ہوئے مجھے شب کو اتفاق غذا کا نہیں ہوتا۔ شام کو نہ اجابت ہوتی ہے نہ اشتہا۔ تھوک کی زیادتی ہوتی ہے اور جب کھانے پر بیٹھتا ہوں تو ابکائی شروع ہو جاتی ہے۔ عجب حالت میں مبتلا ہوں۔ نہیں معلوم منظور خدا کیا ہے۔... لہذا آج سے حسب اتفاق رائے حکیم عبدالعزیز صاحب دریابادی حافظ حکیم عبدالولی صاحب جھوائی ٹولہ کا معالجہ موقوف کر دیا۔... اب قصد ہے کہ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب اسسٹنٹ سرجن وکٹوریہ اسپتال لکھنؤ خواہ حکیم عبدالعزیز صاحب جھوائی ٹولہ کا علاج کروں۔

۲۱ اپریل ۱۸۹۱ء۔ آج سے معالجہ عبدالعزیز صاحب ولد حکیم اسمٰعیل صاحب جھوائی ٹولہ چوک لکھنؤ شروع کیا جنھوں نے کمال توجہ کے ساتھ سب حال سنا اور نسخہ لکھا جس کا استعمال شروع کیا۔

آج راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ بار دیگر میری عیادت کو تشریف لائے جو میرے لیے باعث فخر کا متصور ہے۔ چودھری محمد امیر و مرزا بندی حافظ علی و عوض علی سب سندیلہ سے میری عیادت کو آئے

Marfat.com

جو باعث کمال خوشی کا ہوا اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ لوگ مجھے بنظر وقار دیکھتے ہیں اور عزت کرتے ہیں۔

۲ر مئی ۱۸۹۱ء۔ میں خدا کی عنایتوں کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنے حبیب کے صدقے میری تکلیفات بیماری ضعف معدہ وجگر میں تخفیف عطا کی کہ آج سات یوم گذشتہ سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی اور اجابت بستہ ہوتی ہے اور فی الجملہ قوت آ چلی ہے۔ اگر ایک ہفتہ تک ایسی ہی طبیعت رہی تو مجھے اس کے دارالشفا سے امید ہے کہ توانائی قابل امتیاز آجاوے۔

۷ر مئی ۱۸۹۱ء۔ حکیم عبدالعزیز جھوائی ٹولہ نے میرے واسطے ایک چٹکی ادویہ کی تیار کروادی تھی وہ مجھ کو اول دن ہی سے مضر پڑی اور اجابت طلین ہوئی جس کی شکایت کی گئی لیکن سماعت نہ ہوئی اور بعد غذا پھر نوش کرنے کی تاکید ہوئی۔ دوسرے دن پھر نوش کی اس سے زیادہ ضرر ہوا مگر عذر سودمند نہ ہوا اور پھر تیسرے دن بہ صراحت حکیم صاحب سے عذر کیا گیا لیکن کچھ موثر نہ ہوا اور کل بوقت شب پھر وہ چٹکی نوش کرنے کو مجبور ہوا جس سے اس قدر گرمی مزاج میں پیدا ہو گئی کہ کل رات سے آج نو بجے صبح تک نو دست آئے اور ضعف سخت پیدا ہو گیا نشست و برخاست و تکلم دشوار ہو گیا۔ تمام اعضا سے آنچیں نکلتی تھیں تلووں میں بے چینی کے ساتھ سوزش بول وبراز میں حرقت، تھوک کی شدت، متلی کی شکایت پیدا ہوئی اور جب یہ کیفیت حکیم صاحب کو مفصلاً تحریر کی تو جواب ملا کہ طبیب کی رائے پر علاج ہونا چاہیے مریض کو محل مداخلت نہیں اور جب مریض طبیب کی مخالفت کرے تو اس کا علاج نہ کرے۔ جب یہ فقرات حکیم صاحب کے دست وقلم سے لکھے ہوئے میں نے دیکھے تو ان کے علاج سے مجھے سخت تنفر پیدا ہوا۔ یہ حکیم سخت طامع ہیں حالانکہ ان کی فیس معمولی جب میں ان کے مکان پر جاتا تھا تب بھی دیتا تھا لیکن ان کی طمع غلیظ مانع اس امر کی نہ ہوئی کہ حصول صحت کامل تک اپنی حرص کو مریض کی ایذا رسانی سے روکیں۔ پس میں نے ایسی حالت میں بہ صلاح اپنے احباب یہ ہی مناسب سمجھا کہ معالجہ ان کا ترک کیا جائے ورنہ اگر ایک روز اور بھی اجزائے مرکبہ ادویہ چٹکی استعمال کیا جائے گا تو جاں بری دشوار ہوگی۔ پس بنظر مناسب یہ خیال میں آیا کہ اب گرمی لکھنؤ سے تکلیف ہے اور اب یہاں کسی کا علاج کرنا منظور نہیں، پس قیام لکھنؤ بھی فضول و بیکار ہے۔ لہٰذا دس بجے رات کی گاڑی میں اپنی صحت سے بے نیل مرام سندیلہ کو واپس آیا۔ دو مہینے بارہ دن مجھے اتفاق قیام لکھنؤ کا ہوا۔ مصارف بہت پڑے۔ احباب وغیرہ کی گرم جوشی ظاہر ہوئی لیکن مجھ علیل کو کچھ نفع نہ حاصل ہوا اور جس حسرت کے ساتھ اپنی تمناؤں کو مشت بنا کیے ہوئے میں وطن کو

Marfat.com

لوٹا ہوں خدا کسی آرزومند کو وہ حالت نصیب نہ کرے۔

۹ رمئی ۱۸۹۱ء - آج سید علی بہادر صاحب تحصیلدار و جوالا پرشاد صاحب پیشکار و راجہ درگا پرشاد صاحب و راجہ کنور نریندر بہادر صاحب تعلقہ داران اور بہت سے معزز اشخاص قصبہ ہذا میری عیادت کو آئے اور میری حالت دیکھ کر بہت افسوس ظاہر کیا اور تہ دل سے میرے حصول تندرستی کی خدائے لم یزل سے دعا مانگی۔ میں اپنے احباب و اکابر داعزا وغیرہ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ مجھے نگاہ وقعت سے دیکھتے ہیں اور میری تندرستی کے خواہاں ہیں - آج سے میں نے علاج ظہور الحسن طبیب میونسپل کا شروع کیا۔ نسخہ بظاہر اچھا نظر آتا ہے۔ شاید طین اجابت کو کچھ اس سے نفع ہو۔

۱۰ رمئی ۱۸۹۱ء۔ جس تاریخ سے میں سندیلہ آیا ہوں جملہ اہل قصبہ مجھ سے ایسا برتاؤ ہمدردی کر رہے ہیں کہ ہر وقت ایک کثیر مجمع میری چارپائی کے گرد بیٹھا رہتا ہے جس میں اعلیٰ وادنیٰ سب قسم کے لوگ شامل ہیں اور میں از دیاد ضعف سے آنکھیں بند کیے پڑا رہتا ہوں اور کسی طرح سے ان کی ہمدردی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ یہ مجھے اپنی طویل علالت سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ اہل قصبہ مجھے نگاہ محبت سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ بفضل یزداں مجھے گرمی موسمی وغیرہ سے ظاہری کوئی تکلیف نہیں ہے۔ پردے ٹٹی و پنکھا آراستہ شدہ کوٹھی میں مہیا ہونے سے تمام دن راحت سے گزرتا ہے اور شب کو بھی چھت کے وسیع صحن سے راحت ملتی ہے مگر اندرونی جسمانی تکلیف نے مجھے ایسا پریشان کر رکھا ہے کہ ان نعمت ہائے موجودہ کا کوئی لطف حاصل نہیں ہے۔

۱۵ رمئی ۱۸۹۱ء - ۱۲ رمئی سے میری طبیعت کو سکون ہے۔ اجابت بستہ اوقات معمولی پر ہوتی ہے دونوں وقت کسی قدر غذا بھی ہونے لگی ہے جس کی مقدار شاید آدھ پاؤ سے زائد نہ ہو۔ اگر اسی طور سے طبیعت سنبھل رہی تو یقیناً کچھ ضعف گھٹے اور قوت اعادہ کرے۔ حکیم ظہور الحسن صاحب جوارش آنولہ جس میں بہت سے اجزائے مقوی داخل ہیں چار رتی مروارید محلول کے ساتھ استعمال کرواتے ہیں جس سے ایک نوع کی شکل فائدہ متصور ہے۔

۱۰ رجون ۱۸۹۱ء - آج کل میرے مصارف بباعث بیماری بہت بڑھے ہوئے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں... خیر خدا فضل فرمائے تو یہ صرف بھی بیجا نہیں ہے۔ اپنی صحت جسمانی کے لیے آدمی کیا کچھ نہیں خرچ کرڈالتا ہے۔ مگر میں ایک ایسا مریض ہوں کہ جس کا نسانہ مرض کسی نہج سے ختم نہیں ہوتا۔ دسواں مہینہ میری بیماری کو ہے۔ اگر اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو یوماً فیوماً بہتر نظر آتی ہے۔ قوت جسمانی ایسی گھٹ گئی ہے کہ نشست و برخاست تکلیف سے ہوتا ہے اور جو تکلیف کہ مرض سے میں برداشت کر رہا ہوں اس کا تحمل

Marfat.com

اب نہیں ہوسکتا۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی تو شاید ایسی تکلیف سے میں اسے گوارا کرتا اور بہ آرام اپنی قبر میں سوتا لیکن افسوس ہے کہ یہ فعل میرا بعد میرے حمق پر دلالت کرے گا اور شرعاً ایسا کرنا حرام مطلق ہے بہ خیال اس کے میں اپنی نیت وارادہ سے باز رہتا ہوں اور اپنے خدا سے دست بدعا ہوں کہ وہ جملہ مصیبت پر لحاظ فرماکر یا تو مرض سے مجھے نجات بخشے یا میرا انجام بخیر فرمائے۔

۱۴ر جون ۱۸۹۱ء۔ سنیچر پیوستہ سے کل تک مستورات پردہ نشین و مردمان خاندان شریف کو جو بہت سوال کسی کے آگے پھیلانا مکروہ سمجھتے ہیں مختلف قسم کے کھانے بہ تعداد ۲۵ بخش بالمرہ تقسیم کیے.... شاید خدا انھیں کی دعا سے میری مشکلات کو حل فرمائے۔ یہ مسئلہ مسلم ہے کہ خیرات باعث رد بلا ہوتی ہے۔

۱۹ر جون ۱۸۹۱ء۔ آج ۳ بجے رات سے ۹ بجے صبح تک چھ گھنٹہ کامل میرے پیٹ میں بائیں طرف اس قدر شدت سے درد ہوا کہ روح کو سخت صدمہ تھا.... بالآخر جب ماش کی روٹی پیٹ پر باندھی گئی تو اس سے معاً افاقہ ہوا۔ میری کوٹھی تمامی اہل محلہ سے بھری ہوئی تھی جو براہ ہمدردی عیادت کو تشریف لائے تھے اور میرے حال پر متاسف تھے۔ مساۃ امت النسا درگاہ گنج مرادآباد سے واپس آئیں۔ مولوی فضل رحمان صاحب نے (جو آج کل بزرگی و فضیلت و مقبول بارگاہ لم یزل ہونے میں مشہور آفاق ہیں اور تمامی ہندوستان کے لوگ ان کے حصول بیعت کو دور دور سے آتے ہیں) مجھے الائچیاں ولوبان پڑھ کر بھیجا اور ایک گنڈہ گلے میں پہننے کے واسطے بنادیا اور فرمایا کہ جلد صحت ہوجائے گی۔ دو آدمی ان کی مخالفت میں کچھ پڑھتے ہیں لیکن ان کا عمل کچھ موثر نہ ہوگا اور میں پنجگانہ نماز میں ان کی صحت کی دعا مانگتا رہوں گا۔

۲۶ر جون ۱۸۹۱ء.... سچ یہ ہے کہ حکیم ظہور الحسن میرے معالج ۲۵ سال کے آدمی ہیں مگر خدا نے ایسی فہم رسا اور ذکاوت ان کو عطا کی ہے کہ میرے مرض صعب ضعف و حرارت جگر و تولید ریاح کا علاج بہت سوچ سمجھ کر کر رہے ہیں جس سے مجھے افاقہ معتدبہ پیدا ہے اور میں اپنے خیال میں کہہ سکتا ہوں کہ لکھنؤ کے نامور اطبا کے برابر ان کی تشخیص ہے بلکہ میں اپنے علاج کی نسبت یہ کہہ سکتا ہوں کہ حکیم عبدالعلی و حکیم عبدالعزیز مشہور و معروف اطبا چوک جھوائی ٹولہ سے بڑھ کر میرا علاج حکیم ظہور الحسن کر رہے ہیں مجھے خدا کے افضال سے امید پڑتی ہے کہ عجب نہیں کہ حکیم صاحب کے علاج سے نفع کامل حاصل ہو....

۱۱ر جولائی ۱۸۹۱ء۔ چونکہ معالجہ حکیم ظہور الحسن ولد تفضل حسین سے جن کی ملازمت میں نے میو سندیلہ سے مستقل کرادی ہے میرے عارضہ ضعف و حرارت جگر میں ایسا فائدہ حاصل ہوا اور استعمال

Marfat.com

بار اللحم وبیضۂ مرغ سے اس قدر توانائی حاصل ہوئی کہ میں آج علی الصباح واسطے سیر باغات ملکانہ کے گیا۔ پھر مکان منشی فہیم الزماں صاحب مرحوم پر عزیزی بشیر الزماں سے ملاقی ہوا اور نصف گھنٹہ نشست کے بعد اپنے مکان کو لوٹ آیا۔ یہ تمامی مسافت دو گھنٹہ میں بہ سواری تامجان طے ہوئی اور خدا کے فضل وکرم سے کوئی تھکاوٹ یا تکان محسوس نہیں ہوئی بلکہ اس سیر سے طبیعت کو فرحت حاصل ہوئی۔

برکھ پھل: ۲۹ر جولائی ۱۸۹۱ء۔ جو مضمون واقعہ ۱۵ر فروری و ۲۹ر جولائی ۱۸۹۱ء کو متعلق برکھ پھل جو ۱۱ ستمبر سن الیہ کو شروع ہوگا بموجب رائے پنڈت گوری شنکر ولد گوردیال (سندیلہ) حوالہ قلم کیا ہے اس کو جہاں تک میں نے غور کیا تو میری رائے ان کی رائے کے محض خلاف ہے جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) سورج میرے جنم لگن کا صاحب طالع ہے اور وہ اپنے گھر میں بخانہ ہشتم برکھ پھل ۱۱ ستمبر میں بیٹھا ہے اور سنیچر لگن برکھ پھل کا صاحب طالع ہو کر تحت الشعاع آفتاب میں آگیا ہے اور اس کی قوت زائل ہو گئی تو یہ زوال قوت بحق صاحب طالع چنداں مضر نہیں ہو سکتا کیوں کہ بلحاظ قواعد نجوم اصل مالک طالع کا آفتاب ہے تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے ضرر پہنچاوے۔ (۲) دوسرے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر ستارہ ناقص برج ناقص میں اپنے گھر کا مالک ہو کر یا اپنے شرف میں ہو کر پڑے تو اس سے کوئی امید ضرر کی نہ رکھنا چاہیے اور وہ ہرگز مضرت رساں نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر وہ کسی دوسرے برج میں پڑتا۔ (۳) تیسرے اگرچہ سال مذکور الصدر کا صاحب طالع سنیچر ہے اور بخانہ ہشتم بیٹھا ہے لیکن اس سال کا برکھیس یعنی سال کا مالک آفتاب ہے جو کسی طرح اپنی ذات کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (۴) چوتھے جہاں تک غور کیا گیا تو ۱۱ ستمبر کے برکھ پھل میں اقبال جوگ پڑا ہے اور بقاعدۂ نجوم اقبال جوگ سولہ جوگوں میں نمبر اول ہے جس برکھ میں پڑ جاوے اس کے صاحب طالع کو اس سال کے اندر پورے طور سے حصول مقاصد میں کامیاب کرے تو ایسی حالت میں جو تقاضات سنیچر و منگل و زہرہ کے بخانہ ہشتم بیٹھنے سے تاریخ ۲۹ر جولائی کو درج ہوئے ہیں ان کا کوئی اثر بمقابلہ اقبال جوگ مؤثر نہیں ہو سکتا۔ آئندہ جو کچھ منظور خدا ہو جس کا نتیجہ شروع ہونے سال کے ایک مہینہ بعد معلوم ہوگا اور درج کتاب ہذا کیا جائے گا۔

محرم میں ایک رسم: ۱۰ر اگست ۱۸۹۱ء۔ آج ۴۵ عدد جٹے جن میں گوکھرو و گوٹہ و بعض میں ملکہ و پٹھا لگا تھا شیخ رفیع الدین ولد مولوی نصیر الدین رئیس دیوا نے من جانب ہمشیرہ خود یعنی اہلیہ برخوردار سید مجتبیٰ علی مع قدرے مسالہ بمقدار چار سیر بدست کلو حجام کے بھیجے۔ ایسے مراسم جب کہ پہلا محرم بعد شادی کے

Marfat.com

پڑتا ہے تو فریقین کی جانب سے ادا ہوا کرتے ہیں۔ گھنڈیاں نقرئی کسی بٹوہ میں نہیں تھیں۔

۱۳ر اگست ۱۸۶۱ء۔ آج پچاس عدد بٹوے جو کم خواب زربفت اطلس وغیرہ سے مرتب ہوئے تھے اور ان میں گوٹہ لچکا پٹھا لگا ہوا تھا بدست کلو حجام مولوی نعیم الدین صاحب واسطے اہلیہ برخوردار قصبہ دیوا کو بھیجے۔ بٹوہ کم خواب وغیرہ ۷ عدد جن میں لچھے دار گھنڈیاں نقرئی لگی تھیں۔ بٹوہ گوٹہ دلچکہ جن میں گھنڈیاں نقرہ تھیں۔ دیگر بٹوے اطلس وغیرہ کے جن میں گوکھرو ولچکہ وغیرہ لگا تھا۔ جملہ ۵۰ عدد۔ مسالہ پنج رنگا مع مولہ سینی کلاں دس سیر نمبری۔

انڈوں کا استعمال: ۲۲ر اگست ۱۸۹۱ء۔ مجھے اس وقت کا زمانہ کبھی فراموش نہ ہوگا کہ میرے مزاج میں ایسی برودت آگئی ہے کہ اندک سرد چیز کا استعمال میرے حق میں مضر ہے اور اس سے اس قدر ریاحوں کی تولید ہوتی ہے کہ خارج ہونا دشوار ہو جاتا ہے اور زردی بیضہ مرغ نیم برشت سے جو دس گیارہ سے کم استعمال نہیں ہوتے کسی نوع کی گرمی محسوس نہیں ہوتی اور چونکہ یہ غذا لطیف اور زود ہضم ہے اس وجہ سے اس کا استعمال میں اپنے حق میں بہت مفید اور ضروری تصور کرتا ہوں۔

وفات خالہ خود: ۳ر اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ آج ۶ ۱/۲ بجے صبح کو مسماۃ شرفا والدہ منشی فضل حسین تعلقدار نے بعارضہ تخمہ جو منجر بہ ہیضہ ہو گیا تھا اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ دس بجے تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی اور منشی سید فضل رسول صاحب مرحوم اپنے شوہر کے پہلو میں پچھم جانب مدفون ہوئیں۔ عمر چھیاسی سال تھی۔ یہ بی بی نہایت نیک سیرت کنبہ پرور سخی المزاج تھیں۔ اکثر اپنے اعزا کی پرورش و پرداخت ملحوظ رکھتیں غریبوں کی پوشیدہ اعانت کرتی تھیں اور ایسی خوش نصیب تھیں کہ جب سے ان کا بیاہ ہوا اس گھر میں دولت برسنے لگی۔ آخر عمر میں ان کو اپنے اکلوتے بیٹے کی بے اعتنائی و بے اعتدالیوں کا البتہ ملال رہا کرتا تھا۔ میرے ساتھ ان کو ایک محبت خاص تھی اور مثل اپنے بیٹے کے بلکہ بعض موقعوں پر ان سے زیادہ مجھے عزیز رکھتی تھیں .... مجھے انکی مفارقت دائمی کا افسوس سخت ہے لیکن بجز مجبوری کہ مشیت ایزدی میں کوئی چارہ نہیں خدا غریق رحمت فرمائے آمین۔

۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ آج صبح کو سیوم والدہ منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار کا ہوا۔ مجمع عوام زائد تھا۔ بارہ سو بخش طعام واسطے تقسیم برادری و محتاجین کے پخته ہوا جس میں قلیہ و قورمہ پلاؤ تھا۔ بباعث بد انتظامی تقسیم اچھی نہیں ہوئی۔ اکثر فقرا دعاء بددیتے ہوئے محروم گئے۔ پہلے روز پانچ سو بخش کھانا برادرم سید کرامت حسین بھانجے مرحومہ کے دوسرے دن چار سو بخش منشی شمس الدین صاحب دیوا اور دو سو بخش سید محمود رضا دلد محسن رضا بھانجے اور پانچ بخش من جانب مولوی علی احمد صاحب (وکیل حال جبل پور) گدھی

مرحوم کے بھیجے گئے تھے۔ منشی شمس الدین صاحب کے یہاں کا پلاؤ ناکافی تھا۔ محمود رضا کے یہاں پلاؤ نہ تھا مولوی صاحب کے گھر کھانا اچھا تھا۔ مرحوم کی نواسی سید نبی احمد خلف مولوی صاحب کو بیاہی ہے۔ دوسرے منشی فضل حسین مولوی صاحب کے دیہات کے منتظم و مختار عام ہیں۔

انڈوں کی قیمت: ۲۸ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ دو روز علاوہ غذا معمولی بارہ عدد زردی بیضۂ مرغ نیم برشت کا استعمال کرتا ہوں جو بہ عنایت الٰہی بخوبی ہضم ہو جاتے ہیں اور چار پیسے کے پانچ انڈے بالفعل خرید ہو کر آتے ہیں۔

درد شانہ: ۱۱ جنوری ۱۸۹۲ء۔ میں اپنی بدقسمتی کا کیا ذکر کروں کہ مجھے ایک درد (درد شکم) سے افاقہ کامل نہیں ہوا تھا کہ درد شانہ وگلو نے مجھے گھیر لیا اور فوراً ورم آگیا اور اعضاے متصلہ پر ایسا اثر پہنچا کہ عروق گردن وغیرہ ماؤف ہو گئیں۔ غرض کہ اس درد نے مجھے ایسی تکلیف دی اور دے رہا ہے کہ ایک کروٹ سے دوسری کروٹ لینا دشوار ہے۔ باوجود اس قدر تکلیف کے میں اس صعوبت کو نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ جب زمانہ رفع تکلیف کا آوے گا تو یہ شکایت دفع ہو جاوے گی۔ گریہ و زاری بیکار محض ہے۔

۱۴ جنوری ۱۸۹۲ء۔ درد شانہ کی تکلیف بدستور ہے۔ ہنسلی کی ہڈی قریباً ایک انچ ابھر آئی ہے۔ تکلیف کا یہ حال ہے کہ ایک انچ سرکنے میں دس منٹ صرف ہوتے ہیں اور قوت حاصلہ دو ثلث زائل ہو گئی۔

۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء۔ آج میں نے ایک روغن مجربہ برادرم سید حافظ علی ولد رحمان خاں صاحب اپنے درد شانہ میں ملا۔ اس سے اس قدر تخفیف ہوئی کہ میں اپنا دست چپ بلا تکلف سر تک بلند کر سکتا ہوں نقل نسخہ واسطے استفادہ ناظرین کتاب ہذا درج ذیل کیا جاتا ہے۔

نسخہ روغن دافع درد ریاحی: لہسن، ایک تولہ، افیون - ۳ ماشہ، برگ سداب تازہ - ایک تولہ، عقرقرحا - ۴ ماشہ، پیپل - ۳ ماشہ، روغن کنجد یا زیتون - پاؤ بھر کل چیزوں کو کوٹ چھان کر روغن تلی میں پکائے اور جب ایک ثلث رہ جائے اس کو چھان کر مقام ماؤف پر مالش کرے۔

پچیسی: ۴ فروری ۱۸۹۲ء۔ میرا تجربہ ہے کہ پچیسی ایک منحوس کھیل ہے۔ علاوہ تضیع اوقات اس کے کھیلنے سے نحوست بڑھتی ہے۔ آج کل یہ کھیل ..... مشغلۂ منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار ہے جو بالمدام کم کم پانچ چھ گھنٹے اس میں صرف کرتے ہیں اور اس حالت میں انھیں کسی معاملہ کی بات سننا سخت ناگوار ہوتی ہے۔ اس کھیل کا انجام بخیر نظر نہیں آتا۔ میں اس کھیل کا کبھی عادی نہ تھا بلکہ ستائیس سال ہوئے میں نے گنجفہ و شطرنج

Marfat.com

مطلقاً ترک کر دیا جس میں مجھے دستگاہ کامل تھی۔

نسخہ ضعف معدہ: ۲۱ مارچ ۱۸۹۲ء ضعف معدہ کے واسطے اجزائے ذیل بہت مفید ہیں۔ راقم کو بھی ان کے استعمال سے فائدہ ہوا:

"کنوچہ، الائچی خورد، زیرہ سفید، زیرہ سیاہ۔ ان چاروں اجزا کو ہم وزن لے کر کوٹ چھان کر تین تین ماشہ کی پڑیاں بنالے اور بعد غذا ایک پڑیا نوش کرے۔ امید کہ شافی مطلق شفائے عاجل عطا کرے۔

وجوہ مالیخولیا وغیرہ: ۲۳ مارچ ۱۸۹۲ء - مالیخولیا، خبط و بے خوابی وغیرہ کے کئی سبب ہیں ان میں خاص خاص وجہ یہ ہیں: طبیعت پر زیادہ زور دینا، دوسرے ورزش نہ کرنا اور جسم سے کم کام لینا، تیسرے مزاج میں استقلال و عزم کا نہ ہونا، چوتھے خطرناک طریقوں سے کام کرنا، پانچویں دن رات خیال کرنے اور سوچنے کی بیہودہ عادت پر چلنا۔

نسخہ ہضم آم: ۲۴ جون ۱۸۹۲ء - تجربہ سے لکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص سونٹھ صاف چھنی ہوئی بقدر ایک ماشہ و نمک سیاہ ایک ماشہ باہم مخلوط کر کے بعد کھانے آم کے استعمال کرے تو ان کی تحلیل میں کوئی توقف نہ ہوگا۔ کسی ضرر کے بغیر ہضم ہو جائیں گے۔

تحصیلدار نوروز علی: ۶ جولائی ۱۸۹۲ء - آج چودھری محمد عظیم صاحب و چودھری نصرت علی صاحب سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ و چودھری محمد رؤف صاحب روسائے محلہ مہتوانہ عید ملنے کی تقریب میں میرے مکان پر تشریف لائے۔ چودھری محمد عظیم صاحب نے بحالت تخلیہ مجھ سے بیان کیا کہ نوروز علی تحصیلدار سندیلہ نے تمہاری کچھ شکایت کرنل کوبن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی سے کی ہے جس کی نسبت صاحب بہادر چودھری صاحب سے دریافت کرتے تھے کہ مظہر علی کچھ کام میونسپل میں غفلت کرتا تھا جس کی وجہ سے تحصیلدار سندیلہ نے کار میونسپل اپنے تعلق کر لیا ہے اور کوشش تحصیلدار سے آمدنی میں اضافہ ہوا۔ بجواب اس کے چودھری صاحب نے میری لیاقت و تدین کی بہت تعریف کی کہ مظہر علی نے جیسا کام میونسپل کا کیا ہے ویسی لیاقت و مستعدی سے شاید دوسرا نہ کر سکے۔ جواب الجواب میں صاحب بہادر نے فرمایا کہ ہم ضرور مظہر علی کو اچھا جانتے ہیں وہ کام سکرٹری سے علیحدہ نہیں ہوا ہے —— افسوس کہ میری لیاقت و کارگزاری تحصیلدار کے ناگوار طبع ہے۔ ؎ اے روشنیِ طبع تو بر من بلا شدی

ہدایت نفس خود: ۱۴ اگست ۱۸۹۲ء - بغرض تعلیم و ہدایت خود میں نے نصیحت ذیل چودھری

Marfat.com

عبدالباقی صاحب نمبردار سے بخط جلی لکھوا کر اور واحد طین ساز سے شیشہ وطین سے مرتب و آراستہ کرا کے اپنی نشست گاہ کی دیوار کے محاذ میں آویزاں کی تاکہ وہ مجھے ناصح رہے کہ کوئی بات غیر مہذب زبان سے نہ نکالوں۔

"سوچ سمجھ کر بات کرو کہ پشیماں نہ ہو"

پوتے کا نام: ۲۸ راگست ۱۸۹۲ء۔ آج زائچہ مولود نور چشم سید مجتبیٰ علی بقاعدہ نجوم میں نے مرتب کیا۔ نشست ستاروں کی بہت اچھی ہے۔ دو شرف میں ایک اپنے گھر کا اور ایک خانہ مسرت میں ہے۔ خدا اس کو زندہ رکھے۔ وہ ایک ہونہار لڑکا ہوگا۔ بعد غور کامل اس کا نام میں نے مرتضیٰ حسین رکھا۔ اس نام کا کوئی آدمی قصبہ ہذا میں نہیں ہے۔

ایک طبی مشورہ: ۴ ر ستمبر ۱۸۹۲ء۔ اگر انسان اپنی صحت چاہے تو نصف مہینہ بھادوں سے شروع کاتک تک بلا بھوک ہرگز غذا نہ کرے ورنہ بالضرور کوئی نہ کوئی تغیر پیدا ہوگا۔ یوں تو ہمیشہ احتیاط لازمی ہے۔ یہ نصیحت بڑے تجربہ کے بعد درج ہوئی۔

شناخت ہیرا: ۲۳ ر ستمبر ۱۸۹۲ء۔ ۱۔ کارڈ یا اس قسم کا کوئی دبیز کاغذ کا ٹکڑا لے کر سوئی سے اس میں ایک سوراخ کرو اور ہیرے کو آنکھوں کے سامنے لا کر اسی کی راہ سے سوراخ کو دیکھو۔ اگر ہیرا جھوٹا ہے تو دو سوراخ اور اگر سچا ہے تو ایک سوراخ دکھائی دے گا ۲۔ انگلی پر ہیرا رکھ کر اس کے ذریعہ سے انگلی کے مسامات پر نگاہ کرو۔ اگر ہیرا سچا ہے تو جلد کے مسامات کچھ کچھ ممیز ہوں گے۔ صاف نہیں دکھلائی دیں گے اور اگر ہیرا نقلی ہوگا تو بہت صاف اور شفاف دکھلائی دیں گے ۳۔ ہیرے کا نگ انگوٹھی پر جڑا ہو تو اس طرح پر شناخت ہو سکتی ہے کہ اگر نگینہ اصلی ہیرے کا ہے تو ڈانک کبھی نہیں دکھلائی دے گی اور اگر نقلی ہیرا ہے تو صاف دکھلائی دے گی۔

تجربہ کاری: ۹ ر نومبر ۱۸۹۲ء۔ تجربہ کار کا لفظ اسی شخص کی نسبت استعمال ہونا چاہیے جس نے اولاً ہر چیز کو بہ نظر غور دیکھا ہو اور بطور خود اس کی نسبت پوری فکر کی ہو، دوئم کتابوں کی سیر بہ نظر تعمق کر چکا ہو، سویم ہم عصر لوگوں کی تحریرات کو جو کسی امر خاص کی بابت ہوں غور کیا ہو۔ تجربہ کاری کچھ اس بات سے متعلق نہیں ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہوگئی ہو اور وہ ان فضائل سے بے بہرہ ہو۔ اگر جوان آدمی میں ایسے فضائل حاصل ہوں تو وہ بھی تجربہ کار کے شمار میں آ سکتا ہے۔ جو شخص بلا واقف کاری بلا اصلاح مشورت کے کوئی کام کرے گا وہ ہمیشہ غلطی میں پڑے گا۔

سوانح عمری خود: ۱۲ ر نومبر ۱۸۹۲ء۔ آج میں نے اپنی سوانح عمری لکھنا شروع کی جس کو چودہ فصلوں میں منقسم کیا ہے اور ایک فصل میں اپنے حالات مفصل لکھنا چاہتا ہوں۔ خدا سے امید ہے کہ اس کی

Marfat.com

تکمیل بوجہ احسن فرمائے (یہ سوانح عمری ۱۸۹۴ء میں کوئن پریس سندیلہ سے شائع ہوئی تھی۔ ہاشمی)

یکم دسمبر ۱۸۹۲ء۔ آج صبح کو کنور درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار میری ملاقات کو تشریف لائے اور مجھے اپنی سوانح عمری لکھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ آپ ایک نہایت عمدہ و قابل یادگار کام کر رہے ہیں جواب اور آئندہ بدرجہ غایت کار آمد ہوگا کیوں کہ تصنیفات سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ درجہ کی یادگار دنیا میں نہیں ہو سکتی اور جب اس کام کو انجام دے چکیں تو نہایت بہتر ہوگا اس کو طبع کرا دیں جو باعث آپ کی کمال یادگار کے ہوگی اور چونکہ میں اپنا ذاتی مطبع سندیلہ میں جاری کرنے والا ہوں۔ پس اس میں یہ کتاب بہت آسانی سے طبع ہو جائیگی۔ میں نے راجہ صاحب کا تشکریہ ادا کیا کہ آپ نے مجھے نہایت نیک صلاح دی۔

معاشی تردد: ۲۰ دسمبر ۱۸۹۲ء۔ میرے مصارف کو روز بروز ترقی ہے حتی کہ سال گزشتہ میں تین سو سینتالیس روپے کا صرف کپڑا خرید ہوا۔ اور دیگر مصارف لابدی علاوہ برآں۔ اگرچہ میں فکرمند رہتا ہوں لیکن اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے جب تک کہ فضل ایزدی شامل حال نہ ہو۔ پس اس کی درگاہ میں دست بدعا ہوں کہ جیسی میری حیثیت و عزت بڑھائی ہے اپنے حبیب کے صدقہ سے تا حیات میری ویسی ہی آبرو و منزلت برقرار و قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ڈالیاں: ۲۱ دسمبر ۱۸۹۲ء۔ چونکہ کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی بڑا دن بمقام 'جھرویہ' مزرعہ بینی گنج علاقہ چودھری محمد عظیم صاحب میں منائیں گے اور اسی روز عموماً کل رؤسا وغیرہ ڈالیاں حسب حیثیت خود ہا پیش کریں گے۔ لہذا مجھے بھی واجب ہوا کہ جس طور سے ممکن ہو ڈالی لے کر ۲۵ دسمبر کو 'جھرویہ' پہنچوں۔ پس برادرم منشی سید فضل حسین صاحب سے یہ طے ہوا کہ ہم دونوں ۲۴ دسمبر کی شام کو سندیلہ سے بذریعہ ریل چونسہ پہنچیں اور بعد قیام شب صبح کو بہ سواری پالکی جا کر بعد ملاقات صاحب ضلع ڈالیاں پیش کریں جس کا سامان لکھنؤ سے میں نے منگایا ہے۔

سال نو: یکم جنوری ۱۸۹۳ء۔ آج سے ۱۸۹۳ء کا آغاز ہوا۔ ۱۸۹۲ء عموماً بہت سخت گزرا۔ سو میں شاید پانچ ہی شخص خوش حال و بے فکر رہے ہوں۔ انواع اقسام کے حادثات پیش آئے۔ نامور انگلستان و ہندوستان وغیرہ کے اس جہاں سے گزر گئے۔ میں بھی علالت جان فرسا، درد قولنج وغیرہ میں سخت مبتلا رہا اور ترددات انواع و اقسام کے علاوہ برآں تھے۔ دیکھا چاہئے کہ یہ ۱۸۹۳ء کیسا گزرتا ہے۔

محلہ کے کل لڑکوں میں بلکہ شاید سندیلہ میں کرامت علی خلف شیخ سلامت علی صاحب مرحوم کا سب سے

Marfat.com

بڑھاپے اور آدمی بھی خوش فہم تیز طبع وسعید ہیں۔ عجب نہیں کہ یہ صفات ایک روز ان کو مرتبہ اعلیٰ پر پہنچادیں اور مثل بھی ہندی مشہور ہے کہ سر بڑا سردار کا۔

موروثی خاصہ: ۱۳ رمارچ ۱۸۹۳ء۔ میرے خاندان کا یہ موروثی خاصہ ہے کہ ابتدائے تعلیم و تعلم کا ضرور شغل رہتا ہے۔ بعدہٗ وہ چاہے جیسا معزز عہدہ حاصل کرے۔ چنانچہ میں اپنے چشم دید تین پشتوں کا ذکر کرتا ہوں کہ میرے جد امجد مولوی سید الٰہی بخش صاحب مرحوم نے مدت تک پیشۂ معلمی کا کیا اور میرے والد ماجد مولوی سید مظفر علی صاحب مرحوم ایک عرصہ تک مدرس اول مدرسہ ریاست جودھ پور رہے۔ بعدہٗ سندیلہ میں بھی بعد غدر اس شغل کو جائز رکھا۔ ابتدائً راقم بھی مدرس مدرسہ سندیلہ مقرر ہوا جس کو ساڑھے چار سال تک انجام دیا۔ اس کے بعد نوکری ریلوے وغیرہ کی حاصل کی۔ برخوردار مصطفےٰ علی آج کل مدرس اوّل مدرسہ انگریزی میں جس خدمت کو اپریل ۱۸۹۱ء سے انجام دے رہے ہیں۔ دیکھا چاہیے کہ ان کا مقدر کب یاوری کرتا ہے کہ کوئی بڑا عہدہ مستقل طور پر حاصل کریں۔

کھٹمل و مچھر: ۶ اپریل ۱۸۹۳ء۔ آج میں چار بجے شام کی ریل میں ہردوئی گیا..... شیخ رعایت حسین صاحب وکیل کے مکان پر ٹھہرا لیکن جو چارپائی نواڑ کی میرے واسطے بچھائی گئی تھی اس میں اس قدر کھٹمل تھے کہ تمام رات مجھے ان کے چننے اور گھنٹے شمار کرنے میں گزری اور کوئی وقت پلک خواب راحت سے آشنا نہیں ہوئی اور اس پر طرہ یہ تھا کہ مچھروں کی فوج نے ایسے پیہم دھاوے کرنا شروع کیے کہ اگر کوئی منٹ کھٹمل کی نیش زنی سے نجات بھی ملتی تو اُن کی سوزش سے چین نہیں ملتا تھا حتیٰ کہ تمام بدن میں ددورے پڑگئے۔ غرض خدا خدا کرکے صبح ہوئی اور میں نماز کو اُٹھا۔ یہ رات میرے حق میں سخت تکلیف کی تھی جو شاید کبھی فراموش نہ ہو۔

کل شیٔ..... اصلہ: ۱۰ اپریل ۱۸۹۳ء۔ کل شیٔ یرجع الی اصلہٖ۔ اس مسئلہ کا جہاں تک تجربہ و امتحان ہوا تو بہت درست و صحیح قرار پایا۔ ہر شے کو ضرور اصل کی طرف رجحان ہوتا ہے.... اگر انسان پر قیاس کیا جاوے تو اس کی بھی بلاکم و کاست وہی حالت دیکھی گئی جس سے اس کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے۔ اگر کوئی شخص قوم رذیل سے تعلیم دیا جاوے تو گو تحصیل علوم سے اس کی عقل و دماغ میں روشن ضمیری ضرور پیدا ہوجائے گی لیکن اس کی عادات میں کچھ شمہ اس کی اصلیت کا بلاتوقف ضرور پایا جائے گا۔ اسی طرح سے اگر کسی خادم کے فرزند کو تعلیم دے کر لیاقت حاصل کرائی جاوے اور اگرچہ وہ کسی شریف کے نطفہ سے بھی

Marfat.com

ہو تو بھی اس کی خو بو میں کچھ نہ کچھ اس کی ماں کا اثر پیدا ہوگا اور بوے وفاداری مفقود ہوگی۔ یہ شعر استاد فردوسی کا ایسے محل پر نہایت درجہ صادق آتا ہے ع اگرچہ بود زادۂ شہریار پرستار زادہ نہ آید بکار
پس اسی طور سے میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تو…

اشعار حافظ: ۱۴ ؍اپریل ۱۸۹۲ء…. جب تحصیلدار نے دیکھا کہ میں کارروائی میونسپل میں نہایت صاف و پاک ہوں اور جو کام میرے عہد میں ہوئے وہ نہایت نیک نیتی کے ساتھ ہوئے اور کسی قسم کا تغلب کوئی شخص نہ کرنے پایا اور ملازمین میونسپل پر میرا کامل دباؤ تھا لہذا جس نہج سے انھوں نے کنجی ہائے گولک (اکٹرائی) بموجب تحریر ۱۸ ؍مارچ ۱۸۹۲ء کے مجھ سے منگائی تھیں۔ اسی طور سے آج مجھے بھیج دیں کہ میں کام متعلقہ سابقہ کو بحیثیت سکریٹری میونسپل کے انجام دوں۔ اس مقام پر مجھے بعض اشعار حافظ شیراز علیہ الرحمہ کی کامل تصدیق ہوتی ہے جو سال گزشتہ میں بحالت تردد بوقت معائنہ فال کے برآمد ہوئے تھے۔ شعر

بداں مثل کہ شب آبستن آمدہ است بروز ستارہ می شمرم تاکہ شب چہ زاید باز
زلوح بادیہ دل بدمکن بہ بند احرام کہ مرد راہ نیاندیشد از نشیب و فراز
بیاکہ بلبل مطبوع خاطرم حافظ بہ بوے گلشن وصل تو می سراید باز

دانتوں کی حفاظت: ۱۵ ؍اپریل ۱۸۹۲ء۔ جس شخص کو اپنے دانت مدت تک قائم رکھنا مقصود ہو اسے پان خوری کا استعمال کم اور خلال کی عادت نہ کرے ورنہ میرا تجربہ ہے کہ چونا مسوڑھوں کو کاٹ دیتا ہے اور خلال کرتے کرتے دانتوں کے درمیان فرق پیدا ہو جاتا ہے جس سے چند روز میں انھیں جنبش ہونے لگتی ہے اور بالآخر گر جاتے ہیں اور انسان روٹی و دیگر لذائذ دنیوی سے محروم ہو جاتا ہے۔

قسم کھانا: ۱۶ ؍جون ۱۸۹۲ء۔ جب میں کم سن تھا مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۸۵۶ء سے قسم کھانا جیسا اس کا آج کل ضرورت بلا ضرورت عام رواج ہے مطلقاً ترک کر دیا تھا اور کبھی سہواً اس کا اتفاق نہیں ہوتا ہے اور میں بہت بُرا جانتا ہوں کہ لوگ معمولی بات چیت میں بلا ضرورت اس کے عادی ہیں جس سے ان کی بے اعتباری متصور ہے اور جب کبھی کسی عدالت میں اتفاق ادائے شہادت کا ہوتا ہے تو وہاں بھی انھیں الفاظ کا استعمال کرتا ہوں کہ اپنے علم و یقین سے سچ کہوں گا جھوٹ نہ کہوں گا۔

دعوت احبہ: ۴ ؍جولائی ۱۸۹۳ء۔ آج میں نے اپنے اعزا خاص کو طلب کر کے عموماً قلمی و تخمی آم نوش کرائے جن کے نام ذیل میں ہیں۔

Marfat.com

"برادر عزیز سید اظہر علی، عزیزی سید حافظ علی ولد ماجد علی صاحب، مولوی خلیل الدین ولد مینگا میاں، اصغر علی ولد اظہر علی، قاضی ابوالحسن ولد قاضی اقتدار علی، عوض علی خلف سید حسین علی مرحوم، برخورداران سید مصطفیٰ علی وغیرہ برخوردار منتظم حسین، محمد زبیر و محمد شعیب و محمد ضمیر و محمد صعیب فرزندان برادرم سید نذر علی۔

حاجی وارث علی: ۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء۔ آج بہ تقریب آمد ایڈمنسٹن صاحب کمشنر لکھنؤ میں بوقت ۸ بجے کے اسٹیشن ریلوے پر گیا۔ صاحب تو تشریف نہیں لائے لیکن حاجی وارث علی شاہ صاحب ساکن دیوا سے ریل گاڑی میں ملازمت حاصل ہوئی۔ بعد مصافحہ بہت مہربانی سے پیش آئے۔ کہا کہ ان کی ذات سندیلہ میں بہت غنیمت ہے۔ اپنے اور شیخ فہیم الزماں کے خاندان میں یہ بہت عمدہ آدمی ہیں اور ہم سے ان کا خون ملا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر میری پیٹھ پر دست شفقت پھیرا اور بخوشی رخصت کیا۔ مجھے یہ شگون نیک حاصل ہونے سے بہت خوشی ہوئی اور اپنے خدائے پاک سے امید کرتا ہوں کہ میرا اطلال بعنوان نیک مبدل بہ راحت ہو۔ آمین۔

ایک باغ و کنواں: ۱۱ ستمبر ۱۸۹۲ء۔ جو باغ و کنواں میں نے لب سڑک ہتیا ہرن کی سرحد شمالی موضع پرکا پور کے بنوایا ہے اس راستہ سے ہزاروں جاتری کی ہر چہار جانب آمد و شد رہتی ہے۔ چونکہ کل اتوار تھا اس میں نے بذریعہ چھتا سنگھ نمبردار موضع مذکور کے کنویں پر ایک برہمن مقرر کرا دیا اور اس کو ایک لوٹا و ڈول دلوا دیا تاکہ راہ گیروں کو پانی پلاوے۔ چنانچہ اس کارروائی سے کل کنویں پر بڑا مجمع رہا اور برہمن نے بڑی مستعدی کے ساتھ سب کو پانی پلایا۔ اس وجہ سے میری نیک نامی کی بڑی شہرت ہوئی ... چونکہ ایک تختی بہ زبان اردو و ہندی کنویں پر لگی ہے کہ "یہاں تشریف لائیے آب شیریں و عمدہ موجود ہے" یہ تحریر بھی مسافروں کو بہت کشش کرتی ہے۔ اگر چند سال تک ایسی ہی کوشش رہی تو میں امید کرتا ہوں کہ شاید میلہ بھی وہاں ٹھہرنے لگے کیونکہ وہاں سے دو کوس کے فاصلہ تک کہیں عمدہ پانی نہیں ملتا ہے۔ برہمن کی اجرت فی اتوار تین آنہ قرار پائی۔

عرق کیلہ: ۲ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ آج میں صبح کے آٹھ بجے دفعتاً عارضہ پتی میں مبتلا ہو گیا۔ تمام بدن میں خارش ہو گئی جس کی تکلیف سے بخار آ گیا اور غذا نہار نہ کر سکا۔ عرق کیلہ کے استعمال سے افاقہ ہوا جو اس عارضہ کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوا۔

ملاقات کمشنر وغیرہ: ۲ نومبر ۱۸۹۲ء۔ آج آٹھ بجے صبح کو مسٹر جے ایڈمس صاحب کمشنر لکھنؤ سے ملاقات کی۔ حالات خاندانی استفسار فرمائے۔ میں نے کہا کہ مخدوم سید علاء الدین قدس اللہ سرہٗ

Marfat.com

کی اولاد میں ہوں جو سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں شہر واسط سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اور جن کے نام کا مخدوم پورہ ہنوز بہ حیثیت معافی دوامی عہد شاہی کے ہم لوگوں کے قبضہ میں چلا آتا ہے۔

کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی سے آج بار دیگر ملاقات کی اور جو باتیں کمشنر صاحب سے ہوئی تھیں ان کا اعادہ کیا میں نے یہ بھی کہا کہ مجھے کام میونسپل و آنریری مجسٹریٹی سے فرصت قلیل رہتی ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ عدالت سیشن کی حاضری سے بحیثیت اسیسر کے معاف کیا جاؤں۔ فرمایا کہ درخواست دو ہم حسب خواہش کارروائی کر دیں گے۔ مجھ سے فرمائش کی کہ ایک جوڑا گولڈ فنچ جس کو اردو میں سہرا کہتے ہیں اور ایک مادہ گوبرلا وا لکھنؤ وغیرہ سے تلاش کر کے منگوا دو کہ سرد موسم میں یہ چڑیاں ملتی ہیں اور مجھ کو پرندوں کا شوق بہت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ضرور کوشش کر کے ان کو منگواؤں گا۔

<u>خریداری کتب</u>: ۱۰ نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج میں نے مطبع منشی نولکشور لکھنؤ سے حسب ذیل کتابیں منگائیں۔ اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت دو روپے چار آنہ، دیوان حافظ محشی بارہ آنہ محصول ڈاک و فیس منی آرڈر دس آنہ = جملہ ۳ روپے دس آنے۔

<u>گھر بھر بیمار</u>: ۱۳ نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج کل علاوہ خلجان مقدمات متدائرہ کے میں تشویشات بیماری میں بھی سخت غلطاں و پیچاں رہتا ہوں۔ کوئی وقت ان سے جدائی نہیں ہوتی۔ اول تو مجھے تیرہ روز گزشتہ سے برابر دورہ اجابت بلغمی کا ہوتا ہے جس سے بحدے ضعیف ہو گیا ہوں اور ہنوز کوئی افاقہ نہیں۔ دوسرے نور چشم مصطفیٰ علی خلف اکبر پھوڑہ ہائے زیر بغل میں مبتلا ہیں جس سے حرارت لاحق رہتی ہے اور استعمال منضج کا ہو رہا ہے۔ تیسرے نور چشم مجتبیٰ علی خلف دوئم کی تحریر ۱۱ نومبر سن الیہ مقام کانپور سے واضح ہوا کہ وہ خارشت سخت میں مبتلا ہیں اور چند پھوڑے ایسے برآمد ہوئے کہ مدرسہ تک جانا دشوار ہے۔ چوتھے نور چشم الفت علی زکام و بخار میں بمقام لکھنؤ مبتلا ہیں کہ کالج تک نہیں جا سکتے۔ پانچواں برخوردار مرتضیٰ علی حرارت دردسر میں بمقام لکھنؤ اور چھٹا نور چشم التفات علی بعد وفات فرزند کے بخار شدید میں مبتلا ہیں بلکہ اس وقت کیفیت بے ہوشی کی پیدا ہے۔ ساتواں اہلخانہ برخوردار مصطفیٰ علی ضیق النفس میں۔ نور دیدہ منتظم حسین حرارت و اسہال میں نور العین مزمل حسین عارضہ خارشت و استفراغ میں۔ غرض ان دنوں میں سخت پریشانی میں مبتلا ہوں۔ خدا رحم کرے۔ آمین

<u>استعمال چائے</u>: ۱۸ دسمبر ۱۹۳ء۔ چونکہ استعمال چائے کا تحلیل ریاح کے واسطے مفید معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے لہٰذا زمانہ بارش سے میں بالمرہ علی الصباح اس کا استعمال کرتا ہوں جس میں تین عدد بادام گھسے ہوئے اور ایک تولہ بالائی اور ایک ماشہ بادیان خطائی پڑتا ہے۔

منشی شمس الدین: یکم جنوری ۱۸۹۴ء۔ آج منشی عبدالصمد صاحب واصل باقی نویس تحصیل سندیلہ سے جو نہایت درجہ معتمد و مشیر بابو نوروز علی تحصیلدار کے ہیں معلوم ہوا بلکہ انھوں نے حلفیہ بیان کیا کہ تحصیلدار سے آپ کی رنجش کے باعث جناب منشی شمس الدین احمد صاحب مرحوم تھے کہ جنھوں نے بحالت تخلیہ تحصیلدار سے بیان کیا تھا کہ "مظہر علی اچھے آدمی نہیں ہیں۔ ان سے بہت ہوشیار رہنا چاہیے اور ان کو اختیارات امور تحصیل میں خودسری کے نہ دینا چاہیے بلکہ ہمیشہ اپنے زیر حکومت رکھنا چاہیے ورنہ تم کو ضرر پہنچے گا"۔ اسی وجہ سے تحصیلدار مجھ سے بہت کشیدہ رہا کرتے تھے اور میرے ہر فعل کو نگاہ حقارت سے دیکھتے تھے بلکہ اسی زمانے میں میرے خلاف رپورٹ اخفائے لگان کی صدر کو بھیجی تھی جس کی وجہ سے آج تک پریشانی میں مبتلا ہوں۔ چونکہ ہمارے بزرگوار (شمس الدین صاحب) اور تحصیلدار سے ضلع کھیری کے روابط تھے اور تحصیلدار ان کو بہت نیک صفات اور مقدس سمجھتے تھے اس وجہ سے ان کی شکایت کا پورا اثر میری نسبت ہوا حالانکہ بعد تجربہ کامل اب تحصیلدار کے دل سے ویسے خیالات میری نسبت باقی نہیں رہے تھے اور مجھے اچھا سمجھنے لگے تھے۔ افسوس کہ ایک مقدس بزرگ سے بعوض بھلائی و بہبودی کے یہ ثمرہ حاصل ہوا۔

حاجی وارث علی شاہ: ۲۴ فروری ۱۸۹۴ء۔ آج ۷ بجے صبح میں نے شرف ملازمت جناب حاجی وارث علی شاہ صاحب کی حاصل کی۔ بہت مہربانی سے پیش آئے اور سرو قد تعظیم دے کر مجھ سے معانقہ کیا اور دیر تک بات چیت فرمائی۔ کل چونکہ بعد دریافت خیریت مجھے سلام کہلا بھیجا تھا اس وجہ سے مجھے فرض ہوا کہ حصول زیارت سے شرف ہوں۔

عید الفطر: ۹ اپریل ۱۸۹۴ء۔ ۳۰ شوال ۱۳۱۱ھ۔ آج چودھری حسن جہاں خلف چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار و فتح علی ولد چودھری نصرت علی خاں بہادر و چودھری محمد عظیم صاحب و میر محمد عوض صاحب رؤسائے مہونا نہ و امجد علی خاں بلوچ اشراف ٹولہ مجھ سے عید ملنے آئے۔ چودھری صاحب آخرالذکر مجھ سے دیر تک ہر قسم کی بات چیت کرتے رہے اور چونکہ میں نے ان کی بہ عہد بابو نوروز علی تحصیلدار سندیلہ ہر قسم کی مدد کی تھی اس وجہ سے اکثر باتوں میں ان کی رضامندی میری نسبت ظاہر ہوئی۔

قانونی کتب: ۱۷ اپریل ۱۸۹۴ء۔ چونکہ اس زمانے میں بدون واقفیت قانون کوئی شخص لائق تصور نہیں کیا جاتا ہے اس وجہ سے میں نے ایک سو برس کے قوانین غیر منسوخہ اپنے کتب خانہ میں فراہم کر لیے

Marfat.com

ہیں اور ہر سال ایک اجلاس خلاصہ نظائر فوجداری ہائی کورٹ الہ آباد، مدراس، کلکتہ، بمبئی کے سرکاری چھاپہ خانوں سے منگاتا رہتا ہوں کہ بروقت ضرورت مجھے کہیں سے مستعار منگانے کی حاجت نہ پڑے اور لوگ اپنی رفع ضرورت کے مجھ سے خواہش مند ہوں۔ مجھے اپنی اولاد نیک اطوار سے امید ہے کہ اس رسالہ کو بحفاظت رکھیں گے اور وقتاً فوقتاً قوانین جدید اپنے کتب خانہ میں اکٹھا کرتے رہیں گے۔

راجہ درگا پرشاد: ۲۴ اپریل ۱۸۹۴ء۔ آج راجہ درگا پرشاد صاحب رئیس سندیلہ میری ملاقات کو تشریف لائے اور میری کتاب سوانح عمری کو دیکھ کر فرمایا کہ آپ نے عبارت بہت لطیف سلیس و رواں لکھی ہے جو چودھری حافظ شوکت علی صاحب کی عبارت سوانح عمری سے بہت عمدہ ہے۔

قول سعدی: ۱۱ مئی ۱۸۹۴ء۔ کس نیا موخت علم تیر از من ؛ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

یہ قول حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا بہت صحیح و درست ہے اور جہاں تک میں نے تجربہ کیا یہ مثل میرے حق میں بہت صادق آتی ہے۔ میں اپنے تجربہ سے لکھتا ہوں کہ جس شخص کے ساتھ میں نے سلوکات کیے اور اس کی بہبودی کا باعث ہوا بالآخر اس سے ضرور میری ذات و مال کو ضرر پہنچا۔ جس کی چند مثالیں حوالہ قلم کرتا ہوں....

تحسین: ۲۴ مئی ۱۸۹۴ء۔ آج مرزا یعقوب حسین صاحب تحصیلدار کے مکان پر منشی سید یوسف زماں صاحب حاکم بندوبست تحصیل سندیلہ سے ملاقات ہوئی۔ تحصیلدار صاحب نے میرا ڈپٹی صاحب سے تعارف کرایا کہ یہ صاحب رئیس سندیلہ نہایت لائق اور وقت کے فلاسفر ہیں۔ کوئی وقت ان کا فضول و رائیگاں صرف نہیں ہوتا۔ سرکاری کاموں کی طرف بہت دلچسپی ہے۔ آنریری مجسٹریٹی کا کام مثل تنخواہ دار مجسٹریٹ کے بہت مستعدی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

مصطفیٰ علی: ۱۰ ستمبر ۱۸۹۴ء۔ آج ایک پوسٹ کارڈ محررہ ۸ ستمبر سن الیہ مرسلہ عبدالاحد صاحب فرنگی محلی لکھنؤ مہتمم مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور بجواب خط راقم مشعر بدیں مضمون موصول ہوا کہ برخوردارم سید مصطفیٰ علی مدرسہ مذکورہ میں علم عربی حاصل کر رہے ہیں۔ دو کتابیں ختم کر چکے ہیں۔ ان کا قصد ہے کہ بذریعہ اس کے علم طب کا تکملہ کریں اور ایک عہدہ ماسٹری بھی ان کو مل گیا ہے۔ جو کفیل ان کے مصارف کا ہے بالفعل وہ مولوی حافظ محمد علی صاحب وکیل کے مکان پر رہتے ہیں۔ یہ خبر معلوم کر کے بدرجہ غایت خوشی ہوئی جو ان کی مفقودی سے ایک مہینہ بیس یوم کے بعد سماعت میں آئی۔ میں نے اپنے اعزہ و احباب کو فوراً خطوط روانہ کیے جو اس کے منتظر تھے اور میں نے مولوی صاحب کو شکریہ لکھ بھیجا۔ برخوردار مصطفیٰ علی کو لکھا کہ تمہاری

Marfat.com

خیریت معلوم کر کے جی خوش ہوا۔ تم کو حسب خواہش خود تحصیل علم کا اختیار ہے میں مانع نہیں ہوں۔ اگر ضرورت خرچ کی ہو تو میں بھیج دوں۔ تم اپنی خیریت سے مطلع کرو کہ مجھے اور دوسروں کو طمانیت حاصل ہو۔

۲۱ اکتوبر ۱۸۹۴ء۔ جو خطوط برخوردار مصطفےٰ محررہ ۱۳ و ۱۵ اکتوبر کو بھجوائے گئے تھے ان کا یہ خوش نتیجہ نکلا کہ شب گزشتہ کو برخوردار موصوف بعد مفقود الخبری بخیریت تمام باز پس سندیلہ آئے اور ان کی والدہ نے باظہار مسرت آج برادری جمع کی اور مولود شریف پڑھوایا۔ اس چھوٹی سی تقریب میں ۱۵ روپے صرف ہوئے۔

دغابازی و چالاکی: ۱۶ دسمبر ۱۸۹۴ء۔ آج کل گردش زمانہ کچھ چالاک کاذب و دغاباز آدمیوں کے موافق ہو رہی ہے۔ میں تجربہ سے لکھتا ہوں کہ لوگ جھوٹ و دغابازی سے براہ چالاکی کوئی فعل کرتے ہیں تو ان کو ہر طرح سے کامیابی ہوتی ہے۔ بالفعل یہ امر میرے مشاہدہ میں آیا ہے کہ ایک شخص اپنے آقا کی حضوری میں اس قدر تعریف کرتا ہے گویا بادشاہ وقت وہی ہیں لیکن جب علیحدگی ہوتی ہے تو کوئی دقیقہ مذمت حضرت آقا کا اٹھا نہیں رکھتا۔ وہ بہ خوش حالی کر رہا ہے اور جو لوگ نہایت راست بازی ایمانداری اور نیک نیتی سے چل رہے ہیں وہ تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہیں۔ یہ محض زمانہ کی خوبی ہے ورنہ میں ہمیشہ نیک روشی کا انجام خوش دیکھتا رہا ہوں اور میں یہ کہنے کو تیار ہوں کہ ایمانداری و نیک نیتی ضرور اپنا ثمرہ نیک دکھا دے گی اور بدروش ہمیشہ ذلت و خواری میں مبتلا رہیں گے۔

سوانح عمری خود: ۱ مارچ ۱۸۹۵ء۔ چونکہ کتاب سوانح عمری راقم بشمول تقریظ و شجرہ وغیرہ چوبیس جزوں میں چھپی لہٰذا کل اجرت مطبع کوئن پریس سندیلہ ایک سو بہتر روپے چودہ آنہ نو پائی قرار پائی اور بعد مجرائی وصول سابقہ میں نے رقم بقیہ اڑتیس روپے بارہ آنہ نو پائی مطبع کوئن کو آج بھیج دی۔ اب کچھ باقی نہیں رہا۔

انبہ: ۱۳ جون ۱۸۹۵ء۔ تجربہ سے مجھے استعمال انبہ بہت مفید ثابت ہوا اور اس کے ہضم کے واسطے ایک ماشہ سونٹھ اور اسی قدر نمک سیاہ بہت فائدہ بخش ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ انبہ کے استعمال سے میری توانائی کو ترقی ہوتی جاتی ہے علی الخصوص پتلے رس کا تخمی شیریں آم زیادہ تر مفید ہے۔

آم کی شاخیں: ۱۰ جولائی ۱۸۹۵ء۔ اگر تم چاہو تو تمہارے انبہ کے درخت ہر سال بارآور ہوں تو ہر سال بور آنے کے پہلے کم زور شاخوں کے پتے توڑ کر پھینک دو کہ بجائے بور آنے کے ان میں نئے نئے کلّے نکلیں۔ نئی شاخیں دوسرے برس پھولتی اور پھل لاتی ہیں۔

متعلق سوانح عمری: ۲۷ اگست ۱۸۹۵ء۔ آج پوسٹ کارڈ مورخہ ۲۶ اگست مرسلہ حکیم محمد علی خاں طبیب

Marfat.com

میونسپل ہردوئی مشعر بدیں مضمون موصول ہوا کہ شیخ ولایت علی ولد لائق علی اشراف ٹولہ سندیلہ ایک مضمون متعلقہ تردید بعض صفحات سوانح عمری آپ کی میرے مطبع میں طبع کرانا چاہتے ہیں چونکہ میں آپ کا نیاز مند ہوں اس لیے میرا فرض ہے کہ میں آپ سے اس کے چھاپنے کی اجازت حاصل کروں۔ بجواب اس کے میں نے لکھ بھیجا کہ اپنی کتاب سوانح عمری میں کل واقعات میں نے سچے لکھے ہیں۔ اگر شیخ ولایت علی کوئی ایسی تردید چھپوائیں گے جس کا مضمون میرے خلاف ہوگا یا اس سے کسی قسم کی اہانت متصور ہوئی تو شاید میں اس کی طوالت میں ہرگز دریغ نہ کروں گا اور بلا ارجاع نالش باز نہ رہوں گا۔ اگر آپ ایک نقل اس کی قبل طبع مجھے لطف فرما دیں تو باعث مشکوری ہوگا' یہ بھی شان خدا ہے کہ جس کو میں نے اپنا موضع 'موئی' دے کر صاحب ریاست کر دیا اور عزت پیدا کرانے کا باعث ہوا اور کل مطالبہ اپنا اس وقت تک وصول نہیں کیا وہ اپنی اصلاح کو چھوڑ کر مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔ سچ یہ ہے کہ کم ظرفوں کے ساتھ چاہے جس قدر سلوک کیا جائے لیکن وہ اپنی اصلیت کی جانب بدون رجوع کیے باز نہیں رہتے۔ مثل مشہور ہے کل شئی یرجع الی اصلہٖ

صبح کی ورزش: ۲۷ ستمبر ۱۸۹۵ء۔ صبح کی ورزش و پا پیادہ تفریح سے میری تندرستی کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے طبیعت بشاش چست و چاق رہتی ہے۔ غذا نہار بخواہش ہوتی ہے اور کسی کام سے جی نہیں گھبراتا۔ یہ تفریح بیرون قصبہ کم از کم ایک گھنٹہ ہوتی ہے۔

محنت: ۲۸ ستمبر ۱۸۹۵ء۔۔۔۔ میں خود ہی اپنی ذات سے تمام اوقات مصروف رہتا ہوں۔ حتیٰ کہ سوائے رات کے نصف تک چارپائی پر نہیں لیٹتا اور زیادتی محنت سے بوقت شب دماغ تپکنے لگتا ہے لیکن باوصف ان سب باتوں کے نیت کملہ کام اپنے آرام پر مقدم تصور کرتا ہوں۔ خدا میری اولاد کو بھی یہی ہدایت کرے۔

۶ نومبر ۱۸۹۵ء۔ ملک ہسپانیہ میں ایک مثل ہے کہ خدا سے دعا مانگو اور ہتوڑے کو بھی لوہے پر مارتے رہو ورنہ صرف دعا مانگنے سے لوہا کبھی نرم نہیں ہو سکتا۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ مطابق اس مثل کے میرا ہمیشہ طریق عمل رہا جس سے کسی کام میں مجھے بہت کم ناکامی ہوئی اور میرے اس بیان کی تصدیق میری کتاب سوانح عمری سے بطرز احسن ہو سکتی ہے۔ بہر حال انسان کو اپنی کوشش و پیروی سے ہرگز باز نہ رہنا چاہیے جس کی بدولت کل کام بن سکتے ہیں۔

اُلجھن: ۲۸ نومبر ۱۸۹۵ء۔ کل سے میں بعض امور مستقبل کا خیال کر کے از بس پریشان تھا کہ اب میرا صرف برخورداران ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی کی شادیوں سے اور بڑھے گا اور سلسلہ آمدنی دیہات بوجہ سقیم سالی

Marfat.com

چارسال گزشتہ بہت گھٹ گیا اور اب تجویز جمع بندوبست ثانی سے اور بھی گھٹے گا جو نومبر ۱۸۹۶ء سے کی جاوے گی تو میں کیونکر باعزت و آبرو اپنے مصارف خانہ داری کو چلا سکوں گا پس میں نے اسی حالت انتشار میں بہ نظر استدراک حالات پیش کتاب دیوان حافظ اور سکندر نامہ نظامی میں بوقت ۳ بجے شام کے فال دیکھی اور استدعا کی کہ میں صاف طور سے مطلع کیا جاؤں کہ میرے حق میں کیا شدنی ہے۔ اتفاق سے دونوں کتابوں میں صفحہ نمبر ۱۶۲ فال نکلی جن کے اشعار حسب ذیل درج کیے جاتے ہیں۔ کتاب دیوان حافظ کتب خانہ راقم صفحہ ۱۶۲ کا شعر یہ ہے:

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقان ریزد   من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم

کتاب سکندر نامہ مصطفائی۔ صفحہ ۱۶۲

شنیدم رسن بستی سوئے دار   بروتازگی وقت خون بہار   (کذا)

بمعائنہ اشعار مفصلہ صدر کے صاف مترشح ہوتا ہے کہ میرا رنج و غم ضرور برطرف ہو جائے گا اور میں آئندہ بہ کامیابی تمام بسر کروں گا جس سے مجھے نہایت درجہ طمانیت حاصل ہوئی اور اسی وقت سے میرے افکار لاحقہ میں خفت ہوئی۔ بہرحال ایسی ہی امید بہبودی و کامیابی کی زمان آئندہ میں رکھتا ہوں اور بہرحال اسکے فضل و کرم کا امیدوار ہوں۔

اعتدال: ۸ فروری ۱۸۹۶ء۔ انسان کو لازم ہے کہ وہ انحطاط عمر و قویٰ میں اپنی طبیعت کو کھانے پینے وسونے و جاگنے و رفع ضروریات میں بہت سنبھل کر بحالت اعتدال رکھے اور بہ پابندی اوقات ہر ایک کام انجام دیتا ہے ورنہ اسکی تندرستی کبھی قائم نہیں رہ سکتی اور بقیہ ایام زندگانی بہ لطف بسر نہیں لے جا سکتا۔

پابندی نماز و وظائف: ۴ مئی ۱۸۹۶ء۔ ۴۲ سال کا زمانہ ہوا جب میں نے نماز کی پابندی کی۔ اسی وقت سے درود شریف ہر نماز کے بعد ایک صد بار و سبحان اللہ بحمدہٖ ۲۵ بار سورہ مزمل ایک بار برابر پڑھتا رہا ہوں.... اور ۳۶ سال سے یا مظہر العجائب۔ بالخیر بعد نماز عشا کے ۳۶۰ بار ورد میں ہے جس کے اول و آخر سات سات مرتبہ درود شریف پڑھتا ہوں اور ۳۰ سال گزشتہ سے چہل کاف بعد نماز صبح و مغرب ایک بار پڑھا کرتا ہوں۔ ان اوراد کی برکت ورد سے مجھے بہت بڑا نفع دنیاوی حاصل ہوا اور ہو رہا ہے۔

چند آم: ۲۶ جون ۱۸۹۶ء۔ راجہ درگا پرشاد تعلقہ دار نے چند انبہ حیدرآباد دکن کے آج بھیجے جوان کو راجہ مرلی منوہر صاحب جاگیردار دس لاکھ ریاست موصوف نے بھیجے تھے۔ آم بڑے تھے اور خوشبو امرود کی تھی۔

ایک شاہ صاحب: ۲۲ اگست ۱۸۹۶ء۔ کل شام کو ایک بزرگ دارا شاہ ساکن مہاراج گنج ضلع جون پور کا میرے مکان پر گزر ہوا ان کے پاس چند اسناد تحریری تھے جن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ

Marfat.com

آدمی بے طمع و متوکل ہیں۔ شب کو میرے مکان پر ٹھہرے۔ بہت آسودگی کے ساتھ کھانا نوش کیا اور حقہ پانی ہر قسم کی ان کی خاطر داری ہوئی جس سے بہت رضامند ہوئے۔ اور آج صبح کو بوقت رخصت مجھ سے کہا کہ جو حاجت ہو بیان کرو کہ اس کے پورا کرنے کی کوشش کروں۔ بجواب اس کے میں نے کہا کہ دعائے خیر۔ کہا کچھ اور مانگو۔ میں نے کہا کہ جو کچھ مانگنا ہوتا ہے وہ میں اپنے رب العالمین سے مانگا کرتا ہوں اور میں اس کی ذات پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں اور شاکر ہوں۔ شاہ صاحب میری اس گفتگو سے بہت متعجب ہوئے۔

معلومات عامہ: ۲۹ ستمبر ۱۸۹۶ء (۱) ۱۸۵۴ء کے نصف آخر میں ہندوستان میں ریل جاری ہوئی (۲) صبح کو ایک گلاس ٹھنڈا پانی پی کر ٹہلنا واسطے رفع قبض کے بہت مفید ہے (۳)۔ بالائی اور مرچ سیاہ درد شقیقہ پر ملنا بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

خواب خوش: ۱۲ نومبر ۱۸۹۶ء۔ علی الصبح بوقت نماز میں نے خواب دیکھا کہ ایک دولت مند کی محل سرا میں داخل ہوا اور مالک مکان نے (جو ابھی زندہ ہیں) میرے داخلہ محل سرا کو بہ نظر مسرت و عزت دیکھا اور ایک معشوقہ دل نواز کو جو مجھ سے پردہ کرتی ہے اجازت دی کہ بالاخانہ پر چلی جائے جس کی اوٹ اس نے خود کی لیکن بوجہ غیر کافی ہونے پردہ کے اس کا نصف جسم اسفل صاف نظر آتا تھا جو اطلس کا کلی دار پاجامہ جس کی ہر کلی میں گوٹا و پائنچوں میں لچکا ٹکا تھا پہنے تھی اور اس کے کڑوں اور چھڑوں نقرئی کی آواز میرے کانوں تک آتی تھی۔ بعدہ میری آنکھ کھل گئی۔ میں حیرت میں ہوں کہ کس قسم کی خوابیں ہیں جن کو میں چار سال سے برابر دیکھ رہا ہوں اور جس کا قبل از خواب کوئی وہم و گمان نہیں ہوتا۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا ظہور ہوتا ہے۔

قحط زدہ لوگ: ۱۵ نومبر ۱۸۹۶ء۔ آج پھر میں نے انتظام تقسیم طعام محتاجوں کا کیا۔ محتاج خانہ موقوعہ پشت مقبرہ منشی فضل رسول صاحب مرحوم میں حسب ذیل آدمی ہیں:

مرد - ۶۰، عورتیں - ۲۰، لڑکے - ۱۶، کل = ۹۶۔ فی روٹی گیہوں کی ۱/۴ سیر تھی۔ تین تین مردوں کو، دو دو عورتوں کو اور ایک ایک لڑکوں کو تقسیم ہوئیں اور ایک ایک سفید کمبل مردوں کو اور پتلی مارکین کی چادریں عورتوں کو دی گئیں۔ کل صرفہ منجانب گورنمنٹ ہو رہا ہے۔

سال کا آخری دن: ۳۱ دسمبر ۱۸۹۶ء۔ آج سال ۱۸۹۶ء ختم ہوا۔ بوجہ کمی بارش ازحد گرانی و قحط سالی سے خلق اللہ کو بہت تکلیف پہنچی۔ ہزارہا آدمی فاقہ کشی سے مر گئے اور اپنی اولاد آٹھ آٹھ آنے پر فروخت کر دی۔ مجھے بھی اس سال تفکرات زائد رہے۔ کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور نہ میری اولاد کو، دیکھا چاہیے کہ

Marfat.com

۱۸۹۷ء کیسا گزرتا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ باعزت و آبرو رکھے اور ہر طرح سے کامیابی عطا فرماوے۔

کُرتا ٹوپی: ۸ر جنوری ۱۸۹۷ء۔ آج غسل آخر ولادت دختر اہل خانہ الطاف رسول نے کیا۔ اگرچہ کُرتہ ٹوپی بھیجنے کی ہر ایک عزیز نے رسم ادا کی۔ میں نے بھی بھیجا۔ اور لگانے صندل پر ایک روپیہ زوجہ صفی حجام کو دیا لیکن جس دھوم دھام سے مسماۃ حسنا بنت الٰہی جان و مسماۃ شیریں بنت کوکا طوائف یکے با دیگر ہمراہ کثیر اپنی ہم قوم کے کرتہ ٹوپی لے گئیں وہ کیفیت قابل دید تھی۔ آگے ڈفلی اس کے پیچھے تاشا و شہنائی بجتی تھی اور اس کے بعد رنڈیوں کا غول گاتا بجاتا جاتا تھا جس کے ساتھ صدہا تماشائی تھے۔ چونکہ اس گھر میں ان لوگوں کا بہت مان دان ہے لہٰذا ایسی کارروائیوں سے خوب حاصلات کر لیے ہیں اور انتظام ریاست میں بھی مشیر ہیں۔

فضل حسین: ۴ر مارچ ۱۸۹۷ء.... بوقت شب بذریعہ رقعہ منشی سید فضل حسین نے مجھے طلب کر کے باصرار کہا کہ میں فی الجملہ علیل ہوں اور بجز آپ کے دوسرے شخص پر مجھے اعتبار نہیں ہے کہ اس قدر روپیہ اس کی معرفت منگایا جاوے لہٰذا آپ لکھنؤ جا کر بیس ہزار روپیہ بنک بنگال سے مجھے لادیں اور اس میں سے مبلغ چار ہزار بابت فک رہن حصہ موضع 'سرپرحی' آپ لے لیجیے جو آپ کو یافتنی ہے۔ لہٰذا حسب اصرار ان کے میں نے شب کو کل انتظام اپنے لکھنؤ جانے کا کر لیا۔ آج کل منشی صاحب میری جانب بہت متوجہ ہیں بلکہ منولال ان کے خزانچی مجھ سے کہتے تھے کہ بجز آپ کے ان کی نگاہ دوسری طرف نہیں پڑتی ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ انتظام تعلقہ جلال پور پھر آپ کے سپرد کریں اور جملہ دوسر سے نجات پاویں۔ سچ یہ ہے کہ بدون آپ کی مداخلت کے اب یہ علاقہ ہرگز چل نہیں سکتا ہے

انجام قحط: ۹ر جون ۱۸۹۷ء۔ آج مجھے دریافت سے معلوم ہوا کہ میرے یہاں گیارہ لڑکیاں واسطہ پرورش خدمت کے اس قحط سالی میں حاصل کی گئیں جن کی تفصیل بقید اسم درج ذیل ہے (نام حذف کیے گئے۔ ہاشمی) اور ان سب کی پرورش میری ذات خاص سے متعلق ہے اور ہر ایک واسطے خدمت گزاری کے میری اولاد میں تقسیم ہے۔ چونکہ میں گھر میں چھ چھ مہینہ تک نہیں جاتا ہوں اس وجہ سے ان کے حالات سے محض غیر مطلع تھا۔

دوبارہ منیجری علاقہ: ۲۲ر جون ۱۸۹۷ء۔ (مقام ہردوئی)۔ آج صبح کو منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار شیخ رعایت حسین صاحب وکیل کے مکان پر تشریف لائے جہاں میر امجد علی صاحب وکیل بھی موجود تھے اور ان دونوں صاحبوں کو مجبور کیا کہ مجھے واسطے انتظام علاقہ جلال پور کے رضامند کریں چنانچہ انھوں نے بہت زور دے کر مجھے مجبور کیا کہ میں تعلقہ مذکور کا کام اپنے ہاتھ میں لوں اور ان دونوں صاحبوں اور بہ اصرار شاد

Marfat.com

صاحب (جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ ہاشمی) اس بات کا اقرار کیا کہ اگر آئندہ کوئی امر خلاف مزاج آپ کے منجانب منشی صاحب وقوع پذیر ہوگا جو باعث آپ کے ملال کا ہو تو ہم لوگ اسے رفع کرا دیں گے۔ چنانچہ بہ تائید اس بیان کے ایک یادداشت میر امجد علی صاحب وکیل نے مرتب کی جس میں کل اختیارات نظم و نسق علاقہ مجھے تفویض ہوئے اور ایک سو روپیہ ماہوار تنخواہ بدستور سابق اس میں درج ہوئی اور تینوں صاحبوں کا اس میں حوالہ درج یادداشت مذکور کیا گیا اور منشی صاحب موصوف نے بعد ثبت دستخط خود یادداشت مذکورہ میرے حوالہ کی اور اپنے ساتھ آج دوپہر کی ریل میں سندیلہ مجھے لائے۔۔۔۔ آج یہ بہت بڑا بار میرے سر پر رکھا گیا جس کے واسطے میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم انجام اس کا بخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

شادی پسران خود: ۲۳ ستمبر ۱۸۹۷ء۔ میں نے ریل کی دو گاڑیاں لکھنؤ سے منگائیں۔ فی درجہ آٹھ آدمیوں کی نشست تھی۔ چونکہ ہر گاڑی میں چھ درجے ہوتے ہیں لہٰذا چھیانوے آدمی اس میں بیٹھے۔ ما باقی براتیوں کے ٹکٹ خرید ہوئے۔ کل براتیوں کی تعداد قریباً دو سو کے تھی جو سندیلہ سے روانہ ہوئے تھے لیکن لکھنؤ میں پہنچ کر بشمول باجوں والے اور طائفہ زنانہ و مردانہ کے ۴۲۲ تک تعداد بڑھ گئی۔ جب بارات اسٹیشن لکھنؤ پر پہنچی تو منشی لطف حسن ساکن سندیلہ منڈی حال تحصیلدار لکھنؤ معہ ۲۳ عدد فٹن اور معہ انگریزی و ہندوستانی باجوں کے مستعد تھے۔ سب براتی گاڑیوں پر سوار ہوئے اور باجا بجتی ہوئی بارات روانہ ہوئی۔ وقت مغرب دروازہ دولھن کے محلہ مشک گنج میں بارات پہنچی جو مکان میر مونس مرثیہ خواں پر ٹھہری۔ نو بجے رات کے شیخ یوسف الزماں صاحب نے براتیوں کو کھانا دیا جس میں نان، شیر برنج، قلیہ، قورمہ، پلاؤ، زردہ و شیرمال تھی۔ بعد تناول طعام اوّل مسماۃ خورشید طوائف سندیلہ کا رقص ہوا۔ ازاں بعد مسماۃ جدن ایک نامور طوائف لکھنؤ کا رقص ہوا جس سے حاضرین کو ایک نوع کا حظ حاصل ہوا۔ بعدہٗ بسنتی طوائف لکھنؤ کا رقص ہوا۔ جس وقت یہ ناچ ہو رہا تھا اور وقت ۴ بجے رات کا تھا کہ دفعتاً کسی شقی القلب نے ایک ایسی اینٹ جلسہ میں پھینکی جو نور چشم مرتضیٰ علی کی داہنی بھوں پر لگی اور خون جاری ہو گیا۔ جلسہ میں بے لطفی پیدا ہو گئی۔ بڑی خیریت ہوئی کہ آنکھ بچ گئی۔ انتظام جلسہ متعلق منشی لطف حسن صاحب تحصیلدار کے تھا۔۔۔۔ انتظام بارات کا برخوردار مجتبیٰ علی و شیخ مقبول احمد (خلف دوئم منشی عزیز الدین احمد صاحب مرحوم) و چودھری عبدالباسط صاحب (خلف دوئم چودھری عبدالباقی صاحب) کے متعلق تھا جنھوں نے بہت مستعدی کے ساتھ اپنے کار متعلقہ کو انجام دیا۔ افسوس کہ برخوردار مصطفےٰ علی بوجہ علالت خود شریک بارات نہ ہو سکے۔

Marfat.com

چار طائفے جو رقص کناں تھے ان کو اجرت علاوہ انعام کے حسب ذیل دی گئی۔ خورشید طوائف ۱۵ روپے۔ جدن طوائف۔ ۱۷ روپے، بسنتی طوائف ۱۴ روپے

۲۴ ستمبر ۱۸۹۷ء۔ چھ بجے صبح کو برخوردار ارتضی علی کا مسماۃ شاکرہ دختر شیخ یوسف الزماں صاحب سے بعوض مہر ۸۵ ہزار عقد ہوا۔ بعدہٗ برخوردار مرتضیٰ علی کا مسماۃ انیس دختر مولوی محمد کریم صاحب دریابادی سے عقد قرار پایا مہر وہی ۸۵ ہزار تھا۔ مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی نے نکاح پڑھا۔ سہ پہر کو من جانب مولوی محمد کریم صاحب براتیوں کو کھانا دیا گیا۔ قریب ۶ بجے شام کے رخصتی بارات کی ہوئی۔ صندل دونوں عروس کی مانگوں میں میں نے بھرا۔ شیخ یوسف الزماں صاحب ایک سو ایک روپیہ اور مولوی محمد کریم صاحب نے اکیاون روپیہ سلامی دیا۔ جہیز حسب ذیل دیا گیا۔ (حذف کیا گیا۔ ہاشمی) سات بجے بارات اسٹیشن لکھنؤ پہنچی اور پونے دس بجے وہاں سے رات کی ریل میں روانہ ہو کر ۱۱ بجے داخل سندیلہ ہوئے .... میں نے برسم ڈولا اٹھائی اپنی لڑکیوں کو ایک باغ دیا.... میں نے اس تقریب میں ۳، ۴ روز تک قریباً ایک ربع غذا کی اور جہاں تک میں حساب لگاتا ہوں تو قریباً تین ہزار روپے میرا ان دونوں تقریبوں میں صرف ہوا۔ ہاں اس قدر لکھنا بھول گیا کہ اس تقریب میں آرائش و آتش بازی بھی تھی۔ چونکہ آج چوتھیار نہیں آئے اس وجہ سے رخصتی عروساں نہیں ہوئی۔ قریباً تین سو روپیہ نیوتہ اندر و باہر میرے یہاں آیا۔

محاسبہ سالانہ: ۳۱ دسمبر آج سال ۱۸۹۷ء ختم ہوا۔ میں مختصراً اپنے حالات ذیل میں درج کرتا ہوں:

۱۔ مہینہ جون میں انتظام تعلقہ جلال پور اپنے ہاتھ میں لیا مبلغ سو روپے ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی۔

۲۔ برخورداران ارتضی علی و مرتضیٰ علی کی شادی میں تقریباً تین ہزار روپے خرچ ہوا ۳۔ قحط سالی سے لکھنؤ مہاجوں کا دیوالہ نکل گیا اور مقروض ہو گئے لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں وہ ایام عزت و آبرو سے بسر کر گیا۔ اس قحط سالی میں بہت سے لوگ ضائع ہوئے اگرچہ گورنمنٹ نے ان کی جان بچانے میں بہت کچھ روپیہ صرف کیا۔ میں نے انجام دہی کار قحط میں بہت مستعدی حکام وقت کے ساتھ ظاہر کی اگر مجھے تکالیف سخت کا سامنا رہا ۴۔ جائداد قلیل میں نے اس سال حاصل کی اگرچہ معاملات پیچیدہ چند سال گزشتہ کے بہت سلجھ کر صاف ہوئے ۵۔ برخوردار مصطفےٰ علی دو ہفتہ تک مفقود الخبر ہو گئے۔ آخرش پٹنہ عظیم آباد سے خط خیریت کا بھیجا اور واپس آئے۔ ۶۔ شکر ہے کہ میں قصبہ ہذا میں بہ نگاہ وقعت دیکھا گیا اور عموماً اہل قصبہ مجھ سے راضی و خوش رہے ۷۔ مبلغ چار ہزار روپیہ بابت فک رہن حقیت ۱۱ موضع سرہری، منشی فضل حسین صاحب سے مجھے وصول ہوا۔

Marfat.com

جس سے بہت سے معاملات تصفیہ طلب طے ہوگئے اور اسی روپیہ سے میں نے لڑکوں کی شادی بھی کی۔

علالت فضل حسین: ۶ر مارچ ۱۸۹۸ء۔ آج الٰہی بخش جراح محلہ وکٹوریہ گنج لکھنؤ سے آیا اور اس نے علاج دنبل منشی فضل حسین صاحب تعلقدار کا شروع کیا اور کہتا ہے کہ ایک ہفتہ میں بلا چاک کیے اچھا کر دوں گا۔ الٰہی بخش قوم کا حجام ہے جس کی عمر پچاس کی ہوگی۔

۲۴ر مارچ ۱۸۹۸ء۔ آج ریڑھ کی دوسری جانب کا پھوڑا منشی فضل حسین صاحب الٰہی بخش جراح لکھنؤ نے چاک کیا لیکن وہ ناکافی ہوا۔ اگر تھوڑا نشتر اور بڑھ جاتا تو یقین تھا کہ اس کا کل ریم نکل جاتا۔ تاہم بہت سا خون و ریم نکلا۔

۳ر اپریل ۱۸۹۸ء۔ شام کو منشی فضل صاحب سے ملاقات ہوئی ان کا ارادہ غسل صحت کا ۱۴ر ذی الحجہ (۶ر مئی) کو ہے۔ جوڑے وغیرہ بہت سے لوگوں کو تقسیم ہوں گے اور رقص و رنگ کی مجالس گرم ہوں گی۔

۶ر مئی ۱۸۹۸ء۔ آج ۸ بجے صبح کو منشی فضل حسین صاحب نے غسل صحت کا کیا اور جو جوڑا کاکوری (ان کی سسرال) سے بجتا ہوا مع ان کی سالیوں کے لایا گیا تھا اس کو زیب بدن کیا۔ جوڑا سرخ رنگ کا تھا جب نہا کر بیٹھے ہیں تو طوائفان سندیلہ و قوالان وغیرہ نے مبارک باد گایا اور نذریں و نچھاور پیش ہونے لگے اور مبلغ ایک سو گیارہ روپے ان دونوں مدوں میں آیا۔ منشی صاحب نے کچھ جوڑے اپنے نوکروں کو تقسیم کیے اور شب کو طوائفان سندیلہ کا رقص ہوا اور صبح و شام بارہ سو بخش بخت ہو کر جس میں قلیہ قورمہ پلاؤ شامل تھا تقسیم ہوئے۔

۲۳ر مئی ۱۸۹۸ء۔ آج الٰہی بخش جراح کو منشی فضل حسین صاحب نے رخصت کیا جس نے ان کا پھوڑا اچھا کیا ہے۔ نام بردہ لکھنؤ محلہ وکٹوریہ گنج میں رہتا ہے اور وہاں اپنے فن جراحی میں ایک مشہور آدمی ہے۔ اس کو منشی صاحب اور ان کی اہلیہ نے ایک سو روپیہ نقد اور ایک دو شالہ قیمتی پندرہ روپے انعام میں دیا اور پانچ روپے میں نے دیے اور رقعہ منشی صاحب نے دستخطی خود محررہ امروزہ بدیں مضمون لکھ دیا کہ پانچ روپے ماہوار میں اس کو تاحیات اس کی دیتا رہوں گا اور دو مرتبہ ضرورت یا بلا ضرورت ہر مہینہ سندیلہ آیا کرے جس کا کرایہ آمد و شد دیا جائے گا۔

انگلیوں میں تکلیف: ۱۰ر جون ۱۸۹۸ء۔ ہنوز میری انگلیوں میں ایسی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی کہ میں ایک حالت سے لکھ سکوں اور بعض وقت تو حروف بہت اچھے بنتے ہیں اور وقت بالکل خراب جس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی خیال میں نہیں آتی کہ اس کا باعث شاید کم ربطی ہو اور یہ ہی کیفیت میری انگریزی اور اردو دونوں قسم کی تحریر میں ہے۔

وفات وصی علی شاہ: ۲۳ر جون ۱۸۹۸ء۔ آج بارہ بجے دن کو وصی علی شاہ صاحب والد چھیدا میاں

Marfat.com

سجادہ نشین درگاہ مخدوم سید علاءالدین نے بعمر ۷۱ سال قضا کی۔ چند ماہ گزشتہ سے بخار وغیرہ میں علیل تھے۔ بوقت ۵ بجے شام کے بعد غسل و تکفین لاش شاہ صاحب کی گاتے بجاتے بڑے اژدہام کے ساتھ درگاہ سے اٹھی جس کے اوپر دوشالہ پڑا ہوا تھا اور شبنمی سبز بذریعہ چار چوبوں کے مریدین لوگ لاش پر تانے ہوئے تھے۔ کچہری پر بج سے مشعلیں روشن ہوئیں۔ آگے آگے چودھری محمد عظیم صاحب وغیرہ روسائے قصبہ آہستہ آہستہ رواں تھے۔ اس کے پیچھے چند اشخاص از مریدین وغیرہ گریاں کناں جا رہے تھے۔ زاں بعد گھوڑے وغیرہ مجرائی غزلیں گاتے تھے۔ اس کے پیچھے ایک گروہ از اعزا کلمۂ طیبہ پڑھتا تھا۔ اول لاش چوراہے مخدوم صاحب سے سڑک پختہ پر آئی۔ اور میونسپل ہال کے سامنے ہو کر نصیباً طوائف کے پھاٹک سے مڑ کر مدرسہ قدیم کی جانب سے سڑک پختہ پر آئی اور زیر مسجد چودھری صاحب سے ہو کر لاڈو شہید کے پاس سے درگاہ کی جانب پھری۔ ایک نماز پہلے وقت اٹھنے لاش کے ہوئی تھی اور دوسری اس وقت ہوئی جب جنازہ گشت کر کے ۱۱½ بجے رات کو درگاہ میں پہنچا۔ ٹھیک بارہ بجے رات کو روضہ مخدوم صاحب کے دکھن جانب قبر میں لاش دفن ہوئی۔ شاہ صاحب بدرجہ نہایت خلیق تھے جو شخص آپ کے پاس جاتا تھا خوش ہو کر آتا تھا۔ آپ محمدی شاہ صاحب الٰہ آبادی کے مرید تھے اور صدہا مرد و زن قصبہ و بیرونجات خصوصاً مولوی علی احمد صاحب وکیل جبل پور و دیگر معزز لوگ مرید تھے۔ درگاہ میں آپ کی وجہ سے بہت رونق تھی۔ میرے ساتھ آپ کو ایک خاص لطف تھا اور کبھی کبھی میرے مکان پر تشریف لاتے تھے حالانکہ وہ کسی اور رئیس کے یہاں شاید شاذ و نادر تشریف لے گئے ہوں اور میرا دستور تھا کہ بوقت ان کی تشریف آوری کے میں ایک روپیہ ان کو نذر دیتا تھا بھوکولا زمانہ ہوا میں نے حسب خواہش آپ کے ایک وصیت نامہ مرتب کر دیا تھا جس کی رو سے آپ نے اپنی کل جائداد اپنی بی بیا کے نام لکھ دی تھی جن کے بعد آپ کی دونوں لڑکیاں مالک ہوں گی۔ حسب وصیت آپ قبر بغلی میں مدفون ہوئے۔

<u>سارا قم روزنامچہ کو اندیشہ</u>: ۲۲ ستمبر ۱۸۹۸ء۔ آجکل ایک گروہ جس میں تبریں طوائف و بندہ علی قوال بدایونی اور امیر حسن پسر خوش رنگ شامل ہیں منشی فضل حسین صاحب کی مصاحبت میں ہر وقت رہتا ہے جو وقتاً فوقتاً قوت حاصل کرتا جاتا ہے اور شب و روز ہم جلیس رہتے ہیں۔ منشی صاحب کو ایسا اپنے قابو میں کر لیا ہے کہ جس طرف چاہتے ہیں ان کے خیالات بدل دیتے ہیں۔ بظاہر اس کا نتیجہ خوش نظر نہیں آتا شاید عنقریب کوئی اس کا گل کھلے۔ لہٰذا خدا سے دعا ہے کہ اس صحبت کا انجام بخیر ہو۔

<u>فال دیوان حافظ</u>: ۸ اکتوبر ۱۸۹۸ء۔ میں نے اپنے ایک حصول مرام کے لیے مراتب چند اوقات

Marfat.com

مختلف اپنے منتخب دیوان حافظ میں فال دیکھی جو حسب ذیل برآمد ہوئی جس سے امید ہوتی ہے کہ میں ضرور اپنی مراد میں کامیابی حاصل کروں گا۔

ص ۴۶	ساقی بیا کہ یار ز رخ پردہ برگرفت	کار چراغ خلوتیاں باز درگرفت
ص ۶۴	اے دل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت	ایں شام صبح گردد و ایں شب سحر شود
ص ۱۲۴	عید است و موسم گل و یاراں در انتظار	ساقی بروی شاہ ببیں ماہ و مے بیار
ص ۱۲۶	یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور	کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور
ص ۱۵۰	فراق و ہجر کہ آورد در جہاں یا رب	کہ روز ہجر سیہ باد و خانمان فراق
ص ۱۵۲	ہزار دشمنم ار می کنند قصد ہلاک	گرم تو دوستی از دشمناں ندارم باک
ص ۱۵۴	خوش خبر باش اے نسیم شمال	کہ بما می رسد زمان وصال
ص ۱۶۴	اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد	من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم
ص ۱۷۱	سایہ بر دل ریشم فگن اے گنج مراد	کہ من ایں خانہ بسودائے تو ویراں کردم
ص ۱۹۰	خالی مباد کاخ جلالت ز سروراں	وز ساقیان سرو قد و گل عذار ہم
ص ۱۹۶	زور در آ و شبستان ما منور کن	دماغ مجلس روحانیاں معطر کن
ص ۲۰۴	اے قبائے بادشاہی راست بر بالائے تو	زینت تاج و نگین از گوہر والائے تو
ص ۲۱۴	سر خالیست از بیگانہ مے نوش	کہ نبود جز تو اے مرد یگانہ

اشعار مفصلہ صدر سے ضرور امید کامیابی ہے۔ آئندہ العلم عند اللہ

بالک ہٹ: ۲ر جنوری ۱۸۹۹ء۔ جو حقیت موضع نرائن پور دہولی میرے پاس رہن تھی اور میں نے اس کو برخوردار مصطفےٰ علی کو اس غرض سے دیدی تھی کہ اس کا زر رہن وصول کر کے قصد ولایت لندن کا کریں۔ منجملہ حقیت مرہونہ کے لالتا سنگھ زمیندار نرائن پور نے قریب پانچ سو روپیہ اپنا زر رہن دے کر اپنے حصہ ایک آنہ مرہونہ کو فک رہن کر لیا تھا جس کا روپیہ موصوف کے پاس مجتمع ہے ....اگرچہ یہ جائداد اس قابل نہ تھی کہ میں اس کو بخوشی جدا کرتا مگر بالک ہٹ سے مجبور ہو گیا اور بجز رنج و ملال کے کوئی صورت مفر کی نہ دیکھی۔

منشی فصاحت حسین: ۱۲ر جنوری ۱۸۹۹ء۔ منشی سید فضل حسین دائمی مریض ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ شب و روز بیٹھے رہتے ہیں اور بالکل نقل و حرکت نہیں کرتے حتیٰ کہ پچاس قدم بھی ان کو چلنا مشکل معلوم ہوتا ہے اور کوئی دن ناغہ نہیں جاتا کہ دواؤں انگریزی و یونانی کا استعمال نہ کرتے ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تندرستی میں بہت بڑا فرق

Marfat.com

آگیا اور شب و روز میں ۲ گھنٹوں میں ایک گھنٹہ بھی ان کی صحت کا نظر نہیں آتا اور مزاج میں ایسی کیفیت پیدا ہو گئی ہے کہ مثل اطفال خورد سال گھڑیوں میں طبیعت کا رنگ بدلتا رہتا ہے۔

داماد سعید الدین: ۲؍ فروری ۱۸۹۹ء۔ تحریر برخوردار سعید الدین مورخہ ۱۰؍ جنوری ۱۸۹۹ء سے مرسلہ لندن سے واضح ہوا کہ وہ امتحان بیرسٹری میں صرف دو چیزوں میں فیل ہو گئے جس کی نسبت ان کو پوری امید کامیابی کی تھی۔ اب مارچ آئندہ میں پھر امتحان دینے والے ہیں دیکھا چاہیے کہ ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ میرے نزدیک ان کو یہ ناکامی اس وجہ سے ہوئی کہ ان کو بڑا زعم اس آخری امتحان میں پاس ہونے کا تھا اور اپنی یادِ کامل بھروسہ رکھتے تھے اور انھوں نے زور دے کر لکھا تھا کہ میں ضرور پاس ہوں گا۔ چونکہ خدا کلمۂ تکبر ناپسند کرتا ہے لہٰذا کوئی یاد ان کو کام نہ دے سکی اور وہ فیل ہو گئے۔

۲۵؍ فروری ۱۸۹۹ء۔ تحریر برخوردار سعید الدین موصولہ لندن سے واضح ہوا کہ محمد عربی خلف حامد حسن جو واسطے پاس کرنے بیرسٹری کے (سندیلہ سے) لندن گئے ہیں وہاں ایک انگریز کو پڑھاتے ہیں اور اس نے ان کو ڈیڑھ ہزار روپیہ واسطے شریک ہونے ٹرم بیرسٹری کے نومبر ۱۸۹۸ء میں قرض دیا تھا جس کا وعدہ ادائی آخر مارچ سن الیہ کا ہے۔ محمد عربی نے ایک مختار نامہ خاص بنام منشی قبول احمد (اشراف ٹولہ سندیلہ) بھیجا ہے کہ سات بسوہ موضع ملہ پور کو جو ان کا مقبوضہ مملوکہ ہے رہن خواہ بیع کر کے واسطے ادائے زر قرضہ کے لندن بھیجیں۔

ھولی: ۲۸؍ مارچ ۱۸۹۹ء۔ کل اور آج اکثر از قوم ہنود علی الخصوص کنور نرندر بہادر صاحب مجھ سے ہولی ملنے آئے اور میں نے ان کی عطر و الائچی سے مدارات کی۔ میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر قوم سے بلا قید مذہب ملتا رہتا ہوں جس سے ہر شخص مجھ سے رضامند ہے۔

دو تار: ۲۴؍ جون ۱۸۹۹ء۔ آج دو تار مرسلہ برخوردار ممتاز علی خلف الصدق سید نذر علی مرحوم چھاونی مئو سے بنام میرے و منشی فضل حسین کے موصول ہوئے جس کا مضمون یہ ہے کہ کل ۹ بجے رات کو برخوردار محمد عزیز نے قضا کی۔ اس بات کے دریافت کرنے سے سخت رنج و ملال ہوا کہ ان کے گھر میں بجز ان کے کوئی از قسم ذکور نہیں ہے اور بہت بڑی امیدیں ان کی ذات سے متعلق تھیں۔ سال گزشتہ مہینہ مئی میں ان کی شادی عزیز از جان سید حافظ علی کی بیٹی مسماۃ نظیرا سے ہوئی تھی ابھی ان کی عمر ۲۴ سال کی تھی افسوس ہے کہ انھوں نے بہت تھوڑی عمر میں دنیا کو خیرباد کہا اور تین بیوائیں کو اپنے رنج مفارقت دائمی میں تا حیات بحالت گریاں چھوڑا۔ مرحوم کے کوئی اولاد بھی اس وقت تک

Marfat.com

نہیں ہوئی تھی۔ چونکہ برخوردار موصوف حافظ منیر الدین بیرسٹرایٹ لا کے مکان پر مقیم تھے اس وجہ سے گمان ہوتا ہے کہ انھوں نے کیوں نہیں تار دیا اور ممتاز علی نے کیوں دیا اور دو تار دینے کی کیا ضرورت تھی جب کہ ایک تار سے مطلب پورا حاصل ہوسکتا تھا کیونکہ میں اور منشی صاحب ایک ہی مقام پر رہتے ہیں۔ لہٰذا اس شک نے مجھے مجبور کیا کہ قبل مشتہر کرنے تار منجانب خود حافظ منیر الدین کو بھیجوں اور واقعی حال دریافت کروں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اب تک خبر تار موصولہ کا ان کے گھر میں کوئی اعلان نہیں کیا۔ خدا کرے یہ خبر غلط ہو ورنہ سخت سانحہ ہے۔ ان کے والد حافظ فیاض علی نے بھی تقریباً اسی عمر میں بمقام 'مئو' رحلت کی تھی اور دو یادگاریں اپنی چھوڑ گئے تھے ایک لڑکی اور ایک لڑکا۔ چنانچہ لڑکی نے سال گزشتہ میں انتقال کیا اور ایک خورد سال لڑکی چھوڑی اور یہ لاولد فوت ہوئے! ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مُرد۔ اس مصرع کی اس مقام پر پوری تصدیق ہوتی ہے۔

۶ر جون ۱۸۹۹ء۔ آج آٹھ بجے رات کو خبر تار مرسلہ برخوردار سید حافظ علی 'اندور' سے واضح ہوا کہ ۵ر جون کو محمد عزیز بخیریت تمام بھوپال کو روانہ ہوئے جس سے نہایت خوشی ہوئی اور میرے خیالات کی تصدیق کہ جو دو تار ۴ر جون کو چھاؤنی 'مئو' سے آئے تھے وہ غلط ہیں۔۔۔۔ مجھے یہ ظن غالب ہوتا ہے کہ خود محمد عزیز نے اپنے انتقال کے تار دیے تھے۔

۵ر جون ۱۸۹۹ء۔ آج خط محمد عزیز کا مورخہ ۶ر جون بھوپال سے صبح کی ڈاک میں موصول ہوا اور دس بجے دن کی ریل میں وہ خود وارد سندیلہ ہوئے آوازہ مبارکی و سلامی کا گرم ہوا اور میری نسبت جن لوگوں کے خیالات ناقص تھے کہ میں نے خبر تار کو مخفی کیا اور متعلقین تار کو اطلاع نہیں دی وے لوگ اب اظہار مسرت کا کر رہے ہیں اور میری رائے کی نسبت خیالات نیک ظاہر کرتے ہیں۔

<u>عرس وصی علی شاہ</u>: ۱۲ر جون ۱۸۹۹ء۔ آج عرس وصی علی شاہ صاحب مرحوم میں شریک ہوا اور راجہ جنگ بہادر صاحب 'نانپارہ' سے مکان نو تعمیر منشی لطف حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر میں ملاقات کی۔ بوقت گیارہ بجے دن کے شمس الحق فرزند چہار سالہ نبی محمد یعنی نواسہ وصی علی شاہ صاحب مرحوم سجادہ نشین درگاہ مخدوم صاحب ہوا اور رات کو شاہ صاحب کا قل ہوا۔ راجہ صاحب موصوف الصدر نے مبلغ چالیس روپے کی شیرینی منجانب خود تقسیم کی اور ایک سو روپے واسطے صرفہ عرس کے نقد دیا۔ راجہ صاحب گانے بجانے کے شوقین اور خوش عقیدہ آدمی ہیں۔

<u>سید حافظ علی</u>: ۱۶ر جون ۱۸۹۹ء۔ آج برخوردار سید حافظ علی خسر محمد عزیز 'اندور' سے وارد سندیلہ

Marfat.com

ہوئے جہاں وہ مدرس فارسی ڈالی کالج کے ہیں اور مبلغ ساٹھ روپے تنخواہ پاتے ہیں۔ ان سے دریافت ہوا کہ خود محمد عزیز نے دو تار اپنی وفات کے چھاونی مئو سے ۴ر جون کو بھیجے تھے جس کی تنقیح تار گھر میں جا کر خود حافظ علی و حافظ منیر الدین نے کی۔ محمد عزیز نے ایسے فضول تار بھیجنے سے اپنے اعزا خاص کو بلا وجہ رنجور کیا اور دفور غم والم سے ان کی اہلیہ کے قلب کو ایسا سخت صدمہ پہنچا کہ وہ شب و روز میں ایک دو مرتبہ بے ہوش ہو جاتی ہیں اور حس و حرکت یک قلم موقوف ہو جاتی ہے۔ اور اپنے آنے کی خوشی میں پندرہ بیس روپے گانے بجانے کی تقریب میں صرف کر ڈالے۔ یہ فعل ان کا تمام تر ان کی حماقت پر دال ہے۔

مصطفٰے علی: ۹ر ستمبر ۱۸۹۹ء۔ آج صبح کی ڈاک گاڑی میں برخوردار مصطفٰے علی بغرض پاس کرنے امتحان بیرسٹری کے براہ کلکتہ روانہ لندن ہوئے۔ خدا کامیاب معاودت کراوے اور ان کے پیشہ میں برکت دیوے۔ آج کی تاریخ میں ان کی عمر ۲۵ سال ۸ مہینہ ۲۷ یوم کی ہے اور جو جہاز کلکتہ سے لندن کو جائے گا اس کا کرایہ ان کو تین سو چھتر روپیہ دینا پڑا۔

۳۰ر اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ آج خط برخوردار مصطفٰے علی مورخہ ۱۳ر اکتوبر بمقام لندن سے موصول ہوا جہاں وہ ۱۰ر اکتوبر کو بوقت پانچ بجے شام کے براہ ریلوے فرانس پہنچے اور بموجب ان کے تار کے جو انھوں نے برخوردار سعید الدین کو دیا تھا برخوردار موصوف اسٹیشن لندن پر آ گئے تھے اور ان کے ہمراہ جا کر عزیز از جان محمد عربی کے مکان پر قیام کیا۔ جو دو کمرے محمد عربی کے پاس کرایہ پر ہیں معہ خورد و نوش سولہ روپیہ فی ہفتہ دینا ہوتا ہے۔ اب برخوردار موصوف بھی انھیں کی قربت میں مکان لینے والے ہیں۔۔۔

نجوم: ۲۳ر نومبر ۱۸۹۹ء۔ ۲۱ر نومبر سے سات ستارے برج برچھک میں فراہم ہو گئے ہیں جو ۲۵ر نومبر تک اسی برج میں رہیں گے۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ نجومیوں کا مقولہ ہے کہ جب سابق میں اسی طور پر سات ستارے ایک برج میں جمع ہوئے تھے تو کوروکشیتر کے میدان میں کوروں پانڈوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی تھی جس میں لاکھوں آدمیوں کا قتل ہوا تھا۔ جو ستارے بالفعل برج عقرب میں موجود ہیں ان کے اسم درج ذیل ہیں: آفتاب، مشتری، زحل، مریخ، زہرہ، عطارد، راہ۔ منجملہ ان کے تین ستارے تحت الشعاع میں غرق ہیں یعنی ان کی قوت بالکل زائل ہو گئی۔ وہ یہ ہیں: مشتری، مریخ، زحل۔

لندن کا کیچڑ: ۱۸ر فروری ۱۹۰۰ء "رجب علی بیگ سرور نے فسانہ عجائب میں کانپور کے کیچڑ کی بہت ہجو کی ہے اور سید اسمٰعیل حسین منیر نے اپنی کلیات میں الہ آباد کے کیچڑ کی۔ میرے خیال میں لندن کا

Marfat.com

کیچڑ بھی کچھ ان جگہوں سے کم نہیں ہے۔ یہاں سے ایک میل پر ایک مقام ہے جس کا نام ڈلیچ ہے۔ پختہ سڑک کا نشان تک نہیں۔ تمام سڑکیں کچی ہیں۔ کیچڑ اس غضب کا ہوتا ہے کہ پھونک پھونک کر قدم رکھا جائے تب بھی ٹخنے دھنس جاتے ہیں۔ مگر ہندوستان میں کسی انگریز کے منہ سے اس کی برائی نہ سنیے گا۔ ساری برائیاں و خرابیاں گویا ہندوستان ہی میں ہیں۔" (از خط مصطفیٰ علی۔ لندن)

مرتضیٰ علی: ۲۴ فروری ۱۹۰۰ء۔ آج خط برخوردار مرتضیٰ علی مورخہ ۲۱ فروری بھوپال سے موصول ہوا۔ وہ ۲۰ فروری کو معہ احمد کریم خسر پورہ خود شام کی ۴ بجے کی ریل میں للت پور سے روانہ ہو کر ۹ بجے رات کو بھوپال پہنچے اور ۲۱ فروری کو ۹ بجے رات کی ڈاک گاڑی میں بعزم ولایت روانہ بمبئی ہوں گے انھوں نے دن کو کھانا نور چشم اصغر علی کے یہاں کھایا اور رات کو برخوردار مجتبیٰ علی کے ساتھ (یہ دونوں آجکل بھوپال میں ہیں) خدا مع الخیر ان کو پہنچا دے اور بحصول کامیابی معاودت وطن کریں۔

انگریز قوم: ۱۹ مارچ ۱۹۰۰ء "جو میمین بخدا ہمارے یہاں پیشاب کا برتن صاف کرتی ہیں وہی ہندوستان پہنچ کر ہم کو کتے سے بدتر سمجھنے لگتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ کیا انقلاب ہے۔ سوائے ہندوستانیوں کی خوبی قسمت کے اور کیا کہا جائے۔ ہندوستان آکر یہ برتاؤ کیونکر برداشت ہوگا" از خط مصطفیٰ علی۔ لندن)

لندن کے موسم: ۲۶ مارچ ۱۹۰۰ء۔ یہاں سال میں صرف دو موسم ہوتے ہیں گرمی اور جاڑا۔ رہی برسات وہ جاڑے کے ساتھ ہے۔ پانی برسنے کی کوئی تعداد و شمار نہیں۔ دن کو دس مرتبہ برسا اور رات کو بیس مرتبہ۔ جنوبی سمندر سے بادل اٹھے برس پڑے۔ شمالی سمندر سے بخارات دوچار ہاتھ اونچے ہو کر پھٹ پڑے۔ مشرقی چینل نے کچھ کمک بھیج دی کبھی مغربی بحر ذخار نے بدلیوں کے مشکیزوں سے چھڑکاؤ کر دیا۔ رات دن یہی ہوا کرتا ہے (از خط مصطفیٰ علی۔ لندن مورخہ ۹ مارچ ۱۹۰۰ء)

لندن کی زندگی: ۳ اپریل ۱۹۰۰ء۔ دوشنبہ کو بوقت ۷ بجے صبح تاریخ ۱۲ مارچ کو مرتضیٰ علی معہ احمد کریم داخل لندن ہوئے۔ بفضلہ اب تک بخیریت ہیں۔ مرتضیٰ علی کا ارادہ ہے کہ 'لنکن ان' میں داخل ہوں۔ مجھ کو ایک مکان 'برکسٹن' میں مل گیا۔ مرتضیٰ علی کے مکان سے اور 'ٹمپل' سے بھی قریب ہے۔ چنانچہ آج میں اٹھ بھی آیا۔ دو دن سے محلہ مذکور میں جاچر کا سوانگ بنتا ہے اور افریقہ کی لڑائی کا پورا نقشہ اتارا ہے۔ جو روپیہ اس مد سے وصول ہوگا وہ مقتولین و مجروحین افریقہ کی بیوہ یتیموں کو دیا جائیگا۔ خیال فرمائیے لوگ کس قدر قومی ہمدردی کرتے ہیں۔ لندن عجیب مقام ہے۔ یہاں بندر بندریا کا بھی ناچ ہوتا ہے۔ یہ بڑا نقص ہے کہ عورتیں مردوں سے

Marfat.com

اسی بے تکلفی سے ملتی ہیں جیسی مرد مرد سے۔ لڑکے اور لڑکیاں حد سے زیادہ آزاد ہیں۔ دن کو کوئی مرد گھر میں نہیں رہتا چاہیے کام کو جائے سیر و تماشے کو۔ (از خط مصطفیٰ علی لندن۔ مورخہ ۱۵ر مارچ ۱۹۰۰ء)

<u>لندن میں شطرنج</u>: ۷ار اپریل ۱۹۰۰ء۔ ...... بہت سے انگریز جو 'مڈل ٹمپل' یا 'لنکن اِن' میں شریک ہیں ان کا فرض ہے کہ صبح سویرے 'ٹمپل' یا 'اِن' آ کر شطرنج کھیلیں اور جب تک رات نہ ہو جائے اس وقت تک اس کا پیچھا نہ چھوڑیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دنیا میں سوائے شطرنج کھیلنے کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں عورتوں کے خیالات ویسے ہی ہیں جیسے ہندوستان کی عورتوں کے ہیں۔ دولت البتہ یہاں زیادہ ہے۔ (از خط مرتضیٰ علی۔ لندن)

<u>ہندوستان کی ترقی</u>: ۲۹ر جون ۱۹۰۰ء۔ ...... میرا خیال ہے کہ جب تک بقول پروفیسر ہکسلے نیچرل نالج کی ترقی نہ ہوگی ہندوستان کی ترقی نہ ہوگی۔ اس قول کی قوی دلیل چند یورپ کی سلطنتیں ہیں اور ایک ایشیا کی یعنی جاپان کی۔ اہل ہند جب تک سائنس کے ایک ایک مسئلہ کو سونے کی اینٹوں سے زیادہ گراں بہا تول اور مول میں نہ سمجھیں گے حالت نہ سنبھلے گی۔ (از خط مرتضیٰ علی۔ لندن)

<u>نواب مرشد آباد</u>: ۲۲ر جولائی ۱۹۰۰ء۔ نواب مرشد آباد سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ جب وہ یہاں تشریف لائے تو ملکہ معظمہ سے ہاتھ ملایا اور فوراً جا کر ہاتھ دھو ڈالا جس سے ملکہ معظمہ کی توہین ہوئی۔ ان سے سبب اس کا پوچھا گیا تو کہا کہ ہمارے مذہب میں ہے کہ جب کسی دوسرے مذہب والے سے ہاتھ ملائے تو فوراً اسے دھو ڈالے۔ چنانچہ اس کی تفتیش کی گئی۔ عرب، ٹرکی، فارس وغیرہ کے مولویوں سے دریافت کیا گیا۔ خیر یہ بات تو رفع دفع ہو گئی۔ نواب صاحب ایک میم پر عاشق ہوئے جو ایک ہوٹل کی خادمہ تھی ...... میں متحیر ہوا کہ کہاں وہ نفرت اور ذلت کہ ملکہ معظمہ سے ہاتھ ملا کر دھو ڈالا اور کہاں یہ کہ خادمہ ہوٹل کے ساتھ شادی کر لی۔ (از خط مرتضیٰ علی۔ لندن)

<u>پیرس کی نمائش</u>: ۳۰ر جولائی ۱۹۰۰ء ...... اس طور سے پیرس کی نمائش گاہ میں ہزاروں کھیل تماشے اور تھیٹر وغیرہ آئے ہیں۔ نواب شیش محل لکھنؤ کے لڑکے گئے تھے ان سے معلوم ہوا کہ ہندوستانی بھائیوں نے بھی ایک تھیٹر وغیرہ قائم کیا اور لے آئے ہیں جس میں دو تین طوائفیں لکھنؤ کی ہیں۔ ایک گھنٹہ ان کے ناچ کا مقرر ہے مگر ہمیشہ یہی ہوا کہ ان کے ساتھی ساز درست کیا کیے اور گھنٹہ ختم ہو گیا یا کبھی دو چار بول گا پائیں۔ اگرچہ ان کے مالک لاکھ سر پٹکتے ہیں کہ تم لوگ اپنا پہلے سے ساز کیوں نہیں درست کر لیتے تو کہتے ہیں کہ صاحب شاہی سے ایسا ہوتا آیا ہے۔ غرض کہ پیرس میں بھی ہندوستانی ذلیل ہو رہے ہیں۔ نواب صاحب کے لڑکے کہتے تھے کہ اور تماشا گاہوں میں جائیے تو تل رکھنے کو جگہ نہیں ملتی مگر یہاں دو چار لوگ کرسی پر بیٹھے

Marfat.com

اور باقی تھوڑے کھڑے بے ہودہ گیاں دیکھ کر ہنستے رہتے ہیں۔ (از خط مرتضیٰ علی۔ لندن)

لندن میں دھوپ: ۱۷ ستمبر ۱۹۰۰ء..... آج بھی دن اچھا ہے۔ آفتاب کی کرنیں زمین میں لوٹ رہی ہیں جس سے ہم ہندوستانی بہت خوش ہیں اگرچہ بعض وقت پریشان کرنے والے ابر کے پہاڑ اپنے دامنوں میں کرنوں کو اٹھا لیتے ہیں اور ہم لوگ للچائی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہیں۔

یہاں بھینس اور بکری نہیں ہوتی۔ گائے اور بھیڑ بکثرت۔ گائے دودھ کے واسطے اور بیل و بچھڑے کھانے کے لیے کیونکہ بیل سے یہاں کوئی کام نہیں لیا جاتا۔ گھوڑے سے سب کام لیتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام گدھے سے مثلاً گھاس کے کاٹنے کے آلہ میں گدھا جوت دیا یا چھوٹی سی گاڑی میں جوت دیا اور چیزیں بیچتے پھرتے ہیں اور اسی گاڑی پر خود بھی سوار ہیں۔ سمندر والے کنارے مقاموں پر گدھوں پر چار جامے کھینچے جاتے ہیں جس پر لوگ نہایت خوشی سے سوار ہوتے ہیں۔ ٹانگیں زمین میں لگی ہوئی اور بھاگتے چلے جاتے ہیں۔ (از خط مرتضیٰ علی۔لندن)

ملکہ کا جنازہ: ۴ فروری ۱۹۰۱ء۔ جس دن ملکہ معظمہ کا جنازہ اٹھا ہر گرجا گھر میں دعائیں مانگی گئیں جن کا مفہوم تھا:

اے مسافر تو ہم سے جدا ہو گیا اب ہماری آنکھیں تجھ کو کبھی نہ دیکھیں گی۔ راہ فنا دشوار ہے مگر تو نے خوب طے کر لی۔
ملک عدم میں نہ رنج ہے نہ غم۔ نہ بہتے ہوئے آنسو نہ روتی صورتیں۔
اب تجھ کو مردم آزار نہ پہنچائیں گے۔ دنیا بھر کے جھگڑوں سے تجھے نجات ہو گئی۔
گناہوں کے دھبے تیرے دامن پر نہ پڑیں گے نہ وہم و شک عقائد مذہبی میں رخنہ انداز ہوں گے۔
عذاب دوزخ تیری راحت میں مخل نہ ہو گا کیونکہ حضرت مسیح حافظ و ناصر ہیں۔
اے خدا تیری مقدس حفاظت میں تیرے سوتے ہوئے بندہ کو چھوڑتے ہیں۔
بے خبر سونے والا حشر تک یوں ہی سوتا رہے گا۔ بعدہٗ تیرے حکم سے جل گے گا اور اٹھے گا۔
افسوس تھوڑے عرصہ میں جسم زار کا پتہ بھی نہ لگے گا۔ مٹی میں مٹی اور خاک میں خاک مل جائے گی۔

(از خط مصطفیٰ علی۔لندن)

ملکہ کی وفات: ۱۲ مارچ ۱۹۰۱ء۔ یہاں ملکہ معظمہ کی وفات پر اظہار غم یوں ہوا "ملکہ معظمہ مر گئیں۔ غریب پرانی روح تھی" "بس ختم ہو گیا"۔ دکانیں صرف آدھے دن بند رہیں۔ (از خط مرتضیٰ علی۔لندن)

اپریل فول: ۲۲ اپریل ۱۹۰۱ء..... دوشنبہ گزشتہ کو دن بے وقوفی یعنی یکم اپریل تھی۔ ایک شخص نے ۲۵ وکیلوں کو بے وقوف بنایا۔ ہر ایک کو خط اس مضمون کا لکھا کہ مجھ پر ایک مقدمہ پڑ گیا ہے۔ آپ مہربانی کر کے

Marfat.com

فلاں وقت کی گاڑی فلاں اسٹیشن پر ملیے اور میرے ساتھ 'ڈلوا' چلیے۔ جو کچھ فیس آپ کی ہوگی آپ کو اسٹیشن پر دی جائے گی۔ چنانچہ وقت مقررہ پر کل وکیل اسٹیشن پر موجود ہوئے۔ اتفاق سے ایک وکیل نے دوسرے وکیل سے پوچھا کہ آپ فلاں شخص ہیں جنھوں نے مجھے خط بھیجا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں خود ہی اس شخص کی تلاش میں ہوں۔ اسی طور پر کل وکیل ملے اور جو خط ہر ایک نے کھولا اور مضمون ملایا تو ایک تھا۔ دن کا جو خیال کیا تو وہ دن یکم اپریل تھا۔ سب شرمندہ ہوئے اور اپنے اپنے مکان پر واپس گئے۔ خط بھیجنے والے نے اپنا فرضی نام اور فرضی پتہ لکھ دیا تھا۔ (از خط مرتضیٰ علی۔ لندن)

مچھروں سے حفاظت: ۲ رمئی ۱۹۰۱ء۔ تجربہ: ارنڈ کے پتے اگر اپنی نشست گاہ کے گرد و پیش رکھ لیے جاویں یا چارپائی پر سوتے وقت رکھے جاویں تو مچھروں سے حفاظت ہوتی ہے اور وہ مضرت نہیں پہنچاتے۔

وفات فضل حسین صاحب: ۲۸ راگست ۱۹۰۱ء۔ آج صبح سے طبیعت منشی فضل حسین صاحب بگڑنا شروع ہوئی اور ٹھیک ۸½ بجے رات کو انتقال کیا اور ۲ بجے رات کو مقبرہ منشی فضل رسول مرحوم اپنے والد ماجد کے مدفون ہوئے۔ عمر ۵۶ سال ایک ماہ ۲۵ یوم کی ہوئی۔ ۳۰ رجولائی ۱۸۴۵ء یوم بدھ کو پیدا ہوئے تھے۔ آدمی نہایت نیک اور منکسر المزاج تھے اور ان کی وفات سے عموماً اہل قصبہ بہت متاسف ہوئے اور مجھے ان کی مفارقت دائمی کا سخت ملال ہوا۔ خدا غریق رحمت کرے۔ ان کی ذات سے بہت سے لوگوں کی پرورش ہوتی تھی۔ اگرچہ مزاج میں بعض وقت غصہ آجاتا تھا لیکن جب دو ایک روز کی حاضر باشی کی گئی اور عذرات پیش کیے گئے تو اس کا قصور معاف کردیتے تھے اور یہ بات ان کے مزاج میں ضرور تھی کہ لوگوں کے کہنے سننے کا بہت اثر پڑتا تھا اور کچھ زیادہ عاقبت اندیشی مزاج میں نہ تھی مگر خوش قسمت ضرور تھے کہ ان کے عہد میں بہت سی ریاست پیدا ہوئی۔

۲۹ راگست ۱۹۰۱ء۔۔۔ آج میں نے مجمع عام میں کہہ دیا کہ التفات رسول کا سچا بہی خواہ ہوں اور اپنے امکان میں کوئی دقیقہ ان کی بہی خواہی کا اٹھا نہ رکھوں گا لیکن تعلقہ جلال پور کا کام میں ہرگز نہیں کروں گا میری جگہ پر کوئی دوسرا شخص تجویز کیا جاوے۔ اس میرے کہنے پر راجہ درگا پرشاد اور ڈپٹی کرامت حسین صاحب اور محمد عربی نے بالاتفاق یہ کہا کہ بغیر آپ کی توجہ کے یہ کام ہرگز نہیں چل سکتا اور انتظام بالکل ابتر ہوجائے گا۔ اگرچہ التفات رسول نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا لیکن اور لوگوں کے ذریعہ سے مجھے کہلا بھیجا کہ میں خود مکان پر حاضر ہوکر عذر کروں گا اور جو باتیں وہ فرمائیں گے ان کی تعمیل مثل خوردوں کے کروں گا اور ہرگز اس سے سرتابی نہ ہوگی اور آپ اکبر مرتبہ ہیں۔ بدون آپ کی امداد کے یہ دشوار گزار مرحلہ ہرگز طے نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

<u>عقد التفات رسول</u>: ۷ر اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ آج نو بجے رات کو عقد برخور دار سید التفات رسول خلف دویم منشی سید فضل حسین صاحب مرحوم مساۃ آمنہ دختر سید نبی احمد یعنی بھانجی محمد عربی سے بہ قرار داد مہر ۵ ہزار تولہ کے ہوا۔ نکاح مولوی مقیم الدین صاحب عالم ساکن ڈیرہ اسمٰعیل خاں نے پڑھا۔ یہ عقد چھوارول اور شکر پر ہوا۔ منجانب دولھن ڈپٹی کرامت حسین وکیل اور سید نجم الدین و برخور دار سید ارتضیٰ علی گواہ تھے ــ (رخصتی بعد میں ہوگی) اس عقد سے مساۃ کُندن زوجہ ثانیہ منشی فضل حسین صاحب مرحوم کو سخت رنج و صدمہ ہوا جو اپنی خالہ زاد بہن دختر مولوی رفیع الدین سے کرنا چاہتی تھیں اور منشا یہ تھا کہ اگر بہن کے ساتھ جانشین علاقہ کا عقد ہو جائیگا تو میری حکومت اور رعب وادب اسی حالت سے قائم رہے گا جیسا کہ گزشتہ میں تھا لیکن مشیت ایزدی خلاف اس کے تھی کہ دفعتاً منشی صاحب مرحوم کا انتقال ہو گیا۔

<u>والدہ مصطفٰے علی</u>: ۱۶ر نومبر ۱۹۰۱ء والدہ برخور دار مصطفٰے علی کو ابھی درد لاحقہ عرق النسا سے کامل افاقہ حاصل نہیں اور بائیں آنکھ میں ناخنہ کی شکایت پیدا ہوگئی۔ آنکھ ورم کیے ہوئے ہے جس سے تکلیف از حد ہے اور وہ گوشت جانب دیدۂ سیاہ بڑھتا جاتا ہے۔

۱۰ر دسمبر ۱۹۰۱ء۔ آج اہل خانہ مولوی علی احمد صاحب اشراف ٹولہ نے حسب تحریک میری بذریعہ منشی سید کرامت حسین کا کہلا بھیجا کہ وہ رخصتی اپنی پوتی دختر سید نبی احمد کی بعد ۱۲ ذی الحجہ کے قرار دیں گی جس کے واسطے جو تاریخ طے کی جاوے۔ یہ وہ لڑکی ہے جس کا عقد ۷ ر اکتوبر کو ہو چکا ہے۔ فریقین اپنے اپنے یہاں سامان کر رہے ہیں۔

<u>وفات چودھری محمد عظیم</u>: ۲۴ر جنوری ۱۹۰۲ء۔ چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار ذکرائی رئیس اعظم سندیلہ نے دفعتاً بوقت ایک بجے رات گزشتہ اپنے مکان واقع قیصر باغ لکھنؤ میں قضا کی۔ مرحوم ٹھیک گیارہ بجے شب کو کھانا کھا کر سوئے تھے۔ ایک بجے کچھ شکایت درد قلب کی پیدا ہوئی اور معاً روح پرواز کر گئی۔ ۱۱ بجے دن کی اسپیشل ٹرین میں ان کی لاش لکھنؤ سے آئی اور ٹھیک چار بجے شام کو اپنے نبی باغ میں دفن ہوئے ... مرحوم میرے ساتھ بوجوہ بہت اخلاق سے پیش آتے تھے۔ ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

<u>شادی التفات رسول</u>: ۱۵ر مارچ ۱۹۰۲ء۔ آج سے جلسہ شادی برخور دار سید التفات رسول شروع ہوا لیکن موصوف الیہ نے نہ تو جامہ پہنا اور نہ آتش بازی و آرائش کو جائز رکھا اور نہ کسی قسم کے باجن وغیرہ بجنے کی اجازت دی۔ صرف ناچ طوائفان سندیلہ و چار طائفہ زنانہ لکھنؤ اور ایک طائفہ کشمیری مسمی صورت حسین خلف بھلونہ لکھنؤ کا ہوا ... کل طائفان لکھنؤ میں جدن طوائف لکھنؤ کا ناچ و گانا عموماً سب کو پسند ہوا

۱۸ مارچ ۱۹۰۲ء - بوقت ۳ بجے صبح کے بری اور ۶ بجے صبح بالات برخوردار سید النفات رسول بخانہ مولوی علی احمد صاحب گئی اور منشی عزیز الدین احمد صاحب کے مکان میں ٹھہری۔ نوشاہ تامدان پر سوار تھے اور کوئی آرائشی چیز ہمراہ نہ تھی۔ بلکہ سوائے نوکروں کے اہل برادری میں سے بھی کوئی ہمراہ باتا نہ تھا۔ صرف چند عزیز ضرور تھے۔ ۹½ بجے دن کو رخصتی ہوئی۔ ڈھائی سو روپے نوشاہ کو سلامی میں ملے اور ایک گھوڑا معہ زیور نقرئی۔ علاوہ اس کے جہیز میں چند ظروف نقرئی اور باقی مسی کے تھے جن کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی۔ محمد عربی بیرسٹر نے میز کرسی ظروف چینی مسہری الماری دیگچی۔ سنگ مرمر کی دی اور میں نے بھی چار جوڑے دو بجانب دولھا اور دو بجانب دولھن بھیجے۔ اور دونوں طرف کے مراسم نیوتہ وغیرہ ادا کرنے میں میرا مجموعی صرفہ سترہ روپے ساڑھے تین آنہ ہوا۔ ایک پالکی بھی جہیز میں ملی اور ہاں ایک پلنگ و پیڑھی بھی نقرئی تھی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ جہیز معمولی تھا۔

زندہ دل لوگ: ۱۴ اپریل ۱۹۰۲ء - رن یہاں چاہے جو کچھ ہو دل ہمیشہ زندہ ہوتا ہے۔ کوئی کھیل کوئی دل بستگی کا سامان یہاں ایسا نہیں جس میں بچے بوڑھے سب شریک نہ ہوتے ہوں۔ اپنے کو یہاں کے لوگ ہمیشہ بچہ سمجھتے ہیں۔ عجب زندہ دل لوگ ہیں۔ ایک خاندان کو میں جانتا ہوں جن کے ۱۳ یا ۱۴ لڑکے ہیں ایک روز لڑکوں کی ماں سے باتیں ہوئیں جن کا سن قریب پچاس برس کے ہے۔ کہا میں بوڑھی نہیں ہوں۔ میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ بے شک تم کہیں سے بوڑھی نہیں معلوم ہوتی ہو۔ اصل تو یہ ہے کہ تم اپنے لڑکوں کی ایک بہن معلوم ہوتی ہو۔ کہا تم سچ کہتے ہو اکثروں نے ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے۔ بڑے لڑکے کا سن ۲۷ برس کا ہے۔ (از خط مرتضیٰ علی۔ لندن)

لندن میں تاج پوشی: ۱۳ مئی ۱۹۰۲ء - موسم اچھا ہے۔ تاج پوشی کا زمانہ قریب آگیا۔ مہمانوں کی آمد ہو رہی ہے۔ ان کے ٹھہرنے کے لیے مکانات منتخب ہو چکے ہیں۔ یہ جلسہ قابل دید ہوگا۔ دیکھا چاہیے کہ دیکھنے میں آتا ہے یا نہیں۔ ایک شخص معمولی مقام سے اگر دیکھنا چاہے تو ایک گنی کم از کم پڑے۔ مجمع سے دیکھنا نہایت مشکل اور سخت مشکل سے خالی نہیں۔ علی الصباح اگر جائے اور دن بھر بھوکا پیاسا کھڑا رہے تو شاید دیکھنے کو مل سکے (از خط مصطفیٰ علی لندن)

بیرسٹر کی آمدنی: ۲۲ جون ۱۹۰۲ء - یہاں ایک بیرسٹر کی آمدنی فی گھنٹہ چھ سو روپے ہے۔ اس قدر روپیہ خدا جانے کس کس کے گھر میں رکھتے ہوں گے۔ چاروں طرف تخت نشینی کی دھوم دھام ہے لوگ سودائی ہو رہے ہیں۔ ایسے تماشائی شاید کہیں ہوں۔ (از خط مصطفیٰ علی۔ لندن)

علالت والدہ مصطفیٰ علی: ۲۸ جولائی ۱۹۰۲ء - آج بابو گنگا سہائے ڈاکٹر سندیلہ نے پانچویں مرتبہ والدۂ مصطفیٰ علی کی رگ عرق النسا میں بذریعہ پچکاری دوا پہنچائی۔ میں نے ان کو چار روپے فیس کے دیے

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب اگرچہ توجہ سے علاج کر رہے ہیں لیکن ہنوز دہ بالکل دفع نہیں ہوا ہے۔ پچکاری دینے سے تین چار روز تک بہت تخفیف ہو جاتی ہے۔ بعدہٗ جھناہٹ ہو کر پھر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ بالکل دفع ہو جائے۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء - ہنوز والدہ مصطفےٰ علی کو درد عرق النساء سے کامل آرام نہیں ہے اور حسب تجویز حکیم ظہور الحسن صاحب آج کل پھر ان کے مسہل ہو رہے ہیں۔ خدا شفائے کامل عطا فرمائے۔ ان کی بائیں آنکھیں کی بصارت بالکل جاتی رہی۔

دربار تاج پوشی ہردوئی: ۲ جنوری ۱۹۰۳ء - کل کے دربار جشن تاج پوشی ہردوئی میں میری کرسی صف اول میں تھی اور آنریری مجسٹریٹوں کے سلسلے میں پہلی تھی اور میری کرسی کے پیچھے وکلا و اہل کاروں وغیرہ کی کرسی تھی جس کا ہر آئینہ مجھے فخر ہے کہ ایسا اعزاز اپنے ہم رتبہ اور ہم چشموں میں مجھے حاصل ہوا۔

سید علی بلگرامی: ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء - سید علی بگرامی کو انڈیا آفس میں ایک جگہ مل گئی ہے۔ مترجم کا غذات عربی و فارسی ہیں اور تین سو پونڈ تنخواہ سالانہ ہے۔ (از خط مصطفےٰ علی - لندن)

تاریخ اعزاز: ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء - جو سند گورنمنٹ نے بجلدوے میری خدمات آنریری مجسٹریٹی و سکریٹری میونسپل سندیلہ کے عطا فرمائی ہے اس کی بابت ایک تاریخ مصنفہ منشی میکو لال صاحب عشرت و برکی لکھنوی آج کے اودھ اخبار میں طبع ہوئی جو جہاں درج کی جاتی ہے: قطعہ تاریخ عطائے سند انتظام میونسپلٹی از جانب گورنمنٹ بجناب مولوی سید مظہر علی رئیس و آنریری مجسٹریٹ و سکریٹری میونسپل بورڈ سندیلہ ضلع ہردوئی۔

مظہر علی نامور و مولوی لقب	در نامیانِ قصبۂ سندیلہ نیک نام
میونسپل کمشنر و سکریٹری بورڈ	ہر دل عزیز و لائق و ممدوح خاص و عام
عمدہ رئیس و طرفہ امیر و نجیب شریف	جوئندۂ رفاہِ رعایائے مستہام
در جشن تاج پوشی ایڈورڈ ہفتمی	ہر مستحق رسید بہ اعزاز و احترام
ایں ہم ز والیسرائے سند تازہ یافتند	گردید کار کردگی اعلان اختتام
بسیار شاد گشت دل و جان دوستاں	ور دلب است باد مبارک علی الدوام
عشرت نوشت مصرع سالش بہ تجمہ	آمد چہ مستند سند حسن انتظام

لاثانی استانی: ۴ مارچ ۱۹۰۳ء - آج میں نے ایک کتاب "لاثانی استانی" علی گڑھ سے بقیمت ایک روپیہ علاوہ محصول وغیرہ ڈاک کے منگائی جو نہایت دلچسپ اور تعلیم نسواں کے لیے بہت مفید نظر آتی ہے ہر قسم کے مضامین اس میں درج ہیں جس کی وجہ سے گھر میں بیٹھے ہوئے چاروں برِ اعظم کے حالات بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

مراجعت: ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء۔ خطوط برخورداران مصطفیٰ علی و مرتضیٰ علی مورخہ ۶ مارچ ولایت لندن سے موصول ہوئے۔ مصطفیٰ علی نے لکھا کہ جہاز واسطے روانگی وطن کے ٹھیک ہو گیا۔ ۱۵ مارچ کو مارسیلز (فرانس) سے روانہ ہوں گا اور بشرط زندگی ۱۲ ماہ مذکور کو بمبئی داخل ہوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ اب میرے نام کوئی نوازش نامہ نہ ارسال فرمادیں۔

مصارف بیرسٹری: ۲۸ مارچ ۱۹۰۳ء جس قدر روپیہ میں نے برخورداران مصطفیٰ علی و مرتضیٰ علی کو بغرض تعلیم بیرسٹری لندن کو بھیجا ہے اس کی تفصیل لغایت ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء درج روزنامچہ ہذا کر دی ہے جس کی مقدار سات ہزار نو سو بیس (۷۹۲۰) روپیہ ہے اور تاریخ مذکورہ کے بعد جس قدر روپیہ میں نے برخوردار مصطفیٰ علی کو اور ۳ فروری ۱۹۰۳ء تک بھیجا ہے۔۔۔ اس کی میزان ایک ہزار دو سو نوے روپے ہے۔ میزان کل لغایت ۳ فروری۔ ۹۲۹۰ روپے۔

اگرچہ مولوی محمد کریم صاحب تحصیلدار برخوردار مرتضیٰ علی (اپنے داماد) کے صرف لندن کے کفیل ہیں لیکن مبلغ آٹھ سو بائیس روپے رو آنے میں نے بھی اپنی جیب خاص سے انھیں بھیجے۔ خدا سے دعا ہے ان کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔

واپسی مصطفیٰ علی: یکم اپریل ۱۹۰۳ء: آج تمام روز برخوردار مصطفیٰ علی کی آمد کا لندن سے انتظار رہا جو غالباً ۱۲ مارچ کو حسب تحریر خود بمبئی آگئے ہوں گے۔ اگر وہ کاش اپنے آنے کا اطلاعی تار بھیج دیتے تو ان کی پیشوائی عزت کے ساتھ کی جاتی۔

۲ اپریل ۱۹۰۳ء۔ آج ۱۱½ بجے رات کی ریل میں برخوردار مصطفیٰ علی بلا اطلاع دہی ما قبل بعد امتحان بیرسٹری وارد سندیلہ ہوئے اور میں ان کے آنے پر جگایا گیا اور ان سے ملا اور بہ دفور مسرت مجھے دو تین گھنٹہ تک نیند نہیں آئی۔ افسوس کہ انھوں نے اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی ورنہ اسٹیشن سندیلہ پر ان کی پیشوائی کا بہت بڑا مجمع ہوتا۔

۳ اپریل ۱۹۰۳ء آج میرے بہت سے اعزا و احباب برخوردار مصطفیٰ علی سے ملنے آئے اور ان کی خوش اخلاقی سے خوش گئے اور راجہ درگا پرشاد میر۔ رنچھے حبیب نے ان کو طلائی گوٹے کا ہار پہنایا اور بہت نگاہ عزت سے دیکھا۔ خدا سے دعا ہے کہ ان کے کام میں برکت نصیب ہو۔

چہل قدمی: ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء۔ میں اس مقام پر پھر حوالہ قلم کرتا ہوں کہ چہل قدمی واسطے قیام تندرستی کے نہایت عمدہ علاج ہے خصوصاً صبح و شام کی مشی نوجوانوں اور بڈھوں اور ہر عمر کے آدمیوں کو لازم ہے کہ اس کی مزاولت کریں اگر چاہتے ہیں کہ ان کی تندرستی قائم رہے۔ ہزاروں دواؤں سے یہ نسخہ عمدہ اور حکم اکسیر کا رکھتا ہے۔

Marfat.com

مرتضیٰ علی وملازمت خود: ۲۹ر اپریل ۱۹۰۴ء۔ بجواب خط مورخہ ۹ر اپریل ۱۹۰۳ء برخوردار مرتضیٰ علی کو یہ تحریر کیا کہ میں کوشش کروں گا کہ تمہارے واسطے ایک ہزار ایک سو روپیہ کا بندوبست کر کے لندن روانہ کروں تاکہ تم سند بیرسٹری حاصل کرو۔ میں نے ۲۸ر اپریل سن الیہ سے بوجہ خلاف برتاؤ سید التفات رسول تعلقہ جلال پور کی ملازمت سے علیحدگی اختیار کی لیکن اس کا کوئی اثر تم پر نہ پڑنا چاہیے حتی الامکان میں تمہارے واسطے مرقومہ مذکور الصدر کوشش کر کے ضرور روانہ کروں گا لیکن اب تم بعد پاس کرنے امتحان کے وطن چلے آؤ اور جو کچھ خامی قانون دانی میں تم کو ہو گی اس کا تکملہ یہاں ہو سکتا ہے۔

واپسی مرتضیٰ علی: ۹ر نومبر ۱۹۰۴ء۔۔۔۔ میں ۲۰ر اکتوبر کو یہاں سے جہاز پر سوار ہونے والا تھا لیکن اس پر جگہ نہیں ملی۔ اتفاق سے جہاز پر شیا پر جگہ ملی جو ۶ر نومبر سن الیہ کو یہاں سے روانہ ہو گا اور میں ۱۲ر نومبر کو مارسیلز سے اس پر روانہ ہوں گا اور ۲۸ر نومبر کو بمبئی پہنچ جاؤں گا۔۔۔۔ اب آپ کوئی خط مجھے نہ بھیجیں۔ (خط مرتضیٰ علی۔ لندن)

دفع طاعون کے جھنڈے: ۲۸ر نومبر ۱۹۰۳ء۔ آج کل ہمارے محلہ اشراف ٹولہ کے عزیزوں کے مکانات کی بالائی سقف پر جھنڈے نصب ہیں جس کے کپڑے پر آیات قرآنی واسطے دفعیہ بیماری طاعون کے مرقوم ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا اثر چالیس گھروں تک پہنچتا ہے اور اس کے باشندے برکت دعا سے بیماری سے محفوظ رہتے ہیں۔ چونکہ میرے مکان کے قریب منشی مقبول احمد ولد منشی عزیز الدین صاحب مرحوم و سید التفات رسول تعلقہ دار نے ایک ایک جھنڈا نصب کیا ہے جس کا اثر میرے مکان تک بخوبی پہنچ سکتا ہے لہٰذا میں نے اپنے مکان میں اس کا قائم کرنا مناسب نہیں جانا۔

ورود مرتضیٰ علی: یکم دسمبر ۱۹۰۳ء۔ آج تار مرسلہ مولوی محمد کریم صاحب تحصیلدار کل پہاڑ سے معلوم ہوا کہ نور چشم مرتضیٰ علی ۳۰ر نومبر ۱۹۰۳ء کو ولایت لندن سے مقام "کل پہاڑ" پہنچ گئے اور بخیر و عافیت ہیں۔

۱۳ر دسمبر ۱۹۰۳ء۔ آج خط برخوردار مرتضیٰ علی مورخہ ۱۱ر دسمبر تحصیل 'کل پہاڑ' سے آیا کہ اب اگر وبائی طاعون نے قصبہ کو چھوڑ دیا ہو تو میں قصد وطن کا کروں۔ میں نے لکھ دیا کہ ہنوز وبا رفع نہیں ہوئی۔ بالمرہ دو تین آدمی محلہ مہتوانہ و منڈی میں مبتلا ہو کر ضائع ہوتے ہیں۔

طاعون سے فرار: ۲۲ر جنوری ۱۹۰۴ء۔ چونکہ بوجہ علالت طاعون مسماۃ بسی خادمہ گھر میں وحشت و پریشانی نا مدید پیدا ہو گئی اس لیے میں نے آج اہلیہ برخوردار مجتبیٰ علی و منجھلی و چھوٹی لڑکیوں و نانی صاحبہ مصطفےٰ علی کو بہ سواری تین میانوں کے موضع 'گھوگیرہ' کو بھیج دیا اور برخوردار مجتبیٰ علی اور نور دیدہ منتظم حسین کو سواریوں کے ساتھ کر دیا۔

۲۵ر جنوری ۱۹۰۴ء۔ آج کل میں 'گھوگیرہ' میں ہوں اور میرے ساتھ والدہ و نانی برخوردار مصطفےٰ علی

Marfat.com

اور ان کی منجھلی و چھوٹی بہنیں و برخوردار مجتبیٰ علی مع اہل خانہ خود معہ نور دیدگان مزمل حسین و توکل حسین ہمراہ ہیں اور شیخ سخاوت علی ضلع دار گھوگیرہ و کمال پور کی خدمات اس وقت تک پسندیدہ ثابت ہو رہی ہیں اور کسی قسم کی ضروری اشیا بہم پہنچنے میں کوئی تکلیف نہیں۔ زمین اراں کاشتکاران گھوگیرہ نذریں پیش کر رہے ہیں۔ پانی یہاں کا عموماً ہاضم و شیریں ہے خصوصاً اس کنویں کا جو میرے مکان سے متصل ہے۔

۱۳ فروری ۱۹۰۴ء۔ آج حکیم ظہور الحسن بعد وفات تمامی خاندان خود جو تین ہفتہ کے اندر بعارضہ طاعون ختم ہو گیا براہ بہندر کلاں وارد گھوگیرہ ہوئے اور والدہ برخوردار مصطفےٰ علی کے لیے دو نسخے واسطے دفعیہ درد عرق النسا کے لکھ دیے جو آج کل درد شدید میں مبتلا ہیں اور نقل و حرکت سے معذور۔

۱۷ فروری ۱۹۰۴ء۔ ۱۸ نومبر ۱۹۰۳ء کو سندیلہ میں طاعون نے خروج کیا تھا اور ابھی تک اس کا وہی حال ہے اگرچہ میں کل مزرعہ جات دیکھ چکا ہوں لیکن تاہم چار بجے شام کے بغرض تفریح نکلتا ہوں اور ہر ایک بار کی پیداوار کو دیکھتا ہوں اور کبھی کسی مزرعہ کو چلا جاتا ہوں۔ جو یہ مشی تین چار میل کی ہوتی ہے اس سے میری تندرستی کو نفع پہنچ رہا ہے۔ برخوردار مصطفےٰ علی اکثر میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ والدہ برخوردار مصطفےٰ علی کو درد عرق النسا سے از حد تکلیف ہے۔ حکیم ظہور الحسن کے روغن مجوزہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لہٰذا آج دوا ہومیوپیتھک معرفت نور دیدہ منتظم حسین لکھنؤ سے منگائی ہے۔ شاید اس سے کوئی نفع ہو۔ چونکہ سندیلہ میں ہنوز سلسلہ بیماری طاعون کا جاری ہے اس وجہ سے میں ان کو وہاں بھی نہیں لے جا سکتا ورنہ شاید ڈاکٹری معالجہ سے نفع ہوتا۔ ان کو تین سال سے سخت تکلیف و پریشانی ہے۔ چند مہینہ کچھ آرام ہو گیا تھا۔ چلنے پھرنے لگی تھیں لیکن اب پھر اس کی شدت ہے۔ اللہ شفا دیوے۔

۱ مارچ ۱۹۰۴ء۔ آج نو بجے صبح کو راجہ درگاہ پرشاد صاحب تعلقدار تیسری مرتبہ میری ملاقات کو قریب کے موضع کھجوہ سے جہاں وہ مقیم ہیں تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ کنور جنگ بہادر و لال بہادر اوّل و دوئم فرزندان بھی تھے اور ایک گھنٹہ کامل علم نجوم وغیرہ کے متعلق بات چیت کرتے رہے اور برہلہ باغ انبہ قلمی و تخمی متصلہ مکان کو ملاحظہ کر کے بہت خوش ہوئے۔ زاں بعد بہندر کلاں کو تشریف لے گئے۔ میرے لیے باعث کمال عزت کا ہے کہ ایسے معتقد شخص مجھے نگاہ وقعت سے دیکھتے ہیں۔

۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء۔ آج بیچ والدہ برخوردار مصطفےٰ کو بحالت مجبوری ان کے سخت اصرار پر گھوگیرہ سے روانہ سندیلہ کیا۔ حالانکہ وہاں ہنوز سلسلہ بیماری طاعون کا قائم ہے۔ ۲۲ جنوری کو وہ گھوگیرہ آئی تھیں

Marfat.com

اور ایک مہینہ ۱۰ یوم کے قیام کے بعد نوبت واپسی آئی۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانہ قیام میں ان کو درد عرق النسا سے سخت تکلیف کا سامنا رہا اور کوئی دن چین نہیں ملا اور باوصف معالجہ ہومیوپیتھک و یونانی مرض کو ترقی ہوتی رہی اور بحالت مجبوری آج روانگی سندیلہ عمل میں آئی۔ راقم معہ منجھلی بہو و پسران و دختران و نواسے وغیرہ انشاء اللہ تعالیٰ کل روانہ سندیلہ ہوں گا۔ پروردگار عالم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

واپسی مرتضیٰ علی: ۷ اپریل ۱۹۰۴ء۔ آج ۸ بجے ڈاک گاڑی میں برخوردار سید مرتضیٰ علی تحصیل دیمیجا' ضلع الہ آباد سے وارد سندیلہ ہوئے۔ انھوں نے امتحان بیرسٹری ۱۰ جون ۱۹۰۲ء کو بمقام لندن پاس کر لیا تھا اور ۲۰ نومبر کو اپنے خسر کے وہاں تحصیل 'کل پھاڑ' آ گئے تھے۔ لیکن محض بیماری طاعون کی وجہ سے انھیں سندیلہ نہیں بلایا تھا۔ آج بعد چار سال ایک ماہ ۲۳ یوم کے ان کے دیدار نصیب ہوئے خدا سے دعا ہے کہ ان کو اپنے کام بیرسٹری میں کامیابی حاصل ہو جن کی تعلیم میں ایک مقدار کثیر صرف ہوئی۔ اور ابھی صرف ہونے کو ہے کہ ہائی کورٹ سے پانچ سو روپیہ دے کر سند حاصل کریں گے و دیگر مصارف کتب وغیرہ مزید۔

سوانح عمری حصہ دوم: ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء۔ میں اپنی کتاب سوانح عمری (حصہ دوم) کے لکھنے میں برابر مصروف رہتا ہوں جو مِن ابتدائے جون ۱۸۹۴ء لغایتہ جون ۱۹۰۴ء قریب ختم ہے۔ خدا کرے یہ کتاب میری حیات میں طبع ہو جائے اور اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے کیوں کہ اس میں ہر ایک کے مذاق کے موافق تذکرہ لکھا گیا ہے۔ شاید میں اپنی یادگار قائم کر جاؤں۔

وفات اہلیہ: ۲۵ جولائی ۱۹۰۴ء۔ افسوس صد افسوس کہ آج چار بجے صبح میری مونس غم گسار مسماۃ شمس النسا بنت شیخ کریم بخش امیٹھوی حرم خانہ راقم نے قضا کی اور مجھے مبتلائے رنج و الم دائمی کیا جو تا حیات فراموش نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ایسا صدمہ مجھے پہنچا۔ مرحومہ ۲ ذی حجہ ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۸۴۶ء روز دوشنبہ بوقت ۱۰ بجے کے ۲۵ منٹ پر پیدا ہوئی تھیں۔۔۔ مرحومہ سے میرا عقد ۱۷ جنوری ۱۸۶۳ء بوقت ۷ بجے صبح یوم سنیچر کو ہوا تھا۔ بلحاظ سن عیسوی اکتالیس سال چھ مہینے ایک دن ہوئے۔ مرحومہ شکل و صورت میں حسین اور سلیقے میں نہایت خوش سلیقہ صاحب عصمت حلیم و فیاض ثابت ہوئیں اور بدرجہ غایت میری فرماں بردار تھیں۔ اہل برادری ان کے خلق و ملنساری سے رضامند و ثنا خواں تھے۔ وہ ہمیشہ کل تقریبات شادی و غمی برادری میں شریک ہوا کرتی تھیں اور بوجہ اپنی وجاہت ظاہری کل مستورات میں ممتاز نظر آتیں اور ان کی عمیم الاخلاقی سے کل عورتیں بہ نگاہ وقعت دیکھتیں اور ان کو رضامند رکھنے میں تمام تر

Marfat.com

خاطرداری عمل میں لائیں۔ مرحومہ کے پندرہ لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ منجملہ ان کے چار فرزند اور تین لڑکیاں وقت وفات حی القائم ہیں اور ان کے خدمت گزاری و تجہیز و تکفین سے افتخار کونین حاصل کیا۔ مرحومہ نے حسب ذیل اپنی اولاد چھوڑی: چار بیٹے، تین لڑکیاں، تین پوتے، دو پوتیاں، دو نواسے، دو نواسیاں۔ کل سولہ۔

.... جون ۱۹۰۱ء سے درد عرق النسا و بائیں آنکھ کے گوشت بڑھنے میں مبتلا ہو گئیں جو شکایت تادم مرگ قائم رہی اور اخیر چھ مہینے زندگی کے بہت تکلیف و پریشانی سے گزرے کہ سیدھی یک لخت پڑی رہتی تھیں اور کسی جانب کو بوجہ تکلیف و شدت درد کے جنبش نہ تھی اور ہر وقت استدعا خودکشی کی رہتی کہ کوئی ایسی شے کھلادی جائے کہ جس سے روح فنا ہو کر تکلیف شدید سے نجات ملے۔ ہر چند یونانی ڈاکٹری ہومیوپیتھک کا علاج ہوا افسوس کہ کوئی فائدہ بخش نہ ثابت ہوا۔ بقولے کہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"... مجھے ان کی مفارقت دائمی سے سخت صدمہ پہنچا کہ انتظام خانہ داری بگڑ گیا اور میری آرام و آسائش مفقود ہو گئی اور بقیہ ایام زندگانی تلخ۔ خدا کسی دشمن کو بھی ایسا صدمہ نہ دیوے۔ واللہ مایشاء و یحکم مایرید۔

۴ ستمبر ۱۹۰۴ء۔ جس تاریخ سے اہلیہ مرحومہ کا انتقال ہوا ہے میری طبیعت کچھ ایسی الجھ سی گئی ہے اور سخت پست ہو گئی ہے اور دل سے تقویت و اطمینان ایسا جاتا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کام میں جی نہیں لگتا اور نہ کہیں جانے کو جی چاہتا ہے اور نہ کسی کی ملاقات سے خوشی اور نہ کسی رشد و بہبود کی خواہش۔ جو کچھ ملا کھا لیا اور کپڑے خدمت گار نے نکال دیے پہن لیے۔ بالکل قلب ماہیت کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ بحالت وفور انتشار قصد ہوتا ہے کہ کہیں باہر جا کر سیاحی کروں اور اپنے دل کو بہلاؤں مگر جب مصائب سفر اور تکالیف غربت کا خیال کرتا ہوں تو اس کا متحمل ہونا غیر ممکن نظر آتا ہے اور ایسی حالت میں جس وقت اندک خیال اہلیہ مرحومہ کا آجاتا ہے تو اس وقت نہایت ناقابل برداشت صدمہ ہوتا ہے جس کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ سچ یہ ہے کہ زوجہ صاحب عصمت و فرماں بردار نہیں مل سکتی اور اس سے بڑھ کر شوہر کے لیے کوئی ہمدرد نہیں ہو سکتا۔

۲۳ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ افسوس دنیا عجب ناپائیدار مقام ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک دن وہ تھا جب مرحومہ دوسرے کے عرفہ میں شرکت کو جایا کرتی تھیں اور آج وہ دن ہے کہ مستورات برادری مرحومہ کے فاتحہ عرفہ میں شریک ہو رہی ہیں۔ یہ کیسا عبرت انگیز منظر ہے۔

۴ دسمبر ۱۹۰۴ء۔ سچ یہ ہے کہ عورت نیک خصلت اور خوش اطوار سے بڑھ کر شوہر کے واسطے دنیا میں کوئی نعمت نہیں ہے جو اپنی خاص ذات سے صحت و تندرستی اپنے شوہر کی خیر خواہ اور ہمدرد ہوتی ہے جس نعمت سے افسوس کہ میں محروم ہو گیا۔

Marfat.com

۲۰ مارچ ۱۹۰۵ء - ۲۰ ماہ جون ۱۹۰۴ء جب سے اہلیہ مرحومہ کی حالت غیر شروع ہوئی اور اس کے بعد ۲۵ جولائی ۱۹۰۴ء کو ان کا انتقال ہو گیا اسی روز سے میرا دلی صدمہ کسی وقت زائل نہیں ہوتا۔ چین و آرام بالکل جاتا رہا۔ اگرچہ بظاہر میں ذاتی صفاتی و سرکاری کاروبار انجام دیتا رہتا ہوں لیکن دلی شگفتگی مفقود ہے۔

دوست کا مشورہ: ۱۱ جون ۱۹۰۵ء - آج میں واسطے ملاقات راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار کے گیا۔ جناب موصوف چونکہ میرے دلی خیر طلب ہیں مجھ سے فرمایا کہ آپ سے میں چند مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ آپ عقد ثانی کر لیویں لیکن آپ کچھ خیال نہیں کرتے ہیں یہ امر آپ کی صحت و تندرستی کے لیے سخت مضر ہے۔ بدون عورت کے انسان کی دلچسپی نہیں ہو سکتی انسان کو چاہے جیسا کوئی رنج و ملال و افکار دامن گیر ہوں لیکن جس وقت عورت سے سامنا و بات چیت ہوئی فوراً کل رنج و غم غلط ہو جاتا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ جب میری دوسری زوجہ نے انتقال کیا تو مجھے سخت پریشانی کا سامنا تھا اور میں اکثر اوقات وفور رنج و الم سے رویا کرتا تھا حتیٰ کہ خیال بیماری دق کا پیدا ہو گیا تھا لیکن جب میں نے تیسری شادی کر لی تو وہ کل شکایت و رنج دفع ہو گیا اور اب میں نہایت اچھی حالت میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور اگر کسی تردد وغیرہ کے وقت گھر میں جاتا ہوں تو وہاں پہنچتے ہی سب فکریں جاتی رہتی ہیں اور ہمیشہ ان کی صحت و سلامتی کیلیے پاٹ کرایا کرتا ہوں جس کے واسطے ایک خاص پنڈت مقرر ہے۔ لہذا میں آپ کو براہ محبت و اتحاد کے مجبور کرتا ہوں کہ اگر آپ اپنی بقیہ حیات خوشی سے بسر لے جانا جائز رکھتے ہوں تو آپ جلد عقد ثانی کا کفو یا غیر کفو میں بند و بست کریں۔ اپنی راحت مقدم ہے۔ لڑکے لڑکیاں سب اپنے مطلب کے ہوتے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی دلی خیر خواہ ہے تو وہ صرف اپنی عورت ہی ہے۔ اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو چند روز میں آپ کی حالت رنج و غم میں بالکل تباہ و ابتر ہو جائے گی۔ اس میرے کہنے پر آپ ضرور عمل کریں۔ میں نے جواب میں کہا کہ اس بارے میں کسی روز آپ سے ملاقات کر کے عرض کروں گا۔ فرمایا کہ میں خود کسی روز واسطے تصفیہ اس امر کے آپ کے مکان پر آؤں گا۔

جہاز کی متلی: ۲۱ جولائی ۱۹۰۵ء - جہاز کی سواری میں اکثر آدمیوں کو متلی ہوتی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ایک آنکھ پر پٹی باندھ لی جاوے تو جلد آرام ہو جاتا ہے (اودھ اخبار)

نیرنگی زمانہ: ۷ دسمبر ۱۹۰۵ء - زمانہ کی نیرنگیاں دیکھ رہا ہوں جو عجیب و غریب حالت سے چل رہا ہے۔ کبھی دوست بہ شکل دشمن نظر آتے ہیں اور کبھی دشمن دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اعزا و

Marfat.com

لڑکے بالوں کی نظریں کبھی موافق کبھی مخالف پڑتی ہیں۔ غرض دنیا کا عجیب رنگ ہے اور کوئی ذاتی خیر خواہ دکھلائی نہیں پڑتا۔ خوش نصیب وہی شخص ہے جو باعزت و آبرو اس دنیا کو خیرباد کہے۔ لہذا میری یہی دعا ہے کہ اس دنیا سے نکوئی کے ساتھ اٹھ جاؤں کہ اب کوئی حوصلہ باقی نہیں ہے۔

شادی نورچشمی: ۳۱ جنوری ۱۹۰۶ء۔ چونکہ تاریخ شادی نورچشمی مقیما محمد ابراہیم خلف محمد صدیق خیرآبادی سے ۱۴ فروری ۱۹۰۶ء مطابق ۱۹ ذی حجہ ۱۳۲۳ھ کو قرار پائی ہے۔ لہذا آج میرے یہاں بعد مدت دراز کے ڈھول بجی ورنہ بوجہ صدمات چند در چند میرا گھر ماتم کدہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ تقریب بہ حسن و خوبی انجام کو پہنچاوے اور سب طرح سے مبارک ہو۔ چونکہ والدہ نورچشمی بقید حیات نہیں ہیں جس کا بہت افسوس ہے لیکن میں نے طے کر لیا ہے کہ یہ شادی بھی میں ویسی ہی کروں جیسی میں نے اور لڑکیوں کی ہے تاکہ اس کو کسی وقت یہ خیال پیدا نہ ہو کہ میری ماں کے نہ ہونے سے کمی کی گئی۔

۱۴ فروری ۱۹۰۶ء۔ آج شام کو مانجہ محمد ابراہیم ولد محمد صدیق خیرآبادی کا ہوا... وقت ۳ بجے صبح کو میرے یہاں بارات بجتی آئی اور ۵ ½ بجے نورچشمی مقیما کا عقد ابراہیم سے ہوا۔ مہر ۸۵ ہزار دینار سرخ قرار پایا.. حالانکہ میں نے مولوی احمد رضا صاحب سے ۸۵ ہزار روپے کہے تھے لیکن عورتوں کے کہنے سننے سے میری لاعلمی میں اس قدر مہر تجویز ہو گیا (جو ۱۸ لاکھ ۷۰ ہزار روپے کے برابر ہے) جو میرے مزاج کے خلاف ہوا۔ مولوی احمد رضا مہتوانہ نے عقد پڑھا۔ آتش بازی اور آرائش ہمراہ بارات تھی۔ خدا تقریب کو مبارک کرے اور دونوں خوش حالی کے ساتھ بسر کریں... محمد ابراہیم انٹرنس پاس ہیں اور چالیس روپے ماہوار کے ریاست 'دھار' میں ملازم ہیں۔ یہ ریاست چھاؤنی مئو سے ۱۸ کوس ہے۔

بیرسٹران: ۲۰ فروری ۱۹۰۶ء۔ برخورداران مصطفیٰ علی و مرتضیٰ علی کو حسب اصرار ان کے میں نے ولایت بھیجا اور جس طور سے ممکن ہوا ان کا کل خرچہ برداشت کیا۔ یہاں تک بیرسٹر ہو کر واپس آئے۔ خیال تھا کہ ان کی آمدنی میں ایسی برکت ہوگی کہ جو جائداد مرہونہ فک رہن ہو کر میرے قبضہ سے نکل گئی ہے اور اس کا زر رہن بنابر خرچہ بیرسٹران ولایت بھیجا گیا ہے اس سے دوسری جائداد حاصل کی جاوے گی جس سے خانہ پُری منافع کمی شدہ کی بخوبی ہو سکے گی اور مصارف خانہ داری میں بھی اس سے کافی امداد ملے گی اور میں اپنا آخر زمانہ زندگانی یاد الٰہی میں بہ اطمینان گزاروں گا مگر افسوس کہ یہ میرا خیال بالکل غلط نکلا کہ ان کو تین دو دو سال کا زمانہ ہندوستان آئے ہو چکا ہے ہنوز مطلقاً آمدنی نہیں ہوئی بلکہ دونوں کے مصارف

Marfat.com

بیرسٹری ماہوار میں برداشت کر رہا ہوں ... کل اسی تردد و پریشانی میں مبتلا رہا اور خدا سے دعا کرتا رہا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آج ۵ بجے صبح کو خواب دیکھا کہ میں ایک بڑے ہال میں میز لگائے کرسی پر بیٹھا ہوں اور ایک معزز رئیس میری داہنی جانب بیٹھے ہیں اور جو میں اپنی رائے نسبت مقدمہ پیش شدہ کے قائم کی ہے اس سے ان کو بھی اتفاق ہے یہ خواب فی الجملہ تسکین دہ ضرور ہے دیکھنا چاہیے کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے انشاء اللہ وبحکم باری۔

پیسہ اخبار: ۷ اپریل ۱۹۰۶ء۔ آج کی تاریخ سے میں نے خریداری پیسہ اخبار ہفتہ وار لاہور کی شروع کی جس کی قیمت سالانہ ڈھائی روپیہ ہے اور آج پہلا پرچہ اخبار مذکور کا میرے نام لاہور سے آیا۔

نیک عورت: ۲۲ فروری ۱۹۰۶ء۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جس عورت میں چار خصلتیں ہوں اس سے شادی کرنا چاہیے۔ ایک تو اس کی دولت، دوسرے اس کی شرافت نسل، تیسری اس کا حسن، چوتھے اس کے اوصاف حمیدہ۔ دنیا اور اس کی تمام چیزیں قیمتی ہیں لیکن دنیا بھر میں سب سے زیادہ قیمتی شے نیک عورت ہے۔

نصائح حضرت علی: ۱۸ مئی ۱۹۰۶ء۔ نصائح حضرت امیر: ۱۔ جو شخص مسکینی کا برقع اوڑھے ہو اس کے عیوب نہیں کھلتے ۲۔ کسی کو دو چیزوں یعنی صحت اور دولت پر بھروسا نہ کرنا چاہیے۔ صحیح تندرست شخص کی تندرستی دفعتاً جاتی رہتی ہے اور متمول کی دولت آناً فاناً مٹ جاتی ہے۔ ۳۔ جو شخص ذرا ذرا سی بات کا شاکی ہو گا اسے بہت بڑی مصیبت ہو گی۔ ۴۔ جو شخص کامیابی کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا وہ غیبت اختیار کرتا ہے۔ جو شخص کاہلی کا فرماں بردار ہے وہ کسی شے کا مستحق نہیں۔ ۶۔ جو شخص غمازوں کی سنتا ہے وہ اپنے عام دوستوں کو اپنے ہاتھ سے کھوتا ہے۔ ۷۔ خود بینی ترقی کی دشمن ہے۔

اولاد کی خامیاں: ۳۰ جولائی ۱۹۰۶ء۔ جہاں تک میں نے غور کیا تو مجھ میں اور میری اولاد میں یہ بہت بڑا فرق ہے کہ وہ ضروری کام کو بھی چنداں ضروری خیال نہیں کرتے اور میں ضروری اور غیر ضروری دونوں کو ضروری سمجھتا ہوں اور حتی الامکان اسے دوسرے وقت پر ملتوی کبھی نہیں کرتا اور اسی وقت کر ڈالنے سے اطمینان حاصل کرتا ہوں بجائیکہ وہ مجھے ہی کرنا پڑے۔

نیا ہنر: ۴ ستمبر ۱۹۰۶ء۔ اس زمانے کے نوجوان وعدہ خلافی اور دھوکہ دہی اور جھوٹ بولنے کو اپنا ہنر سمجھتے ہیں اور جو لوگ پرانی وضع کی پابندی کرتے ہیں ان کے نزدیک ان لوگوں کا شمار بے وقوفوں میں ہے۔ اس رنگ زمانہ کو میں دیکھ رہا ہوں اور بجائے خود ساکت و خاموش ہوں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ایسے نوجوانوں کی صحبت سے میں حذر کرتا ہوں۔

Marfat.com

خوابوں کی حقیقت: ۳۰ نومبر ۱۹۰۶ء۔ اگست ۱۹۰۳ء سے آج تک میں اپنے حصول مقاصد کے لیے درگاہ لم یزل میں نہایت عاجزی کے ساتھ دست بستہ دعا کرتا رہتا ہوں جن کی بشارتیں خواب میں ہمیشہ حسب دل خواہ ہوتی رہیں اور فالیں دیوان حافظ و سکندرنامہ میں مشاہدہ کیں۔ ان کے جوابات بھی اکثر موافق آئے لیکن مجھے کمال افسوس ہے کہ اس وقت تک ان کا کوئی ظہور نہیں۔ لہٰذا اب میں جہاں تک غور کرتا ہوں وہ خوابیں وغیرہ محض میرے دلاسا و طمانیت کے واسطے تھیں اور رہیں تاکہ میں منتشر ہو کر کوئی نالائق بات نہ کروں اور اب ناامیدی اس وجہ خاص سے ہے کہ جس قدر زمانہ گزرتا جاتا ہے اور میری قوت گھٹتی جاتی ہے اسی قدر خواہش دلی پر اوس پڑتا جاتا ہے اور حوصلہ پست ہوتا جاتا ہے اور ہنوز کسی قسم کے آثار میرے حصول تمنائے قلبی کے نظر نہیں آتے۔ لہٰذا مرتبہ یقین کا حاصل ہو گیا کہ وہ سب خوابیں اور فالیں محض میری طمانیت کے واسطے تھیں۔ اللہ یفعل مایشاء و یحکم مایرید

عقد ثانی بیوہ: ۲۵ جنوری ۱۹۰۷ء۔۔۔ چونکہ یہ رسم (عقد ثانی نواسی خود مسماۃ انجمن) خلاف رواج مطابق سنت نبوی رسول پاک کے اختیار کی اس وجہ سے کل اکابر و ہمسر و نوجوانان قصبہ ہذا بہت خوش ہوئے اور میرے حق میں دعائے خیر کی کہ میں نے رسم قبیحہ کو دور کر کے سنت نبوی کو تازہ کیا اور اکثروں نے دعا خیر کی کہ مجھے خدا ہر قسم کی برکت دے۔ چونکہ یہ کار نمایاں مجھ سے وقوع میں آیا جس کا رواج مطلقاً قصبہ ہذا میں نہیں لہٰذا مجھے امید ہے کہ اب اہل قصبہ میری تقلید کریں گے۔

نئی پود: ۹ فروری ۱۹۰۷ء۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے اس زمانے کے نوجوان لڑکے اپنی تیز مزاجی کی وجہ سے کہتے بہت کچھ ہیں لیکن کرتے کچھ بھی نہیں۔ دوسرے غیر مہذب ہیں کہ اپنے اکابر کو نگاہ حقارت سے دیکھتے ہیں اور ان کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خود کچھ کرنے کا ارادہ نہیں کرتے اور ان ہی کی جائداد پر چاہے وہ تھوڑی کیوں نہ ہو تکیہ کرنا پسند کرتے ہیں اور باتیں اس قسم کی کرتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر دوسرا عقلمند نہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میں اپنی نوجوانی کے زمانہ میں اپنے بزرگوں کے علاوہ غیر اشخاص کو بھی جو مجھ سے سن میں بڑے ہوتے تھے سبقت سلام میں کیا کرتا تھا اور ان کو نگاہ بزرگی سے دیکھتا تھا اور اس وقت کے نوجوان عموماً دیرینہ لوگوں سے منتظر سلام رہتے ہیں۔ میرے خیال میں یہی ان کی علامت بدبختی کی ہے بقول شخصے ع باادب بانصیب بے ادب بے نصیب!

شکایت ضیق النفس: ۱۱ مئی ۱۹۰۷ء۔ شب گزشتہ کو مجھے ہچکی سے سخت تکلیف ہوئی کہ کسی کروٹ چین نہیں تھا اور چونکہ ابتدائے شب سے تکلیف شروع ہو گئی تھی لہٰذا گھنٹہ شماری میں تمام رات آخر ہوئی۔ رات کی

Marfat.com

تکلیف خصوصاً جب کہ عالم تنہائی ہو نہایت مکلف ہے۔ مجھے بعض وقت سخت حسرت ہوتی ہے کہ رات کی ٹھنڈک میں تمام عالم سہانی نیند سو رہا ہے اور ایک میں ہوں کہ چارپائی پر بیٹھا یا لیٹا ہوا مونہہ کھولے سانس لے رہا ہوں۔ اے اللہ مجھے اس تکلیف سے جلد نجات دے!

ساون میں خاک اڑنا: ۱۴ اگست ۱۹۰۷ء۔ یہ میں اکثر سنا کرتا تھا کہ ساون میں خاک اُڑتی ہے وہ آج میں نے اپنی آنکھوں مشاہدہ کی کہ آج ۳½ بجے دن کے ابر غلیظ محیط آسمان تھا اور دیر تک خوب گرجتا رہا۔ اس عرصہ میں ایسی ہوا تند چلی کہ ابر وغیرہ سب غائب ہو گیا اور دھول مثل جیٹھ بیساکھ کے اڑی اور ایسی بلند ہوئی کہ مکانوں کے اوپر سے گزر گئی اور خاک اڑتے ساون کی مثل صادق آئی۔

شب برات: ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ عموماً اطفال اہل دول شب برات آنے کے ایک ہفتہ قبل اور متوسط درجے کے لڑکے شب برات کے دو تین روز پہلے سے آتش بازی چھوڑ کے اپنے دل بہلاتے ہیں لیکن ہمارے پڑوسی منشی قبول احمد کے یہاں رجب کے مہینہ سے آتش بازی چھوٹنا شروع ہو جاتی ہے اور مہینہ شوال تک اس کا سلسلہ برابر قائم رہتا ہے۔ واقعی لڑکوں کے لیے بہت دلار کی بات ہے لیکن ان کی ایسی عادت پڑ جانے سے وہ عادی اسراف کے ہو جاتے ہیں جو مشکل سے چھوٹتی ہے۔

شکایت ہیپی: ۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ شب گزشتہ کو شدت کھانسی سے مجھے تمام رات نیند نہیں آئی اور بےچینی کے ساتھ گھنٹہ شماری میں رات آخر ہوئی۔ اگرچہ حکیم ظہور الحسن دوا میں رد و بدل کرتے رہتے ہیں لیکن ہنوز کوئی صورت نفع کی پیدا نہیں ہے اور نہ غذا بجز چند چمچ دلیا کے ہوتی ہے جس کا بخار مانع ہے۔ حکیم صاحب دونوں وقت مجھے دیکھنے کو آتے ہیں جس کا مشکور ہوں۔

بیوی کی یاد: یکم جنوری ۱۹۰۸ء۔ اگرچہ مساۃ شمس النسا میری زوجہ کی وفات کو تین برس پانچ ماہ گزر چکے ہیں لیکن جب ان کے افعال و حرکات شائستہ یاد آتے ہیں تو طبیعت کو سخت ملال ہوتا ہے مگر مجبوری ہے کہ مشیت ایزدی میں کوئی دخل نہیں۔ جہاں ۴۴ سال عیش و عشرت میں گزرے وہاں اب پریشانی کا سامنا پیش آ رہا ہے اور یہ رنج و غم تاحیات فراموش نہیں ہو سکتا۔

افسانۂ خواب: ۴ فروری ۱۹۰۸ء۔ میں چند سال سے خواب ہائے خوش شمولہ بہبودی خود دیکھا کرتا ہوں جس کی تعداد آج تک ۷۶ ہے لیکن افسوس کہ اس وقت تک کسی ایک کا بھی ظہور نہیں ہوا ورنہ میرا خواب اکثر سچا ہوا کرتا تھا اس وجہ سے اس پر میرا اعتبار تھا اور میں اسے بعد بیداری اپنے روزنامچہ میں

Marfat.com

قلم بند کر لیا کرتا تھا اور اب بجز اس کے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ جہاں میری عیش و آرام و زمانہ فلاحیت کا گزر گیا وہاں خواب بھی راستہ نہیں آتے اور رات دن مجھے پانچ منٹ کی بھی خوشی نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم کرے!

تعزیت کا طریقہ: ۱۲ر اگست ۱۹۰۸ء۔۔۔۔ چونکہ عموماً رواج یہ ہے کہ جب کوئی شخص بہ رسم تعزیت کسی غم زدہ کے پاس جاتا ہے تو متوفی کے اوصاف حمیدہ ظاہر کر کے اس کے غم کو تازہ اور اس کے زخموں پر نمک چھڑکتا ہے جس سے وہ بہت متاثر ہو کر پریشان ہو جاتا ہے لیکن میں اس کے بالکل خلاف ہوں اور غم زدہ کو زیادہ ملول کرنا ہرگز پسند نہیں کرتا بلکہ اس کے پاس جا کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہتا ہوں تاکہ اس کے خیالات جو غم آلود ہیں وہ بالکل دفع ہو جائیں۔

استعفا: ۲۱ر ستمبر ۱۹۰۸ء۔ آج میں نے چارج آنریری سکریٹری میونسپل سندیلہ کا بابو ستیش چندر چٹرجی تنخواہ دار سکریٹری کو دیا۔ اب میں سرکاری ممبر کی حیثیت سے میونسپل کا کام انجام دوں گا۔۔۔۔ ان کی (چٹرجی صاحب کی) یہ کیفیت ہے کہ ہر کام میونسپل کا مجھ سے دریافت کر کے کرتے ہیں۔

انتظام خانہ داری: ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۸ء۔ چونکہ میری چار بہوئیں منجملہ ان کے بڑی بہو اہل خانہ مصطفےٰ علی آج کل اپنے شوہر کے ساتھ 'سیونی چھپارہ' (اضلاع متوسط) میں ہیں باقی تین یہاں موجود ہیں لہٰذا میں نے بہ نظر مصلحت انتظام خانہ داری اس نہج پر تینوں کو تقسیم کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی کو کوئی محل شکایت کا نہ ہو اور حالت انتظام عمدہ طریقہ پر چلے جاوے۔

خدمات کا اعتراف: ۲۱ر اکتوبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار میں ترجمہ چٹھی مورخہ ۹ ستمبر ۰۸ء مسٹر ٹرنر صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہردوئی و چیرمین میونسپل بورڈ سندیلہ طبع ہوا جس میں میری خدمات آنریری سکریٹری میونسپل بورڈ کی نسبت اظہار خوشنودی مزاج کا ہے۔ (ترجمہ چٹھی ٹرنر صاحب: چونکہ مولوی سید مظہر علی صاحب نے اپنے عہدہ آنریری سکریٹری سے بوجہ زیادتی کام کے استعفا دے دیا ہے اور بجائے ان کے تنخواہ دار سکریٹری کی تجویز ہوئی ہے لہٰذا میں اپنی رائے ان کی عمدہ خدمات کی نسبت جس میں کہ انھوں نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ صرف کیا ہے ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ قریب تیس سال کے وہ آپ لوگوں کے سکریٹری رہے اور اپنی اعلیٰ خدمات کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اس طریقہ پر انھوں نے باشندگان قصبہ کو اپنا قیمتی وقت کا بہت بڑا حصہ صرف کر کے بہت خوش و رضامند رکھا۔ میں اس بات سے خوش ہوں گا کہ مولوی سید مظہر علی صاحب اپنے عہدہ سکریٹری سے سبکدوش ہونے پر میونسپل کے کاموں میں بہ حیثیت ایک ممبر کے اسی طور پر مدد دیتے رہیں گے

Marfat.com

جیساکہ وہ اپنے عہدہ سکریٹری کے زمانہ میں دیا کرتے تھے۔)

حقیقت نجوم: ۲۸ر دسمبر ۱۹۰۸ء۔ اس مہینہ دسمبر میں اگرچہ میرے زائچہ میں سب ستارے عمدہ حالت وخوشی میں بیٹھے ہوئے ہیں اور چار خراب مقام پر بیٹھے ہیں اور زہرہ ومشتری کا اتصال ہے لیکن کوئی نفع میری ذات کو نہیں پہنچا بلکہ اکثر ترددات لاحق رہے۔ اس سے بخوبی ہویدا ہوتا ہے کہ جو مشیت ایزدی ہے وہی ہوتا ہے نشست ستاروں کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اکثر تجربہ ہوا ہے کہ نشست ستاروں کی خراب ہے اور بہبودی حاصل ہوئی۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ انسان مشیت الٰہی پر بھروسا رکھے جو اس کا منشا ہے وہی ہوتا ہے۔ واللہ یفعل مایشاء۔ علم نجوم دل بہلانے کے واسطے اچھا ہے ورنہ ہیچ۔

انتظام خانہ داری: ۴ر فروری ۱۹۰۹ء۔ اگرچہ میری چار بہوئیں ہیں لیکن ان میں کوئی ایسی خوش لیاقت نہیں کہ انتظام خانہ داری خوش اسلوبی سے انجام دے سکے اور اگر شاید ان میں سے کسی کو مادہ انتظامی ہو بھی لیکن بوجہ اختلاف رائے کوئی کچھ نہیں کرتا۔۔۔۔ بحالت حیات اہلیہ مرحومہ ہمیشہ سب انتظام خانہ داری ان کے متعلق رہتا تھا اور میں مہینہ انگریزی کی پہلی تاریخ کو تنخواہ بنا بر مصارف روزمرہ ان کے پاس بھیج دیا کرتا تھا اور وہ حسب رائے خود جزوی وکلی انتظام خانہ داری کرتی رہتی تھیں۔۔۔ اور مجھے کوئی تعلق اس سے نہیں رہتا تھا سب سے ادنیٰ بدنظمی یہ ہے کہ مجھے تو کھانا بارہ بجے دن تک مل جاتا ہے لیکن جو عورتیں اہل محلہ کبھی کسی ضرورت سے آجاتی ہیں تو دو بجے تک ان کو کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ میں نے یہ بھی چاہا تھا کہ ہر ایک بہو کے واسطے بقدر ان کی ضرورت کے تنخواہ مناسب مقرر کردوں جس سے وہ علیحدہ علیحدہ اپنے خورد ونوش کا انتظام کریں اور اپنے اپنے جداگانہ چولھے روشن کروادیں لیکن یہ بھی اس وجہ سے مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ میری موجودگی سندیلہ میں چار جدا جدا چولھے روشن ہوں جو باعث کمال بدنامی کا ہے۔

نمائش ھردوئی: ۲۰ر فروری ۱۹۰۹ء۔ آج میں ۱۱ بجے دن کو دربار نمائش پھل پھول ہردوئی میں شریک ہوا۔ جناب راجہ درگا پرشاد نے بہت اچھا قصیدہ پڑھا اور بعض شاعروں نے بھی قصیدہ خوانی کی لیکن راجہ صاحب کا قصیدہ سب سے اول درجہ کا تھا۔ مجھے دربار میں مسٹر ٹرنر صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی نے بابت کام قحط سارٹیفکٹ عنایت کیا۔ بعد فراغت دربار تین بجے دن کی ریل میں واپس آیا۔ آمد و شد میں میرا اور راجہ صاحب اور چودھری محمد رؤف صاحب کا ریل میں ساتھ رہا۔ راستہ میں ہر قسم کی بات چیت ہوتی رہی اگرچہ سہ پہر کو نمائش اور شب کو روشنی وناچ تھا لیکن میں نے اس میں شرکت نہیں کی۔

Marfat.com

تجویزِ عقدِ ثانی: ۱۲ر مئی ۱۹۰۹ء چونکہ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار میرے سچے اور خیر خواہ دوست ہیں مجھ سے انھوں نے کئی مرتبہ فرمایا کہ تم عقدِ ثانی کرلو کہ سوائے عورت کے دنیا میں اپنا کوئی خیر خواہ نہیں ہوتا ہے۔ لڑکے لڑکیاں اور بہوئیں سب اپنے مطلب کے ہیں اور یہ چاہا کرتے ہیں کہ کسی نہج سے باپ نہ رہیں تو ان کی جائداد اپنے قبضہ و تصرف میں لاویں۔ جس کے واسطے وہ ہر وقت دست بہ دعا رہتے ہیں لیکن اپنی عورت برخلاف اس کے اپنے شوہر کی بہی خواہ اور اس کی درازیٔ عمر کی دعاگو رہتی ہے... چنانچہ آج صبح کو راجہ درگاہ پرشاد صاحب نے مجھے ایک خط بھیجا کہ آج بوقت ۹ بجے صبح کے میں اور وہ ایک ساتھ چودھری محمد رؤف صاحب کے مکان پر جاکر باہم صلاح و مشورہ کریں تاکہ اس کے متعلق کوئی امر طے ہو۔ چنانچہ موصوف الیہ آج اپنی بگھی پر مجھے چودھری صاحب کے مکان پر لے گئے جہاں وہ موصوف الیہ سے دیر تک بات چیت کرتے رہے۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ چودھری صاحب لکھنؤ جاکر کوئی حسین عورت میرے واسطے تجویز کریں جو سیرت و صورت میں اچھی اور مطیع ہو۔ چنانچہ چودھری صاحب نے وعدہ کیا کہ میں ایک ہفتہ کے اندر جملہ امور کا تصفیہ کرلوں گا۔ لیکن مجھے ان دونوں صاحبوں کی رائے سے چنداں اتفاق نہیں ہے اور میں اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا ہوں اور پروردگارِ عالم کے فضل و کرم پر صابر و شاکر ہوں۔ جو کچھ اس کی مشیت ہوگی اس کی پابندی کرنا پڑے گی۔ اور بدون مشاہدہ و واقف کاری بلا سمجھے بوجھے کوئی فعل کرنا انسانی مصلحت کے خلاف ہے۔

۲۵ر مئی ۱۹۰۹ء.... لیکن مجھے لکھنؤ کی عورت سے عقد ہرگز منظور نہیں مگر راجہ صاحب کے اصرار کی وجہ سے ہوں ہاں کردیا کرتا ہوں... لیکن آج کل اس کا تذکرہ اکثر رہتا ہے۔

امید و بیم: ۸ر جولائی ۱۹۰۹ء۔ منجملہ اپنی تین خواہشوں کے (د) (ح) (ش)[1] کس خواہش میں میں کامیاب ہوں گا جس کا مشاہدہ مجھے خواب میں ہو۔ یہ خیال کرکے سویا۔ شب آخر کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں (د) کی قربت سے کامیاب ہو رہا ہوں جس کو میں نے بخوبی تمام مشاہدہ کیا۔ خدا کرے یہ خواب راست آئے اور اس کا مشاہدہ بوجہِ احسن ہو آمین ثم آمین۔

۳ر اگست ۱۹۰۹ء۔ باوجود پیہم ظہورِ نا امیدیوں کے میں اکثر اپنی خیالی امیدوں سے باز نہیں آتا اگرچہ بخوبی جانتا ہوں کہ اب میرا زمانہ خوشی و مسرت کا نہیں آسکتا۔ لیکن یہ میری محض نافہمی ہے جو موہوم باتوں میں مستغرق رہتا ہوں لہٰذا میں درگاہِ رب میں ملتجی ہوں کہ جو امر اس کی مشیت میں بحق مجھ گنہگار شدنی نہیں ہے

---

[1] ۱۹۰۹ء ہو مولوی صاحب کے خاندان میں کئی خوش سلیقہ اور متمول بیوائیں موجود تھیں۔ ان میں سے تین کے نام ان حروف سے شروع ہوتے تھے اور مولوی صاحب ان میں سے کسی ایک سے عقدِ ثانی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس قسم کی تحریک کوئی خود انھوں نے نہیں کی ممکن ہے کہ اس قسم کی تحریک کا اشارہ پہلے دوسری جانب سے چاہتے ہوں۔ مگر دوسری شادی ان کی بہرحال نہیں ہوئی۔ ہاشمی

Marfat.com

اس کے خیالات میرے دل پر حاوی ہونا باعث کمال رنج و ملال کا ہوتا ہے خدا ان کو میرے دل سے دفع فرمائے ورنہ امید و بیم کی حالت سخت پریشان کن ہے۔ اے خدا میرے حال پر رحم فرما اور خیالات فاسد دل خوش کن میرے دل سے دور کر جو غیر ممکن الوقوع ہوں۔

۱۰ راگست ۱۹۰۹ء۔ باوجودیکہ میں یہ بخوبی جانتا ہوں کہ بے اذن الٰہی ذرہ نہیں ہل سکتا اور قبل از وقت کوئی امر ظاہر نہیں ہو سکتا اور نہ مقدر سے کم و بیش ہو سکتا ہے جیسا کہ مسماۃ زیب النسا بنت شہنشاہ عالمگیر نے کہا ہے

قضا قضا نہ شود اے عزیز من ہرگز ۔ تو خواہ فال ببیں خواہ استخارہ کن

مگر اس پر ثابت قدمی خیلے دشوار ہے۔ اللہ ہی میری مدد کرے

۱۳ راگست ۱۹۰۹ء۔ میرا معاملہ متعلقہ ذات خاص کچھ ایسا دشوار ہے کہ اس کا انجام کچھ خوش نظر نہیں تا اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی نہج سے طے نہ ہو سکے گا اور کیونکر ہو جب کہ اس کا کوئی سامان بظاہر نظر نہیں آتا۔ بعض وقت یہ شعر حافظ شیرازی کچھ تسکین دہ ضرور ہوتا ہے ؎

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید ۔ ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

مگر دوسرے وقت اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور بہ لحاظ حالت موجودہ آثار توقع مطلقاً نسیاً منسیاً ہو جاتے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ مثل میرے کوئی شخص توہمات غیر متوقع میں مبتلا ہو جس کا کوئی انجام ہی نہیں۔ مشیت ایزدی یہ ہی ہے کہ میں انھیں خیالات میں مستغرق رہ کر ایک روز شاید اس دار ناپائیدار کو خیرباد کہوں۔

بوکھ پھل: ۱۲ ستمبر ۱۹۰۹ء۔ میرا بوکھ پھل جو ۱۲ ستمبر ۱۹۰۸ء کو شروع ہوا تھا اس کے حالات مختصر حسب ذیل ہیں:
عہدہ سکریٹری میونسپل سے بوجہ کثرت کام استعفا دے دیا اور بعد دس مہینے کے برخوردار ارتضیٰ علی کو حسب سفارش مسٹر وے صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی نے بہ مشاہرہ پچپن روپے ماہوار ہیڈ سکریٹری میونسپل سندیلہ تقرر کر دیا۔ پشت دوکانات صدر میں نے رعایا آباد کی جس سے دوکانات خدشہ نقب زنی سے محفوظ ہو گئیں۔ میں اپنے مقاصد دلی میں کامیاب نہیں ہوا۔ نور دیدہ فریض دختر برخوردار مصطفےٰ علی کا انتقال ہو گیا جو باعث کمال ملال کا ہوا۔ ان اب یہی ایک اولاد ذکر رہی تھی۔ بجائے برخوردار مجتبیٰ علی و مرتضیٰ فرزندان نرینہ پیدا ہوئے۔ کوئی جائداد فک رہن نہیں ہوئی۔ مقدمات عدالتی میں کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ایک دو معاملے پیچیدہ بآسانی طے ہو گئے۔ حکام وقت رضامند و خوش رہے اور بنگاہ وقعت سے دیکھتے رہے۔ بھائی بندوں سے میل جول رہا۔ بمقابلہ آمدنی مصارف کثیر رہے۔ بعض احباب سے فائدہ رہا۔ ایک دو معاملے طے نہیں ہوئے۔ برخوردار مصطفےٰ علی اکثر علیل رہے۔ میری تندرستی اچھی رہی اور ارتضیٰ علی کی تقرری سے میری ناموری پورے

Marfat.com

قصبہ ہذا میں نیز ہردوئی بھر میں ہوئی۔ برخوردار مرتضیٰ علی کی آمدنی بیرسٹری اچھی رہی۔

خواب خوش: ۲۶ نومبر ۱۹۰۹ء۔ شب گزشتہ کو سوتے وقت اولاً میں نے درگاہ یزدان پاک میں پھر جناب فضل میاں صاحب مرحوم کی جناب میں التجا کر کے سویا کہ میں ان کا پرپوتا ہوں اور آج کل متفکر رہتا ہوں میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری پریشانی دور فرمائے اور مجھے راحت و چین دے اور جس صورت سے میرا تعلق ہو مجھے خواب میں مشاہدہ ہو جائے کہ (و) سے عقد ہوگا یا (ح) سے۔ شب آخر کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک عورت ۴۰ سالہ جس کا قد و چہرہ لانبا ہے اور ناک میں نتھ نہیں پہنے ہے میرے سامنے کھڑی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے ملتجی ہے۔ اس عرصہ میں میری آنکھ کھل گئی۔

محاسبہ سال: ۳۱ دسمبر ۱۹۰۹ء۔ ذاتی حالات راقم جو ۱۹۰۹ء میں گزرے: تردوات اکثر رہے جو بہ عنوان شایستہ دفع ہوئے۔ آرزوے دلی پوری نہیں ہوئی۔ ایک پوتی جوان و ایک پوتا و ایک نواسی و ایک پر نواسی نومولود ضائع ہو گئی۔ پشت دوکانات پختہ کے رعایا آباد ہو گئی اس سے کرایہ ماہوار دوکانات میں اضافہ ہوا۔ مقدمات عدالتی میں عموماً کامیابی ہوئی اور اعدا زیر ہوئے۔ بخانہ مرتضیٰ علی فرزند نرینہ پیدا ہوا جس کا نام سلیمان حسین رکھا گیا۔ برخوردار مصطفےٰ علی چھ مہینہ تک سخت علیل رہے۔ مصارف زائد ہوئے لیکن آمدنی بھی بہ مقابلہ سال گزشتہ اچھی ہوئی۔ حکام وقت رضامند رہے۔ اکثر اشیاء جدید خریدی گئیں۔ بھائی بندوں سے لطف رہا اور نگاہ قدر سے دیکھا گیا۔ سفر کم پیش آیا جو محدود لکھنؤ و ہردوئی رہا۔ سارٹیفکٹ خوشنودی رائے بابت کام خود عطا ہوا۔ خواب ہائے خوش اکثر مشاہدہ ہوئے لیکن کوئی خاص ظہور ان کا نہیں ہوا۔

الہ آباد یونیورسٹی: ۱۳ جنوری ۱۹۱۰ء۔ آج میرے نام ایک کارڈ . . . فیلو یونیورسٹی الہ آباد کا آیا کہ میں ۱۷ جنوری ۱۹۱۰ء کو قائم ہونے بنیاد یونیورسٹی میں بوقت ۲ بجے شرکت کروں لیکن اب میں سفر کرنا پسند نہیں کرتا ہوں۔

مرتضیٰ علی: ۲۵ مارچ ۱۹۱۰ء۔ برخوردار مرتضیٰ علی محنت ملازمت سکریٹری میونسپل بورڈ سے گھبرانا شروع ہو گئے ہیں اور اب ملازمت ترک کرنا چاہتے ہیں یہ ان کی سخت بدبختی ہے کہ وہ پچپن روپے ماہوار کی گھر کی نوکری جو مساوی ایک سو ماہوار کے ہے چھوڑنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ جو تنخواہ وہ پاتے ہیں وہ تمام اپنے صرفہ میں لاتے ہیں۔ خورد و نوش ان کی اور ان کی اہلیہ کا میں کفیل ہوں۔ اپنے شہر کی حکومت کی نوکری چھوڑنا سخت نادانی ہے مگر مجبوری کہ کوئی علاج اس کا میرے پاس نہیں ہے اور نہ کوئی فہمائش ان کو کارگر ہوتی ہے۔

انتظام خانہ داری: ۲۸ جون ۱۹۱۰ء۔ آج واسطے انتظام خانگی خود نہایت پریشانی لاحق رہی اور

Marfat.com

مجھے چندمرتبہ اہلیہ مرحومہ یاد آئیں کہ ان کے وقت میں کیسا عمدہ میرے گھر کا انتظام تھا۔ مجھے کسی امر میں مداخلت کرنے کی نوبت نہیں آتی تھی اب آج کل حسب رائے برخوردار مصطفےٰ علی مسماۃ علیماً خالہ معشوق حسین (پڑوسی) منتظم ہیں جو ایمانداری سے کام نہیں کرتی ہیں اور مجھے پریشانیاں لاحق رہتی ہیں اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی کہ سوائے بڑی بہو کے اور کوئی بہو اس وقت گھر میں موجود نہیں اور ہر ایک اپنے میکہ میں ہے۔ خدا میرے حال پر رحم کرے اور میرے تردداتـ دور کرے۔

بڑی بہو: ۵؍جولائی ۱۹۱۰ء۔ ہماری بڑی بہو مسماۃ نسیماً کی طبیعت میں کچھ اس قسم کا فسادی مادہ ہے کہ اپنے کو بطور خود بہت سمجھ دار سمجھتی ہیں اور دوسروں کو ناقابل۔ بلکہ ہر ایک کو نہایت درجہ حقیر جانتی ہیں کہ میری عام حکومت گھر میں ہو اور سب مجھ سے زیر رہیں لیکن چونکہ ہر ایک کو درجہ مساوی حاصل ہے اس وجہ سے وہ ہرگز زیر نہیں ہو سکتیں اور انھوں نے برخوردار مصطفےٰ علی کو اس کے ولایت جانے سے قبل اس کی والدہ سے لڑوا دیا تھا اور خود نسیماً کی ذات سے ان کے بھائیوں بشیر الزماں و نعیم الزماں میں سخت الجھن و ملال پیدا ہو گیا اور مصطفےٰ علی کچھ ایسے ان کے قبضہ میں ہیں کہ جو کچھ وہ ان سے کہتی ہیں اس کے کرنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں چاہے وہ فعل قابل نفرت کیوں نہ ہو۔

خواب خوش: ۷؍اگست ۱۹۱۰ء۔ قبل اس کے جو خواب اچھا یا بُرا میں دیکھتا تھا اس کا ظہور جلد یا دیر سے ضرور ہوتا تھا جس کا میں پورے طور پر قائل تھا لیکن چند سال سے عجب کیفیت ہو گئی ہے کہ جو خواب بُرا دیکھتا ہوں اس کا ظہور کسی قدر ضرور ہوتا ہے۔ لیکن میں نے یکم اگست ۱۹۱۰ء سے ۵؍اگست ۱۹۱۰ء تک ۱۲-۱۰ خوابیں بہت عمدہ مشاہدہ کیں اور ان میں سے اکثر صبح صادق کے وقت دیکھی تھیں لیکن نہایت افسوس ہے کہ ان میں سے ایک کا بھی ظہور اس وقت نہیں ہوا۔ معلوم نہیں مجھ سے درگاہ ایزدی میں کیا قصور ہوا ہے کہ جس کا نتیجہ یہ مل رہا ہے کہ میرے خوابوں کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ملاقات احباب: ۱۵؍اگست ۱۹۱۰ء۔ آج ۹ بجے صبح کو راجہ درگا پرشاد صاحب و چودھری محمد رؤف صاحب میری ملاقات کو تشریف لائے۔ اوّل الذکر آج کل "تاریخ سندیلہ" لکھ رہے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے میرے حالات بنا بر کارگزاری آنریری مجسٹریٹی و سکریٹری میونسپل سندیلہ کے لے گئے ہیں تاکہ تاریخ مذکورہ میں بطور میری یادگار کے درج کریں جو ہمیشہ میری یادگار رہے جس کا میں مشکور ہوا اور چودھری محمد رؤف نے مجھے ایک عینک قیمتی بائیس روپے دی جو میری آنکھ میں خوب لگتی ہے اور میں اس سے بخوبی لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ میں نے ان کا

Marfat.com

شکریہ ادا کیا۔ ۱۱ بجے تک یہ نشست رہی اور باہم بہت لطف آمیز باتیں ہوتی رہیں۔

خیالات خوش: ۲۲ اگست ۱۹۱۰ء۔ جب میں خیالات خوشی کے اپنے دل میں چند منٹ کے واسطے بھی جگہ دیتا ہوں تو مجھے معاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی پاداش میں کسی رنج وملال کا مجرم نہ قرار پاؤں لہذا جس طرح ممکن ہوتا ہے میں ان خیالات خوش کن اور فاسد کو اپنے دل سے دور کرتا ہوں۔ خدا نہ کرے کہ کسی رنج و ملال کا مجھے سامنا ہو اس وجہ سے کہ زمانہ آج کل میرے خلاف گردش کر رہا ہے اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرمائے۔

بصارت خود: ۱۸ دسمبر ۱۹۱۰ء۔ اب میری آنکھوں کی بصارت ایسی گھٹ گئی ہے کہ نہ تو میں اخبار پڑھ سکتا ہوں اور نہ خط کسی کا پڑھا جاتا ہے بلکہ وہ اپنے محرر صمصام علی سے پڑھوا لیتا ہوں اور وہی جوابات میرے بتلانے پر لکھتے ہیں۔ لہذا اب میں پریشان رہتا ہوں اور کل کام دستخط وغیرہ کا مجھے اٹکل سے کرنا ہوتا ہے اور قریب کا آدمی بھی نہیں پہچان سکتا ہوں۔ دیکھا چاہیے کہ اب میری بصارت پھر عود کرتی ہے یا میں اپنا زمانہ زندگی اسی طور سے بسر لے جاؤں گا۔ اللہ مالک ہے۔

اوورکوٹ: ۵ جنوری ۱۹۱۱ء۔ آج جناب راجہ درگا پرشاد صاحب نے ایک قیمتی اوورکوٹ اپنے درزی سے تیار کرا کے بھیجا جو نہایت عمدہ جامہ وار ہے اور اس کا استر   اور وہ بہمہ وجوہ مکمل ہے۔ جس کو میں نے پہن لیا وہ میرے بدن پر درست آیا میں نے   ؟ اور اس کے پیرکار دوست علی خیاط کو ایک روپیہ انعام دلوا دیا۔

شکایت کھانسی: ۱۳ جنوری ۱۹۱۱ء۔ چونکہ مجھے کھانسی وبا سے سخت تکلیف ہے لہذا آج میں نے اسسٹنٹ سرجن سندیلہ کو واسطے اپنے علاج کے طلب کیا اور پانچ روپیہ ان کی فیس ادا کی اور علاج ان کا شروع کیا۔

ماہ لقا: ۲۵ جنوری ۱۹۱۱ء۔ مسماۃ ماہ لقا ساکن رام پور جو ایک انجینیر ریاست کی بیٹی ہیں اور ان کے حسن وجمال کی بڑی تعریف ہے اور اکثر وہ شملہ کشمیر لکھنؤ وغیرہ میں آزادی کے ساتھ سیاحت کرتی رہتی ہیں اور اپنے گھر سے نہایت متمول لیڈی ہیں۔ جب وہ کسی مجلس اناث میں شریک ہوتی ہیں تو اس جلسہ کی عورتوں کو اپنے اخلاق سے گرویدہ کر لیتی ہیں۔ چنانچہ جو تقریب محمد یوسف ولد منشی یعقوب علی جگوری بھنوری کو سندیلہ میں قرار پائی تھی اس میں حسب طلب شریک ہوئیں اور کل بوجہ اس کے کہ شیخ یوسف الزماں کی زوجہ ثانیہ سے قرابت قریب ہے میرے مکان پر تشریف لائیں۔ جیسا کہ خداوند کریم نے ان کو حسن وجمال عطا کیا ہے ویسے ہی وہ لائق بھی ہیں۔ عمر غالباً ۳۰ سال ہوگی۔ دو بیٹے ان کے جو شاید ہنوز خورد سال ہیں علی گڑھ میں تعلیم پاتے ہیں اور لڑکی خورد سال جس کا نام ماہ پارہ ہے ان کے ہمراہ آئی تھی۔

Marfat.com

شکایت تنفس: ۳۰ مارچ ۱۹۱۱ء۔ شب گزشتہ کو حسب تجویز بنگالی ڈاکٹر شفاخانہ میں نے عرق فلوسپ کا بقدر نصف چمچہ جس میں نصف چھٹانک پانی تھا بعد غذا کے استعمال کیا۔ چونکہ میرے تجربہ میں عرق مذکور فی الجملہ قابض ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر حصہ رات مجھے کھانسی آئی اور اخراج کف نہیں ہوا اور جب میں صبح کو جگا ہوں تو تنفس کی ترقی تھی کہ میں اچھے طور سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ غرض کسی نہ کسی طرح میں نے حقہ پی کر بلغم سینہ سے خارج کیا تب کسی قدر سکون ہوا۔ آج ڈاکٹر صاحب موصوف نے بعد معائنہ سینہ وغیرہ تجویز کیا کہ میں آج کوئی ایسی دوا بڑھاتا ہوں جو ہیچی کو مفید ثابت ہوگی۔

۷ / مئی ۱۹۱۱ء۔ کل مجھے ڈاکٹر مکرجی اسسٹنٹ سرجن سندیلہ نے وہی دوا نوش کرائی جو میں نے پرسوں پی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شام سے ہیچی کی ترقی ہوگئی . . . اور رات سخت بے چینی سے گزری۔ آخر شب جب اوّل اذان مسجد میں شروع ہوئی میں فوراً اٹھ بیٹھا۔ بعد وضو نماز صبح پڑھی . . . لہٰذا آج میں نے کوئی دوا انگریزی کا استعمال نہیں کیا اور قصد ہے کہ وقت خواب شب ایک تولہ حلوہ چھوٹے لال بازار منگل کا استعمال کر لوں اور غور کروں کہ اس سے کیا نفع یا نقصان پیدا ہوتا ہے کیونکہ تین سال کا زمانہ ہوا جب اس حلوے کے استعمال سے شکایت کھانسی و ہیچی بالکل دفع ہوگئی تھی۔

مرمت کنواں: ۲۶ / مئی ۱۹۱۱ء۔ جو رقم منشی عظیم الدین صاحب منصف ہمیر پور نے بابت مہر وغیرہ دختر برخوردار سعید الدین کو دی تھی اس سے ایک بہت اچھا کام رفاہ عام کا کھولا گیا ہے یعنی جو کنواں "کھجور والا" (قریب مکان راقم) ایک عرصہ دراز سے بوجہ گر جانے کے بند پڑا ہوا تھا جس سے تمام محلہ آبنوشی کرتا تھا اس کی صفائی کا کام آج باہتمام شیخ علی رضا کیا گیا خدا کرے کہ کام یہ بوجہ احسن پورا ہو اور اہل محلہ اسکے پانی سے سیراب ہوا کریں۔

مرض تنفس: ۱۳ / جون ۱۹۱۱ء۔ چونکہ میرے مرض کھانسی و ہیچی میں ہنوز کوئی تخفیف پیدا نہیں ہے لہٰذا باتفاق رائے اپنے بیٹوں مصطفےٰ علی وغیرہ کے لکھنؤ جا کر عہدہ دار مشہور ڈاکٹر کا علاج کروں اور ایسا ارادہ بہت جلد کیا جائے گا۔

انبہ خوری: ۲۵ / جون ۱۹۱۱ء۔ آج دوپہر کو برخورداران مصطفےٰ علی و مجتبیٰ علی و مرتضیٰ علی و مرتضیٰ علی و اصغر علی و نور دیدگان نزل حسین و توکل حسین نے میری کوٹھی میں بیٹھ کر آم کھائے۔ یہ مجمع مجھ کو نہایت پسندیدہ نظر آیا۔

راجہ درگا پرشاد: ۲۷ / جون ۱۹۱۱ء۔ آج گیارہ بجے راجہ درگا پرشاد صاحب میری عیادت کو تشریف لائے اور دیر تک مجھ سے ہمدردی کی باتیں کرتے رہے اور کہا کہ میں آپ کی صحت و سلامتی کی ہر وقت دعا مانگا کرتا ہوں اور اس وقت بھی میں دیوتن (ایک مندر۔ ہاشمی) اور شاہ اندر آئن کے مزار پر فاتحہ پڑھنے جاتا ہوں

Marfat.com

اور دونوں مقاموں پر آپ کے واسطے دعائے خیر کروں گا کہ آپ کو جلد صحت کامل حاصل ہو۔

تنگیٔ تنفس: ۲۸ جولائی ۱۹۱۱ء۔ آج مجھ کو تمام دن شکایت ہچکی پیدا رہی اور رات تک اس کی ترقی ہوتی گئی اور کوئی دوا مجوزہ حکیم ظہور الحسن مفید ثابت نہیں ہوئی اور سخت پریشانی کا سامنا پیدا ہے کہ رات کس تکلیف و پریشانی سے آخر ہوگی۔

ملازمت ارتضیٰ: ۲ اگست ۱۹۱۱ء ۔۔۔ چنانچہ آج ۸ بجے صبح صدر چوکی میں بحاضری ممبران مفصلہ ذیل کمیٹی ہوئی۔ محمد عوض پنشنر تحصیلدار اور لچھمن پرشاد و لالتا پرشاد اور کواڑے بند کر کے کمیٹی ہوئی اور کاغذات ضروری پیش ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارتضیٰ علی عہدہ سکریٹری سے موقوف کیے گئے اور ان کو بہ اجرائے یادداشت حکم ہوا کہ آج ہی چارج اپنا کامتا پرشاد محرر پیشی راجہ صاحب کو دے دیں۔ چنانچہ انھوں نے چارج دے کر سبک دوشی حاصل کی۔ مجھے افسوس ہے کہ پچپن روپیہ ماہوار کی نوکری قصبہ ہذا کی مفت انھوں نے کھوئی جہاں علاوہ تنخواہ کے قصبہ ہذا پر رعب بھی تھا۔ چونکہ میری فہمائش کے مطابق ارتضیٰ علی نے راجہ صاحب سے برتاؤ نہیں کیا اور ان سے مخالفت پیدا کر لی اور اُس پارٹی میں شریک ہوئے۔ جو بہ لحاظ تعداد کمی ممبر ول کے کمزور ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ان کی موقوفی عمل میں آئی اور کوئی میری فہمائش کارگر نہ ہوئی۔

تنگیٔ تنفس: ۲۶ اگست ۱۹۱۱ء ۔۔۔ میرا دل و دماغ ایسا ضعیف ہو گیا ہے کہ اندک گرم و سرد ہوا کا فوراً احساس ہوتا ہے۔ مگر پھر میں کہنے سے باز نہیں رہوں گا کہ ہچکی کے واسطے سگرٹ (دمہ کے) کا استعمال بہت مفید ہے اور فوراً نفع معلوم ہوتا ہے۔

تجربہ سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ قبض باعث ترقی ہچکی کا ہوتا ہے ۔۔۔ جس روز قبض ہوتا ہے تو اور بھی شکایت اس کی بڑھ جاتی ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ میں ایسی تدبیر کروں کہ قبض نہ رہنے پائے جو سخت ضرر رساں ہے۔

نور الحسن: ۲۰ ستمبر ۱۹۱۱ء۔ آج چھلّہ کلاں اہلیہ برخوردار مجتبیٰ علی کا ہوا اور خدا کا شکر ہے کہ خود اور نور الحسن خیریت سے ہے اور مبلغ (۰۰۰۰) روپے اس تقریب میں صرف ہوئے۔ آج صبح کو میں نے نورِ چشم نور الحسن ولد برخوردار مجتبیٰ علی کو دیکھا اس کی شکل و صورت مشابہ برخوردار تو کل حسین ہے۔ آج کی تاریخ میں اس کی عمر ایک مہینہ کی ہوئی۔ ۱۲ اگست کو پیدا ہوا تھا۔ خدا اس کی عمر دراز کرے۔

علالت خود: ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۱ء۔ بوجہ شکایت ہچکی و کمزوری خود سات بجے شام سے ۹ بجے تک دو گھنٹے رات گزارنا نہایت دقت معلوم ہوتی تھی یا تو نیند اپنا غلبہ کرتی تھی یا خیالات پریشانی افزا حاوی ہوا کرتے تھے لہٰذا بہ نظر مناسب میں تین روز سے قصہ حاتم طائی ۷ بجے سے ۸½ بجے تک سنا کرتا ہوں

Marfat.com

جوجان علی خدمت گار پڑھتا ہے جس سے طبیعت کو فی الجملہ دل بستگی ہے۔

عطیہ مناجات: یکم نومبر ۱۹۱۱ء آج راجہ درگا پرشاد صاحب نے ایک مناجات بہ حصول شفا تصنیف کر کے میرے پاس بھیجی تاکہ میں اس کو اپنے ورد میں رکھوں۔ خدا مجھ کو صحت کامل عطا فرمائے۔ وہ مناجات حسب ذیل ہے:

مناجات مصنفہ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ

شافیِ مطلق شفایم دہ شفا　　خلعتِ صحت ز شفقت کن عطا
بندۂ ناچارم و ہم خستہ دل　　در در رحمت بروے من کشا
سیل اندوہ والم از سر گذشت　　کشتی ام را شو خدا یا ناخدا
مخزن عصیانم اے آمرزگار　　عفو فرما ہر گناہ و ہر خطا
در خیال و یاد خود مدہوش کن　　تا نہ گردم ساعتے از تو جدا
بادشاہ دو جہاں لطف کن　　گوش نہ بر التجاے ایں گدا
مظہر آشفتہ دل را شاد کن　　دامنش پر کن ز نقد مدعا

علالت: ۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء شب گذشتہ کو شاید ایک یا دو مرتبہ مجھے بدخوابی ہوئی ہوگی ورنہ میں قریباً ۷ گھنٹے غریق نیند سویا۔ مگر یہ غریق نیند سلسلہ وار نہیں تھی بلکہ ایک یا دو گھنٹے سو گیا اس کے بعد جگ پڑا۔ یہ رات چنداں مجھے تکلیف سے نہیں گزری۔ البتہ فی الجملہ کھانسی کی شکایت پیدا ہو گئی جو خشک قسم کی تھی۔ اخراج کف کا نہیں ہوتا تھا۔ میں چھ بجے صبح کو اٹھا ہوں تو طبیعت میری چاق تھی اور اجابت بھی کسی قدر ہوتی رہی۔ اخراج مواد کا بھی بلا تکلف ہوتا رہا لیکن اس سے کم ہوا جو کل یا پرسوں ہوا تھا اور میرے داہنی جانب کا ورم اعضا تو کل ہی جاتا رہا اور بائیں جانب کا باقی تھا۔ بائیں جانب میں جہاں تک خیال کرتا ہوں اب کچھ کچھ تحلیل ہو گیا ہے اور ہوتا جاتا ہے۔

۲۳ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ چونکہ راجہ درگا پرشاد صاحب مدرسہ انگریزی کا روپیہ کسی وجہ خاص سے اپنے اہتمام میں رکھنا چاہتے ہیں لہٰذا انھوں نے مجھے یہ تحریری اطلاع دی ہے کہ جس قدر مدرسہ انگریزی بابت چندہ کے واجب الوصول ہوا اور جس قدر روپیہ کرنٹ اکاؤنٹ بنک کے ذریعہ واجب الادا ہو وہ مجھے بھیج دیا جائے۔ چنانچہ آج اس کا حساب کیا گیا تو ایک ہزار ایک سو تین روپیہ تین آنہ ایک پائی کی تعداد نکلی وہ ذریعہ وزیر علی دارغہ ارسال کرتا ہوں کیونکہ یہ رقم مذکورہ ہی میرے پاس موجود تھی۔ اسی وقت راجہ صاحب وچیرمین مدرسہ انگریزی کو بھیج دی اور باضابطہ رسیدان سے حاصل کر لی۔

Marfat.com

۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ صبح۔ کل میری طبیعت خوش شام کو نہ تھی اور ہپی کی شکایت زیادہ ہے اور رات کو تبخیر بھی کچھ تیزی کناں جس سے مجھے انواع واقسام کا اندیشہ ہے کہ آج کی رات کو شب سنیچر شروع ہوگی اور سنیچر کچھ میری اولاد کے حق میں مفید نہیں ہے اور عجب نہیں کہ مشکلات درپیش آئیں چنانچہ یہی حالت رات کو رہی کہ مجھے بوجوہ نیند کم آئی اور شاید ۴ گھنٹے سے زیادہ نہ سو سکا ہوں گا۔ برخلاف اس کے کہ میں قبل اس کے کم سے کم سات گھنٹے سوتا تھا اور دن کو طبیعت بہت صاف ہوتی تھی۔ لہٰذا شب کو میرے چاروں لڑکے براہ ہمدردی میرے کمرہ شب باشی میں رہے اور مولوی خلیل الدین (بھانجہ) نے بھی اس میں قیام کیا یعنی بیٹھے رہے اور شیخ سخاوت علی میرے کارندہ بھی میرے مکان ہی میں رہے اور میری حالت موجودہ کو دیکھتے رہے۔ اگرچہ کچھ ایسا تغیر میری ذات کو پیش نہ آیا جس سے مجھے بہت پریشانی لاحق ہوتی لیکن یہ ضرر ہوا کہ نیند نہ آنے سے مجھے بہت پریشانی لاحق رہی اور تمام رات کھانسی بذریعہ ہپی آتی رہی چند قسم کی ادویات یونانی استعمال ہوئیں جن سے شکایات لاحقہ دفع نہ ہوئی اور دو مرتبہ پانچ پانچ قطرے دوا ڈاکٹر برمن ساکن کلکتہ کی مجوزہ میں نے تھوڑے تھوڑے پانی میں پیے۔ اگرچہ وہ بیماری دمہ کے لیے بہت مفید ہے استعمال لایا مگر اس سے افاقہ دیر میں نظر آیا اور آج صبح کئی گھنٹہ کی پریشانی برداشت کرکے میں اٹھا اور جب حکمائے یونانی حکیم ظہور الحسن وحکیم اخلاق حسین نے مجھے دیکھ لیا تب چاہا کہ سو رہوں لیکن افسوس کہ نیند نہ آسکی۔ اگرچہ اس رات کو میں اپنی دنیائے دوں کو نہ چھوڑ سکا تاہم یہ رات پریشانی سے گزری۔

وفات مولوی سید مظہر علی: ۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ آج سہ پہر کو بوقت ۳ بجے شام کے (مولوی سید مظہر علی صاحب ولد سید مظفر علی صاحب) راقم روزنامچہ ہذا نے بعارضہ ضیق النفس اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ اور بوقت شب ۸ بجے اپنی پھلواری میں حسب وصیت خود دفن ہوئے۔ اپنی قبر کے لیے پتھر عرصہ سے منگا کر رکھ لیا تھا۔ اسی کی قبر درست کرائی گئی اور اسی میں مدفون ہوئے۔ ہم لوگوں کو نہایت سخت صدمہ ہوا کہ ان کی ذات والاصفات سے ہر قسم کا اطمینان تھا۔ اپنی زندگی میں صاحب روح نے بڑی ترقی نمایاں کی۔ عزت ووقار کی افزونی رہی۔ جائداد کو ترقی دی۔ مکان قیام بہت وسیع تعمیر کرایا اور متعدد مکانات بنوائیں۔ مکانات رعایا بھی کئی موجود ہیں۔ کئی باغات اپنی ذات سے قصبہ ہذا میں اور نیز دیہات میں نصب فرمائے۔ غرض کہ تابہ زیست اپنی خوش اقبالی سے بہت عروجی حالت بسر کی جس کی کیفیت ان کے روزنامچہ سے ظاہر ہے۔ خدا غریق رحمت کرے۔ فقط

مرقومہ مجتبیٰ علی

Marfat.com

تاریخ وفات مولوی مظہر علی مرحوم راجہ درگا پرشاد مہر سندیلوی

مولوی مظہر علی مہر سپہر مردمی　　نیک طینت نیک طبع و نیک خو نیکو شعار
دومی ماہ محرم بود ایام عزا　　کرد زیں دار فنا رحلت سوے دار القرار
گرد تا بوتش ہجوم اجر کار نیک بود　　شان رحمت زیں جوش شفاعت در یسار
حسرتا دامن کشاں از صحبت یاراں گزشت　　واد رلیغا کایں فراق دائمی کرد اختیار
مخزنِ اخلاق و خوبی بود ذات پاک او　　بود در عقل و فراست انتخاب روزگار
حلم بود او را انیس و صبر بود او را ندیم　　بود طبعش مستقل ہم بود عہدش استوار
صد چراغ دانش او افروخت در بزم خرد　　کرد در چشم جہاں صد گونہ حاصل اعتبار
در زمانِ فکر ما را بود یارے دل نواز　　در ہجوم انتشارم بود دائم غمگسار
بہر سال انتقالش مہر چوں بنمود غور　　در زمانِ اضطراب درادانِ انتشار
از سر افسوس گفتم سید مظہر علی　　سال ہجری گشت زیں الفاظ ہجرش آشکار
۱۳۳۰ھ
چوں سنِ عیسی بجست از طبع در طرز جلی　　یک ہزار و نہ صد و دہ یک در آمد در شمار

از سید قمر الدین قمر سندیلوی شاگرد حضرت امیر مینائیؒ

دوسری ماہ محرم کی تھی آہ　　سیزدہ صدی سنِ ہجری رواں
اور دسمبر کی بھی تھی جو بیسویں　　روز یکشنبہ تھا جس میں ناگہاں
مولوی مظہر علیؒ خوش صفات　　دار فانی سے گئے سوئے جناں
تھی وصیت باغ میں مدفون ہوئے　　ان کو حاصل ہے بہار جاوداں
آفتاب دانش و بہر عروج　　ہوگیا زیر زمیں ہے ہے نہاں
سچ تو یہ ان کی روش ان کے اصول　　قابل تقلید مہر دیگراں
تب کہیں ہوتا ہے پیدا ایسا شخص　　جب بہت کھاتا ہے چکر آسماں
ہے یہ مصرع اے قمر لوح مزار　　مولوی مظہر علی جنت مکاں
۱۹۱۱ء

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

Marfat.com